

روحِ حیات بعد الممات اور حیات الانبیاء پر ایک مستند اور مفصل کتاب

# حیاتِ جاویدال

ڈاکٹر پیر محمد حسن

اسلامک مکتب فاؤنڈیشن

# حیاتِ جاودال

جس میں روح، حیات بعد المات اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے زندہ ہونے پر فصلِ بحث کی گئی ہے اور ضمنی طور پر بہت سی دلچسپ بحثیں آگئی ہیں، کتاب کے آخر میں انبیاء کے زندہ ہونے کے متعلق قرآن کے معارف اور ترمذی کے دلائل گئے ہیں، پہلا شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا ذکر انبیاء کا اور سیراٹوں کا

تصنیف لطیف

ڈاکٹر پیر محمد حسن ایم اے پی ایچ ڈی، پرنسپل (ریٹائرڈ)

سابق پروفیسر و صدر شعبہ عربی ادب جامعہ اسلامیہ، بہاولپور

اسلامک بک فاؤنڈیشن

پوسٹ بک نمبر ۱۴۵۳ - اسلام آباد ○ پوسٹ بک نمبر ۲۳۰۹ - لاہور

جُملہ حقوق بحق اسلامک بک فاؤنڈیشن محفوظ ہیں

بمقابہ : \_\_\_\_\_ حیات آباد

مصنف : \_\_\_\_\_ ڈاکٹر پیر محمد حسن

پیش لفظ : \_\_\_\_\_ ڈاکٹر نوید احمد قریشی

مبشر : \_\_\_\_\_ حاجی محمد ارشد قریشی

\_\_\_\_\_ پیر محمد اسلامک بک فاؤنڈیشن

\_\_\_\_\_ ۲۴۹ - این سمن آباد، لاہور

طالع : \_\_\_\_\_ سعیدی پرنٹرز بک روڈ صدر ڈاولپنڈی

تقسیم کار : \_\_\_\_\_ المعارف گنج بخش روڈ، لاہور

\_\_\_\_\_ ۳۰ × ۲۰  
۸ صفحات : ۳۲۰

اشاعت : \_\_\_\_\_ ۱۹۸۹ء / ۱۴۰۹ھ ایک ہزار

قیمت : \_\_\_\_\_ ۱۵۰ روپے

\_\_\_\_\_ ۱۲۰ — ۴۲۴ — ۹۶۹ آئی ایس بی نمبر

مزید تفصیلات کے لیے رابطہ کیجیے

اسلامک بک فاؤنڈیشن پرسٹ بکس نمبر ۱۴۵۲ جی پی او، اسلام آباد (پاکستان)

اسلامک بک فاؤنڈیشن پرسٹ بکس نمبر ۲۳۰۹ جی پی او، لاہور (پاکستان)



نجیب ارشد کے نام جنہوں نے حیاتِ جاوداں پائی





# پیش لفظ

الحمد للہ تعالیٰ کے لئے ہے جو رب العالمین ہے اور درود و سلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو رحمتہ للعالمین میں اور جن کے وسیع سے ہمیں اسرار و علوم نے بہت علم و حکمت والی ہے وہ ذات جس نے انسان کو وہ علم سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا<sup>۱</sup> اور روح امر ربی ہے اس کا بہت تلبیل علم دیا گیا ہے<sup>۲</sup> اس وقت روح کی مابیت و تحقیق اور حیات بعد الممات کی نوعیت و کیفیت سے بحث نہیں کر "حیات جاودا" اس موضوع پر بڑی مستند اور مبسوط کتاب ہے جو کسی بھی زبان میں لکھی گئی ہے کتاب میں جو کچھ لکھی گیا ہے وہ حمد و ثناء مطہرین اور سلف صالحین کے بیانات پر مشتمل ہے شہادت کے طور پر مزید واقعات و مشاہدات بھی کمبخت پیش کئے جاسکتے ہیں مصنف نے سلف صالحین کی آراء و پیش کی ہیں اور انہوں نے مشروع کا حق ادا کر دیا ہے۔ والدہ شرم حاجی محمد ارشد

۱۔ عَلَوُ الْاِنْسَانِ مَا لَوْ يَفْقَهُ زجر ۱۔ انسان کو وہ باتیں سکھائی جس کو اس کو علم نہ تھا (القرآن ۹۷: ۱۵)

۲۔ قُلِ الرُّسُلُ مِنْ اَمْرِ رَبِّي وَمَا أُفْتِيكُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا زجر ۲۔ فرما دیجئے اسے محمد روح امر ربی ہے اور اس

کا علم قلیل کم دیا گیا ہے۔ (القرآن ۱۲: ۸۵)

۳۔ پہلا ایڈیشن ۱۹۵۹ء میں پانچ سو کی تعداد میں چھپا تھا اور عرصے سے نایاب تھا اب سرائی پیش رو پبلیکیشنز نے اشاعت اور اشاعت کیا تھا شائع ہو رہا ہے۔

۴۔ ڈاکٹر میر محمد حسن ۸ مارچ ۱۹۵۳ء کو امرتسر (ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔ پنجاب یونیورسٹی سے ۱۹۶۰ء میں ایم اے اور اعلیٰ فی ثمر حاصل کیا۔

اور ۱۹۶۸ء میں پی ایچ ڈی کی۔ انہیں پنجاب یونیورسٹی سے مشرقی زبانوں (عربی) میں ادیبانہ پی ایچ ڈی حاصل کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔

مارچ ۱۹۵۹ء میں ملکہ تعلیم سے بطور فیلو ریشتر ہوئے لیکن اب تک درس و تدریس اور تصنیف کا سلسلہ جاری ہے علم و فضل اور

درواہی و بے نیازی میں سلف صالحین کا نمونہ ہیں کتاب کی اشاعت کے وقت ان کی عمر ۸۵ سال ہے لیکن بصورت میں کوئی فرق نہیں آیا۔

والدہ شرمی میں تمام ہے۔

قریشی جنہر میں اسلام یک یک فائزیشن کا اصرار تھا کہ میں "حیات جاوداں" کے لئے پیش لفظ لکھوں جس میں اپنے مرحوم بھائی نجیب  
 قریشی کے حوالے سے اپنے واقعات و مشاہدات قلمبند کروں اس لئے کہ کتاب نے نفس معنوں سے ان کا گہرا تعلق ہے۔ اس سے  
 یہ بھی ثابت ہو جائے گا کہ ان واقعات و مشاہدات کا بطور قصہ پارینہ ہی نہیں ہے اب بھی ایسا ممکن ہے اور اب بھی ایسا جوڑ ہے  
 چنانچہ ہم یہاں کچھ مشاہدات پیش کر رہے ہیں جن سے مادی دور میں روح کی طاقت اور اس کے غیر العفول افعال کی شہادت ملتی ہے  
 روح کے مظاہر اور روحانی واردات کو نہ تو زبان سے بیان کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی یہ کیفیت ضبط تحریر میں لائی جاسکتی ہے  
 البتہ اس حقیقت سے انکار نہیں کہ یہ سب کچھ موجود ہے اور اس اعلیٰ روحانی ہنگامہ رسائی یا اس کی ایک جھلک اس کے وجود کی سب  
 سے بڑی دلیل ہے جس پر یہ حقیقت مشکوک نہیں ہوتی ہے۔ وہ نہ تو اس حقیقت کو جھٹلا سکتا ہے اور نہ ہی بیان کرنے کی جرات کر سکتا ہے مولانا  
 تفکر اور خاموشی اس کے انقباض میں کچھ نہیں ہوتا یا پھر یہ کہیں ہے کہ چشم بینا پیدا کر دے اور مشاہدہ کر دے کہ اس کا تعلق انسان کی باطنی اسٹیم سے  
 ہے کوئی بھی تعلق یا رابطہ قائم کرنے کے لئے محبت پہل چیر ہے۔ خواہ خود بخود پیدا ہو یا پیدا کر لی جائے، کیونکہ روح کا تعلق محبت سے اور محبت  
 کا پائیزگی سے ہے۔ اللہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگان دین کی محبت ایک ایسی چیز ہے جو انسان کے لئے حقیقت و سہولگی کی نئی  
 راہیں کھول دیتی ہے، وہ انسان جو اس دنیا سے کوئی چیز کر گئے ہیں، ایک نئی دنیا برزخ اعلیٰ میں ہیں۔ ہم نہ تو انہیں دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہی  
 ہم سب کے لئے ممکن ہے کہ ان سے تعلق قائم کر سکیں۔ لیکن روح اپنے جسد خاکی کو چھوڑ کر جب آزاد ہو جاتی ہے تو اس کا دائرہ تجر اور  
 دائرہ علم لامحدود ہو جاتا ہے اور آنے والے واقعات کو دیکھنا یا اس سے باخبر کرنا روح کے دائرہ اختیار میں ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے  
 کہ ہمیں رابطہ سلوکیں کٹر تمام رہنمائی ان بزرگوں سے ملتی ہے جو ہم میں ظاہری طور پر موجود نہیں ہوتے لیکن روحانی طور پر موجود ہیں۔  
 نجیب کی شہادت کے بعد میر اس سے جو بھی رابطہ خواب میں یا اس کی قبر پر مراقبے میں ہوا میں نے کبھی اسے ارادی طور پر  
 بیان نہیں کیا۔ نہ ہی اس کی کوئی توجہ کی۔ مگر بعد میں بینہ ہدی ہوا جو نجیب نے ملاقات میں بتایا یا اس سے ملاقات کے بعد وہ ہم میں  
 جیسا نہ شرباتی رہا لیکن اب میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ اس دنیا میں ہمارا ایسا نمائندہ ہے جو ہمیں معلومات بہم پہنچا سکتا ہے اور رہنمائی  
 کر سکتا ہے۔ میں یہ بات پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ وہ بہت اچھی حالت میں ہے اور ہمیشہ کی طرح انتہائی خوش و خرم ہے

۱۔ نجیب احمد قزوینی ۸۶-۱۹۶۳ء، ۱۴ فروری ۱۹۶۳ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ نور منت کاٹ لاہور، پنجاب یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی۔

۲۹ جنوری ۱۹۸۶ء کو لاہور سے اسلام آباد آئے ہوئے سوہدہ کے قریب ایک حادثہ میں، جنمی ہوئے اور ۱۹ اکتوبر ۱۹۸۶ء کی صبح ہسپتال

لاہور میں خانی خلیفہ سے ملے۔ باغ ٹکڑی، قبرستان میانی صاحب لاہور میں آسودۂ خاک ہیں "نجیب احمد قزوینی"۔ تاریخ وصال

ہے انتہائی راست کہ پاکستانی فوجانہ تھے، بے شمار خوبیوں اور صلاحیتوں کے حامل اسلام آباد خلیفہ دین کے سرکاری اور

روح رواں تھے اپنے خزانہ پُستہ۔ اس وقت دینی اور علمی ادارے کی آبیاری کی اور اس جہد و جد میں جان کی قربانی دینی

فدا بہت کم، ان کا مقام پاک طینت را

۲۔ وَمِنْ قَوْلِهِمْ يُرْسِلُ إِلَىٰ بُنَيَّةٍ

(انقرآن ۱۰۰۳)

اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائیں اور بند درجات سے نوازیں۔

نجیب کی تدفین کے بعد ۱۹۸۶ء اکتوبر ۱۹۸۶ء کو جب ہم گھر واپس آئے اسی روز میں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک خوبصورت اور سر بہ زلف عورت جس میں فرسے چل رہے اور نہریں بہہ رہی تھیں نجیب میرے پاس بیٹھا باتیں کر رہا ہے پاس ہی پندرہ برس فٹ اونچی میز چھیاں ہیں اور کچھ لوگ جو کہ نہایت ہی پاکیزہ اور نورانی صورت دکھائی دے رہے تھے۔ میز چھیاں کے پاس کھڑے ہیں ہم کھیل رہے ہوتے ہیں۔ جب میں نجیب کو پکارتے گھٹا ہوں تو وہ اڑ کر ان میز گول کے پاس چلا جاتا ہے اور وہ اسے اس طرح گود میں اٹھائیتے ہیں جس طرح کوئی بچے کو اٹھاتا اور پیار کرتا ہے۔ اس خواب کے بعد یہ خیال یقین میں بدل گیا کہ نجیب بہت خوش نصیب ہے اللہ نے اسے بڑی عزت دی ہے۔ یہ شک موت ایک تکلیف دہ حقیقت ہے لیکن دائمی اور پرسکون زندگی کا آغاز موت کے بعد ہی ہوتا ہے جب روح کا دائرہ عمل وسیع اور لامحدود ہو جاتا ہے اور زمان و مکاں کی پابندی اس سے ختم ہو جاتی ہیں۔

نجیب کی شہادت کے چند دن بعد غالباً اکتوبر ۱۹۸۶ء کے آخر کی بات ہے کہ میری اور نجیب کی ملاقات قبرستان میانی صاحب میں ہوئی۔ ہم دونوں قبرستان میں چلتے جاتے ہیں اور مجھے بالکل احساس نہیں ہوتا کہ وہ اب ہم میں نہیں ہے، نجیب بڑے اچھے موڈ میں ہے ایک نشست کا نام لے کر مجھے کہتا ہے کہ وہ کار کے نیچے آکر مر گیا ہے۔ اس کے بعد میں نے وہ کار دیکھی جکاس کا رنگ میک ماڈل اور نمبر تک دیکھا پھر یہ بات میرے ذہن سے محو ہو گئی اور میں نے کسی سے اس کا ذکر نہ کیا۔ پانچ سات روز بعد میں نے گھر میں ذکر کیا کہ میں نے ایسا دیکھا ہے۔ اگلی صبح مجھے پتہ چلا کہ وہ دوست کار کے محلے میں شدید زخمی ہو گیا ہے اور ہسپتال میں بے ہوش ہے اسی حالت میں چند دن بعد دماغ کی شریان پھٹ جانے سے اس کا انتقال ہو گیا میں اس سانحے پر خاصا متعجب ہوا کیونکہ سارا معاملہ کچھ دن پہلے نجیب مجھے بتا چکا تھا اور بالکل ویسا ہی ہوا تھا۔

یہ نومبر ۱۹۸۶ء کا واقعہ ہے کہ ہم نجیب کی قبر کی بنیادیں از سر نو کھود رہے تھے تاکہ قبر کی پختہ تعمیر کی جائے۔ یہ بنیادیں لمبے سے گہری اور نیچے تک تھیں۔ اس لئے کھدائی کے دوران لحد کی سلاخا کر دیکھا تو نجیب کا جسم اگرچہ کھن میں پڑنا ہوا تھا مگر سہاں نظر آ رہا تھا کہ وہ بالکل تروتازہ ہے اور تمام قبر خوشبو سے منک رہی تھی۔ اس موقع پر میرے علاوہ میرا بھائی ڈاکٹر ندیم، کرن انجنئر توفیق اور چچا ظفر اقبال قریشی بھی موجود تھے ہمارے مناسک پورے کر کے اس نے سیکڑوں قبریں تعمیر کیں ہیں ایسا منظر کبھی نہیں دیکھا چند دن بعد ہی قبر میں تعفن پیدا ہو جاتا ہے لیکن ڈیڑھ ماہ گزرنے کے بعد بھی یہاں جسد بالکل ٹھیک ہے اور لحد میں سے خوشبو آ رہی ہے میرا ذہن قرآن مجید کی اس آیت کی طرف چلا گیا۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے نبیوں، صدیقیوں، ہشیدوں اور صالح لوگوں کا ذکر کیا ہے۔ انبیاء و شہداء کے بارے میں تو مجھے یقین تھا کہ وہ مرنے کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں اور زمین ان کے جسموں کو نہیں کھا سکتی۔ آج صدیق اور صالح لوگوں کے بارے میں مجھے مشاہدہ ہو گیا۔ نجیب میرا چھوٹا بھائی تھا۔ پیدائش سے وصال تک اس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ میرے سامنے ہے ہم

۴ ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰ ۱۰۰۱ ۱۰۰۲ ۱۰۰۳ ۱۰۰۴ ۱۰۰۵ ۱۰۰۶ ۱۰۰۷ ۱۰۰۸ ۱۰۰۹ ۱۰۱۰ ۱۰۱۱ ۱۰۱۲ ۱۰۱۳ ۱۰۱۴ ۱۰۱۵ ۱۰۱۶ ۱۰۱۷ ۱۰۱۸ ۱۰۱۹ ۱۰۲۰ ۱۰۲۱ ۱۰۲۲ ۱۰۲۳ ۱۰۲۴ ۱۰۲۵ ۱۰۲۶ ۱۰۲۷ ۱۰۲۸ ۱۰۲۹ ۱۰۳۰ ۱۰۳۱ ۱۰۳۲ ۱۰۳۳ ۱۰۳۴ ۱۰۳۵ ۱۰۳۶ ۱۰۳۷ ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ ۱۰۴۰ ۱۰۴۱ ۱۰۴۲ ۱۰۴۳ ۱۰۴۴ ۱۰۴۵ ۱۰۴۶ ۱۰۴۷ ۱۰۴۸ ۱۰۴۹ ۱۰۵۰ ۱۰۵۱ ۱۰۵۲ ۱۰۵۳ ۱۰۵۴ ۱۰۵۵ ۱۰۵۶ ۱۰۵۷ ۱۰۵۸ ۱۰۵۹ ۱۰۶۰ ۱۰۶۱ ۱۰۶۲ ۱۰۶۳ ۱۰۶۴ ۱۰۶۵ ۱۰۶۶ ۱۰۶۷ ۱۰۶۸ ۱۰۶۹ ۱۰۷۰ ۱۰۷۱ ۱۰۷۲ ۱۰۷۳ ۱۰۷۴ ۱۰۷۵ ۱۰۷۶ ۱۰۷۷ ۱۰۷۸ ۱۰۷۹ ۱۰۸۰ ۱۰۸۱ ۱۰۸۲ ۱۰۸۳ ۱۰۸۴ ۱۰۸۵ ۱۰۸۶ ۱۰۸۷ ۱۰۸۸ ۱۰۸۹ ۱۰۹۰ ۱۰۹۱ ۱۰۹۲ ۱۰۹۳ ۱۰۹۴ ۱۰۹۵ ۱۰۹۶ ۱۰۹۷ ۱۰۹۸ ۱۰۹۹ ۱۱۰۰ ۱۱۰۱ ۱۱۰۲ ۱۱۰۳ ۱۱۰۴ ۱۱۰۵ ۱۱۰۶ ۱۱۰۷ ۱۱۰۸ ۱۱۰۹ ۱۱۱۰ ۱۱۱۱ ۱۱۱۲ ۱۱۱۳ ۱۱۱۴ ۱۱۱۵ ۱۱۱۶ ۱۱۱۷ ۱۱۱۸ ۱۱۱۹ ۱۱۲۰ ۱۱۲۱ ۱۱۲۲ ۱۱۲۳ ۱۱۲۴ ۱۱۲۵ ۱۱۲۶ ۱۱۲۷ ۱۱۲۸ ۱۱۲۹ ۱۱۳۰ ۱۱۳۱ ۱۱۳۲ ۱۱۳۳ ۱۱۳۴ ۱۱۳۵ ۱۱۳۶ ۱۱۳۷ ۱۱۳۸ ۱۱۳۹ ۱۱۴۰ ۱۱۴۱ ۱۱۴۲ ۱۱۴۳ ۱۱۴۴ ۱۱۴۵ ۱۱۴۶ ۱۱۴۷ ۱۱۴۸ ۱۱۴۹ ۱۱۵۰ ۱۱۵۱ ۱۱۵۲ ۱۱۵۳ ۱۱۵۴ ۱۱۵۵ ۱۱۵۶ ۱۱۵۷ ۱۱۵۸ ۱۱۵۹ ۱۱۶۰ ۱۱۶۱ ۱۱۶۲ ۱۱۶۳ ۱۱۶۴ ۱۱۶۵ ۱۱۶۶ ۱۱۶۷ ۱۱۶۸ ۱۱۶۹ ۱۱۷۰ ۱۱۷۱ ۱۱۷۲ ۱۱۷۳ ۱۱۷۴ ۱۱۷۵ ۱۱۷۶ ۱۱۷۷ ۱۱۷۸ ۱۱۷۹ ۱۱۸۰ ۱۱۸۱ ۱۱۸۲ ۱۱۸۳ ۱۱۸۴ ۱۱۸۵ ۱۱۸۶ ۱۱۸۷ ۱۱۸۸ ۱۱۸۹ ۱۱۹۰ ۱۱۹۱ ۱۱۹۲ ۱۱۹۳ ۱۱۹۴ ۱۱۹۵ ۱۱۹۶ ۱۱۹۷ ۱۱۹۸ ۱۱۹۹ ۱۲۰۰ ۱۲۰۱ ۱۲۰۲ ۱۲۰۳ ۱۲۰۴ ۱۲۰۵ ۱۲۰۶ ۱۲۰۷ ۱۲۰۸ ۱۲۰۹ ۱۲۱۰ ۱۲۱۱ ۱۲۱۲ ۱۲۱۳ ۱۲۱۴ ۱۲۱۵ ۱۲۱۶ ۱۲۱۷ ۱۲۱۸ ۱۲۱۹ ۱۲۲۰ ۱۲۲۱ ۱۲۲۲ ۱۲۲۳ ۱۲۲۴ ۱۲۲۵ ۱۲۲۶ ۱۲۲۷ ۱۲۲۸ ۱۲۲۹ ۱۲۳۰ ۱۲۳۱ ۱۲۳۲ ۱۲۳۳ ۱۲۳۴ ۱۲۳۵ ۱۲۳۶ ۱۲۳۷ ۱۲۳۸ ۱۲۳۹ ۱۲۴۰ ۱۲۴۱ ۱۲۴۲ ۱۲۴۳ ۱۲۴۴ ۱۲۴۵ ۱۲۴۶ ۱۲۴۷ ۱۲۴۸ ۱۲۴۹ ۱۲۵۰ ۱۲۵۱ ۱۲۵۲ ۱۲۵۳ ۱۲۵۴ ۱۲۵۵ ۱۲۵۶ ۱۲۵۷ ۱۲۵۸ ۱۲۵۹ ۱۲۶۰ ۱۲۶۱ ۱۲۶۲ ۱۲۶۳ ۱۲۶۴ ۱۲۶۵ ۱۲۶۶ ۱۲۶۷ ۱۲۶۸ ۱۲۶۹ ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ۱۲۷۲ ۱۲۷۳ ۱۲۷۴ ۱۲۷۵ ۱۲۷۶ ۱۲۷۷ ۱۲۷۸ ۱۲۷۹ ۱۲۸۰ ۱۲۸۱ ۱۲۸۲ ۱۲۸۳ ۱۲۸۴ ۱۲۸۵ ۱۲۸۶ ۱۲۸۷ ۱۲۸۸ ۱۲۸۹ ۱۲۹۰ ۱۲۹۱ ۱۲۹۲ ۱۲۹۳ ۱۲۹۴ ۱۲۹۵ ۱۲۹۶ ۱۲۹۷ ۱۲۹۸ ۱۲۹۹ ۱۳۰۰ ۱۳۰۱ ۱۳۰۲ ۱۳۰۳ ۱۳۰۴ ۱۳۰۵ ۱۳۰۶ ۱۳۰۷ ۱۳۰۸ ۱۳۰۹ ۱۳۱۰ ۱۳۱۱ ۱۳۱۲ ۱۳۱۳ ۱۳۱۴ ۱۳۱۵ ۱۳۱۶ ۱۳۱۷ ۱۳۱۸ ۱۳۱۹ ۱۳۲۰ ۱۳۲۱ ۱۳۲۲ ۱۳۲۳ ۱۳۲۴ ۱۳۲۵ ۱۳۲۶ ۱۳۲۷ ۱۳۲۸ ۱۳۲۹ ۱۳۳۰ ۱۳۳۱ ۱۳۳۲ ۱۳۳۳ ۱۳۳۴ ۱۳۳۵ ۱۳۳۶ ۱۳۳۷ ۱۳۳۸ ۱۳۳۹ ۱۳۴۰ ۱۳۴۱ ۱۳۴۲ ۱۳۴۳ ۱۳۴۴ ۱۳۴۵ ۱۳۴۶ ۱۳۴۷ ۱۳۴۸ ۱۳۴۹ ۱۳۵۰ ۱۳۵۱ ۱۳۵۲ ۱۳۵۳ ۱۳۵۴ ۱۳۵۵ ۱۳۵۶ ۱۳۵۷ ۱۳۵۸ ۱۳۵۹ ۱۳۶۰ ۱۳۶۱ ۱۳۶۲ ۱۳۶۳ ۱۳۶۴ ۱۳۶۵ ۱۳۶۶ ۱۳۶۷ ۱۳۶۸ ۱۳۶۹ ۱۳۷۰ ۱۳۷۱ ۱۳۷۲ ۱۳۷۳ ۱۳۷۴ ۱۳۷۵ ۱۳۷۶ ۱۳۷۷ ۱۳۷۸ ۱۳۷۹ ۱۳۸۰ ۱۳۸۱ ۱۳۸۲ ۱۳۸۳ ۱۳۸۴ ۱۳۸۵ ۱۳۸۶ ۱۳۸۷ ۱۳۸۸ ۱۳۸۹ ۱۳۹۰ ۱۳۹۱ ۱۳۹۲ ۱۳۹۳ ۱۳۹۴ ۱۳۹۵ ۱۳۹۶ ۱۳۹۷ ۱۳۹۸ ۱۳۹۹ ۱۴۰۰ ۱۴۰۱ ۱۴۰۲ ۱۴۰۳ ۱۴۰۴ ۱۴۰۵ ۱۴۰۶ ۱۴۰۷ ۱۴۰۸ ۱۴۰۹ ۱۴۱۰ ۱۴۱۱ ۱۴۱۲ ۱۴۱۳ ۱۴۱۴ ۱۴۱۵ ۱۴۱۶ ۱۴۱۷ ۱۴۱۸ ۱۴۱۹ ۱۴۲۰ ۱۴۲۱ ۱۴۲۲ ۱۴۲۳ ۱۴۲۴ ۱۴۲۵ ۱۴۲۶ ۱۴۲۷ ۱۴۲۸ ۱۴۲۹ ۱۴۳۰ ۱۴۳۱ ۱۴۳۲ ۱۴۳۳ ۱۴۳۴ ۱۴۳۵ ۱۴۳۶ ۱۴۳۷ ۱۴۳۸ ۱۴۳۹ ۱۴۴۰ ۱۴۴۱ ۱۴۴۲ ۱۴۴۳ ۱۴۴۴ ۱۴۴۵ ۱۴۴۶ ۱۴۴۷ ۱۴۴۸ ۱۴۴۹ ۱۴۵۰ ۱۴۵۱ ۱۴۵۲ ۱۴۵۳ ۱۴۵۴ ۱۴۵۵ ۱۴۵۶ ۱۴۵۷ ۱۴۵۸ ۱۴۵۹ ۱۴۶۰ ۱۴۶۱ ۱۴۶۲ ۱۴۶۳ ۱۴۶۴ ۱۴۶۵ ۱۴۶۶ ۱۴۶۷ ۱۴۶۸ ۱۴۶۹ ۱۴۷۰ ۱۴۷۱ ۱۴۷۲ ۱۴۷۳ ۱۴۷۴ ۱۴۷۵ ۱۴۷۶ ۱۴۷۷ ۱۴۷۸ ۱۴۷۹ ۱۴۸۰ ۱۴۸۱ ۱۴



نے تمام عمر ایک ہی گھر پر ایک ہی کمرہ میں گزاری تھی اور میں پورے یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ ہمیشہ بچہ بولنے والا اصدق اور ہمیشہ گناہوں سے بچنے والا صالح تھا۔ اس کی پوری زندگی صحت اور گناہ کی آلودگی سے پاک تھی۔ قبر میں اس کا حال دیکھ کر یہ مجھے پہلی بار یقین ہو چکا تھا کہ وہ بشید ہے اس طرح بیکہ صديق شہید اور صالح ہونے کے تینوں مقام اسے مل چکے تھے یہ عراج انسانیت ہے مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں لندن میں سنا جہاں والد محترم کے دل کا پریش ہو رہا تھا۔ یہ ایک انتہائی پیچیدہ ہوائی پاس سرجری کا کیس تھا۔ ڈاکٹر دل کی رائے میرے لئے خاصی پریشان کن تھی اور یہ خطرہ صرف اس لئے مول لیا تھا کہ اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔ یہاں یہ انکشاف ہوا کہ نجیب کی شہادت دراصل قربانی تھی جب کہ میں یہ عمل پہلے ہی کر چکا تھا۔ یعنی میں نے دل کے اس موزی مرض کو اپنے لئے مانگ لیا تھا۔ تاکہ میرے والد کو نئی زندگی ملے اور میری والدہ اور بہن بھائیوں کو کوئی مزید دکھ نہ پہنچے، لیکن نجیب نے شاید مجھ سے بڑھ کر مانگا تھا یعنی اسے مولا، میری زندگی لے لے اور میرے والد کو زندگی عطا کر دے۔ وہ یقیناً اس مقام پر تھا جہاں خدا بندے سے خود پوچھتا ہے کہ بتا تیری رضا کیا ہے اور بندے کی رضا کے سامنے تقدیر کے فیصلے بدل جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں نجیب سے میری ملاقات ۹ جولائی ۱۹۸۷ء کو صبح آٹھ بجے ریجنٹ پارک لندن میں ہوئی، جبکہ سم ڈیڈی جان کو اپریشن خیمہ میں خدا کے سپرد کر کے آ رہے تھے۔ میں بارے اور بیکر سٹریٹ سے جوتا ہوا، ہسپتال سے ریجنٹ پارک پہنچا میرے سامنے پارک کی جیل تھی اور اس پاس سمپوٹوں کی کاریاں، مائل کی سہی پائیز لگی تھیں یہاں لے آئی تھی۔ میں کئی راتوں سے ٹھیک طرح سو رہا تھا۔ یہ مراقبہ اور غور کی حالت تھی۔ میں خدشات میں گرا ہوا، ایم درجا کی کیفیت میں اس طرح سے بیٹھا تھا، تصور میں در مصطفیٰ تھا کہ سیدہ وہیں سے سب کچھ مانگا اور ملا ہے۔ ایسے میں نجیب میرے پاس آئے۔ سیدہ رنگ کا لباس پہنے ہوئے مکرانے ہوئے مجھے تسلی دیتے ہوئے کہتا ہے اب ڈیڈی جان کو کچھ نہیں ہوگا جو ہرنا تھا میں نے اپنے فضلے لیا۔ میں یہاں بہت خوش ہوں بالکل یہی الفاظ تھے، میں ایک دم چپک چپا میرا وجود بہت بھاری تھا تاہم بچوں بالکل شل تھیں۔ میں ایک دم کھڑا ہو گیا۔ تھوڑا سا چپ ہوں گا۔ مجھے لگا جیسے نجیب ہن ہوا جیل کے اس پار سمپوٹوں میں ادا ہو گیا ہے، میرے دل کو اطمینان ہو چکا تھا۔ کہ ڈیڈی جان کو کچھ نہیں ہوگا۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے نجیب کے ذریعے مطلع کر دیا تھا۔ اس واقعے سے پہلے میری جو اضطرابی حالت تھی۔ وہ بالکل تبدیل ہو چکی تھی مجھے عجیب سی خوشی محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ جس کی مشیت کو سمجھنے سے ہم نامر ہیں۔ اس کے بعد دو بجے واپس ہسپتال آ گیا، ایک بجے اپریشن مکمل ہوا۔ ڈاکٹر دیہرنے مجھے بتایا کہ اپریشن بہت کامیاب رہا ہے لیکن ساتھ ہی اس نے بتایا کہ کس قدر پیچیدہ تھا اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ زندگی کو کہاں سے کھینچ کر لائے ہیں جب موت اور زندگی کا فاصلہ سامنے ہو تو خدا کی ذات ہی تمام امور پر حاوی ہے، وہی قادر مطلق ہے۔

یہ ۲۵ مارچ ۱۹۸۸ء کا واقعہ ہے کہ نجیب مجھے واشنگٹن میں اپنا نمک ملا ہے۔ مجھے بالکل احساس نہیں ہوتا کہ وہ ہم میں نہیں ہے۔ میں پوچھتا ہوں۔ نجیب کب آئے؟ اس نے جواب دیا دو مہینے سے یہاں ہوں۔ پاکستان میں دل نہیں لگا، پھر خوش ہو کر مجھے بتایا کہ مجھے ڈرائیونگ لائسنس بھی مل گیا ہے۔ میں نے پوچھا کیسے وہ بولا بس لے لیا ہے۔ میں نے کہا یہاں اگر

عزت سے رہنا ہے کوئی غیر قانونی کام نہ کرنا۔ اس کے بعد ہم نے اپنے آپ کو ایک کمرے میں پایا اور دونوں سرخ رنگ کی چادر لے کر لیٹ گئے اور سو گئے لیکن حقیقت میں یہ جاگ گیا، صبح کے پانچ بجے تھے۔ تعجب کی بات یہ تھی کہ مجھے بھی واشنگٹن آئے دو ماہ کا عرصہ ہوا تھا، میں نے نظر اور ڈرائیونگ کے ٹیسٹ پاس کر لئے تھے اور چند دن بعد مجھے ڈرائیونگ لائسنس مل گیا۔ میں نے یہ بھی تہنیک ہوا تھا کہ کبھی کوئی غیر قانونی کام نہیں کروں گا۔ میرا بھی پاکستان میں دل نہیں لگا تھا اور میں امریکہ چلا آیا تھا۔ نجیب کا انتقال ۷ اکتوبر ۱۹۸۶ء کو ہوا تھا۔ یہ قیامت کے دن تھے، والد محترم شدید بیمار تھے، ان کے دل کی دونوں شریانیں بند تھیں سرخ بھی تین چوتھائی بند تھی، ڈاکٹروں نے فوری بیرون ملک بائی پاس سرجری کا مشورہ دیا تھا، ان کے لئے معمولی حد میں جان لیوا ثابت ہو سکتا تھا اور یہاں قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔ وہ خود پہلے زخمی تخت جگر کو ایمبولینس میں، جہلم سے لاہور لائے پھر جو ان میت کو ہسپتال سے گھر لائے، یہ بڑی سخت آزمائش تھی۔ ہم سب بہن بھائی اور والدہ محترمہ ان کی درجہ سے ہر وقت پریشان رہتے تھے۔ اسی دوران والدہ محترمہ نے خواب میں دیکھا اوقات کا وقت ہے وہ سونے کے کمرے سے باورچی خانے میں جا رہی ہیں۔ برآمدے میں اندھیرا تھا۔ وہ بکلی جلائے کے لئے سوچنے پورے کی طرف بڑھیں تو گرے نگیں۔ نجیب حسب معمول برآمدے میں کھانے کی میز پر بیٹھا تھا جلدی سے اٹھا اور سکرارتے ہوئے انہیں بازوؤں میں ختم کیا۔ والدہ بیان کرتی ہیں کہ میں اس کے بعد بیدار ہو گئی اور مجھے یقین ہو گیا کہ نجیب کے سہارے کے بعد نجیب کے والد کو کچھ نہیں ہوگا۔ وہ سلامت رہیں گے، والدہ محترمہ بیان کرتی ہیں کہ اب بھی جب مجھے اس خواب کا خیال آتا ہے میں نجیب کے ہاتھوں کا لمس اپنی کلاہیوں پر محسوس کرتی ہوں۔ جن دنوں نجیب کا انتقال ہوا، میرا چھوٹا بھائی نعیم گورنمنٹ کالج لاہور میں ایف ایس سی کا طالب علم تھا۔ اس نے ایک روز گھر آکر بتایا کہ اس کے این سی سی کے کچھ پورے نہیں تھے اس لئے نہ تو وہ پاننگ اسٹوٹ پر ٹیس شامل ہو سکے گا اور نہ ہی اسے این سی سی کا سرٹیفکیٹ ملے گا۔ یہ بات نعیم کے میڈیکل کالج میں داخلے پر اثر انداز ہوتی تھی۔ اس لئے سب پریشان ہو گئے میری بہن عائشہ بتاتی ہے کہ اسی رات کا واقعہ ہے کہ ہم سارے بہن بھائی بیٹھے نعیم کے اس مسئلے پر بات چیت کر رہے ہیں نجیب بھائی بھی ہم میں بیٹھے ہیں اس نے ہنستے ہوئے کہا یہ کام اس طرح نہیں ہوگا، اس کے لئے تمہیں یہ کرنا پڑے گا۔ عائشہ کہتی ہے کہ میں نے کہا نجیب بھائی! ہمیں تمہاری بات کی سمجھ نہیں آتی جس پر نجیب نے کاغذ لیا اور درخواست لکھنی شروع کر دی۔ میں نے جیسے ہی درخواست پڑھنے کے لئے کاغذ پر نظر ڈالی اسے کھل گئی اور میرے ذہن میں یہ بات رد گئی کہ نجیب بھائی نے جی اپنا کیرئیر درخواست لکھی ہے، چنانچہ ہم نے اس کے مطابق عمل کیا تو جی اپنا کیرئیر سے اس بات کی اجازت مل گئی کہ نعیم کے کچھ پورے کر کے کہ این سی سی کا سرٹیفکیٹ دے دیا جائے اور بعد میں نعیم کو کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج میں داخلہ بھی مل گیا۔

خواب کی حقیقت اور تعمیر کی گہرائی میں جانے اور یہ کہ خواب کیوں آتے ہیں اور ان کا ہماری زندگی سے کیا تعلق ہے یا خواب میں جو معلومات ہم پہنچائی جاتی ہیں، ان میں کس حد تک صداقت ہوتی ہے میں صرف یہی کہوں گا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خواب نبوت کا چھایا بیسواں حصہ ہیں، مگر یہ ان کی ضرورت کوئی حقیقت ہے خواب سے بحث کرنے کا مقصد یہ ہے کہ روت اور



جسم کے تعلق کو واضح کر دوں جب ہم سو رہے ہوتے ہیں تو ہمارے حواس کا تعلق ظاہری دنیا سے کٹ جاتا ہے لیکن ہم فہم کی حالت میں سب کچھ کرتے ہیں یعنی مناجات بات چیت کرنا یا کچھ لینا دینا وغیرہ۔ بنہ موت کی بہن ہے جس طرح موت کے بعد روح آزاد ہو جاتی ہے اسی طرح بنہ اور مرا تھے کی حالت میں بھی روح آزاد ہو کر سر کے لئے چلی جاتی ہے اور اس سفر میں ان ارواح سے ملتی ہے جن سے تعلق ہوتا ہے یا پھر وہ ارواح جن کا ہم سے تعلق ہوتا ہے وہ ہمارے لطیف و جود سے ملتی ہیں یہی وجہ ہے کہ میں اس وقت پاکستان سے بیس ہزار کلومیٹر دور ہوں لیکن جب چاہوں یا اکثر نجیب مجھے ملتا ہے اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ ہماری ملاقات ضرور ہوتی ہے نجیب مجھے لندن، گلاسکو، قاہرہ، نیویارک اور واشنگٹن ہر جگہ ملا ہے میں جب بھی پارک میں دریا پر یا سمندر کے کنارے جاتا ہوں نجیب مجھے ملتا، باتیں کرتا اور معلومات دیتا ہے یہ وہ روحانی تجربات ہیں جو نجیب کی شہادت کے بعد مجھ پر منکشف ہوئے یا میں نے دریافت کئے۔

واللہ اعلم بالصواب

(ڈاکٹر، نوید احمد

۱۳۷۷ کے سیرٹیفکٹ اینڈ بیورو ۱۳۲

واشنگٹن ڈی سی (امریکہ)

۱۳۔ جون ۱۹۸۸

۱۔ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنفُسَ حَيِّنْ مَوْتَهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى ط

ترجمہ: اللہ لوگوں کے مرنے کے وقت ان کی رو میں قبض کر لیتا ہے اور ان کی بھی جو مرے نہیں ان کی رو میں، مرنے میں (قبض کر لیتا ہے)

پھر جن پر موت کا حکم فرما چکا ہے ان کو روک رکھتا ہے اور باقی روحوں کو ایک میزور وقت تک چھوڑ دیتا ہے (القرآن ۳۹، ۴۲)

# مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَا نَبٰی بَعْدَہٗ۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے زندہ ہونے کا مسئلہ کوئی اختلافی نہیں ہے، امت محمدیہ میں اس پر آج تک اتفاق چلا آیا ہے، اہلسنت کے دونوں عمود گروہ ربیوی اور دیوبندی اس پر متفق ہیں، محراب چند لوگوں کی علم کی اور جہالت کی وجہ سے اس متفق علیہ مسئلہ میں بھی اختلاف پیدا ہونے کا خدشہ ہو رہا ہے۔ اس خدشہ کو محسوس کر کے تعجب ہوا کہ امت کدھر کو جا رہی ہے اور اس کا شیرازہ کس طرح بکھیرا جا رہا ہے۔ اگر ایسا ہونا شروع ہو گیا تو پھر شریعت اسلامیہ کے ہر مسئلہ میں اختلاف ہونا شروع ہو جاتے گا۔ لہذا میں نے جاپا کہ اس اہم مسئلہ کی وضاحت کر دی جاتے، تاکہ عامۃ المؤمنین کو معلوم ہو جائے کہ اس مسئلہ میں اختلاف کرنے کی کوئی گنجائش نہیں اور انہیں واضح ہو جائے کہ جمیع محدثین اور علماء امت کا کس طرح اس مسئلہ پر اتفاق رہا ہے۔

اس کتاب میں کسی خاص فرقہ کے ذکر کرنے کی ضرورت تو نہ تھی، مگر میں نے اکابر علماء دیوبند کا خصوصیت کے ساتھ اس لیے ذکر کیا ہے، تاکہ قارئین کو پتہ چل جائے کہ انہیں اس مسئلہ میں کلیۃً اتفاق ہے مجھے امید ہے، کہ اس کتاب کے مطالعہ سے شکوک و شبہات رفع ہو جائیں گے اور جس اختلاف کے پیدا ہونے کا خطرہ لاحق ہو رہا تھا۔ وہ اٹھ جائے گا۔

میں نے اس کتاب میں اصطلاحات اور فقہی بحثوں سے پرہیز کرتے ہوئے اصل موضوع کو صاف اور واضح عبارت میں پیش کرنا کوشش کی ہے اور اپنی رائے زنی سے حتی المقدور پرہیز کیا ہے۔ کتاب میں جو کچھ دیا گیا ہے وہ محدثین، مفسرین اور جلیل القدر علماء کے بیانات ہیں، مزید برآں کتاب کو دیکھ کر پتہ چلے گا کہ تقریباً ہر بات میں ائمہ اربعہ کے طور پر واقعات پیش کر دیے ہیں اس خیال سے کہ اس کتاب سے عوام بھی آسانی سے استفادہ کر سکیں یہی نے علی بحثوں سے گریز کیا ہے۔ آخر کتاب میں ان کتابوں کی فہرست بہ ترتیب بحروف تہجی دی گئی ہے۔ جن سے میں نے اس کتاب کی تالیف میں مدد لی ہے اور کتاب کے دوران میں جا بجا مکمل حوالے مع جلد و صفحہ حاشیہ زیریں میں دیے گئے ہیں۔

آخر میں مجھے اپنے مکرم و محترم میجر عبد العزیز لے ایم سی۔ اوسی رئیس میلٹھ آرکائرسٹن کا شکریہ ادا کرنا ہے کہ انہوں نے باوجود اتنا ہی مصروفیت کے دقت کمال کر کے میرے لیے اپنے کتب خانہ میں سے کتابیں نکالیں اور مجھے اس کتاب کے تالیف کرنے کے قابل بنایا، میں مولوی ولی اللہ صاحب کا بھی شکریہ گزارا ہوں کہ وہ بھی میری مدد کتابوں کے ساتھ کرتے رہے۔

# فہرست

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۱	منہال کی تصدیق	۳	روح
۲۲	زائدان پر ایک اور اعتراض اور اس کا جواب	۴	کیا قرآن نے یہ مذکے سوال کا جواب دیا یا نہیں
۵	دیگر روایات سے منہال کی تصدیق		کیا موت صحت بدن کیلئے ہے، یا روح بھی بدن
۲۳	ایک اور حدیث	۸	کے ساتھ مڑ جاتی ہے
۲۵	مزید وضاحت	۹	مرنے کے بعد روح بدن میں ٹوٹا جاتی ہے
۶	ان سوالات کا شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی طرف سے جواب	۱۰	کا آخر کی حالت
۲۶	فلاسفہ کا قول	۱۱	ابن حزم کا اہلسنت کے عقیدہ پر اعتراض
۷	ابن تیمیہ کا فیصلہ	۱۲	اعتراض
۸	ایک اور روایت	۷	ابن حزم کی دوسری دلیل
۹	سبکی کا قول	۵	تیسری دلیل
۱۰	عبدالرحمن بن ابی لینی کا قول	۱۳	چوتھی دلیل
۱۱	عمرو بن دینار کا قول	۷	پانچویں دلیل
۲۷	عبداللہ الحرانی کا قول	۱۱	چھٹی دلیل
۱۲	سفیان کی روایت	۷	ساتویں دلیل
۱۳	حذیفہ کی روایت	۷	ابن حزم کے قول پر ابن تیمیہ کی جرح
۱۴	ابن ابی یحییٰ کی روایت	۱۴	ابن حزم کے پہلے استدلال کا جواب
۱۵	شعین کی روایت	۷	اس استدلال کا لڑ بھڑک کر طرف سے جواب
۱۶	حافظ ابن حجر کا بیان	۷	بدن کی ساتھ روح کا تعلق پانچ قسم کا ہوتا ہے
۲۸	بہیقی کی روایت	۱۵	ابن حزم کی دوسری دلیل کا جواب
۱۷	ابن ابی حاتم کی روایت	۱۶	رفعت النعمان
۱۸	احمد اور طبرانی کی روایت	۷	ابن حزم کی تیسری دلیل کا جواب
۲۹	طبرانی اور بیہقی کی روایت	۱۷	چوتھی دلیل کا جواب
۱۹	ابن ابی شیبہ کی روایت	۷	پانچویں دلیل کا جواب
۲۰	خلال کی روایت	۲۰	اس حدیث کی ایک طرح سے روایت

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۳۷	ابن حجر کا بیان	۲۹	ابن ابی داؤد کی روایت
۳۸	خواجه جم کے اعضاء و مشرکوں کی زمیمہائیں تب بھی مدوح	۳۰	ابو نعیم و غیرہ کی روایت
۵۰	جزر بدن میں ٹوٹ سکتی ہے،	۳۱	شعرا واد
۵۱	حضرت عائشہ نے سارے مونی کے انکار سے بوجہ کیا	۳۲	عبد بن ظریف کی روایت اور ان کے بھائی کا واقعہ
۵۱	حضرت انس کی روایت	۳۳	ابن ابی داؤد واقعہ
۵۱	مسند اور ابو حاتم کی روایت	۳۴	ابن حجر کی رائی
۵۱	بیہقی کی روایت	۳۵	سبکی کا بیان
۵۱	عبد بن مزہق کی روایت	۳۶	ابن تیمیہ کی رائی
۵۲	حافظ ابن کثیر کا بیان	۳۷	ابن تیمیہ کی رائی
۵۲	حبیب مسلم کی روایت	۳۸	سوال تفسیر زبان میں ہوگا
۵۲	اس حدیث پر نووی کا بیان	۳۹	حضرت زید بن حارثہ کا کہنے کے بعد کلام کرنا
۵۲	ایک اعتراض	۴۰	ربیع کا کہنے کے بعد کلام کرنا
۵۲	جواب	۴۱	ایک اور واقعہ
۵۲	علامہ علی القاری کا بیان	۴۲	نعمہ بنت یحییٰ کا واقعہ
۵۲	عمدۃ القاری کا بیان	۴۳	سہمۃ مونی
۵۳	نہاب الدین محمود و آلوسی بغدادی کا بیان	۴۴	ابن کثیر کی تفسیر
۵۴	شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا بیان	۴۵	احادیث مؤمنین سلام کا جواب دیتے ہیں
۵۵	اہل قور سے استمداد	۴۶	بیضاوی کی تفسیر
۵۶	سہیلی کا بیان	۴۷	نور کافی کی تفسیر
۵۷	میرت غنسل دینے والوں اور ان لوگوں کو	۴۸	ابن تیمیہ کا بیان
۵۸	پہچاتی ہے جہاں سے تبرستان لیجاتے ہیں	۴۹	قاضی ابوبکر ابن العربی کا بیان
۵۹	ابوسعید خدری کی روایت	۵۰	نہانی شاہ دانش کا بیان
۶۰	عمر بن دینار کی روایت	۵۱	علامہ علی کا بیان
۶۱	ابن عباس کی روایت	۵۲	شفی کا بیان
۶۲	محمد بن قنول	۵۳	شاہ عبدالقادر کا بیان
۶۳	ابن ابی یحییٰ کی روایت	۵۴	شیخین کی روایت

۶۸ ایک صحابی کا قبر میں نماز پڑھنا۔  
 ۶۹ ابن رجب کا بیان  
 ۷۰ ابن براکام بیان  
 ۷۱ ابن رجب کی ایک اور روایت  
 ۷۲ عبداللہ بن عمرو بن حرام کا قبر میں قرآن پڑھنا۔  
 ۷۳ ابوہریرہ کی روایت  
 ۷۴ ایک اور واقعہ  
 ۷۵ ازواج آپس میں ملاقات کرتی ہیں  
 ۷۶ ابن ماجہ کی روایت  
 ۷۷ ابن ابی الدنیا اور طبرانی کی روایت  
 ۷۸ بخاری کی روایت  
 ۷۹ اشرف علی تھانوی کا فتویٰ  
 ۸۰ احمد اور سکیم ترمذی کی روایت  
 ۸۱ بزار کی روایت  
 ۸۲ صنعانی کا بیان  
 ۸۳ مسلم کی روایت  
 ۸۴ ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت  
 ۸۵ اموات کو اپنے زندہ شدہ داروں کے اعمال کا پتہ ہوتا ہے  
 ۸۶ ابو العباس سجی کا واقعہ  
 ۸۷ زندوں کی روحوں کی ملاقات مردوں کی روحوں سے ہوتی ہے  
 ۸۸ ابن عباس کی روایت  
 ۸۹ صعب بن جابر اور عرف بن مالک کا معاملہ  
 ۹۰ ثابت بن قیس کی شہادت کے بعد ابوبکر کا انکی بیعت کو جائز قرار دینا  
 ۹۱ سعید بن المسیب کی روایت  
 ۹۲ مرنے کے بعد ارواح کہاں ہوتی ہیں۔  
 ۹۳ دوسرا قتل

ابن قیم کا قول  
 ایک میت کا آنکھیں کھولنا  
 دوسرا واقعہ  
 تیسرا واقعہ  
 چوتھا واقعہ  
 پانچواں واقعہ  
 چھٹا واقعہ  
 اموات زیارت کنندگان کو پہنچاتے ہیں  
 انکے سلام کا انہیں علم ہوتا ہے۔ اور وہ  
 سلام کا جواب بھی دیتے ہیں  
 ابن ابی الدنیا کی روایت  
 ابن ابی الدنیا اور بیہقی کی روایت  
 البیہقی طائیفہ کی روایت  
 ابن ابی الدنیا اور صابونی کی روایت  
 صنعانی کا بیان  
 ابن قیم کا بیان  
 حجرہ مبارک میں حضرت عمر کے دفن ہونے کے  
 بعد حضرت عائشہ کا پردہ کیساتھ اندر آنا  
 ابو عثمان ہندی کا بیان  
 بعض اموات کا قرآن مجید اور نماز پڑھنا  
 سید افرشاد کا بیان  
 تافہی ابوبکر ابن العربی کا بیان  
 ثابت بنانی کا قبر میں نماز پڑھنا  
 دوسری روایت  
 روایت عکرمہ کی شہادت  
 ایک اہل شہادت  
 ایک اور روایت



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۰۸	عبداللہ بن تمار کی لاش	۸۷	تیسرے قول
۱۰۹	عبداللہ بن تمار کے تعلق پہلی کا بیان	۸۹	اہل قیور کو سلام اور خطاب کرنا
۱۱۰	الحارث بن مضاض جرمی		اور اس وقت وہ کھنٹ اور صفرو کبر کے حال
۱۱۱ {	انبیاء کی زندگی اس دنیا میں بھی	۹۰	میں مختلف ہوتی ہیں
۱۱۱ {	اہل جنت کی زندگی ہوتی ہے	۹۱	حائذ بن حجر کا بیان
۱۱۲	رکانہ سے کشتی	۹۲	شہداء زندہ ہیں
۱۱۵	صغائی کا بیان	۹۳	ضو کا فی کا بیان
"	نالی شہداء اللہ فی قتی کا بیان	"	نیکو کا بیان
۱۱۶	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیر پتھر اچھا	۹۵	ایک اور حدیث
۱۱۷	اہل جنت کا پسینہ	"	ایک اور حدیث
"	پہلی حدیث	"	ایک اور حدیث
"	دوسری حدیث	۹۷	ابن ناصر الدین میناوی کا بیان
"	تیسری حدیث	۹۸	نفسیہ مظہری کا بیان
"	چوتھی حدیث	۱۰۲	قاضی ابوبکر ابن العربی کا بیان
۱۱۸	پانچویں حدیث	۱۰۳	طبری کی روایت
۱۱۹	آنحضرت صلی اللہ کا خون	"	کمال دہشتی کی روایت
۱۲۰ {	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے سے بھی	"	شدید کا بیان
۱۲۰ {	اس طرح دیکھتے ہیں طرح سے	"	ابو حیان کا بیان
۱۲۱	رفیق اعلیٰ سے ملاقات کی تیاری	۱۰۵	بہتوں کا بیان
۱۲۲	ابتداء مرض	"	سیدنا فدا کا کثیر کا بیان
۱۲۷	ابوبکر صدیق کا ایک اور قول	۱۰۶	پہلا واقعہ
۱۲۹	آنحضرت کی تجویز و تکفین	۱۰۷	دوسرا واقعہ
"	صغائی کا بیان	"	تیسرا واقعہ
۱۳۲	ماہین ہستی و مہتری	۱۰۸	عبداللہ بن عمر بن حلوم
۱۳۳	سیدنا فرہاد کا بیان	"	شہداء احمد
"	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم	"	حضرت عمر کے پاؤں کا چھونا

صفحہ	مضامین
۱۵۱	حیات انبیاء کے متعلق دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ
"	سوال
"	جواب
"	موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنا
۱۵۲	حیات انبیاء کے متعلق زرقانی کا بیان
۱۵۳	سوال
"	جواب
۱۵۴	ثابت بنانی کا قبر میں نماز پڑھنا
"	زرقانی کا ایک اور بیان
۱۵۵	قبر خرافہ سلسلہ دان کی آواز آنا۔
"	ایک اعتراض
۱۵۶	جواب
۱۵۷	قبر کی کا بیان
"	سوال
"	جواب
"	حافظ ابن قیم کا بیان
۶۰	امت کے علماء کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں،
"	احتمال روزانہ پیش ہوتے ہیں۔
۱۶۱	ایک بدی کا واقعہ
۱۶۲	امت کا درجہ دو سلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچتا ہے،
"	سوال
"	جواب
۱۶۳	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درود بخشنے والوں کا درود سنتے ہیں،

صفحہ	مضامین
۱۶۳	ابن علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات اپنی قبروں میں زندہ ہیں
۱۶۴	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہادت کی موت مرے،
۱۶۵	زمین انبیاء کے جیموں کو نہیں کھاتی،
۱۶۶	دوسری روایت
"	دانیال کا جسم
۱۶۷	دانیال نبی کے متعلق ابن کثیر کا بیان
۱۶۸	دانیال کے متعلق ابن حجر کا بیان
"	ایک اعتراض
"	جواب
۱۶۹	ایک اور اعتراض
"	جواب
۱۷۰	سہیل کا بیان
"	مولانا اشرف علی تھانوی کا فتویٰ
"	سوال
۱۷۱	الجواب
۱۷۲	حضرت تھانوی کے نزدیک حساب ریح للعانی کا قول واجب الرفض ہے،
"	مولوی محمد اسحق برودانی کا ضمیمہ،
۱۷۳	ضمیمہ ثانیہ مولوی عبد الماجد دیوباری
"	ابن قیم کا بیان
۱۷۴	ابن کثیر کا بیان
"	انبیاء زندہ ہیں اور اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں
۱۷۵	سید الورشاد رحمہ اللہ کا بیان،
۱۷۶	ابن ماجہ کی روایت

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۷۴	گیا رسول جواب	۱۷۴	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کرمیروں کا جواب دیتے ہیں،
۱۷۵	بار رسول جواب	"	سوال
"	تیرہ سوال جواب	"	جواب
"	چودھ سوال جواب	"	حضرت عیسیٰ کا آنحضرت کی تحریر سلام کہنا
۱۷۶	پندرہ سوال جواب	۱۷۴	اور آنحضرت کا جواب دینا۔
۱۷۷	زرغانی کا بیان	"	مصرح کی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
۱۷۸	شہاب الدین شفاچی کا بیان	۱۷۵	کی انبیاء سے ملاقات
۱۷۹	شیخ الفریز شاہ کا بیان	"	حدیث معنی کے متعلق صحیحین کی روایت
"	شیخ عبدالحق کا بیان	۱۷۶	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عوی کو
"	حضرت عمر کا دوہدوں کا مصداق	"	چکر دیکھنا
۱۸۰	میں شہر جانے سے منع کرنا	"	حافظ ابن حجر کا بیان
۱۸۱	میں شہر جانے سے منع کرنا	"	جواب
۱۸۲	میں شہر جانے سے منع کرنا	"	باقی کا بیان
۱۸۳	میں شہر جانے سے منع کرنا	۱۷۷	الادب اللہ الیٰ ذی رحمۃ ربک
"	میں شہر جانے سے منع کرنا	۱۷۸	پہلا جواب
۱۸۴	میں شہر جانے سے منع کرنا	۱۷۹	دوسرا جواب
۱۸۵	میں شہر جانے سے منع کرنا	"	تیسرا جواب
۱۸۶	میں شہر جانے سے منع کرنا	۱۸۰	چوتھا جواب
۱۸۷	میں شہر جانے سے منع کرنا	۱۸۱	پانچواں جواب
۱۸۸	میں شہر جانے سے منع کرنا	"	چھٹا جواب
۱۸۹	میں شہر جانے سے منع کرنا	۱۸۲	ناہی کا جواب
۱۹۰	میں شہر جانے سے منع کرنا	"	تقی الدین سیلانی کا بیان
"	میں شہر جانے سے منع کرنا	۱۸۳	زال جواب
۱۹۱	میں شہر جانے سے منع کرنا	"	رسول جواب
"	میں شہر جانے سے منع کرنا	"	بروز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شغل

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۰۵	حدیث تہامن	۱۹۳	بیاداری میں دیدار مصطفوی
"	حدیث تاسع	۱۹۳	عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حضرت ابراہیم سے ملاقات
۲۰۶	حدیث عاشع	"	حضرت ابو حنیفہ کی مجلس میں
"	حدیث حادی عشر	۱۹۴	شیخ عبداللہ کی بیان
"	حدیث ثانی عشر	۱۹۶	شیخ احمد سرمدی کا بیان
"	فصل	"	مجدد صاحب کی حضرت الیاس اور خضر سے ملاقات
۲۱۱	فصل	"	ملاقات
۲۱۳	فصل	۱۹۷	صوفیاء کے مال حیات انبیاء کا نظریہ
۲۱۴	بحث اول	۲۰۴	حیات انبیاء از شیخ عبدالحق محدث دہلوی
۲۱۵	بحث ثانی	"	حدیث اول
۲۱۷	ترجمہ حیات انبیاء	"	حدیث ثانی
۲۲۲	حیات الانبیاء از سہتی	"	حدیث ثالث
۲۲۹	(ترجمہ)	۲۰۵	حدیث رابع
۲۳۳	انبیاء الاذکیاء فی بیوتہ الانبیاء	"	حدیث خامس
"	(از سید علی)	"	حدیث سادس
۲۳۵	ترجمہ :-	"	حدیث سابع
	۲۶۸		(ایک واقعہ)

# بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## رُوح

انسان کی زندگی کا مادہ عارف و جنہاں ہے۔ ایک رُوح دوسرے جن۔ جن ایک خاندان ہے جس میں رُوح سکونت پذیر ہے۔  
 غیر سکونت کنندہ اس خاندان کے اندر نہ رہ سکتا۔ کون گواں کی طرح نہیں۔ کھلی اور گلی درونی کی طرف الگ الگ اشارہ کیا جاسکے یہاں میں امتیاز  
 جوئے، رُوح جن کے اندر کمال جوہر پرانیت کے ہوتی ہے، اور یہ سرانیت کن بھی عوالم تک پہنچے، غول دکھائی دے گا جسے جس سرانیت کے لیے سوئے ہے  
 انہی موت کی کچھ اور بھی کیفیت ہے، اس کی وضاحت کیلئے آسان مثال یہ ہے کہ رُوح جن میں اس طرح سرانیت کے لیے سوئے ہوتی ہے جس  
 طرح درخت کی شاخوں، پتوں اور تنے میں پانی سرانیت کے لیے ہوتا ہے، اٹھا ہوا پانی دکھائی نہیں دیتا محض پتہ اور کٹری ہی دکھائی دیتی ہے،  
 حالانکہ پانی پھان کے اندر بہہ رہتا ہے، اور یہی درخت کی حیات کا جتنا جب تک پانی درخت کے اندر بہہ درخت ہلکا رہتا اور جو بھی  
 خشک ہوا، درخت اپنی خشک اور مردہ ہو گیا، اس پانی کو درخت کی رُوح سمجھو، جب تک یہ رُوح اس میں موجود ہے، درخت  
 کی تسبیح بھی جاری ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

وَابْنُ عَصَىٰ لَکُم مِّمَّا یُخْرِجُ لَکُم مِّنْ لَّیْسَ (لَکُمْ مِّنْ شَیْءٍ تَسْبِیْحٌ لَّہٗ) (نوحی اسرئیل)

اور ہر چیز اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔ مگر تم ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے  
 جو جب درخت خشک اور مردہ ہو جاتا ہے۔ تو یہ تسبیح بھی منقطع ہو جاتی ہے۔

رُوح کے وجود کو تمام مذاہب میں تسلیم کیا گیا ہے، پچانوچہ نہی میں اسے "اتما" کہا جاتا ہے، اور رُوح کل "ایا" اور تعالیٰ کو  
 "پوتا" کہا، پیر اتما کہتے ہیں، اور نیا کے تمام مذاہب رُوح کو غیر فانی تسلیم کرتے ہیں، ہندو مت سے غیر فانی ہی نہیں بلکہ اسی اور بادی بھی  
 سنا، ہندی سوانہ میں اس پر اہل ذراعت مذکور ہے۔

عبد اللہ ابنہ نے کتاب الرُوح میں محمد بن نصر مروزی سے (مروزیؒ) جو اپنے وقت کے امام ہیں، ۱۰۰ بحثیں چلیں، ۱۰۰ سے زائد  
 فقہاء کے فقہاء کے تمام اختلافی حکام کا علم ہے، نقل کیا ہے کہ اس پر تمام امت کا اجماع ہے، کہ رُوح مخلوق اور حادث ہے، جو  
 منہ فانی یعنی وہ جو جسے موفی رُوح کے تسلیم ہونے کے قابل ہیں۔ (فتح الباری: ۸: ۳۱۵) نیز کتاب الرُوح: (۱۷۹)  
 تفصیل کیلئے دیکھو کتاب الرُوح +



مجھے میں، لہذا ان کے ہاں جب اہل اور باہمی ٹھوس تو مخلوق نہ ہوتی، لہذا سلام نہ کر مخلوق بتاتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کی یہ مخلوق  
اشیا کو بطریق نہی ایک مخلوق ہے اور وہ اس سے جدا ہونے کے بعد باقی رہتی ہے،  
اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ روح کیا چیز ہے؟ فلاسفہ اس کی تشریح سے عاجز اور تورات اور انجیل اسکے بارے میں  
خاموش، یہی وجہ تھی کہ یہود نے دیا یہود کے کہنے پر اہل مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنا ناروغ کہ متعلق سوال کیا جتنا غریب  
اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

وَيَسْأَلُكَ النَّاسُ عَنِ السُّورِ قُلِ السُّورُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُخْبِرُهُمْ مِنْ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا (سورہ نمل آیت ۱۸)  
اور جس طرح اللہ علیہ وسلم پر لوگ آپ سے سورہ کے متعلق سوال کر رہے ہیں آپ فرمادیں کہ میں نے تو کچھ ہی سنا ہے۔

یہ حکم سے پیدا ہوئی دیا میرے رب کے امر سے ہے، اور تمہیں تو صرف تھوڑا سا علم دیا گیا ہے۔  
کیا قرآن نے یہود کے اسماعیلی کہتے ہیں، کہ یہ سکتا ہے کہ جواب ہی ہو "اس میں اللہ نے بتلایا ہے کہ سورہ پھلان انور  
سوال کا جواب یہاں نہیں" کے ہے جن کا خلق خدا سے ہے، بلکہ غلط دیکھو اس کا علم اللہ کے ساتھ مخصوص ہے، ایک کسی کو اس کے  
سوال کرنے کا حق نہیں۔

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: "یہاں "امر" سے مراد جس کو نہیں ہے، "واما" یہ سب کا اتفاق ہے، یہاں یہ امر سے ہے۔  
"امر" کا لفظ "امر" کے لئے اسی طرح استعمال ہوتا ہے، یہی لفظ "خلق" کا لفظ مخلوق کے لئے ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، لَقَدْ  
جَاءَكُمْ أَحْمَدُ وَبَيِّنَاتُ

ابن بطلان کہتے ہیں: "قرآن کے اس فرمان کے مطابق روح کی حقیقت کا علم اللہ نے اپنے لئے مخصوص کر رکھا ہے، اس میں شک  
نہ ہے کہ انسان کا مغز ہی سر کرے گا، کیونکہ جب انسان اس چیز کی حقیقت کو سمجھنے سے قاصر ٹھہرا، جو اس کے وجود میں موجود ہے، تو پھر  
وہ حق تعالیٰ کی حقیقت کو کیسے سمجھ سکتا ہے۔

ابن تیمیہ نے کتاب الفتن میں اسی بات کو ترجیح دی ہے، کہ جس روح کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا تھا اس  
سے مراد وہی روح ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے،  
قَوْمٌ يَقُومُ الرُّوحُ وَلَكِنَّكُمْ صُفُوفًا

پھر فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں روح انسانی کے لئے خمس کا لفظ استعمال کیا گیا ہے "ان مجھ فرماتے ہیں کہ ان قہر کے قول  
کی کوئی دلیل نہیں، بلکہ مرجع امر یہی ہے کہ یہاں روح سے مراد روح انسانی ہی ہے، چنانچہ باری نے حنفی کے طریق سے اسی قسم کے متعلق  
ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یہود نے سورہ کے متعلق کہا تھا کہ سورہ تو اللہ کی طرف سے ہے، پھر اس روح کو جو جاسے جسم میں ہے  
لکھ حنفی ابھی سورہ امیدی ۱۳، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰

کیونکہ غضاب دیا جائیگا اس پر یہ آیت اتری تھی۔

یہ حال سے قدامین دور گردہ ہو گئے، ایک گروہ نے تو اس پر بحث کرنا منسب ہی سمجھا، اور کہا روح اسرار الہیہ میں سے ہے جس کا علم زمانوں کو دیا گیا ہے، اور نہ وہ اس کی کشتی پہنچ سکتے ہیں، جمہور غلط فہم رہا ہے جو جہنم کو دیتے ہیں۔  
روح ایک ایسی چیز ہے جس کا علم اللہ نے اپنے لئے رکھا ہے، اور مخلوق کو اس کا علم عطا نہیں کیا، لہذا مخلوق کو بھی اس پر اس سے زیادہ بحث نہیں کرنی چاہیے، اگر ایک چیز ہے جس کا وجود ہے وہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ روح کی تفسیر نہیں کیا کرتے تھے ابن حاتم نے مکتوب سے روایت کی ہے کہ کسی نے ابن عباسؓ سے روح کے متعلق سوال کیا تو فرمایا: روح امور رب سے ہے، لہذا اس مسئلہ پر بحث نہ کی کرو، اور جس قدر اللہ نے فرمادیا ہے اس پر اکتفا بھی نہ کیا کرو، مگر اسی قدس کے ہیں خدا اللہ نے فرمایا ہے، اور اپنے نبیؐ کو سکھایا ہے، کہ تم لوگوں کو تو صرف مخلوق کا علم دیا گیا ہے،

حافظ ابن ابی شیبہؒ فرماتے ہیں کہ جس مسئلہ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن اور کلمات میں ہم رکھا ہوا اور جس کا علم مخلوق سے مخفی رکھا گیا ہو، اس کی حقیقت کا علم ان لوگوں کو کیسے ہو سکتا ہے، جو علم کی گہرائی تک پہنچنا چاہتے ہیں۔

ابو نعیمؒ سے روایت ہے، کہ ایک شخص نے اس شخص سے کہا کہ میں نے روح پر بحث کرنے میں توقف کیا ہے، اور کہتا ہوں کہ ایک غیر محض چیز ہے، جس کو کھینچنے سے غرق نہ ہو سکتا ہے، اور جو جس طرح ہم تقدیر کا (رہنمائی سے) خاص ہیں، اسی طرح روح کی حقیقت سمجھنے سے عاجز ہیں۔

اسی طرح اس شخص نے فرمایا: ہاں، تم نے بھی روح پر بحث کرنے سے گریز کیا ہے، چنانچہ علماء و ائمہ المعارف میں روح کے متعلق لوگوں کے قول نقل کرنے کے بعد اجماعاً ہم کا قول نقل کیا ہے کہ بہتر یہی ہے کہ اس پر بحث کرنے سے گریز کیا جائے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کی پیروی کی جائے،

ابو یوسفؒ نے بن خلف المعروف بابن ابی ابراہیمؒ سے کہا کہ میں نے روح پر بحث کرنے سے گریز کیا ہے، اور کہا کہ وہ ہاں ہر کوئی کا علم تکلیف کرنے سے قاصر ہے، میں کا وہ انداز نہیں کر سکتے،

ایک دوسرے گروہ نے روح پر بحث کی ہے، اور اس کی حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کی ہے، نوویؒ کہتے ہیں کہ روح کے متعلق بہترین قول امام الحرمین ابو یوسفؒ کا ہے، کہ ایک لطیف جسم ہے، جو جسم اللہ کے ہر حصہ میں اسی طرح حلول کئے ہوئے ہے، جس طرح پانی برتنوں میں

روح پر بحث کرنے والوں نے اس بات کے متعلق یہ جواب دیا ہے کہ جو علم اللہ تعالیٰ نے ہر کوئی کو عطا کر دیا ہے، اس کو نہ بڑھ کر دینے کی غرض سے کیا تھا، اس لئے کہ روح کا لفظ کسی چیزوں کے لئے بولا جاتا ہے، لہذا انہوں نے بتایا کہ یہ نشان رکھا تھا کہ یہ جو اس میں جواب دیتے تو ہم کہہ رہے تھے کہ یہ تو مراد نہیں ہے، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی چال اپنے نزدیک اور انہیں ایسا عمل تراب مینا جان کے بغیر سوال نہ کیا۔

۱۵ شرح الصدور: ۲۱۲ - ۲۱۳ - ۲۱۴ - ۲۱۵ - ۲۱۶ - ۲۱۷ - ۲۱۸ - ۲۱۹ - ۲۲۰ - ۲۲۱ - ۲۲۲ - ۲۲۳ - ۲۲۴ - ۲۲۵ - ۲۲۶ - ۲۲۷ - ۲۲۸ - ۲۲۹ - ۲۳۰ - ۲۳۱ - ۲۳۲ - ۲۳۳ - ۲۳۴ - ۲۳۵ - ۲۳۶ - ۲۳۷ - ۲۳۸ - ۲۳۹ - ۲۴۰ - ۲۴۱ - ۲۴۲ - ۲۴۳ - ۲۴۴ - ۲۴۵ - ۲۴۶ - ۲۴۷ - ۲۴۸ - ۲۴۹ - ۲۵۰ - ۲۵۱ - ۲۵۲ - ۲۵۳ - ۲۵۴ - ۲۵۵ - ۲۵۶ - ۲۵۷ - ۲۵۸ - ۲۵۹ - ۲۶۰ - ۲۶۱ - ۲۶۲ - ۲۶۳ - ۲۶۴ - ۲۶۵ - ۲۶۶ - ۲۶۷ - ۲۶۸ - ۲۶۹ - ۲۷۰ - ۲۷۱ - ۲۷۲ - ۲۷۳ - ۲۷۴ - ۲۷۵ - ۲۷۶ - ۲۷۷ - ۲۷۸ - ۲۷۹ - ۲۸۰ - ۲۸۱ - ۲۸۲ - ۲۸۳ - ۲۸۴ - ۲۸۵ - ۲۸۶ - ۲۸۷ - ۲۸۸ - ۲۸۹ - ۲۹۰ - ۲۹۱ - ۲۹۲ - ۲۹۳ - ۲۹۴ - ۲۹۵ - ۲۹۶ - ۲۹۷ - ۲۹۸ - ۲۹۹ - ۳۰۰ - ۳۰۱ - ۳۰۲ - ۳۰۳ - ۳۰۴ - ۳۰۵ - ۳۰۶ - ۳۰۷ - ۳۰۸ - ۳۰۹ - ۳۱۰ - ۳۱۱ - ۳۱۲ - ۳۱۳ - ۳۱۴ - ۳۱۵ - ۳۱۶ - ۳۱۷ - ۳۱۸ - ۳۱۹ - ۳۲۰ - ۳۲۱ - ۳۲۲ - ۳۲۳ - ۳۲۴ - ۳۲۵ - ۳۲۶ - ۳۲۷ - ۳۲۸ - ۳۲۹ - ۳۳۰ - ۳۳۱ - ۳۳۲ - ۳۳۳ - ۳۳۴ - ۳۳۵ - ۳۳۶ - ۳۳۷ - ۳۳۸ - ۳۳۹ - ۳۴۰ - ۳۴۱ - ۳۴۲ - ۳۴۳ - ۳۴۴ - ۳۴۵ - ۳۴۶ - ۳۴۷ - ۳۴۸ - ۳۴۹ - ۳۵۰ - ۳۵۱ - ۳۵۲ - ۳۵۳ - ۳۵۴ - ۳۵۵ - ۳۵۶ - ۳۵۷ - ۳۵۸ - ۳۵۹ - ۳۶۰ - ۳۶۱ - ۳۶۲ - ۳۶۳ - ۳۶۴ - ۳۶۵ - ۳۶۶ - ۳۶۷ - ۳۶۸ - ۳۶۹ - ۳۷۰ - ۳۷۱ - ۳۷۲ - ۳۷۳ - ۳۷۴ - ۳۷۵ - ۳۷۶ - ۳۷۷ - ۳۷۸ - ۳۷۹ - ۳۸۰ - ۳۸۱ - ۳۸۲ - ۳۸۳ - ۳۸۴ - ۳۸۵ - ۳۸۶ - ۳۸۷ - ۳۸۸ - ۳۸۹ - ۳۹۰ - ۳۹۱ - ۳۹۲ - ۳۹۳ - ۳۹۴ - ۳۹۵ - ۳۹۶ - ۳۹۷ - ۳۹۸ - ۳۹۹ - ۴۰۰ - ۴۰۱ - ۴۰۲ - ۴۰۳ - ۴۰۴ - ۴۰۵ - ۴۰۶ - ۴۰۷ - ۴۰۸ - ۴۰۹ - ۴۱۰ - ۴۱۱ - ۴۱۲ - ۴۱۳ - ۴۱۴ - ۴۱۵ - ۴۱۶ - ۴۱۷ - ۴۱۸ - ۴۱۹ - ۴۲۰ - ۴۲۱ - ۴۲۲ - ۴۲۳ - ۴۲۴ - ۴۲۵ - ۴۲۶ - ۴۲۷ - ۴۲۸ - ۴۲۹ - ۴۳۰ - ۴۳۱ - ۴۳۲ - ۴۳۳ - ۴۳۴ - ۴۳۵ - ۴۳۶ - ۴۳۷ - ۴۳۸ - ۴۳۹ - ۴۴۰ - ۴۴۱ - ۴۴۲ - ۴۴۳ - ۴۴۴ - ۴۴۵ - ۴۴۶ - ۴۴۷ - ۴۴۸ - ۴۴۹ - ۴۵۰ - ۴۵۱ - ۴۵۲ - ۴۵۳ - ۴۵۴ - ۴۵۵ - ۴۵۶ - ۴۵۷ - ۴۵۸ - ۴۵۹ - ۴۶۰ - ۴۶۱ - ۴۶۲ - ۴۶۳ - ۴۶۴ - ۴۶۵ - ۴۶۶ - ۴۶۷ - ۴۶۸ - ۴۶۹ - ۴۷۰ - ۴۷۱ - ۴۷۲ - ۴۷۳ - ۴۷۴ - ۴۷۵ - ۴۷۶ - ۴۷۷ - ۴۷۸ - ۴۷۹ - ۴۸۰ - ۴۸۱ - ۴۸۲ - ۴۸۳ - ۴۸۴ - ۴۸۵ - ۴۸۶ - ۴۸۷ - ۴۸۸ - ۴۸۹ - ۴۹۰ - ۴۹۱ - ۴۹۲ - ۴۹۳ - ۴۹۴ - ۴۹۵ - ۴۹۶ - ۴۹۷ - ۴۹۸ - ۴۹۹ - ۵۰۰ - ۵۰۱ - ۵۰۲ - ۵۰۳ - ۵۰۴ - ۵۰۵ - ۵۰۶ - ۵۰۷ - ۵۰۸ - ۵۰۹ - ۵۱۰ - ۵۱۱ - ۵۱۲ - ۵۱۳ - ۵۱۴ - ۵۱۵ - ۵۱۶ - ۵۱۷ - ۵۱۸ - ۵۱۹ - ۵۲۰ - ۵۲۱ - ۵۲۲ - ۵۲۳ - ۵۲۴ - ۵۲۵ - ۵۲۶ - ۵۲۷ - ۵۲۸ - ۵۲۹ - ۵۳۰ - ۵۳۱ - ۵۳۲ - ۵۳۳ - ۵۳۴ - ۵۳۵ - ۵۳۶ - ۵۳۷ - ۵۳۸ - ۵۳۹ - ۵۴۰ - ۵۴۱ - ۵۴۲ - ۵۴۳ - ۵۴۴ - ۵۴۵ - ۵۴۶ - ۵۴۷ - ۵۴۸ - ۵۴۹ - ۵۵۰ - ۵۵۱ - ۵۵۲ - ۵۵۳ - ۵۵۴ - ۵۵۵ - ۵۵۶ - ۵۵۷ - ۵۵۸ - ۵۵۹ - ۵۶۰ - ۵۶۱ - ۵۶۲ - ۵۶۳ - ۵۶۴ - ۵۶۵ - ۵۶۶ - ۵۶۷ - ۵۶۸ - ۵۶۹ - ۵۷۰ - ۵۷۱ - ۵۷۲ - ۵۷۳ - ۵۷۴ - ۵۷۵ - ۵۷۶ - ۵۷۷ - ۵۷۸ - ۵۷۹ - ۵۸۰ - ۵۸۱ - ۵۸۲ - ۵۸۳ - ۵۸۴ - ۵۸۵ - ۵۸۶ - ۵۸۷ - ۵۸۸ - ۵۸۹ - ۵۹۰ - ۵۹۱ - ۵۹۲ - ۵۹۳ - ۵۹۴ - ۵۹۵ - ۵۹۶ - ۵۹۷ - ۵۹۸ - ۵۹۹ - ۶۰۰ - ۶۰۱ - ۶۰۲ - ۶۰۳ - ۶۰۴ - ۶۰۵ - ۶۰۶ - ۶۰۷ - ۶۰۸ - ۶۰۹ - ۶۱۰ - ۶۱۱ - ۶۱۲ - ۶۱۳ - ۶۱۴ - ۶۱۵ - ۶۱۶ - ۶۱۷ - ۶۱۸ - ۶۱۹ - ۶۲۰ - ۶۲۱ - ۶۲۲ - ۶۲۳ - ۶۲۴ - ۶۲۵ - ۶۲۶ - ۶۲۷ - ۶۲۸ - ۶۲۹ - ۶۳۰ - ۶۳۱ - ۶۳۲ - ۶۳۳ - ۶۳۴ - ۶۳۵ - ۶۳۶ - ۶۳۷ - ۶۳۸ - ۶۳۹ - ۶۴۰ - ۶۴۱ - ۶۴۲ - ۶۴۳ - ۶۴۴ - ۶۴۵ - ۶۴۶ - ۶۴۷ - ۶۴۸ - ۶۴۹ - ۶۵۰ - ۶۵۱ - ۶۵۲ - ۶۵۳ - ۶۵۴ - ۶۵۵ - ۶۵۶ - ۶۵۷ - ۶۵۸ - ۶۵۹ - ۶۶۰ - ۶۶۱ - ۶۶۲ - ۶۶۳ - ۶۶۴ - ۶۶۵ - ۶۶۶ - ۶۶۷ - ۶۶۸ - ۶۶۹ - ۶۷۰ - ۶۷۱ - ۶۷۲ - ۶۷۳ - ۶۷۴ - ۶۷۵ - ۶۷۶ - ۶۷۷ - ۶۷۸ - ۶۷۹ - ۶۸۰ - ۶۸۱ - ۶۸۲ - ۶۸۳ - ۶۸۴ - ۶۸۵ - ۶۸۶ - ۶۸۷ - ۶۸۸ - ۶۸۹ - ۶۹۰ - ۶۹۱ - ۶۹۲ - ۶۹۳ - ۶۹۴ - ۶۹۵ - ۶۹۶ - ۶۹۷ - ۶۹۸ - ۶۹۹ - ۷۰۰ - ۷۰۱ - ۷۰۲ - ۷۰۳ - ۷۰۴ - ۷۰۵ - ۷۰۶ - ۷۰۷ - ۷۰۸ - ۷۰۹ - ۷۱۰ - ۷۱۱ - ۷۱۲ - ۷۱۳ - ۷۱۴ - ۷۱۵ - ۷۱۶ - ۷۱۷ - ۷۱۸ - ۷۱۹ - ۷۲۰ - ۷۲۱ - ۷۲۲ - ۷۲۳ - ۷۲۴ - ۷۲۵ - ۷۲۶ - ۷۲۷ - ۷۲۸ - ۷۲۹ - ۷۳۰ - ۷۳۱ - ۷۳۲ - ۷۳۳ - ۷۳۴ - ۷۳۵ - ۷۳۶ - ۷۳۷ - ۷۳۸ - ۷۳۹ - ۷۴۰ - ۷۴۱ - ۷۴۲ - ۷۴۳ - ۷۴۴ - ۷۴۵ - ۷۴۶ - ۷۴۷ - ۷۴۸ - ۷۴۹ - ۷۵۰ - ۷۵۱ - ۷۵۲ - ۷۵۳ - ۷۵۴ - ۷۵۵ - ۷۵۶ - ۷۵۷ - ۷۵۸ - ۷۵۹ - ۷۶۰ - ۷۶۱ - ۷۶۲ - ۷۶۳ - ۷۶۴ - ۷۶۵ - ۷۶۶ - ۷۶۷ - ۷۶۸ - ۷۶۹ - ۷۷۰ - ۷۷۱ - ۷۷۲ - ۷۷۳ - ۷۷۴ - ۷۷۵ - ۷۷۶ - ۷۷۷ - ۷۷۸ - ۷۷۹ - ۷۸۰ - ۷۸۱ - ۷۸۲ - ۷۸۳ - ۷۸۴ - ۷۸۵ - ۷۸۶ - ۷۸۷ - ۷۸۸ - ۷۸۹ - ۷۹۰ - ۷۹۱ - ۷۹۲ - ۷۹۳ - ۷۹۴ - ۷۹۵ - ۷۹۶ - ۷۹۷ - ۷۹۸ - ۷۹۹ - ۸۰۰ - ۸۰۱ - ۸۰۲ - ۸۰۳ - ۸۰۴ - ۸۰۵ - ۸۰۶ - ۸۰۷ - ۸۰۸ - ۸۰۹ - ۸۱۰ - ۸۱۱ - ۸۱۲ - ۸۱۳ - ۸۱۴ - ۸۱۵ - ۸۱۶ - ۸۱۷ - ۸۱۸ - ۸۱۹ - ۸۲۰ - ۸۲۱ - ۸۲۲ - ۸۲۳ - ۸۲۴ - ۸۲۵ - ۸۲۶ - ۸۲۷ - ۸۲۸ - ۸۲۹ - ۸۳۰ - ۸۳۱ - ۸۳۲ - ۸۳۳ - ۸۳۴ - ۸۳۵ - ۸۳۶ - ۸۳۷ - ۸۳۸ - ۸۳۹ - ۸۴۰ - ۸۴۱ - ۸۴۲ - ۸۴۳ - ۸۴۴ - ۸۴۵ - ۸۴۶ - ۸۴۷ - ۸۴۸ - ۸۴۹ - ۸۵۰ - ۸۵۱ - ۸۵۲ - ۸۵۳ - ۸۵۴ - ۸۵۵ - ۸۵۶ - ۸۵۷ - ۸۵۸ - ۸۵۹ - ۸۶۰ - ۸۶۱ - ۸۶۲ - ۸۶۳ - ۸۶۴ - ۸۶۵ - ۸۶۶ - ۸۶۷ - ۸۶۸ - ۸۶۹ - ۸۷۰ - ۸۷۱ - ۸۷۲ - ۸۷۳ - ۸۷۴ - ۸۷۵ - ۸۷۶ - ۸۷۷ - ۸۷۸ - ۸۷۹ - ۸۸۰ - ۸۸۱ - ۸۸۲ - ۸۸۳ - ۸۸۴ - ۸۸۵ - ۸۸۶ - ۸۸۷ - ۸۸۸ - ۸۸۹ - ۸۹۰ - ۸۹۱ - ۸۹۲ - ۸۹۳ - ۸۹۴ - ۸۹۵ - ۸۹۶ - ۸۹۷ - ۸۹۸ - ۸۹۹ - ۹۰۰ - ۹۰۱ - ۹۰۲ - ۹۰۳ - ۹۰۴ - ۹۰۵ - ۹۰۶ - ۹۰۷ - ۹۰۸ - ۹۰۹ - ۹۱۰ - ۹۱۱ - ۹۱۲ - ۹۱۳ - ۹۱۴ - ۹۱۵ - ۹۱۶ - ۹۱۷ - ۹۱۸ - ۹۱۹ - ۹۲۰ - ۹۲۱ - ۹۲۲ - ۹۲۳ - ۹۲۴ - ۹۲۵ - ۹۲۶ - ۹۲۷ - ۹۲۸ - ۹۲۹ - ۹۳۰ - ۹۳۱ - ۹۳۲ - ۹۳۳ - ۹۳۴ - ۹۳۵ - ۹۳۶ - ۹۳۷ - ۹۳۸ - ۹۳۹ - ۹۴۰ - ۹۴۱ - ۹۴۲ - ۹۴۳ - ۹۴۴ - ۹۴۵ - ۹۴۶ - ۹۴۷ - ۹۴۸ - ۹۴۹ - ۹۵۰ - ۹۵۱ - ۹۵۲ - ۹۵۳ - ۹۵۴ - ۹۵۵ - ۹۵۶ - ۹۵۷ - ۹۵۸ - ۹۵۹ - ۹۶۰ - ۹۶۱ - ۹۶۲ - ۹۶۳ - ۹۶۴ - ۹۶۵ - ۹۶۶ - ۹۶۷ - ۹۶۸ - ۹۶۹ - ۹۷۰ - ۹۷۱ - ۹۷۲ - ۹۷۳ - ۹۷۴ - ۹۷۵ - ۹۷۶ - ۹۷۷ - ۹۷۸ - ۹۷۹ - ۹۸۰ - ۹۸۱ - ۹۸۲ - ۹۸۳ - ۹۸۴ - ۹۸۵ - ۹۸۶ - ۹۸۷ - ۹۸۸ - ۹۸۹ - ۹۹۰ - ۹۹۱ - ۹۹۲ - ۹۹۳ - ۹۹۴ - ۹۹۵ - ۹۹۶ - ۹۹۷ - ۹۹۸ - ۹۹۹ - ۱۰۰۰

۱۵ شرح الصدور: ۲۱۲ - ۲۱۳ - ۲۱۴ - ۲۱۵ - ۲۱۶ - ۲۱۷ - ۲۱۸ - ۲۱۹ - ۲۲۰ - ۲۲۱ - ۲۲۲ - ۲۲۳ - ۲۲۴ - ۲۲۵ - ۲۲۶ - ۲۲۷ - ۲۲۸ - ۲۲۹ - ۲۳۰ - ۲۳۱ - ۲۳۲ - ۲۳۳ - ۲۳۴ - ۲۳۵ - ۲۳۶ - ۲۳۷ - ۲۳۸ - ۲۳۹ - ۲۴۰ - ۲۴۱ - ۲۴۲ - ۲۴۳ - ۲۴۴ - ۲۴۵ - ۲۴۶ - ۲۴۷ - ۲۴۸ - ۲۴۹ - ۲۵۰ - ۲۵۱ - ۲۵۲ - ۲۵۳ - ۲۵۴ - ۲۵۵ - ۲۵۶ - ۲۵۷ - ۲۵۸ - ۲۵۹ - ۲۶۰ - ۲۶۱ - ۲۶۲ - ۲۶۳ - ۲۶۴ - ۲۶۵ - ۲۶۶ - ۲۶۷ - ۲۶۸ - ۲۶۹ - ۲۷۰ - ۲۷۱ - ۲۷۲ - ۲۷۳ - ۲۷۴ - ۲۷۵ - ۲۷۶ - ۲۷۷ - ۲۷۸ - ۲۷۹ - ۲۸۰ - ۲۸۱ - ۲۸۲ - ۲۸۳ - ۲۸۴ - ۲۸۵ - ۲۸۶ - ۲۸۷ - ۲۸۸ - ۲۸۹ - ۲۹۰ - ۲۹۱ - ۲۹۲ - ۲۹۳ - ۲۹۴ - ۲۹۵ - ۲۹۶ - ۲۹۷ - ۲۹۸ - ۲۹۹ - ۳۰۰ - ۳۰۱ - ۳۰۲ - ۳۰۳ - ۳۰۴ - ۳۰۵ - ۳۰۶ - ۳۰۷ - ۳۰۸ - ۳۰۹ - ۳۱۰ - ۳۱۱ - ۳۱۲ - ۳۱۳ - ۳۱۴ - ۳۱۵ - ۳۱۶ - ۳۱۷ - ۳۱۸ - ۳۱۹ - ۳۲۰ - ۳۲۱ - ۳۲۲ - ۳۲۳ - ۳۲۴ - ۳۲۵ - ۳۲۶ - ۳۲۷ - ۳۲۸ - ۳۲۹ - ۳۳۰ - ۳۳۱ - ۳۳۲ - ۳۳۳ - ۳۳۴ - ۳۳۵ - ۳۳۶ - ۳۳۷ - ۳۳۸ - ۳۳۹ - ۳۴۰ - ۳۴۱ - ۳۴۲ - ۳۴۳ - ۳۴۴ - ۳۴۵ - ۳۴۶ - ۳۴۷ - ۳۴۸ - ۳۴۹ - ۳۵۰ - ۳۵۱ - ۳۵۲ - ۳۵۳ - ۳۵۴ - ۳۵۵ - ۳۵۶ - ۳۵۷ - ۳۵۸ - ۳۵۹ - ۳۶۰ - ۳۶۱ - ۳۶۲ - ۳۶۳ - ۳۶۴ - ۳۶۵ - ۳۶۶ - ۳۶۷ - ۳۶۸ - ۳۶۹ - ۳۷۰ - ۳۷۱ - ۳۷۲ - ۳۷۳ - ۳۷۴ - ۳۷۵ - ۳۷۶ - ۳۷۷ - ۳۷۸ - ۳۷۹ - ۳۸۰ - ۳۸۱ - ۳۸۲ - ۳۸۳ - ۳۸۴ - ۳۸۵ - ۳۸۶ - ۳۸۷ - ۳۸۸ - ۳۸۹ - ۳۹۰ - ۳۹۱ - ۳۹۲ - ۳۹۳ - ۳۹۴ - ۳۹۵ - ۳۹۶ - ۳۹۷ - ۳۹۸ - ۳۹۹ - ۴۰۰ - ۴۰۱ - ۴۰۲ - ۴۰۳ - ۴۰۴ - ۴۰۵ - ۴۰۶ - ۴۰۷ - ۴۰۸ - ۴۰۹ - ۴۱۰ - ۴۱۱ - ۴۱۲ - ۴۱۳ - ۴۱۴ - ۴۱۵ - ۴۱۶ - ۴۱۷ - ۴۱۸ - ۴۱۹ - ۴۲۰ - ۴۲۱ - ۴۲۲ - ۴۲۳ - ۴۲۴ - ۴۲۵ - ۴۲۶ - ۴۲۷ - ۴۲۸ - ۴۲۹ - ۴۳۰ - ۴۳۱ - ۴۳۲ - ۴۳۳ - ۴۳۴ - ۴۳۵ - ۴۳۶ - ۴۳۷ - ۴۳۸ - ۴۳۹ - ۴۴۰ - ۴۴۱ - ۴۴۲ - ۴۴۳ - ۴۴۴ - ۴۴۵ - ۴۴۶ - ۴۴۷ - ۴۴۸ - ۴۴۹ - ۴۵۰ - ۴۵۱ - ۴۵۲ - ۴۵۳ - ۴۵۴ - ۴۵۵ - ۴۵۶ - ۴۵۷ - ۴۵۸ - ۴۵۹ - ۴۶۰ - ۴۶۱ - ۴۶۲ - ۴۶۳ - ۴۶۴ - ۴۶۵ - ۴۶۶ - ۴۶۷ - ۴۶۸ - ۴۶۹ - ۴۷۰ - ۴۷۱ - ۴۷۲ - ۴۷۳ - ۴۷۴ - ۴۷۵ - ۴۷۶ - ۴۷۷ - ۴۷۸ - ۴۷۹ - ۴۸۰ - ۴۸۱ - ۴۸۲ - ۴۸۳ - ۴۸۴ - ۴۸۵ - ۴۸۶ - ۴۸۷ - ۴۸۸ - ۴۸۹ - ۴۹۰ - ۴۹۱ - ۴۹۲ - ۴۹۳ - ۴۹۴ - ۴۹۵ - ۴۹۶ - ۴۹۷ - ۴۹۸ - ۴۹۹ - ۵۰۰ - ۵۰۱ - ۵۰۲ - ۵۰۳ - ۵۰۴ - ۵۰۵ - ۵۰۶ - ۵۰۷ - ۵۰۸ - ۵۰۹ - ۵۱۰ - ۵۱۱ - ۵۱۲ - ۵۱۳ - ۵۱۴ - ۵۱۵ - ۵۱۶ - ۵۱۷ - ۵۱۸ - ۵۱۹ - ۵۲۰ - ۵۲۱ - ۵۲۲ - ۵۲۳ - ۵۲۴ - ۵۲۵ - ۵۲۶ - ۵۲۷ - ۵۲۸ - ۵۲۹ - ۵۳۰ - ۵۳۱ - ۵۳۲ - ۵۳۳ - ۵۳۴ - ۵۳۵ - ۵۳۶ - ۵۳۷ - ۵۳۸ - ۵۳۹ - ۵۴۰ - ۵۴۱ - ۵۴۲ - ۵۴۳ - ۵۴۴ - ۵۴۵ - ۵۴۶ - ۵۴۷ - ۵۴۸ - ۵۴۹ - ۵۵۰ - ۵۵۱ - ۵۵۲ - ۵۵۳ - ۵۵۴ - ۵۵۵ - ۵۵۶ - ۵۵۷ - ۵۵۸ - ۵۵۹ - ۵۶۰ - ۵۶۱ - ۵۶۲ - ۵۶۳ - ۵۶۴ - ۵۶۵ - ۵۶۶ - ۵۶۷ - ۵۶۸ - ۵۶۹ - ۵۷۰ - ۵۷۱ - ۵۷۲ - ۵۷۳ - ۵۷۴ - ۵۷۵ - ۵۷۶ - ۵۷۷ - ۵۷۸ - ۵۷۹ - ۵۸۰ - ۵۸۱ - ۵۸۲ - ۵۸۳ - ۵۸۴ - ۵۸۵ - ۵۸۶ - ۵۸۷ - ۵۸۸ - ۵۸۹ - ۵۹۰ - ۵۹۱ - ۵۹۲ - ۵۹۳ - ۵۹۴ - ۵۹۵ - ۵۹۶ - ۵۹۷ - ۵۹۸ - ۵۹۹ - ۶۰۰ - ۶۰۱ - ۶۰۲ - ۶۰۳ - ۶۰۴ - ۶۰۵ - ۶۰۶ - ۶۰۷ - ۶۰۸ - ۶۰۹ - ۶۱۰ - ۶۱۱ - ۶۱۲ - ۶۱۳ - ۶۱۴ - ۶۱۵ - ۶۱۶ - ۶۱۷ - ۶۱۸ - ۶۱۹ - ۶۲۰ - ۶۲۱ - ۶۲۲ - ۶۲۳ - ۶۲۴ - ۶۲۵ - ۶۲۶ - ۶۲۷ - ۶۲۸ - ۶۲۹ - ۶۳۰ - ۶۳۱ - ۶۳۲ - ۶۳۳ - ۶۳۴ - ۶۳۵ - ۶۳۶ - ۶۳۷ - ۶۳۸ - ۶۳۹ - ۶۴۰ - ۶۴۱ - ۶۴۲ - ۶۴۳ - ۶۴۴ - ۶۴۵ - ۶۴۶ - ۶۴۷ - ۶۴۸ - ۶۴۹ - ۶۵۰ - ۶۵۱ - ۶۵۲ - ۶۵۳ - ۶۵۴ - ۶۵۵ - ۶۵۶ - ۶۵۷ - ۶۵۸ - ۶۵۹ - ۶۶۰ - ۶۶۱ - ۶۶۲ - ۶۶۳ - ۶۶۴ - ۶۶۵ - ۶۶۶ - ۶۶۷ - ۶۶۸ - ۶۶۹ - ۶۷۰ - ۶۷۱ - ۶۷۲ - ۶۷۳ - ۶۷۴ - ۶۷۵ - ۶۷۶ - ۶۷۷ - ۶۷۸ - ۶۷۹ - ۶۸۰ - ۶۸۱ - ۶۸۲ - ۶۸۳ - ۶۸۴ - ۶۸۵ - ۶۸۶ - ۶۸۷ - ۶۸۸ - ۶۸۹ - ۶۹۰ - ۶۹۱ - ۶۹۲ - ۶۹۳ - ۶۹۴ - ۶۹۵ - ۶۹۶ - ۶۹۷ - ۶۹۸ - ۶۹۹ - ۷۰۰ - ۷۰۱ - ۷۰۲ - ۷۰۳ - ۷۰۴ - ۷۰۵ - ۷۰۶ - ۷۰۷ - ۷۰۸ - ۷۰۹ - ۷۱۰ - ۷۱۱ - ۷۱۲ - ۷۱۳ - ۷۱۴ - ۷۱۵ - ۷۱۶ - ۷۱۷ - ۷۱۸ - ۷۱۹ - ۷۲۰ - ۷۲۱ - ۷۲۲ - ۷۲۳ - ۷۲۴ - ۷۲۵ - ۷۲۶ - ۷۲۷ - ۷۲۸ - ۷۲۹ - ۷۳۰ - ۷۳۱ - ۷۳۲ - ۷۳۳ - ۷۳۴ - ۷۳۵ - ۷۳۶ - ۷۳۷ - ۷۳۸ - ۷۳۹ - ۷۴۰ - ۷۴۱ - ۷۴۲ - ۷۴۳ - ۷۴۴ - ۷۴۵ - ۷۴۶ - ۷۴۷ - ۷۴۸ - ۷۴۹ - ۷۵۰ - ۷۵۱ - ۷۵۲ - ۷۵۳ - ۷۵۴ - ۷۵۵ - ۷۵۶ - ۷۵۷ - ۷۵۸ - ۷۵۹ - ۷۶۰ - ۷۶۱ - ۷۶۲ - ۷۶۳ - ۷۶۴ - ۷۶۵ - ۷۶۶ - ۷۶۷ - ۷۶۸ - ۷۶۹ - ۷۷۰ - ۷۷۱ - ۷۷۲ - ۷۷۳ - ۷۷۴ - ۷۷۵ - ۷۷۶ - ۷۷۷ - ۷۷۸ - ۷۷۹ - ۷۸۰ - ۷۸۱ - ۷۸۲ - ۷۸۳ - ۷۸۴ - ۷۸۵ - ۷۸۶ - ۷۸۷ - ۷۸۸ - ۷۸۹ - ۷۹۰ - ۷۹۱ - ۷۹۲ - ۷۹۳ - ۷۹۴ - ۷۹۵ - ۷۹۶ - ۷۹۷ - ۷۹۸ - ۷۹۹ - ۸۰۰ - ۸۰۱ - ۸۰۲ - ۸۰۳ - ۸۰۴

عین مطابق تھا۔

تیسری عوارف المعارف میں فرماتے ہیں: جن لوگوں نے رُوح پر بحث کی ہے، جو سکتا ہے کہ انہوں نے تغیر کا نظریہ اختیار کیا ہو، بلکہ تاویل کا طریق اختیار کیا ہو، اس لئے کہ تغیر میں تمام دو مدار عبادت پر موقوف ہے نہ عقل پر اور تاویل میں انہیں لمبے لمبے لاٹھ کر کے لگ جاتی ہیں تاویل میں ان امور کو ذکر ہوتا ہے جن کا امکانِ ابدیت میں نہیں ہوتا، مگر قطعی طور پر نہیں کہا جاتا کہ ابدیت کا مفہوم یہی ہے۔ اسی لئے تاویل میں کسی کا قول نقل کیا جاتا ہے۔ اب چونکہ آغری الفاظ ہیں۔

وَمَا أَوْفَيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا

میں کا مطلب یہ ہے کہ مروجہ ایسی کثرت میں سے کچھ جس کا علم تمہیں نہیں ہے، لہذا اس کے متعلق سوال مت کرنا کیونکہ وہ سہل ترین ہے۔ لہذا آیت کے خلاف ایسی الفاظ رُوح پر بحث کرنے سے روکتے ہیں۔

ابھی کہتے ہیں کہ قُلِ الشُّرُوحُ مِنْ أَمْرِ ذَرِّي سے مراد یہ ہے کہ مروجہ عالمِ امر میں عالمِ کلمات سے تعلق رکھتی ہے۔ نہ عالمِ خلق سے۔ جسے عالمِ غیب و شہادت کہا جاتا ہے۔

مستحقینِ صوفیہ میں سے ایک جماعت نے جنہاں اس کے متبعین کی مخالفت کرتے ہوئے رُوح پر خوب بحث کی ہے۔ اور بعض نے تو واضح طور پر کہا ہے کہ ہمیں اس کی حقیقت معلوم ہے۔ انہوں نے ان لوگوں پر کتنی جبری کی ہے جنہوں نے رُوح پر بحث کرنے سے گریز کیا ہے۔

تاکسی شتاد الشرفی فی تفسیر منظرہ میں فرماتے ہیں

مہاجب بصیرت نے رُوح کی حقیقت کو لایا ہے۔ اور ان پر یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ انسان میں پانچ علوی درجے ہوتے ہیں۔ پہلی رُوح عقلی ہوتی ہے جسے نفس کہا جاتا ہے۔ پانچ علوی درجے میں یہ غلبہ۔ رُوح۔ شہ۔ غفنی۔ اور غفلی۔ ان میں ہر ایک ایک دوسرے سے اپنی ذات اور صفات میں ممتاز ہوتی ہے۔ اور مہاجب بصیرت کو کچھ ایسی طرح یقینی علم تھا کہ جس طرح اپنی اولاد کے متعلق ہوتا ہے کبھی بعض لوگوں پر بعض اصنافِ مشتبہ ہو جاتی ہیں۔ بلکہ خود رُوح اپنی طاقت کو جوہر سے اس طرح پوشیدہ ہو جاتی ہے کہ مرید و جوہر تک پہنچ جاتی ہے۔ یہاں تک کہ کہ کسی صوفی کا قول ہے کہ

میں نے تیس سال رُوح کی عبادت کی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اس کی حقیقت واضح کر دی اور اس کا مکمل اور عادت ہونا ہی ہو گیا تو میں نے لَا أُحِبُّ الْآخِرِينَ کہا۔

سید انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

”یاد رکھیں کہ کبھی رُوح سے ملا جبریل لی جاتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ

(میزان) (دہ فرشتے اترتے ہیں)

لہ مخ ایام: ۱۳۲۵ھ تغیر ظہری سورہ ہی: ۱۸۹

فیض الباری: ۱/۲۲۲





کیا موت صرف بدن کیلئے | ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ موت روح میں اس لئے کہ ایک مستقل باب یا بندہ ہے اور  
ہے۔ یا روح بھی بدن کے ساتھ مرتب ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ یا روح بھی بدن کے ساتھ مرتب ہے یا الگ ہے۔  
ساتھ مرتب ہے۔ چنانچہ ایک گروہ کہتا ہے کہ روح بھی مرتب ہے اس لئے کہ گروہ بھی ایک نفس ہے اور مرتب ہے  
فرماتے ہیں۔ کل نفس ذائق الموت واما روح بھی مرتب ہے ایسی شے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا حَائِبٌ وَيَنْتَقِي وَيَعْبُدُ رَبَّهُ ذَا الْجَبَرُوتِ وَالْإِسْكَرَامِ

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهًا

—1991

ان لوگوں کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جب فرشتوں کے لئے موت ہے تو انہیں بشر کیلئے قہر و جہاد ہی ہونی چاہئے۔  
دوسرا گروہ کہتا ہے کہ رُوح کیلئے موت نہیں یہ لقاؤ کیلئے پیدا کی گئی ہے موت صرف بدن کیلئے ہے، حدیث میں صراحت  
بیان کیا گیا ہے کہ مرنے کے بعد جب رُوح بدن سے جدا ہو چکی ہوئی ہے، تو اسے نفیس بھی ہوتی ہیں اور غائب بھی ہوتا ہے، دوسری  
بات بھی یہی ہے کہ رُوح کو موت نہیں آتی۔ ناں اگر کیا جاتا ہے کہ رُوح کا بدن سے جدا ہونا ہی رُوح کی موت ہے، تو یہ دوسری  
ہے اس صورت میں رُوح کیلئے بھی موت ہوگی، مگر اگر موت کی موت سے یہ مراد لی جائے کہ یہ بالکل معدوم ہو نیست ہو جاتی  
ہے، تو یہ غلط ہے، کیونکہ رُوح کیلئے اس طرح کی موت نہیں ہے۔

ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں اپنی اسناد سے جس کے آخر میں مالکیہ کے امام محمد بن وضاح کہتے ہیں کہ لکھا ہے کہ میری زوجہ زکیہ میں کسی شخص نے غولوں میں بعد کے اس ایک شخص کا ذکر کیا جو کہتا تھا کہ میں رسول کے ساتھ جاتی ہوں، اس شخص نے کہا۔

..... له شرح الصدوق: r1a له اخط بركات الشيوخ: ٢٠ تا ٢٥.

۲۵ کتاب المشرق : ۴۲۲ - ۴۲۴ شرح الصدور : ۲۱۵ - ۲۱۸ کتاب میں کتاب الروح مؤلف ابن قیم کے ہوتے ہیں۔ اس کے بعد ۱۰۱۱ کے  
اسی وقت اپنے آپ کو کھارے میں تیرا اور اس میں قیم کے بہت دلائل و افکار مکرر کیے ہیں۔ موجب انہیں ان کی کتابوں سے ان لوگوں کے عقیدہ کے خلاف  
کوئی بات نہیں سمجھائی۔ تو اس بات سے انکار کر رہے ہیں۔ کہ کتاب ان کی کبھی بنی نہیں بنی جو ایک صاحب نے مجھے حوالہ کیا۔ کہ کتاب الروح ابن قیم  
کی نہیں ہے۔ ایسے لوگ عجیب ہر آج کے دن کی آگلی کیلئے ہیں کہ کتاب روح کی کبھی بنی ہے۔ اور کھارے میں تصانیف میں ان کے حوالے  
دئے ہیں۔ کشف الظلموں میں حامی خلیفہ نے کتاب الروح کو بنی نہیں کیا تصنیف بنیاد ہے۔ جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور میں دیکھا  
اس کے حوالے دئے ہیں۔ اسی طرح علامہ سیدنا نذہ نے فیض الکاروی میں اس کی ایک مقام میں کتاب کا ذکر کیا ہے۔ اور علامہ نجر نے  
بھی مقدمہ مقامات پر اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ فتح الکاروی : ۱ : ۴۵۴ پر ہے۔ ثیابا نقد ابن قیم فی کتاب الروح  
قول الکاروی : ۲۸ : ۳۲۵ پر ہے۔ درجہ ابن قیم فی کتاب الروح بطرح غریب و نقل کے نام صفائی نے سبیل المستقیم میں اس کتاب  
کا ذکر حوالے دئے ہیں۔ چنانچہ ج ۳ صفحہ ۱۵۶ پر کہتے ہیں۔ وذهب ابن القیام فی علوم المسئلة ووسط المسئلة فی کتاب الروح وبقیہ جلد میں



معاً ذا الذم ما به مقيده تو اہل بدعت کا ہے

ایں قسم کہتے ہیں کہ جب تک روح بدن میں رہتی ہے تو لڑکھڑکھ سے ایک روح کی دوسری روح سے شناخت ہو جاتی ہے۔ مغرب روح بدن سے جدا ہو جاتی ہے تو لڑکھڑکھ روح کا دوسری روح سے کسی طرح امتیاز ہو سکتا ہے۔ اور وہ ایک دوسرے کو کیسے پہچانتی ہے؟ اس کے بعد خود ہی اس کا جواب دیتے ہیں کہ اہمیت کے تغیر کے مطابق روح عرض نہیں ہے۔ بلکہ فاعل الذات ہے۔ اور چونکہ یہ عرضی ہے تو یہ بھی انسانی ہے۔ ساتھ ہی کہتی ہیں اور جہاں بھی ملتی ہے مائی جاتی بھی ہے۔ اور تنہا کو دوسرا بھی ہو جاتی ہے۔ اور اس پر تنہا سے نامطابق ملے جاسکتے ہیں۔ میں نے ان دو اہل کلامی کتاب کب کہیں میں جو معرفت روح اور نفس کے متعلق لکھی گئی ہے۔ جواب ہے۔ ان میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ اگر انسان نے روح کیلئے بھی عقل استعمال کی کہیں جو بدن کیلئے کہیں جن پر خود روح کے متعلق فرمایا۔

وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا

اور بدن کے حقیقی غروما

خَلَقَكَ ثُمَّ إِلَهُكَ فَعَدَلْتُكَ

دعا معلوم ہو گیا کہ رُوح کیلئے کب کبھا کچھ ہے یہی وجہ ہے کہ بدن کی بنا و طبع نفس کی بنا و طبع کے تابع ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ رُوح بدن سے ضرورت حاصل کرتی ہے جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے متاثر ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ رُوح بدن سے بھی قطع نہ کر حاصل کرتی ہے اور اس سے جدا ہوتی ہے جس طرح بدن رُوح سے

مرینکے بعد رُوح بدن میں لوٹائی جاتی ہے،

ابن حجر فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسئلہ کے بارے میں بہت کچھ بتلادیا ہے۔ اور ہمیں مولوں کے قتل و قاتل سے سختی کرنا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طرحت پر بیان فرمایا ہے کہ انسان کی مدح و سب و جواب کے وقت اسے ٹوٹا رہی جاتی ہے۔ چچو برادران غائب فرماتے ہیں ہم ایک جاز کے ساتھ بیچ الفقد میں گئے ہوئے تھے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قدس سرہ لے آئے اور اگر ٹیڈ لگے۔ ہم بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے۔ ابھی بیٹھ ہی جا رہی تھی اور ہم سب خاموش بیٹھے تھے کہ آپ نے فرمایا  
 اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ

میں اللہ سے عذابِ قبر سے بچتا ہوں۔

آپ نے دماغِ قاتن بارود مارے۔ اور فرمایا کہ جب انسان کا آخری وقت آجائے۔ تو ایسے فرشتے اترتے ہیں جن کے چہرے سورج کی طرح چمکے کرتے ہیں۔ اور مردے والے انسان سے کہتی دوہرہ کہ قیامت ہے۔ جتنی دھڑکنی گناہ خرچ سکے۔ اس کے بعد تک الموت آجائے۔

(بقیہ حاشیہ ص ۲) پھر ص ۱۵۷ پر لکھتے ہیں۔ و ابن القیم جزم فی الہدی بمنزل کلام المذاکرۃ فی کتب اللہ وحجہ۔ اسی طرح ہم بہت سے دھڑالے پیش کر سکتے ہیں جہاں کتبِ الروح کو ابن تیم کی تحصیل بتایا گیا۔ مگر یہاں اسی پر گفت کی جاتی ہے۔

اور سر کی طرف ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔ اور کہتا ہے اے پاک نفس! اللہ کی مغفرت اور ماضی کی بغیرت نکل آ۔ بحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس پلٹنے اس طرح ہوتی ہوئی نکلتی ہے جس طرح مشکیتو کے منہ سے قطرہ نکلا۔ الموت اس صبح کو قبض کر لیتا ہے۔ دوسرے فرشتے اس روح کو ایک ٹوکھ بھی اس کے پاس نہیں رہتے دیتے اور پھر کر کے اسے کفن میں رکھتے اور خوشبو لگاتے ہیں یہ خوشبو اس قدر عطر ہوتی ہے جس قدر کہ دنیا کی بہترین خوشبو ہو سکے۔ پھر فرمایا :- فرشتے اسے لیکر آسمان پہنچاتے ہیں اور وہ فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گذرتے ہیں وہ اس کی تعریف کرتے ہیں۔ اور دریافت کرتے ہیں کہ یہ پاکیزہ روح کس کی روح ہے فرشتے جواب دیتے ہیں کہ فلاں ابن فلاں کی روح ہے۔ اور اسے ان بہترین ناموں سے پکارتے ہیں جن سے وہ دنیا میں پکارا جاتا تھا تا کہ وہ دنیا کے آسمان پر پہنچے ہیں۔ فرشتے اس سے پوچھتے ہیں کہ کھلو اسے کھلو اسے میں لاؤ وہ کھل کر آئے جاتے ہیں۔ آسمان کے مقرب فرشتے اس روح کو دوسرے آسمان تک چھوڑ دیتے آتے ہیں حتیٰ کہ اسے بارگاہ رب العزت میں پیش کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :- یہ میرے بندے کے اعمال کو غنیمت میں لے گا اور اسے دنیا کی عطا کر دے گا اور یہ تو کہیں سے نہیں آتی ہے یہ میرا ہے۔ اسی میں تم کو ملے گا۔ اور اسی سے تمہیں عطا کیا گیا ہے۔ اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس پر اس کی روح جسم میں فرمائی جاتی ہے۔ پھر میت کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اسے پوچھتے ہیں اور اس سے دریافت کرتے ہیں کہ تمہارا رب کون ہے ؟ دو جواب میں کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔

اس کے بعد وہ پوچھتے ہیں :- تمہارا دین کیا ہے ؟

دو جواب دیتا ہے :- میرا دین اسلام ہے۔

اس کے بعد فرشتے پوچھتے ہیں :- کہ تمہیں جسے تم نے بھیجا گیا کہی ہے ؟

میت جواب دیتی :- یہ اللہ کا رسول ہے۔

فرشتے پوچھتے ہیں :- تجھے کیا معلوم ہوا ؟

میت جواب دے گی :- میرا قرآن مجید پڑھا۔ آپ پر ایمان لایا اور آپ کی نصیحت کی۔ اس پر آسمان سے ندا

کہ میرے بندے نے سچ کہا۔ لہذا اس کے لئے جنت کے کچھ حصے بچھاؤ۔ اور جنت کے دروازے کھول دو۔ فرمادیا وہ اس پر اسے جنت کی ہوا اور خوشبو سے لگ جائیگی اور اس کیلئے خیرات مقدسہ وسیع کر دی جائیگی جس قدر کہ اس کی نگاہ کا دور رسکتی ہے۔

اس کے پاس ایک خوبصورت شخص آئے گا جس کا لباس عمدہ ہوگا۔ اور وہ خوشبو سے مہک رہا ہوگا اور میت سے کہے گا تجھے ایسی امیدیں بنا کر دی ہیں جو تو خوش ہو رہی ہو۔ دن ہے جس کو تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا میری کیلئے تو کون ہے ؟ تو برا

چراغ بناتا ہے۔ کہہ کر ایک خبر لائیو لاوے۔ دو جواب دیں کہ میں تمہارا ایک عمل بولوں۔ اس پر میت یہ خواہش ظاہر کرے گی کہ اسے حضور ہی دیر کے لئے کھڑا نہ دیا جائے۔

**کافر کی حالت** | پھر فرمایا :- جب کافر کو دنیا سے قطع تعلقی کر کے آخرت کی طرف جانے کا وقت آتا ہے تو اس کے پاس آسمان سے سیاہ رنگ کے فرشتے آتے ہیں۔ اور اس سے اتنی بوجھ جاتے ہیں کہ وہ اس کا سر کیلنگا پھینک دیتی ہے













یہی یقینی طور پر معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد مبارک تیرہ سو تانہ ہے۔ اور جب صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دیانت کیا کہ جب آپ کا جسد مبارک بوسیدہ ہو چکا ہوگا تو چنانچہ روئے آپ پر کیسے پیش کیا جائیگا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا:-

إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ اجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ

(اللہ تعالیٰ نے زمین کیلئے انبیاء کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے)

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد مبارک قبر خراب میں نہ ہوتا۔ بلکہ جنت میں ہوتا۔ تو یہ الفاظ نہ فرماتے۔ یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قبر پر فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو آپ کو آپ کی امت کی طرف سے سلام پہنچاتے ہیں۔ یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ آپ ابو بکر اور عمر کے درمیان چل رہے تھے تو فرمایا:-  
ہم قیامت کے دن اسی طرح اٹھیں گے۔

یہ سب کچھ جو کہ متعلق ہے۔ حالہا کہ یہ قطعی طور پر معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک ادواء انبیاء کے ساتھ اعلیٰ علیین میں رفتی اعلیٰ میں ہے۔

رفع اشکالی ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ روح کا معاملہ دل کا سا نہیں ہے اس لئے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ مشائخ و ائمہ ایک مہی دریا میں باوجود اس کے کہ وہاں ایک دوسرے سے بعض رکھے والی سر میں اور خود تو پیرچھے کے ایک دوسرے سے دور ہوتی ہیں۔ نیز روح کے چلنے پر خدا اور اوپر چھوڑ دیا گیا کہ تیرہ سو تانہ ہے اس لئے کہ روح سالہ آسمان پر چڑھ جاتی ہے۔ اور پھر ذاتی حالت کے لئے کہ وہ قبر میں رکھا جائے پھر نیچے اتر آتی ہے اور جہنم اتنی قبیل موت کے اندر کام نہیں کر سکتا یہی حال سوچنا اور بیدار ہونے کا ہے کہ اس مخلوق سے غرض میں روح اپنی جگہ جاتی ہے۔ اور نیچے بھی اتر آتی ہے۔

روح کے اوپر چڑھنے اور نیچے اترنے کی مثال سورج کی کرنوں سے دی گئی ہے کہ سورج تو آسمان پر ہوتا ہے مگر اس کی کرنیں زمین پر ہوتی ہیں۔ گویا یہ تیسرے ہاتھ ہیں کہ سورج کے نیچے اترنے اور اوپر چڑھنے کی مثال سورج اور اس کی کرنوں سے دیا صرف نہیں اس لئے کہ سورج تو بغیر آسمان سے نیچے نہیں آتا اور کرنیں زمین پر ہوتی ہیں یہ صورت نہیں کہلاتیں اور نہ ہی وہ سورج کی صفات میں سے ہیں کرنیں ان کا ایک عرض ہیں جو سورج اور اس کے بالمقابل جسم سے ہے پیدا ہوتی ہیں بغیر اس کے روح خود چڑھتی اور اترتی ہے

ابن حجر مکی میری دلیل ابن حزم نے عقولین بدر کے متعلق صحابہؓ کے اس قول سے استدلال کیا ہے:-  
کأني لرايت النبي صلى الله عليه وآله وسلم يمشي في قبره

کاجواب

حدیث ابن عمر بن مسعود نقلی نے روایں کر و روایں اہل کربلاؓ کو دیکھا تو کہا:- انما ينفق حشرنا من ارجل مني۔ یہ لگ بھگ روایں اور بوسیدہ قدیوں کا حوالہ کر رہے ہیں اس سے اس کی ضرورت بھی کہ بعض کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد مبارک بوسیدہ ہو چکا ہے بحال کے کہی لفظ ظاہر اوقات سے اس پر کفر کا ثبوت کیا گیا (۱) کتاب الروح: ۵۴ ۵۵ کتاب الروح: ۵۵



حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھی ریاضیات کہہ کر آپ کا کلام سن سکتے ہیں۔

اس سے بھی تو اس بات کی نفی نہیں ہوتی کہ اس وقت ان کی رو میں ان کے حیلوں میں اس طرح کو مادی گئی ہوں۔  
کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سن سکیں۔ حالانکہ یہ مرد اور بچہ ہیں کیونکہ یہاں خطاب ان مردوں کو کیا گیا تھا  
جن کا تعلق ان مردوں کے ساتھ قائم تھا۔  
چونکہ دلیل کا جواب | ابن حزم نے اللہ تعالیٰ کے فرمان :-

وَمَا كُنْتُ بِمُشْفِعٍ مَّنْ فِي النَّارِ لَوْ أَنَّ بَرِيءَ دُونِ شَرِّهِ لَوَدِدْتُ كُنْتُ مِّنَ الَّذِينَ يَخْلُقُونَ

سے استدلال کیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آیت کا سیاق و سباق یہ بتاتا ہے کہ یہاں مرد اس مردہ دل کا فریضے ہے جسے  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی کلام اس طرح نہ سن سکتے تھے کہ وہ اس سے فائدہ اٹھا سکے جس طرح اہل قبول  
کو کوئی بھی اس طرح بات نہ سن سکتا۔ کہ مردہ اس سے فائدہ اٹھا سکے۔ اللہ تعالیٰ کی اس سے یہ مراد نہیں۔ کہ  
مردے قطعی طور پر کچھ سن سکتے ہی نہیں ہیں۔ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتلایا ہے کہ مردہ جہاز کے  
ساتھ آنے والوں کے جہازوں کی کارزار نہ سن سکتا ہے۔ اور یہ بتلایا ہے کہ مستقیم دیر نے آپ کا یہ کلام سنا۔ مردہ بڑا آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مردوں کو بعینہ اسی طرح سنہم کہنے کا حکم دیا ہے جس طرح حاضر مرد زندہ انسان کو کہا جاتا  
ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جب کوئی تم میں سے اپنے مومن مردہ بھائی کو سلام کہتا ہے۔ تو مردہ  
اس کا جواب دیتا ہے۔

اس آیت کا وہی مفہوم ہے جو

إِنَّكَ لَا تَسْمَعُ الْكُفْرَ وَالْكَفَرُ لَا يَسْمَعُ الْإِيمَانَ إِذَا رَفَعُوا صَوَاهِرَ لُحْيِهِمْ

کما ہے۔ البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہر کے کو کوئی بات نہ سن سکتا۔ اور ساتھ ہی اس بات کی بھی نفی کرنا کہ ہم  
مردوں کو نہیں سنا سکتے۔ یہ امر اس بات پر دال ہے کہ ان دونوں میں سننے کی بہتیت نہیں پائی جاتی۔ نیز یہ کہ چونکہ ان کے  
دل مردہ اور ہرے ہیں۔ لہذا ان کو کوئی بات نہ سنا سکتا اسی طرح ہے جس طرح کسی مردہ یا ہرے کو سنا نا اور یہ کہنا درست ہے  
کہ اس سے موت کے بعد انہیں تو بیخ و تقریب کے طور پر کسی بات کے سنانے کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ بدن کے ساتھ روح کا تعلق  
کسی نہ کسی وقت ضرور رہتا ہے۔ لہذا یہ اور وحدت ہے۔ اور اس کی نفی کی گئی ہے۔ اور وحدت ہے۔ اس آیت کے اصل معنی  
یہ ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نہ سنا نہیں چاہتا آپ انہیں نہیں سن سکتے۔ آپ تو صرف نافر ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اندر دے دے  
کی قدرت دے ہے۔ اسی کے آپ مخلوق بھی ہیں۔ نہ کہ ان لوگوں کو سنا دے کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نہ سنا نہیں چاہتا۔

پانچویں دلیل | ابن حزم کا یہ کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اسے اکیلے مہاکل بن عمر نے روایت کیا ہے۔ لہذا یہ خبر قابل

لہ کتاب السنن : ۵۵۵ ۵۵۵ کتاب السنن : ۵۵۵ - ۵۶ - آج کل کرماء مرقی کے باب  
میں اس آیت پر پھر بحث ہوگی +

مزید یہ کہ متہال قوی نہیں۔

ابن قیم فرماتے ہیں کہ یہ محض قیاس آرائی ہے اس حدیث کی صحت میں کوئی شک و شبہ نہیں ملاؤ ان کے علاوہ اصول نے بھی اس حدیث کو بطریق عاریب سے روایت کیا ہے مثلاً حدیث بن زید محمد بن عقیہ اور محمد بن زید بن کثیر کا حافظہ الدین منہ ذابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ بن منہم سلسلہ کے کتاب الروح و نفوس میں اس حدیث کی اس سند سے روایت کی ہے۔

محمد بن یعقوب بن یوسف شافعی الحداد ابو النضر بن حاتم القاسم حدیثنا عینی بن السیّد عن علی بن ثابت عن براد بن عاتب کہ کلمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری کے جسناہ میں نکلے مگر حرکت بھی نہ کھڑی نہ تھی اس لئے آپ بیٹھ گئے۔ ہم پر کامل خاموشی طاری تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑی دیر قیام و شرف پہنے کے بعد سر اٹھایا اور فرمایا: محبوب میں کا دنیا میں آخری وقت آجاتا ہے اور ملک الموت اس کے پاس پہنچ جاتا ہے تو فرشتے جنت سے کفن و کسوتری نیکر آتے ہیں۔ اور اس سے اتنی دیر بیٹھ جاتے ہیں جہاں سے ان پر اس کی نظر پڑے۔ ملک الموت اگر مرنے والے کے سر کی طرف بیٹھ جاتا ہے۔ اور کہتا ہے: اے نفس مطمئنہ نکل اور اللہ کی رحمت اور رضا مندی کی طرف چلی۔ اس پر اس کی روح اس طرح آسانی سے نکل آتی ہے جس طرح مشکینہ سے تھوڑے ٹکٹے سے جب روح نکل جاتی ہے تو جن دامن کے ساتھ مملوک اس پر رحمت بھیجتے ہیں اس کے بعد فرشتے اس کو بیکر آسمان کی طرف چڑھ جاتے ہیں اس کا کہ دروازے اس کے لئے کھول دئے جاتے ہیں اور وہاں کے مقرب فرشتے سے دوسرے آسمان تک چھوڑ دئے جاتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے آسمان پر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ عرش تک پہنچ جاتی ہے۔ یہاں اس کا نام طہین میں لکھا جاتا ہے۔ اور ہار جہاں رب العزت سے حکم ہوتا ہے کہ میرے بندے کو اسکی بستر گاہ کی طرف روانہ کیونکہ میرا ان سے وعدہ ہے کہ میں نے انہیں مٹی سے پیدا کیا مٹی میں انہیں لوٹاؤں گا اور اسی میں سے دوبارہ نکالوں گا۔ اس پر اسے قبر میں روانہ کیا جاتا ہے۔ اور حکمران دیکھ کر اس کے پاس اپنے دو اوتاروں سے زمین کو چیرتے ہوئے دو راخوں سے لگاتے ہوئے آتے ہیں۔ پھر میرٹ کو مٹھا دیتے ہیں۔ اور یوں سوال و جواب ہوتا ہے۔

کعبیر بن: تمہارا رب کون ہے؟

میرٹ: میرا رب اللہ ہے

فرشتے اس کی تائید میں کہتے ہیں کہ تو سچ کہتا ہے۔

کعبیر بن: تمہارا دین کون ہے؟

ابن ماجہ نے اس حدیث کو ایک روایت میں بھی (شرح الصدور: ۸۰) نے دی ہے۔ اور جو میرٹ نے اپنے نفس سے انشاء کیا ہے۔ عن ابن عباس الخ۔ کہ کتاب الروح میں اس حدیث میں دی ہے۔ یہ شخصانہ الامراض یا شفاءہا مسلم ہے۔ انشاء وہاں کا لفظ طہین کا لغوی ہے۔ یہ میں نے لکھا نظر فرمائیے کہ یہ کتاب الروح ۵۶۱-۵۵۷

میرت :- میرا دین اسلام ہے،  
فرشتے پھر اس کی تائید کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو سچ کہتا ہے،

نکیرین :- تمہارا بھائی کون ہے؟

میرت :- میرا بھائی محمد رسول اللہ ہیں۔

فرشتے پھر کہتے ہیں کہ تو نے سچ کہا۔

اس کے بعد اس کی قبر کو اس قدر نوازش کر دیا جاتا ہے، اس قدر کھنڈ کی سادہ ہے، اور اس کے پاس خوبصورت خوشبویں ہلکا ہوا اور عمدہ لباس پہنے ایک شخص آتا ہے، اور کہتا ہے، خدا تجھے نیک بڑا دے، خدا کی قسم مجھے علم ہے کہ تو عبادت گزار میں جنت اور سعادت کا راز میں سمجھتا تھا، میت کہتی ہے، خدا تجھے بھی جڑے خیر دے۔ تو کوں ہے؟ وہ جواب دیتا ہے، کہ میں میرا ایک ٹل ہوں، اسکے بعد میرت کے لئے..... جنت کی طرف دروازہ کھلے لایا جاتا ہے، اور وہ ٹال سے وہ اپنی منزل اور مقام کو قیامت تک پہنچنے دیتا ہے،

اور جب کا فر کا مرنے کا وقت آتا ہے، تو ملک الموت اس کے پاس آتا ہے، اور فرشتے درود بخ شے کھنڈ اور درود بخ کی بو نیکر آتے ہیں۔ اور وہ اس سے اتنی دُعا مانگتا ہے کہ میں جنتی دروازہ کی نگاہ پہنچ سکتی ہے، ملک الموت اس کے سر کے پاس بیٹھا ہے، اور کہتا ہے، اسے عجیب روح ملے گی، اور ان کے غضب اور ناراضگی کی طرف توجہ دے گی، مگر روح ممکن نہیں چاہتی، اور جنت میں پھیل جاتی ہے، کیونکہ اس سے غمناک و ناخوش دیکھائی دیتے ہیں، فرشتے اس کی دُعا کو اس کے بدن سے اس طرف ہٹا دیتے ہیں، اس طرح بھٹی ہوئی جنت میں سے مسخ نکالی جاتی ہے، جب بدن سے روح نکل آتی ہے، زمین و آسمان دونوں کو قسم مخلوقات میں پر غصہ سمجھتی ہے، اور فرشتے اسے نیکر آسمان پر چڑھ جاتے ہیں، جہاں آسمان کے دروازوں کو سنا رہے ہیں، بارگاہ رب العزت سے حکم ہوتا ہے، کہ میرے بندے کو اس کے لٹنے کی جگہ کی طرف دواؤ، کیونکہ میرا ان سے وعدہ ہے، کہ میں نے مٹی سے انہیں پیدا کیا، مٹی جیسی مٹی میں لوٹنا ہوا، اور اسی میں سے پھر نکلیں گا۔ تب اس کی دُعا کو اس کے لٹنے کی جگہ کی طرف دونا دیا جاتا ہے، اس کے بعد مگر، کیوں اس کے پاس زمین کو دانتوں سے چیرتے اور ناخنوں سے کھینچتے ہوئے آتے ہیں، ان کی آواز کو رک کی طرح، اور ان کی انھیں اچک لینے والی بجلی کی طرح ہوتی ہے، نکیرین اسے اٹھاتے ہیں، اور سوال کرتے ہیں،

نکیرین :- تمہارا رب کون ہے؟

میرت :- مجھے معلوم نہیں۔

اس پر ایک طرف سے نواز آتی ہے، ہاں تجھے معلوم نہ تھا، اور فرشتے اسے لوہے کے گوزمارتے ہیں، یہ گوزمیں قدر ثمرے ہوتے ہیں، کہ اگر مشرق اور مغرب کے لوگ جمع ہو جائیں، تو بھی نہ اٹھ سکیں، اور اس کی قبر اس قدر تنگ ہو جاتی ہے کہ اس کی کپسلیاں ایک دوسرے کے اندر دھنسن جاتی ہیں، اس کے پاس ایک قلعہ منظر قلعہ کیسے ہے، ایک نہایت بد بونگ انسان عدہ عدہ کی اصطلاح میں اسے تختہ انزال کہتے ہیں۔ عہہ یہاں بھی پہلے کتاب میں بیخفا ان الارض با شعا دھا کی بجائے

آتا ہے اور کہتا ہے۔ خدا تجھے بڑی جزا دے، اللہ کی قسم میں نے تجھے نیکل میں سست اور بدی میں چمت ہی دیکھا ہے، میت  
 سے پوچھتی ہے، تو کہتا ہے، اور وہ جواب دیتا ہے، کہ میں نیر اعلیٰ بد جوں، اسی کے بعد اس کے لئے دوزخ کا دروازہ کھول دیا  
 جاتا ہے، جہاں سے وہ پناہ کا دروازہ کوٹ لیتا ہے، اور قیامت تک دیکھتا رہتا ہے،

اس حدیث کو امام احمد، محمود بن غیلان، بیہقی نے ابوالکثر سے روایت کیا ہے، واپس نے کچھ لیا ہوگا، کہ اس  
 حدیث میں واضح طور پر دیا ہے، کہ ارواح قبروں میں فرمائی جاتی ہیں، اور فرشتے میت کو اٹھاتے ہیں، اور اس سے باتیں کرتے ہیں،

اس حدیث کی ایک اس کے بعد ابن مندہ نے سے محمد بن مسلم عن خسیف الجوزی عن مجاہد عن ابی ابیہن  
 اور طریق سے روایت کیا ہے، کہ ہم ایک انصاری کے جنت زبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے ساتھ تھے، جب قبرستان پہنچے تو قبر کھلی ہوئی تھی، لہذا جنازہ کو رکھ دیا گیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے  
 اور فرمایا جب یوں کی وفات کا وقت آتا ہے، تو ملک الموت اس کے پاس نہایت عمدہ صورت میں خوشبو میں ہنستا ہوا آتا

ہے اور اس کی روح قبض کرنے کے لئے بیٹھ جاتا ہے، اس کے پاس دو فرشتے جنت کی خوشبو اور گنہ گار کے لئے کرتے ہیں، اور اس  
 سے دُور ہر کچھ جاتے ہیں، ملک الموت اس کی روح کو آرام سے نکھلے ہوئے ہے، اور جو بھی کہہ دے روح ملک الموت کے پاس

آتی ہے، یہ دو فرشتے اسے لیکر خوشبو لگاتے ہیں، اور جنت کے گنہ گار کو جنت کو لے جاتے ہیں، اس کے لئے آسمان کے دروازے  
 کھول دئے جاتے ہیں، اور اس کے آئے سے فرشتوں کو خوشی ہوتی ہے، اور وہ دریافت کرتے ہیں کہ یہ پاک روح جس کے لئے

آسمان کے دروازے کھولے گئے ہیں، کس کی روح ہے، فرشتے ان بہترین ناموں سے، اس کا نام لیتے ہیں، جن سے منب  
 میں اسے پکارا جاتا تھا، اور کہتے ہیں، کہ فلاں کی روح ہے، وہ یہ روح آسمان پر پہنچتی ہے، اور آسمان کے مقرب فرشتے

اسے دوسرے آسمان تک چھوڑ دیتے ہیں، تاہنا ان کے آئے سے فرشتوں کے پاس اللہ کے سامنے رکھ دیا جاتا ہے، اس کا احوال صحیح  
 سے نکالا جاتا ہے، اور ان کے مقرب فرشتوں کو کہتے ہیں، تم گواہ رہنا میں نے اس عمل والے کو معاف کر دیا، اس کے احوال سے

یہ فرشتے اسے آسمان میں لے کر لے دیا جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، یہ ہے بندے کی روح کو زمین کی طرف لے کر دے، اس  
 لئے کہ میں نے اس سے وعدہ کیا ہے، کہ میں انہیں اسی زمین میں لوٹاؤں گا، یہاں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات پہنچی  
 جِئْتُمْ حَلْکُمْ حَلْکُمْ وَفِیْہِمْ اَنْفِیْہِمْ لَمْ یُخْبِرْکُمْ فَاَنْتُمْ اَنْفِیْہِمْ

ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔ اس میں تمہیں لوٹائیں گے، اور ایک چھری سے تمہیں نکالینگے۔  
 جب مومن کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے، تو یاد کی جانب جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے، اور اسے دکھایا جاتا ہے، دیکھ کر وہ نہایت

ہے، جو اندلے تھا، اسے لے کر رکھ دیا جاتا ہے، اور سر کی طرف سے دوزخ کا دروازہ کھلا جاتا ہے، کہ جو عذاب اللہ تعالیٰ نے اسے  
 دیا ہے، اسے بھی دیکھ لے، اس کے بعد سے کہا جاتا ہے، کہ بڑے مزے سے صوملا، اس وقت اس کی صرف یہی خواہش ہوتی ہے  
 کہ قیامت قائم ہو جائے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مومن کو زمین پر رکھ دیا جاتا ہے، تو زمین کہتی ہے، جب تو میری پشت پر چلا  
 لے کشت آب النبی ص: ۱۵۷





عقلی کہتے ہیں کہ منہاں کوئی ہے اور ثقہ ہے ،

زیادہ سے زیادہ جوابات اس کے خلاف بھی گئی ہے ، یہ ہے کہ اس کے گھر سے گالنے کی آواز سنائی دی گئی ، مگر اتنی بات سے تو اس کی روایت میں کوئی برائی لازم نہیں آتی ، اور نہ پہلی وجہ سے اس کی حدیث کو ترک کیا جاسکتا ہے ، ابن حزم کا یہ ضعیف قرار دینا کوئی معنی نہیں رکھتا ، اس لئے کہ اس نے اسے ضعیف قرار دینے کی صرف یہ وجہ بتائی ہے کہ منہاں اکابر شخص ہے جس نے قضا کا ذکر جو حیا فی جسمہ کے الفاظ کی روایت کیا ہے ، حالانکہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ منہاں ان الفاظ کی روایت کرنے میں اکابر شخص نہیں ہے ، اور ان الفاظ کی روایت کی ہے ، حالانکہ انہوں نے تو اس سے بھی زیادہ واضح یا کم از کم اس جیسے الفاظ کی روایت کی ہے ، مثلاً یہ کہ قَدْ رُوِيَ بِاللَّيْلِ رُوْحًا بِأَنَّ رُوَايَةَ كَقَتْنِصِلَ إِلَى تَكْوِيْنِ قَيْسَتُوْنِي حَالِيسًا يَأْيَ كَقَيْسَتُوْنِي حَالِيسًا يَأْيَ كَقَيْسَتُوْنِي حَالِيسًا يَأْيَ كَقَيْسَتُوْنِي حَالِيسًا يَأْيَ اور یہ تمام احادیث صحیح ہیں ، ان میں کوئی غیب نہیں پایا جاتا۔

راذان پر ایک اور اعتراض | راذان کی حدیث کو قبول نہ کرنے اور اسے محض کی ایجاد وجہ بیان کی جاتی ہے ، اور ثقہ اور اس کا جواب | کہ راذان نے حضرت برآن بن حازب سے حدیث نہیں سنی ، حالانکہ یہ اعتراض بھی غلط ہے ، کیونکہ ابو حازم ہشام بن عیسیٰ صحیح میں اپنی سند سے اس حدیث کی روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں ، عن ابی عمرو راذان النکدی قال سمعت الجولی وابن عاذب ، مزید برآں حافظ ابو داؤد شریف منہ کہتے ہیں ، کہ یہ اسناد متصل اور مشہور ہے ، اکثر النقاد و لوگول نے اسے برآ سے روایت کیا ہے ،

دیگر روایات سے | اگر بالفرض ہم برآن کی حدیث کو چھوڑ دیں ، تب بھی ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سی صحیح احادیث میں منہاں کی تائید | بیان میں ملے گئے جو ثبات کا حرا حرا ذکر موجود ہے ، حدیث اس حدیث میں ۔

و بقید حاشیہ ص ۱۱۱ ، مشہور کہتے ہیں ، میں نے حکم سے کہا کیا بات ہے ، کہ راذان سے حدیث نہیں سنا ، اس نے جواب دیا ۔ یہ بہت باتیں کرتے ہیں ، ابن حقیق نے ابن عیین سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ ثقہ ہیں ، ایسے آدمی کے متعلق بھلا کیا پوچھا ، ابن حبان کہتے ہیں کہ اکثر ثقہ لکھا جاتے تھے ، تہذیب التہذیب ، ۱۰ : ۲۰۲ - ۲۰۳

۱۰ منہاں بن ثمر الاسدی ۔ یہ بھی اس کے آؤ اور وہ ثقہ تھے ، شہدائے انہیں عہد ترک کر دیا تھا ، ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ اس کی وجہ بھی انہوں نے منہاں کے گھر سے گالنے کے طوائف عورتوں کی قرأت کی آواز سنائی تھی ، ابن عیین انہیں ثقہ قرار دیتے ہیں ، وہ بر بن جریر شہد سے روایت کرتے کہ منہاں کے گھر گیا ، تو مجھے حنین کی آواز سنائی دی ، لہذا میں اس پر آیا ، گلین سے اس کی وجہ پوچھی ، میں نے کہا آپ نے پوچھ لیا ہوتا ۔ ہو سکتا ہے ، کہ انہیں اس کا علم نہ ہو ، اور ثقہ اس سے صدوق کہتے ہیں ، اب راہیہ اعتراض کو منہاں کی گواہی مقبول نہ تھی ، تو اس کے متعلق فرماتے ہیں ، کہ اس قول کا راوی محمد بن عمر جلی خود اب اس ان ہے ، جس میں غور کرنے کی ضرورت ہے ، مزید تحقیق کیلئے

یہیں تہذیب التہذیب : ۱۰ : ۳۱۹ تا ۳۲۱







جب خود اللہ تعالیٰ کسی کو مر جائیں تو ہر چیز اسے مر جائی ہے، اور ہر طرح کی تنگی اس سے دور ہو جاتی ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک روح کو جنت میں لے جاؤ، اور اہل ایمان اس کی جگہ لکھا دو، اور جو عزت و افتخار میں نے اس کے لئے تیار کر رکھے ہیں، اسے لکھا دو، اسکے بعد اسے زمین کی طرف لے جاؤ، کیونکہ میں نے فیصلہ کر رکھا ہے کہ میں نے انہیں اسی میں پیدا کیا ہے اُنکی انہیں واپس لے آؤں گا، اور اسی میں سے دوبارہ نکالوں گا، انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر جنت میں سے نکلنے کو مسدود ہوا ساقی ہے، کہ اس نے بدن سے نکلنے وقت مسدود ہوا نہ مانا تھا، اور کتنی ہے جہنم کہاں لے جا رہے تو کیا اسی جہنم کی طرف لے جا رہے ہیں یا نہیں؟ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ فرشتے جواب دیجیے کہ ہم اس بات پر آمادہ ہیں، اس لئے اس کے سوا کوئی اور چارہ نہیں، اور وہ اسی مدت کے اندر کہ لوگ جہنم کو داخل دیکھیں پہنچا سکیں، مدح کو دیکھیں اور نہ ہیں، اور روح کو جسم اور کفن کے درمیان رکھ دیتے ہیں۔

ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ روح کو جسم اور کفن کے درمیان لٹکا دیا جاتا ہے، مدح کا یہ فرشتہ اس تعلق سے مختلف ہے جو روح کو دنیا میں بدن کے ساتھ تھا، کیونکہ وہ تعلق کیا تو ہم متعلق نہیں کچھ آدم کا ہے، ویتعلق اس قسم کا بھی نہیں جو تینہ کی حالت میں روح اور جسم کا ہوتا ہے، اور نہ ہی ایسا تعلق ہوتا ہے، جیسا کہ اُن وقت ہوگا جبکہ یہ اپنی عمر گراہ میں ہوگی، بلکہ یہ ایسا ہوتا ہے جو خاص نیکوں کے سوال کے لئے ہے۔

ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ صحیح اور متواتر احادیث اسی بات پر دلالت کرتی ہیں، کہ سوال قبر کے وقت روح بدن میں زندہ رہتی ہے، البتہ ایک جماعت اس کی قائل ہے، کہ سوال بدن سے نیز روح کے ہی ہوتا ہے۔ مگر جمہور نے اس کا انکار کر رکھا ہے، اس کے لئے خلاف ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ سوال روح کو بدن کے بعد ہوگا۔ یہ قول ابن مسعود اور ابن عمر کا ہے، مگر بدوین قول غلط ہیں، صحیح احادیث اس کی تردید کرتی ہیں، کیونکہ اگر سوال روح سے ہوتا تو قبر کو زندہ کرنا کون کوئی خصوصیت نہ ہوتی، اور سوال ہر جگہ اور ہر طرح ہو سکتا تھا،

مزید وضاحت | مزید وضاحت کے لئے ہم یہاں سوال کرتے ہیں کہ آیا عذاب قبر

(۱) روح اور بدن دونوں کو ہوگا یا

(۲) محض روح کو یا

(۳) محض بدن کو اور

(۴) کیا بدن نعمتوں سے حظ اٹھائے اور عذاب سے تکلیف محسوس کرے جس میں روح کا برابر کا شریک ہے؟

ان سوالات کا شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ صحیح احادیث اس بات پر متفق ہیں کہ عذاب اور نعمتیں مدح اور بدن دونوں کے لئے ہیں، روح کو جنت سے الگ نہ رہی اور بدن سے متعلق ہو کر بھی نعمتیں اور عذاب ہوتا ہے۔ لہذا اس حالت میں نعمتیں اور عذاب باہم دونوں کیلئے

۱۔ کتاب السنن، ص ۶۰-۶۱، ۲۔ کتاب السنن، ص ۶۱-۶۲، ۳۔ کتاب السنن، ص ۶۲

۴۔ کتاب السنن، ص ۶۲

ہوگا اور عذاب کو بدن سے الگ ہو کر بھی،

اب رہا یہ سوال کہ ان نعمتیں اور عذاب روح کے ساتھ بدن کو ہوگا تو اس میں بھی ثمن اور اہمیت اور اہل کام کے دو مشہور قول ہیں، اس مسئلہ میں دو شانہ اقوال بھی ہیں، مگر ان سے اہمیت کا کوئی تعلق نہیں،

فلاسفہ کا قول | فلاسفہ کہتے ہیں، کہ نعمتیں اور عذاب صرف روح کیلئے ہوگا۔ بدن کو یہ نعمتیں حاصل ہوں گی، اور عذاب فلاسفہ معاد اہل ان کا بھی انکار کرتے ہیں، اور اسودم کا اس پر اجماع ہے، کہ یہ عقیدہ کفر ہے، بہت سے اہل کام اور مرسل اور کچھ اور لوگ جو معاد اہل ان کے قائل ہیں، وہ بھی یہی کہتے ہیں، کہ نعمتیں اور عذاب، برزخ میں نہ ہوگا۔ بلکہ قیامت کے روز ہوگا۔ جب قبروں سے اٹھیں گے، لیکن یہ لوگ صرف برزخ میں بدن کے عذاب سے انکار کرتے ہیں، مگر کہتے ہیں کہ برزخ میں روحوں کو نعمتیں حاصل ہوں گی، اور عذاب بھی، مگر جب قیامت کا دن ہوگا۔ تو بدن اور روح دونوں کو عذاب ہوگا، یہ قول اہل کام اور مجتہدین کے ایک گروہ کا قول ہے، اس حتم اور این مرہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

ابن قیم کا فیصلہ | ابن قیم کہتے ہیں کہ سلف صالحین اور ائمہ امت کا یہی مذہب ہے، کہ جب کوئی مر جاتا ہے، تو وہ یا تو نعمتوں میں ہوتا ہے، یا عذاب میں، اور یہ کیفیت اس کی روح اور بدن دونوں کو حاصل ہوتی ہے، اور روح بدن سے جدا ہونے کے بعد بھی نعمت یا عذاب میں رہتی ہے، بعض اوقات اس کا بدن سے اتصال بھی ہو جاتا ہے، تو دونوں کو باہم عذاب یا نعمت کا احساس ہوتا ہے۔ پھر قیامت کے دن ارواح کو بدن میں لوٹا دیا جائے گا۔ اوصا موت رب العلیٰ کے سامنے کھڑے ہو جائیں گے۔

ایک اور روایت | ابن ابی الدنیا اور ابی یحییٰ نے جابر بن عبد اللہ سے روایت کی ہے، کہ انور نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا، ..... کہ جب میت کو قبر میں داخل کر دیا جاتا ہے تو اس کے بدن میں روح ڈالی جاتی ہے،

سبکی کا قول | سبکی کہتے ہیں کہ شہداء کا تو ذکر ہی کیا، مگر اموات کے لئے قبر میں روح کا بدن میں ٹوٹا جانا صحیح احادیث سے ثابت ہے، صرف بحث اس میں ہے، کہ کیا روح بدن میں باقی رہتی ہے یا نہیں؟

سے اور کات مشہور علمایہ اسماعیل بن شیبہ، تریہ شہداء اور دیگر تمام اموات کے لئے بلا شک و شبہ ثابت ہے، عبد الرحمن بن ابی اسحاق کا قول | ابن ابی شیبہ نے عبد الرحمن بن ابی علی سے روایت کی ہے، کہ صفحہ ایک فرشتہ کے ہاتھ میں برقی ہے، فرشتہ سے پوچھتا ہے، اور جب مردہ کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے، تو وہ اس صفحہ کو مرہ میں ٹوٹا دیتا ہے، عمرو بن وہب کا قول | عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ شخص مر جاتا ہے تو اس کی روح فرشتہ کے ہاتھ میں برقی ہے، اور وہ کبھی برقی ہے، کہ اس کے جسم کو کسی طرح فصل دیا جاتا ہے، کس طرح کفن دیا جاتا ہے، ایک طرح اس کو لٹکھ جلتے ہیں، اور جب مرہ کو لٹکھ جاتا ہے، تو اس سے کہا جاتا ہے، لوگ جو کچھ تمہاری تعویذ کرتے ہیں، میں سن کر

۱۔ کتاب الشرح، ۶۲، ۱۔ کتاب الشرح، ۶۳-۶۴، ۲۔ شرح الصمدی، ۷۸، ۷۹

۳۔ شرح الصمدی، ۱۳۶، ۴۔ شرح الصمدی، ۱۳۷، ۵۔ شرح الصمدی، ۷۲

۶۔ شرح الصمدی، ۷۲، ۷۔ احادیث، ۶۹

عبد اللہ المزنی کا قول ابن ابی الدنیاء نے بکرم عبد اللہ المزنی سے روایت کی ہے، اگے لکھے یہ روایت پہنچی ہے، اگر شخص مردنا ہے، اس کی روح فرشتہ کے ہاتھ میں ہوتی ہے، اور جب اسے پہلایا اور کفنا یا جاتا ہے، وہ سب کچھ دیکھ رہا ہوتا ہے، اگر کلام کر سکتا ہوتا تو گھر والوں کو گریہ و زاری سے روکتا۔

سفیان کی روایت ابن ابی الدنیاء نے سفیان سے روایت کی ہے، کلمہ میرت ہر چیز کو جانتی ہوتی ہے، یہاں تک کہ غسل دینے والے کو خدا کا واسطہ دیکر درخواست کرتی ہے، کہ وہ جلدی کرے اور اچھی وہ چار پانی پر ہی ہوتا ہے، پھر اسے کہا جاتا ہے، کچھ لوگ تمہاری تعریف کر رہے ہیں، اس کو،

حذیفہ کی روایت یہی ہے حذیفہ سے روایت کی ہے، کہ جب مردہ کے دل کو (پہلایا) کیلئے پہلایا جاتا ہے، تو روح فرشتہ کے ہاتھ میں ہوتی ہے، اور جب مردہ کو قبرستان لے جائے، تو فرشتہ بھی ساتھ ساتھ چلتا ہے، اور جب مردہ کو قبر میں رکھا جاتا ہے، تو وہ روح کو جسم میں پھیلا دیتا ہے،

ابن ابی شیبہ کی روایت ابن ابی الدنیاء نے ابن ابی شیبہ سے روایت کی ہے، کہ جب کوئی شخص مرد جاتا ہے، تو اس کی روح ایک فرشتہ کے ہاتھ میں ہوتی ہے، اور وہ دیکھتی ہے، کہ کس طرح پہلایا جاتا ہے، اور کس طرح کفنا جاتا ہے، اور کس طرح قبور میں لپیٹا جاتا ہے، اس کے بعد ایک صفحہ اس میں نوادہ می جاتی ہے، اور اسے قبر میں ٹھکانا دیا جاتا ہے،

سیحین کی روایت صحیح مسلم اور بخاری میں ابو سعید خدری سے مروی ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِذَا وَجَّهْتَ الْجَنَازَةَ فَاسْتَحْلِمِهَا الرَّجُلَ عَلَى اعْتِقَادِهِمْ فَإِنْ كُنْتَ صَاحِبًا لَهَا فَلَا تَقْدُمُ فِي وَاقِئِهَا

عَيْنِ صَاحِبِهَا فَإِنَّهَا تَلْهَى بَابَ دِلِّهَا أَمِنْ تَحْتِهَا تَلْهَى بَابَ دِلِّهَا أَمِنْ تَحْتِهَا تَلْهَى بَابَ دِلِّهَا أَمِنْ تَحْتِهَا تَلْهَى بَابَ دِلِّهَا

جب جنازہ کو دکھایا جاتا ہے، اور چہرہ کے اسی ہی گروہ پر اٹا دیتے ہیں، اگر وہ نیک آدمی ہوتا ہے، تو کہتا

ہے مجھے اٹکے لے چلو، اور اگر نیک نہیں ہوتا تو گھر والوں کو کہتا ہے، انہیں مجھے کہاں لے جا رہے ہیں، اس کا

کے سوا ہر چیز اس کی آواز سنتی ہے، اگر انسان اس لے تو غش کھا کر گر جائے،

حافظ ابن حجر کا بیان حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے، کہ یہ الفاظ جسم کہتا ہے، جسے کندھوں پر اٹھا کر لے جایا جاتا ہے،

ابن بطال کہتے ہیں، کہ روح کے الفاظ کا کبھی ہے، مگر ابن سینہ نے اس کا رد کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ اس میں کوئی بات مانع ہے، کہ اللہ تعالیٰ اس حالت میں روح کو بدن میں لٹا دے، تاکہ اس میں مومن کے لئے مزید خوشخبری اور کافر کے لئے مزید عذاب ہو، ابن سینہ کے علاوہ اوروں نے بھی یہی کہا ہے، مگر ساتھ ہی یہ بھی کہا ہے، کہ یہ حالت بمقابلہ اس حالت کے جو قبر میں داخل کئے جاتے اور دیگر کے سوال کے وقت ہوگی، و مجازی حالت ہوگی،

۱۔ شرح الصدوق: ۶۲، اربعیات: ۱۸۱، ۲۹-۳۰، ۱۔ شرح الصدوق: ۶۲، اربعیات: ۱۸۱، ۲۹-۳۰، ۱۔

۲۔ شرح الصدوق: ۶۲، ۱۔ بخاری مع فتح الباری: ۳، ۱۲۴، اربعیات: ۱۸۱، ۲۹،

عہ عبد اللہ المزنی تا بھی ہیں، تہذیب التہذیب: ۱۰، ۸۸،





آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا :- اے اسی طرح جس طرح تم اب ہر  
 اس پر حضرت عمرؓ نے کہا :- خدا اس کے مزین پتھر ڈالے ، یعنی خدا کو اسے وہ سوال نہ کر سکتے ،  
 طبریؒ اور بیہقیؒ کی روایت اطلاق نے سند کثیر میں پسند حسن اور یہ بھی ہے اسی کتاب غلب القیوم ابن مسعود سے روایت کی کہ  
 جب وہیں مر جاتا ہے ، تو اسے قبر میں بٹھادیا جاتا ہے ، اور پھر وہاں ہڑلے ، اسی طرح کافر کے ساتھ ہڑلے ،  
 ابن شیبہؒ کی روایت ابن ابی شیبہؒ اور بیہقیؒ نے ابن مسعود سے روایت کی ہے ، کہ تم میں سے ہر ایک کو قبر میں بٹھادیا جاتا  
 ہے ، اے

غالب کی روایت اطلاق نے شرح السنہ میں ابن مسعود سے روایت کی ہے :-

سَمِعْتُ يُوْصَفَ فِي قَبْرِهِ ، مَا دُفِنَ فِي قَبْرِهِ مِنْ جَنَّةٍ بِالْكَوْثَرِ وَجُعِلَتْ فِيهِ رَحْمَةٌ  
 مَا أَتَكَ اَسْمَ قَبْرِهِ رُكْحٌ دُفِنَ فِيهِ ، پھر اے تمہارا اس کے اندر رُكْح ڈال دیا جاتی ہے ؛  
 ابن ابی راؤد کی روایت ابن ابی راؤد نے البعث میں ، حاکم نے تاریخ میں اور بیہقیؒ نے غلب القیوم میں حضرت عمرؓ سے روایت  
 کی ہے ، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

تَجِبُ لِيْهِ اَسْمَ قَبْرِهِ دِيْنُهُ هُوَ جَانِبُهُ ، حضرت عمرؓ کہتے ہیں ، کہ میں نے عرض کیا :- یا رسول اللہ کیا میں اس حالت میں ہر گھٹ  
 میرا اس اب ہوں ؟ آپ نے فرمایا :- ہاں ، پھر حضرت عمرؓ نے عرض کیا ، پھر میں ان سے منٹ ہوئی گا ،  
 ابو نعیمؒ کی روایت ابو نعیمؒ نے ابن ابی الدیناں ، العکاب الشریفہ میں آجریؒ نے اور بیہقیؒ نے عطاء بن یسارؒ سے روایت کی  
 ہے ، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو کہا :-

اَسْمَ قَبْرِهِ تَهْدِيْكَ اِيَّاهُ ، جب مرنے کے بعد فرشتے آئیں گے ، . . . . . (البعث)

حضرت عمرؓ نے عرض کیا :- اس وقت میری عقل میرے ساتھ ہوگی ؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :- ہاں ،

حضرت عمرؓ نے عرض کیا :- پھر میں ان سے منٹ ہوں گا ،

فاظنا لعل الدین یصلی فی شرح الصدور میں ، ابو سعید خدریؒ ، ابو امامہؒ ، ابو رافعؒ ، ابو قتادہؒ ، ابو موسیٰؒ ، ابو ہریرہؒ

امام اور حضرت طاہرؒ رضوان اللہ علیہم سے اسی قسم کی اور روایات دی ہیں ،

عام ہجو نے الزہد میں اور ابو نعیمؒ نے التلخیص میں طحاویؒ سے روایت کی ہے ، کہ

اِنَّ الْاَمْوَالَ يَفْتَنُ فِيْ قَبْرِهِ وَهِيَ سَبْعٌ اَكْثَرُ اَلْيَسْبُوْنَ اَنْ يُّصْعَمَ عَنْهُمْ تِلْكَ كَايَمٌ كَلَّمَ  
 قبول میں مردوں کی آزمائش سات دن تک ہوتی ہے ، اسی نے اسلاط مردوں کی طوط سے کیسوں کو سناؤں  
 تک کھا کھا تا خوب سمجھتے تھے ،

شرح الصدور : ۸۲ ، شرح الصدور : ۸۶ ، شرح الصدور : ۸۵ ، تا ۹۱ ،

شرح الصدور : ۹۱



تقریبی کہتے ہیں: ہو سکتا ہے، کہ صرف مروج کے سامنے اس کا مقام پیش کیا جاتا ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے، کہ یہ عرض مقصد روح کو بعد جزو بدن کے ہو۔

اس کے بعد ابن حجر فرماتے ہیں کہ: عرض مقصد "شہداء کے علاوہ دیگر لوگوں کے لئے ہے، کیونکہ شہداء و زندہ ہیں اور ان کی ارواح جنت میں آتا ہے، اور یہ بھی احتمال ہے، کہ دلیل کہا جائے، کہ شہداء و کفران کے مقام پیش کرنے کا فائدہ یہ ہے، کہ ان ارواح کو نجات دی جائے، کہ وہ جنت میں اپنے جموں کے ساتھ بفرار رہیں گی، کیونکہ اس میں ان کی موجودہ حالت کے مقابل میں کسی قدر زائد امر پایا جاتا ہے۔

**سبکی کا بیان** | سبکی کہتے ہیں، کہ صحیح احادیث میں آیا ہے، کہ تمام ارواح کے لئے قبریں مروج بدن میں کوٹادی جاتی ہے، شہداء کا تو ذکر کیا گیا، کیونکہ صرف اس میں ہے، کہ آیا روح کوٹا جانے کے بعد بدن میں بدستور رہتی ہے، یا نہیں، اور اگر کسی جسم اسی طرح زندہ ہو تا ہے، جس طرح دنیا کی زندگی میں روح کے ساتھ تھا، یا اگر روح کے بغیر ہی زندہ ہوتا ہے اور روح واپس جاتی ہے، جہاں اللہ نے چاہا، اس لئے کہ روح کے لئے حیات کا ہونا ایک امر عادی ہے، بالکل نہیں، لہذا بدن کا روح کے ساتھ اسی طرح زندہ ہونا جس طرح دنیا میں تھا، عقلاً جائز ہے، لہذا اگر کسی قسم کی کوئی صحیح روایت مل جائے تو ہم اس کو مان لیں گے، اور مسلمانوں اس کا ذکر بھی کر دیا ہے، اس کی دلیل مولیٰ علیہ السلام کا قبر میں داخل ہونا ہے، اس لئے کہ نماز کے لئے زندہ ہو کر نماز پڑھنا ضروری ہے، انبیاء کی جن صفات کا ذکر کراچ کی کتب میں کیا گیا ہے، ان کا بھی یہی مسکن ہے، ان کے حقیقی طور پر زندہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا، کہ ان کے بدن کو کھانے وغیرہ کی اسی طرح ضرورت پڑے، جس طرح زندگی میں پڑتی تھی، اب رہے اور ان کات صحت و سلام و عافیت تو اس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں، کہ یہ انبیاء اور دیگر ارواح کے لئے ثابت ہیں۔

**ابن قیم کی رائے** | ابن قیم فرماتے ہیں، کہ احادیث میں اس بات کی تصریح پائی جاتی ہے، کہ سوال کے وقت روح بدن میں رہنا وہی باقی ہے، لیکن اس طرح دنیا کی سی سمجھو، زندگی حاصل نہیں ہوتی کہ روح بدن کی تبدیل کرے اور اسے قائم رکھے، اور اسے پھر کھانے پینے کی ضرورت محسوس ہو، بلکہ اس مقام پر ایک اور قسم کی زندگی حاصل ہوتی ہے، جس سے میت کا امتحان ہو سکے، جس طرح ہم دیکھتے ہیں، کہ ایک انسان سوئے ہوئے زندہ ہوتا ہے، مگر اس کی زندگی سیدار آدمی جیسی نہیں ہوتی، اسی طرح روح کے عادیہ کے وقت انسان مرہ تو ہوتا ہے، اور روح کے داخل ہونے سے زندگی اس میں آتی ہے، اس سے لفظ میت کے اطلاق کی نفی نہیں ہوتی، بلکہ یہ موت اور حیات کا وہ میانی درجہ ہے، **ابن قیم کی رائے** | ابن قیم کہتے ہیں،

**سوال نمبر کس زبان** | سوال کے وقت بدن میں روح کے ٹوٹنے جانے کے متعلق احادیث میں تو اترا پایا جاتا ہے، میں ہو گا | میری رائے، اگرچہ ہمارے استاد شیخ الاسلام علامہ الدین بھٹائی کے فتویٰ میں دیا ہے، کہ

لے نسخہ الباری ۳۰: ۱۸۹، ۲۱: ۱۳۶ - ۱۳۷، شرح الصدور ۱۹۶: ۱۹۷، کتاب الروح ۲۲۰، شرح الصدور ۱۹۶: ۱۹۷، نیز دیکھیں غریب معارف ۲۵۷: ۲۵۸، اور فتاویٰ الحدیث ۲: ۸ - ۹

میت قبر میں سوال کا جواب سرکاری زبان میں دے گی، لیکن اس کی کوئی سند نہیں ملی، حالانکہ ابن حجر سے اس کے متعلق حدیث  
کیا گیا تو فرمایا۔

حدیث کے ظاہری الفاظ سے تو یہی معلوم ہوتا ہے، کہ سوال عربی میں ہوگا، پھر فرمایا۔ کہ اس کے باوجود اس  
بات کا احتمال ہے، کہ شخص سے اس کی زبان میں خطاب کیا جائے،  
جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ مرنے کے بعد روح بدن میں لڑائی جاتی ہے، تو اس میں ان لوگوں کے واقعات بیان  
کئے جائیں جنہوں نے مرنے کے بعد کہا کہ مزید واضح ہو جائے کہ بدن کے ساتھ روح کا تعلق قائم رہتا ہے اور بدن کے  
ساتھ کبھی اس کا اتصال بھی ہوتا ہے۔

حضرت زید بن حارثہ کا حافظ ابو بکر بن حبیب سے بیان

مرنے کے بعد کلام کرنا اور اس معاملہ میں ابی طاهر العنسی، انساجدی، یحییٰ بن منصور القاضی  
قدا، ابو علی بن محمد بن عمرو بن کثیر، داؤد القعنی، انس سلیمان بن بلال عن یحییٰ بن

بن سعید عن سعید بن المسیب

کہ نبی الی رث بن خزیع کے زید بن حارثہ انصاری کی وفات حضرت عثمان کے عہد خلافت میں ہوئی، اور انہیں کپڑے سے  
ٹوٹا ہوا دیا گیا، اس کے بعد ان کے سینے سے گھنٹی کی آواز سنائی دی، اور انہوں نے بولنا شروع کر دیا، پھر کہا،  
الحمد، الحمد کا ذکر کئی بار کیا، اور کہا، اب بیکر صدیقی نے بیچ کر دیا، وہ اپنی ذات میں کمزور و اندک کے لئے قوی تھے، ان  
کا ذکر بھی گذشتہ کتاب میں ہے، صبح تک ابن الخطاب نے فرمایا، وہ قوی اور اچھے تھے، ان کا ذکر بھی گذشتہ کتاب میں  
ہے، صبح تک عثمان بن عفان نے فرمایا، یہ انہی کے طریقہ پر تھے، چار سال گزر گئے، اور وہ باقی رہ گئے، نئے آگئے، وہ قوی کمزور کو  
کھانگے، قیامت پہ ہوئی، انہیں عسقریب اپنی قوت کے متعلق اطلاع آجاتی تھی،

ابو ہریرہ بن اسد سے بیان

یہ بھی کہتے ہیں، کہ اس بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک آدمی ملا، اسے کپڑے سے ٹوٹا ہوا دیا گیا، اس کے بعد اس کے سینے سے  
گھنٹی کی آواز سنائی دی، اور پھر اس نے بولنا شروع کر دیا اور کہا۔

یہی حادثہ ابن خزیع کے آدمی نے بیان کیا ہے،

اس کے بعد یہ بھی نے بھی روایت کیا اور سند سے

عن ابی اکرم عن ابی بکر بن اسحق عن موی بن الحسن عن القعنی

لہ الموضع للاختلاف: ۴: ۳۷۰، ابی الدین ابی رافع، ۶: ۱۵۶ - ۱۵۷، ابن کثیر کہتے ہیں، کہ مرنے کے بعد زید بن حارثہ کے  
کلام کرنے کا وقت مشہور ہے، اور بہت سے صحیح طریقوں سے مروی ہے، نیز ابن کثیر کہتے ہیں، کہ زید بن حارثہ وہی شخص ہیں،  
جنہوں نے موت کے بعد کہا، اللہ، اللہ، واللہ، ۶: ۲۶۲، عہد مروان زید بن حارثہ سے ہے، عہد مروان خلیفہ انصاری اور حجازی نہیں تھے  
جنگ بدر میں شرکت کی، ابن عبد البر کہتے ہیں، کہ انہوں نے مرنے کے بعد کلام کیا، ۲: ۲۸۱، ابن کثیر کہتے ہیں، ۳: ۴۰۹، (بقیہ جلد ششم ص ۳۳۳)  
لہ الموضع للاختلاف میں یحییٰ بن کثیر نے سعید بن المسیب سے بیان کیا





یہ سب سے پہلے میں، جو کہانی ادھر لکھی ہے، جو شیخ نے دیکر چلے جائیں، اور اس جمع کر کے حضرت کو  
بعد اللہ کی راہ میں خرچ نہ کریں) یہ انہی کو بیکار رہی ہے،

اسکے بعد اس کی آواز خاموش ہو گئی،

میں نے پوچھا میرے آتے سے پہلے زید نے کیا کہا تھا،  
انہوں نے بتایا کہ ہم نے اسے یوں کہتے سنا۔

چپ ہو جاؤ، چپ ہو جاؤ،

ہم ایک دوسرے کو دیکھنے لگ گئے، دیکھا کہ ان کو کپڑوں کے نیچے سے آرہی ہے، اس کا چہرہ کھولا اور اس نے کہا،  
یہ رسول اللہ احمدی ہیں، یا رسول اللہ سلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اس کے کہنا کا یوکر صدیقی اور امین ہیں،  
رسول اللہ کے غلیف میں، جسمانی طور پر تو کمزور تھے مگر اللہ کے لئے قوی تھے، خرچ، خرچ پہلی کتابوں میں یہی تھا،

اس کے بعد حافظ یحییٰ نے ابولحسن قتادہ بن ابی عمر بن ابی شجر عن علی بن الحسین عن المغانی بن سلیمان عن زید بن حذافہ  
عن اسماعیل بن ابی خالد سے یہی قصہ بیان کیا ہے، اور کہا ہے، کہ یہ اسناد صحیح ہے،

مشتمل ہے کتاب البعث میں عن ابو لید بن مسلمہ عن عبد الرحمن بن یزید بن جابر قال  
حدثنی عمیر بن ہاشم حدثنی النعمان بن بشیر کہ۔

ہم میں سے ایک شخص جسے زید بن خاریجہ کہا جاتا تھا، مر گیا، ہم نے اسے کپڑے ڈھانپ دیا، اس کے بعد وہی مذکورہ  
قصہ بیان کیا،

یہ بھی کہتے ہیں، کہ بنو اریس جس کا ذکر زید بن خاریجہ نے کیا، اس کی وجہ یہ ہے، کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک  
انگوٹھی بنوائی تھی، جسے آپ پہنا کرتے تھے، آپ کے بعد پوکر اسے پہنا کرتے، پھر عمر بن خطاب پہنتے رہے، تا آنکہ ان کی  
خواتین کے چار سال گذر گئے، تو یہ انگوٹھی بنو اریس میں گر گئی، اس کے بعد عثمان کے گورنر بن گئے، اور قتلوں کے سبب  
ظاہر ہو گئے، جیسا کہ زید بن ابی کبار کیا،

یہ بھی کہتے ہیں، کہ دو سال گذر گئے بعد چار سال باقی رہ گئے، یا چار سال گذر گئے اور دو سال باقی رہ گئے،  
یہی مراد ہے،

انہی باری نے اپنی تاریخ میں کہا ہے، کہ زید بنہ خارجی انصاری جنہوں نے جنگ بدیہ شرکت کی حضرت عثمان کے  
عہد میں فوت ہوئے، اور یہی وہ شخص ہے جس نے خات کے بعد کلام کیا،

بیعت کا مرنے کے بعد ابن کثیر کہتے ہیں

کلام کرتا | حدثنا الحکم بن ہشام حدثنا عبد الحکم بن عیاد عن ربیع بن حراش

عن ابیہ وادنیہ ۷۰: ۱۵۸ مکن جلیع کرکات لا ولیا: ۲۰۱ اور الرضی ۱۱: ۲۰۱ ۳۲۰: ۵۵۵۔ انہوں نے جابر بن حسن بن علی بن حذافہ  
من عہد بن عبد العزیز بن مسلمہ میں فوت ہونے، انہی میں ابن الدہلی کہتے ہیں کہ یہ یحییٰ تھے، ربیع، ربیع اور حمود بن حمود کے متعلق  
موت ہی مذکور ہے، کہ انہوں نے مرنے کے بعد کلام کیا، درج ذیل انتہائی ۱۲۳۶-۱۲۳۷

الجبسی کہ میرا بھائی بیع بن کر اس پر ہوا۔ میں نے اس کی تیار داری کی اور وہ مر گیا، ہم اس کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہو گئے جب ہم آئے تو اس نے اپنے چہرے سے کپڑا اٹھایا اور کہا:-

اَللّٰهُمَّ عَلَیْکُمْ بِہِم لَے وَعَلَیْکُمْ اَللّٰہمَّ کہا اور کہا کہ تو فرم دیا ہے، اس نے جواب دیا، عیشک میں فر چکا ہوں، لیکن تمہارے پاس سے چلے جانے کے بعد میں اپنے رب سے ملا اور وہ مجھ سے بہت مہربانی سے پیش آیا، اور اس نے مجھے سبز محل کے کپڑے پہنائے، میں نے اللہ سے درخواست کی کہ مجھے اجازت دے کہ اپنے گھر والوں کو خوشخبری سن آؤں، چنانچہ مجھے اجازت مل گئی، اور تم مجھے دیکھ ہی رہے ہو، اگر کیوں کہ ہدایت کیا کرو، سچ کہا کرو، خوش کن بات کہا کرو، اور نفرت انگیز بات مت کہو، اور وہ پھر مر گیا،

سید علی کہتے ہیں، کہ ابو نعیم نے ربیعہ سے روایت کی ہے، کہ ہم چار بھائی تھے، ربیعہ ہم سب سے زیادہ نمازیں پڑھتا اور روزے رکھتا کرتا تھا، اور وہ مر گیا، ہم اس کے گرد کھڑے تھے، اس نے پہرے سے کپڑا اٹھوایا اور کہا:- اَللّٰهُمَّ عَلَیْکُمْ بِہِم لَے وَعَلَیْکُمْ اَللّٰہمَّ کہا اور کہا کیا مرنے کے بعد تم کلام کر رہے ہو، اس نے جواب دیا ہاں، تمہارے پاس سے چلے جانے کے بعد میں اپنے رب سے ملا، وہ مجھ سے ناخوش نہ تھا، اس نے میری آؤ بھگت کی، پھر کہا:-

ویر مت کرو، مجھے جلدی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤ، وہ میری نماز جنازہ پڑھانے کے منتظر ہی، اور وہ پھر خاموش ہو گیا، (حلیۃ الاولیاء: ۴۱، ۳۹۷-۳۹۸)

اس واقعہ کی خبر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہوئی، تو انہوں نے فرمایا:-

کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا، کہ میری امت میں سے ایک شخص مرے کے بعد کلام کرے گا، ابو نعیم کہتے ہیں کہ میرے یہ حدیث ہے، اور جو صحابی نے اس کی روایت ادا کرنا چاہی، اس نے کہا ہے، اور کہا ہے، کہ اس کی صحت میں کوئی شک نہیں،

ایک اور واقعہ ابن ابی الدنیاء نے اپنی کتاب اَمَّنْ عَائِشَہُ بَعْدَ مَلَوْتُ میں مؤلف بخلی سے روایت کی ہے، کہ ایک شخص کی عیادت کے لئے گئے، اس وقت اس شخص کی حالت طاری تھی، اس وقت اس کے سر سے نور نکلا اور چھت کر کر نکلی، پھر اسی طرح ناف میں سے نور نکلا، پھر دونوں پاؤں سے نور نکلا، اس کے بعد اسے ہوش آیا، ہم نے دیکھا کہ اس نے کچھ معلوم ہے، کہ تجھ سے کیا واقعات پیش آیا ہے، کتنے نگاہاں، میرے سر سے جو نور نکلا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی پہلی چوہ آیتوں کا نور ہے، ناف والا نور چوہ دومہ والی آیت کا نور تھا، اور جو لپٹاؤں سے نکلا ہے، وہ سورہ سجده کی آخری آیات کا نور تھا، یہ نیت میری شفاعت کے لئے لگئی تھی، اور سورہ قیامت میرے پاس میری پاسبانی کے لئے لگئی تھی، میں ان سورتوں کو ہر سات پڑھا کرتا تھا؟

رو بہر بہر بیت، میان کا واقعہ مسان ابی الدنیاء نے صفی بن خلوف سے روایت کی ہے، کہ رو بہر بہر بیت، میان کی روایت ہوئی

لے شرح الصدوق: ۳۶ - لے اربعہ مرقی بن عقیل کی روایت شدہ ہیں، عرق بن جیسو کی گورزی کے زمانہ میں تھی

لے شرح الصدوق: ۳۷، لے شرح الصدوق: ۳۷،

اسلے غسل دیکر کفادیا گیا، اس کے بعد اس نے حرکت کی اور لوگوں کی طرف دیکھا اور کہا،  
 تمہیں خوشخبری ہو، ہر قدر تمہیں ڈر تھا، دیکھا مجھ سے نہیں پیش آیا، بلکہ بہت آسانی ہوئی، میں نے دیکھا کہ تین  
 قسم کے لوگ جنت میں نہیں جاتے، مطلق رحم، شرابی اور مشرک،  
 ابن ابی الدنیا نے خلف بن حوشب سے روایت کی ہے، کہ مالک میں ایک آدمی مر گیا، اس پر کپڑا ڈالا گیا، اس کے  
 بعد اس نے کپڑے کو حرکت دی، اور اسے کھول دیا اور کہا،

اس مسجد میں کچھ لوگ ہیں جن کی دائرہ رباں رنگی ہوئی ہیں، وہ ابو بکر اور عمر پر لعنت کرتے ایمان سے بیزاری کا اظہار  
 کرتے ہیں، جو فرشتے میری روح قبض کرنے کو آئے تھے، وہ ان لوگوں پر لعنت بھیجتے ہیں ایمان سے بیزار ہیں،  
 یہ کس کچھ لکھ گیا۔

سیروطی نے شرح الصدور میں ان واقعات کے علاوہ اور واقعات بھی دئے ہیں، ان واقعات کے پیش کرنے سے  
 میرا مقصد یہ بیان کرنا ہے، کہ موت عدم محض نہیں ہے، اور جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا، روح اور بدن کا تعلق قائم رہتا ہے  
 اور فانی طور پر جسم کے ساتھ اس کا اتصال بھی جاسکتا ہے، یہ عوام کا حال ہے، خواص کا ذکر آگے چل کر ہو گا،



# سَمَاعِ مَوْتِی

سَمَاعِ مَوْتِی کے بارے میں سلف صالحین میں کبھی بھی اختلاف نہیں ہوا، مردوں کا سنا اعاذیت مجسمہ سے ثابت ہے اس سماع کی کیفیت اور زندگیوں کے سماع کی کیفیت میں فرق ہے، ورنہ کونسا کونسا اس دنیا کے حوالے ساتھ نہیں ہو سکتا، پھر یہ کونسا طرح دنیا میں سماع میں بلحاظ وقت و صفت تفاوت پایا جاتا ہے، اسی طرح برزخ میں علی قدر مراتب اس میں تفاوت ہوتا ہے؛

سَمَاعِ مَوْتِی سے انکار کرنے والوں کا تمام تر مدارِ قرآن مجید کی ان دو آیاتوں پر ہے،

(۱) اِنَّكَ لَا تَسْمَعُ لَمْوَتٍ وَلَا تَسْمَعُ الضُّعْمَ الدُّعَاءَ اِذَا قُضِيَ مِنْكَ حَیٰتُہٗ

(سورہ دُور ایت ۱۵۲ اور سورہ قمل ایت ۸۰)

(۲) وَمَا یَسْتَوِی الْاَحْیَیۃُ وَلَا الْاَمْوَاتُ اِنَّ اللہَ یَسْمَعُ مَنۡ یَّشَآءُ وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنۡ فِی الْقُبُورِ

(سورہ فاطرہ ۲۲)

- (۱) تفسیر: آپ ان مردوں کو نہیں سنا سکتے، اللہ ہی بہرہ کو اپنی رحمت سنا سکتے ہیں، جب بڑھ چکے ہوں۔  
(۲) تفسیر: زندہ اور مردہ ایک جیسے نہیں ہیں، اللہ جسے چاہے آپ کی بات سناوے، آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے  
ابن کثیر کی تفسیر: حافظ ابو الفداء نے ابن کثیر مرقی کا نسخہ فرمایا ہے:-

اِنَّكَ لَا تَسْمَعُ الْمَوْتِی، اِنِّی لَا تَسْمَعُھُمْ شَیْئًا یَنْفَعُھُمْ نَكْذَلِکَ هُوَ لَا عَلٰی قَلْبِہُمْ  
عَشَا وَاَوْفٰی اَذٰیہُمْ دَعٰی الْکُفْرِ وَلِیْھِذَا قُلُّ قَلْبِی وَلَا تَسْمَعُ الضُّعْمَ الدُّعَاءَ اِذَا وُكِّلَ  
مُدَبِّرِیْنِ وَمَا اَنْتَ بِمَسْمِعٍ اِلَّا عَنِی عَنْ صَلَاحِہُمْ اِنْ تَسْمَعُ اِلَّا مَنۡ یَّوْکِلُ مِنۡ بَآئِلِنَا فَعَمَّ  
مُسْلِمُوْنِ

آپ ان مردوں کو دینی کا ذوق مردوں کی طرح ہیں، نہیں سنا سکتے، جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ آپ کے کلام سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے، جس طرح مرد سے سنتے ہیں، مردہ اس کلام سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے، وہی حال ان کفار کا ہے کیونکہ ان کے دلوں پر کفر کے پردے، اور کانوں پر کفر کا پھوپھ ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا، و جب بہرے پیچھے پھیر کر چلے جائیں، تو آپ انہیں سنا نہیں سکتے، آپ انہیں کو گمراہی سے ہٹا کر راہِ راست پر نہیں لاسکتے آپ صرف ان لوگوں کو سنا سکتے ہیں جو جاری آیات پر ایمان لاتے ہیں، اس ہی وجہ سے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ سنتے ہیں کافر اور کفر میں گمراہی گمراہی کا فرق نہ ہو، انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودے سے فائدہ نہیں اٹھا



قَسَمٌ لِّكَ عَلَيْهِمُ إِلَّا سَكَدَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ رُوحًا فَخَرْنَا بِهِ عَنَّا عَلَيْهِمُ السَّلَامُ

جب کوئی بھی اپنے اس مسلم بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے، جسے وہ دنیا میں جانتا تھا، اور اسے سلام کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس مرد کو اس کی روح فرما دیتے ہیں، تاکہ وہ سلام کا جواب دے۔  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی ثابت ہے، کہ آپ نے اپنی امت کو حکم دیا، کہ جب تم اہل قبور کو سلام کرتے تو بعد میں اسی طرح سلام کرو جس طرح زندوں کو کرتے ہو، اور سلام کرنے والا یہ الفاظ کہے۔  
اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى كُلِّ مَيِّتٍ وَأَرْخُصْ لَهُ مِنْ عَذَابِ نَارٍ

یہ وہ الفاظ ہیں جن سے ان کو خطاب کیا جاتا ہے، جوتے ہوئے اور جیفے ہوئی، اگر انہیں اس طرہت سے طلب نہ کیا جاتا تو ایسا ہوتا جیسے کسی معدوم اور بیجان کو خطاب کیا جاتا ہے، اس پر تمام سلف صالحین کا جملہ ہے، چنانچہ اس سلسلے میں ان کی رعایا خدا تو تار کو پہنچ سکتی ہیں، کہ۔

جب کوئی زندہ شخص مرد کے زیارت کیلئے جاتا ہے تو یہ اسے پہچانتا بھی ہے،

اور اس کے آنے سے خوش بھی ہوتا ہے،

چنانچہ ابن ابی الدنیل نے کتاب القیومین حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جب کوئی شخص اپنے بھائی کی زیارت کے لئے آتا ہے، اور اس کے پاس بیٹھتا ہے، تو بہت اس سے الٹی محسوس.....

کرتی ہے، اور جواب دیتی ہے، یہاں تک کہ وہ بول سے اٹھ جاتا ہے،

ابوہریرہؓ سے روایت ہے، کہ

جب کوئی شخص کسی ایسے شخص کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جس سے اس کی جان پہچان تھی، اور اسے سلام کرتا ہے

تو میت اس کے سلام کا جواب دیتی ہے،

ابن کثیر کہتے ہیں، کہ اس سے بڑا حکریات ہے، کہ میت کو اپنے زندہ رشتہ داروں اور بھائی بندوں کے اعمال کا بھی علم ہوتا

ہے، چنانچہ عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں، مجھ سے قدیم ترین بیان کیا، ان سے ابوہریرہؓ نے، ان سے اللہ رب العالمین،

الجب کہتے ہیں۔

زندوں کے اعمال مردوں پر پیش کئے جاتے ہیں، اگر ارات کے اعمال نیک ہوں تو وہ خوش ہو لے ہیں، اور اگر برے ہوں تو

کہتے ہیں، خدا یا اسے واپس لے جاؤ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے استدلال سے یہ غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے، کہ یہ آیات مقتولین بدر کے بارے میں ازل پر ہیں، حالانکہ یہ درست نہیں، اس لئے کہ یہ آیات کئی ہیں، اور مقتولین بدر کا واقعہ کافی عرصہ بعد مدینہ میں پیش آیا، بعد از مقتولین بدر کے ہدم سار پر ان آیات سے استدلال کرنا درست نہیں، مزید بول ان آیات میں کفار کو زندہ نہیں مردوں کے شبہ میں دیکھا، اور جو شبہ دم اتقاق ہے، اور میں، لے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں، اس طرح مسلم نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت میں تشریف لے گئے تو فرمایا۔  
اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمَوْتِينَ

ابن ابی الدنیا نے حدیث ابنی النخاری سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے، کہ میرے بھائی محمد نے مجھ سے بیان کیا کہ جس زمانہ میں ابراہیم بن صالح فلسطین کا حاکم تھا، تو چاروں عباد مملکت اس کے پاس آیا، ابراہیم نے کہا: مجھے کوئی شخصیت کرو، اس نے جواب میں کہا: خدا تمہارا بھلا کرے، میں کی نصیحت کروں، مجھے تو یہ روایت پہنچی ہے، کہ زید بن علی کے مخالفین کے رشتہ داروں کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں، اب تم خود کو کھڑے کہتا ہے، کس قسم کے مخالف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہو گئے ہیں، یہ سن کر ابراہیم اس قدر رویا کس کی واسطی تر ہو گئی،  
آخر میں ابن کثیر کہتے ہیں، کہ اس باب سے میں محض اس سے بہت سی روایات پائی جاتی ہیں، چنانچہ عبداللہ شہید ہو گئے تو ان کے رشتہ داروں میں سے ایک انصاری یوں کہا کرتا تھا۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَخُوذُ بِكَ مِنْ عَقْلِ أَخِي زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَوَاحِشَةَ،  
حتایا مجھے ایسے اہل سے بچنا، دنیا کہ میں کی وجہ سے مجھے عبداللہ بن سواحہ کے پاس شرمندہ ہونا پڑے،  
مزید بڑا شریعت کے مدول کو سلام کہنے کا حکم دیا ہے، اور یہ بات محل معلوم ہوتی ہے، کہ ایسے شخص کو سلام کہا جائے جو نہ خوف محسوس کرتا ہو، بلکہ نہ سلام کرنے والے کو جانتا ہو، حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو تعلیم دیا ہے، کہ جب قبول کو پہنچو تو بول کہتے۔

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ نِيَكُمُ لِحَقُّوْنَ  
اللَّهُ الْمُسْتَقْدِمِينَ وَمَا دُمْكُمْ وَالْمُسْتَأْخِرِينَ، فَسَلِّمُوا لَنَا وَلِكُلِّ الْعَرَبِيَّةِ  
نے ان گروہ میں رہنے والے مومنوں کو سلام کیا، ہم انشاء اللہ تمہارے پاس پہنچ جائیں گے، ہم میں سے اللہ تمہیں سے جو لوگ پہلے ہو چکے ہیں، خدا ان پر ترجیح کرے، اور جو پیچھے رہ گئے ہیں ان پر بھی، ہم اپنے لئے بھی اور تمہارے لئے بھی ثابت ہے۔  
صحیح تفسیر ابن کثیر: ۳: ۲۴۲ جلد اول کتاب الفروع: ۷

لے دعائی کہتے ہیں۔ اس حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے، کہ مردوں اور زیدوں کیلئے ایک جیسا سلام ہے، بغلاف زمانہ جاہلیت کے کہ مردوں کو سلام کیا کرتے تھے علیہ السلام اللہ تبارک و تعالیٰ عاصما،  
ابن جریر فرماتے ہیں کہ یہ شرف ازنا جاہلیت کا آخر نہیں، اس لئے کہ قیس بن عاصم جن کے متعلق یہ شعر ہے شہر محمد بنی کانام ہے، انہیں مشورہ کیا یہ شعر ہے، وہ بھی مسلمان کا تھا، اس لئے قیس بن عاصم کی وفات پر یہ شعر کہا تھا، اسی قسم کی اس حدیث کا روایت ہے، کہ جن نے عمر بن الخطاب کا مشیہ کہا، جس میں سے ایک شعر ہے،

عَلَيْكَ السَّلَامُ مِنْ أُمَيَّةٍ وَبِالْكَتِ  
يَا اللَّهُ فِي ذَاكَ لَادِيمُ الْمُنْزَقِ (فتح الباری: ۳۱۱)  
ترجمہ اللہ کے نام سے ہے، کہ حافظ نے دونوں شعر میں کو نقل کرنے میں غلطی کرائی ہے، پہلا شعر یوں ہے۔  
عَلَيْكَ السَّلَامُ اللَّهُ تبارک و تعالیٰ عاصم

اور دوسرے شعر میں کہنے علیہ السلام کے علیہ السلام ہے، حالانکہ یہ کنا کہ عبداللہ بن سلامی کے ہیں، دوست ہے، مگر غلطی کا مقصد یہ ہے کہ ان دونوں شعر میں نے جاہلیت کے زمانہ کے طریق علیہ السلام کہا ہے، مگر سنت طریق اللہ علیہ السلام کہتا ہے، جیسے ہم کہتے ہیں کہ







بعضہ الاشیاء علی رد روايت من روی من الصحابة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یلقا  
قربل لک انک تنادی بجساداً بالیتة

وفی مسلم من حدیث ابن عمر بن الخطاب لما سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
ینادیہم فقال - یا رسول اللہ تنادیہم بعد ثلاث وهل یسمعون یقول اللہ - انک فلا تسم  
الموتی فقال - والذی انفی بیدک ما انتم بأسمع منہم ولكنکم لا یطیعون ان یحییوا  
ان جاس سے مروی ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب آپ نے اہل مکہ کو پکارا

مگر اسکی اسناد ضعیف ہے، محسن اور دیگر کتب احادیث میں مشہور ہیں ہے، کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ  
عہا نے اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے ان محسن پر کار کیا جنہوں نے یہ روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتولین  
پر کار کیا، یہاں پر خاص کار کو کہنے کے لئے عام سے استدلال کیا گیا ہے، حالانکہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض  
کیا گیا کہ آپ تو بوسیدہ سجدوں کو پکار رہے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا - جو میں کھڑا ہوں تم اسے ان سے بہتر نہیں سن رہے  
صحیح مسلم میں حضرت انس کی حدیث ہے، کہ جب حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مقتولین پر کار کیا تو فرماتے  
منا تو عرض کیا - یا رسول اللہ آپ انہیں تین دن کے بعد پکار رہے ہیں، اور کیا یہ سن رہے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے  
ہیں، انک لا تسمع الموتی، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا - قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان  
ہے، تم ان سے بہتر نہیں سن رہے مگر یہ جواب نہیں دے سکتے۔

اس بیان میں قاضی شوکانی نے اسامع موتی کی نفی کی ہے، مگر اس میں بعض مراح کو سنیے، قرآن مجید سورہ حوٰی کو ملاحظہ  
ہے، اس عام نفی اور پھر مقامات کو مستثنیٰ قرار دینے کے متعلق ہم سید انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان لے لیں کہ پیش  
کرینگے۔

مقتولین پر کار کا واقعہ مختصر اویں ہے، سید میں بدتر کے مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کفار مکہ سے جنگ  
ہوئی، کفار کو شکست ہوئی اور ان کے شر آدمی مارے گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نعشوں کو گمبوں میں پھینک دیا  
کا حکم دیا، تین دن کے بعد آپ کنوڑی پر تشریف لائے، اور مقتولین پر بدتر کا نام لے کر مخاطب کیا، اور کہا - جو وعدہ اللہ نے  
ہم سے کیا تھا، ہم نے تو اسے تمنا پایا، اس پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کہیں پکار رہے ہیں، یہ تو مرہ ہیں، تو  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - یہ تم سے بہتر سنتے ہیں، مگر تمہیں جواب نہیں دے سکتے، اس حدیث میں جس سے  
واضح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے، کہ مرہ سنتے ہیں، خواہ میت مومن ہو خواہ کافر، یہاں پر آنحضرت نے کفار کو مخاطب  
کیا تھا، ہم آگے چل کر اس حدیث پر پھر بحث کریں گے۔

ابن تیم کا بیان | ابن تیم فسر کرتے ہیں۔





یہ ایک عجیب مسئلہ ہے، جسے ہم نے کتاب الشکلیں میں وضاحت سے بیان کر دیا ہے، اور وہاں ہم نجات کر دیا ہے مگر موت کے..... یعنی عدم محض اور فنا نہیں، موت تو صرف ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہونے اور ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہونے کا نام ہے، مگر ہم روح کو جسم میں تو یہ بذات خود جسم سے الگ ہو جاتی ہے، ..... اور اگر عرض ہو تو یہ روح کیلئے جسم کا کوئی نہ کوئی ایسا حصہ ہونا ضروری ہے، جو روح کو اٹھائے رہے، اور وہ دم کی جڑ ہے جس کے تعلق حدیث میں کہا ہے کہ تین دم کی جڑ کے سوا انسان کے تمام اعضاء کو رکھا جاتی ہے، اسی سے اسے پیدا کیا گیا، اور اسی سے اسے پھر جوڑا جائے گا اور تعلق ہی توبہ، بوسنتی، یا رکعتی، یا ناسی اور قبل کرتی ہے، مگر اللہ تعالیٰ جیسا چاہیں اور کائنات کو پیدا کر دیتے ہیں بلکہ اہل دنیا کے لئے اللہ تعالیٰ نے آخرت کا اور ملک پیدا نہیں کیا، اور نہ ہی اہل آخرت کے لئے دنیا کا اور ملک پیدا کیا ہے، مگر جب اللہ تعالیٰ چاہیں۔ اہل آخرت کو دنیا کا حال ملنا دیتے ہیں، چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ جب میت کے گھر والے واپس جاتے ہیں، تو وہ ان کے جوتوں کی کی افادہ ملتی ہے، اور پھر اس کے پاس فرشتے آتے ہیں، الحدیث،

یہ بھی ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اہل بدر کے تعلق کہا گیا کہ آپ ان لوگوں سے کلام کرتے ہیں جو مرنا چاہتے ہیں، تو فرمایا: سوچو میں کب مرنا ہوں تم اس سے بہتر نہیں سو رہے، مگر انہیں جواب دینے کی اجازت نہیں، اس واقعہ کے متعلق حضرت حسان فرماتے ہیں:

فَقَادَ مَنْ أَمَّا جَهْلٌ صَرِيحًا	وَعَلَيْهِ قَدْ كُنَّا يَا جُبَّارَ
وَشَيْبَةٌ قَدْ تَرَكْنَا فِي رِجَالِ	ذُرِّي حَسَبٍ إِذَا انْشَبَا حَسِيْبُ
يَتَادِرُ عَصْرَ رَسُولِ اللَّهِ نَهْجًا	قَدْ فَتَنَاهُمْ كَيْفَ كَيْفَ فِي الْفَلَكِ
أَلَمْ تَجِدْ وَأَكْلًا كَانَتْ قَدَا	وَأَمَّا اللَّهُ يَا خَدَّيَا الْقَلْبُ
وَمَا تَطْفُرُ أَوْ لَوْ تَطْفُرُ الْغَالُ	صَدَقَتْ وَكُنْتَ ذَا سَأَلِي مُصِيبُ

ہم نے ابوجہل کو کچھ اُڑا، عقیدہ کو زمین پر پڑا ہوا جھوٹا، شیعہ کو حسب و نسب والے لوگوں میں چھوڑا جب ہم نے انہیں اکٹھا کر کے کٹوں میں پھینک دیا۔ تو رسول اللہ نے انہیں پکار کر کہا: کیا تم نے میری بالوں کو سچ نہیں پایا۔ اور اللہ کا حکم دلوں کو پکڑتا ہے، مگر انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا، اور اگر بولتے تو ضرور کہتے کہ آپ نے سچ کہا تھا، اور آپ صحیح فرماتے تھے،

قاضی شمس الدین کا بیان: اس وقت قاضی شمس الدین ابوبکر بنی قریح رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۲۵۵ھ فرماتے ہیں،  
 "إِنَّكَ لَا تَشْبَعُ الْكُفْرَى" انصاری سے مراد کفار ہیں، انہیں مردوں سے اس لئے تشبیہ دی گئی ہے کہ جو کلام انہیں پکڑ کر سنا جاتا ہے، یہ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے، قاضی صاحب اس کے بعد آیت:-

لَهُ احْكَامُ الْعَرْشِ اَنْ: ۱: ۳۳۶: المداہم والنهاية ۳: ۲۵۴: تفسير عظيمي سورة مثل ص ۱۱ آیت  
 إِنَّكَ لَا تَشْبَعُ الْكُفْرَى

وَأَسْمِعْ يَوْمَ يُنَادَى الْمُنَادُ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ يَوْمَ يَكْفُلُ كُلُّ الْمُنَافِقِ يَوْمَ يَكْفُلُ الْمُنَافِقُ بِأَلْحَقَ بِهِ أَجْرُهُ

پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مروجہ اللہ کے حکم سے انہیں گئے، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ چاہے تو مردے اور  
جادات سنی میں زندوں کی طرح ہیں، اس لئے کہ تمام موجودات میں کسی کی طرح کی زندگی ضرور پائی جاتی ہے جیسا  
کہ ہم نے سورۃ صافات کی تفسیر میں بیان کر دیا ہے، اور اس بات پر اجماع ہے کہ عذاب قبر روح اور جسم دونوں پر  
اس کے بعد ماضی ماضی ماضی نے شیعیان کی ذہنی حدیث دی ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتولین بدلتا  
پر پھرے ہوئے ایک ایک کا نام لیکر پکارا اور کہا، کیا اللہ کے وعدے کو تم نے سچا پایا کیوں کہ جو وعدہ مجھ سے کیا گیا تھا میں  
نے تو اسے حق پایا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے روح جسموں سے کیسے کلام فرما رہے ہیں۔ تو  
آپ نے جواب دیا ج میں کہہ رہا ہوں اسے کہ ان سے بہتر نہیں سن رہے، مگر مجھے جواب نہیں دے سکتے،  
عالم علی کا بیان [عامہ علی مینہ افسان القیون میں فرماتے ہیں

السمع المنفی فی البلیۃ یعنی السماع النافع وقد اشار الی ذلك الحافظ الحلی فی البلیۃ  
سماع مونی کلام الخلق حق وقد جادت بہا شذنا کمالا خاں بالکتب  
وایت اللہی محت اھلاً سماع ہدی لا یقبلون ولا یصغون للادب  
جس سماع کی آبیٹھی فنی کی گئی ہے، اس سے ایسا سماع ملے جس سے نفع مترتب ہو سکے، حافظ سیوطی نے  
اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے۔

تمام ملحق کے کلام کو مردوں کے سنتے کے متعلق کہیں کہیں میں حشیہ موجود ہیں، اب رہی آپ اس میں جس سماع کی فنی  
کی گئی ہے، ایسا سماع ہے جس سے وہ ہدایت پاسکیں، اس لئے کہ وہ نہ تو کوئی بات قبول کرتے ہیں، اور نہ صلاح  
کی طرف کان لگاتے ہیں۔

نفسی کا بیان [ابن البرکات نے تفسیر دارک میں یہ آیت سورہ فاطر فرماتے ہیں:-

نَفْسٌ أَلْمَازِیَّةٌ أَلْمَازِیَّةٌ حَیْثُ لَا یَنْتَفِعُونَ بِسَمْعِ عَمِیْہِ

گدگدہ مردوں سے اس نے تشبیہ دی گئی ہے، کہ جس طرح مروجے سنتے ہیں مگر فائدہ نہیں، اسی

طرح یہ کلام مستعمل میں۔ گمراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کلام سے فائدہ نہیں اٹھاتے،

شاہ عبد اللہ القادر قادری شاہ العزیز مؤخر القرآن میں یہ آیت کریمہ

وَمَا أَلْمَمْتُ بِشَيْءٍ مِّنْ فِی الْقُبُورِ

میں نے قبروں میں سے کوئی چیز نہ ملنے کی، سورہ قیامت ۴۱-۴۲۔ جس کے تفسیر میں علامہ ابن کثیر نے جو کلام سے ساری کتب

اس دن یہ باتیں آئیں گے، ان قبروں سے ملنے کا دن ہونا، مکہ حیات الخوات ۲۱۱-۱۱۲۔ یہ شہوات الخوات میں اس طرح دیکھ

گرمی میں مذکور ہے، [سماع مونی کلام الخلق فی حقیقتہ] و قد فرغ من الخصال بالکتب، مکہ حیات الخوات ۲۱۰،  
نہ ہست شعر میں ہے،

فرماتے ہیں :- حدیث میں آیا ہے ، کہ مردوں سے سلام کرو وہ سنتے ہیں ،  
محققین کے مذکورہ بالا بیان سے واضح ہو گیا ہوگا ، کہ اس آیت میں صحت کی نفی نہیں پائی جاتی اور یہ کچھ کچھ اہل کفر کے ساتھ ہے ، کیونکہ کفر غلط فہمیت ہے ، اور کہ فرعون بھی مرد و انسان کا دل بھی مٹوہ ہے ، مگر مومن زندہ ہے ،  
اور اس کا دل بھی زندہ ہیں ،

اب میں ان احادیث کو پیش کر دیا گا جن میں سننے کا ذکر واضح طور پر آیا ہے ، لہذا میں سب سے پہلے اسی حدیث کو  
لےتا ہوں ، جس کا ذکر کئی بار پہلے آچکا ہے ،

**شیخین کی روایت** شیخین نے حضرت انسؓ اور ابن عمرؓ سے روایت کی ہے ، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مقتولین ہمد پر  
کھڑے ہوئے اور ان میں سے ایک ایک کا نام لیکر پکارتا ، اور کہا کہ جو وہ جہ سے اللہ نے کیا تھا ، اسے میں نے قہقہہ پاتا  
کیا تم نے بھی اس وعدہ کو حرم سے کیا گیا تھا پکایا ۔ اس پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا :-

آپ ان مردہ بدنوں سے جن سے روحیں نکل چکی ہیں ، کیسے بات کر رہے ہیں ؟  
اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا جو کچھ میں کہہ رہا ہوں تم اسے ان سے بہتر نہیں سن رہے ، مگر  
یہ جواب نہیں دے سکتے ،

**حافظ ابن حجر کا بیان** حافظ ابن حجر نے اپنے دستور کے مطابق اس حدیث پر دو جگہ مفصل بحث کی ہے ،  
جس میں تاریخین کے افادہ کے لئے پیش کرنا چاہوں ،

تیسری حدیث حضرت عائشہؓ کی ہے ، جس میں فرمائی ہے ، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا تھا ،  
إِنَّكُمْ تَعْلَمُونَ أَنَّكَ مَا كُنْتَ أَقُولُ لَكَ فَهَذَا حَقٌّ ،

میں اب معلوم ہو گیا ہے ، کہ جو کچھ میں انہیں کہا کرتا تھا سچ تھا ،  
حضرت عائشہؓ نے ابن عمرؓ کی مذکورہ روایت کو رد کرنے کے لئے یہ طرز اختیار کیا تھا چونکہ ابن عمرؓ کی روایت  
دیگر راویوں کی روایت سے موافق ہے ، اس لئے جمہور نے حضرت عائشہؓ کی مخالفت کی ہے ، اور ابن عمرؓ کی روایت کو  
قبول کیا ہے ،

حضرت عائشہؓ نے ”إِنَّا لَا نَكْتُمُكَ الْمَوْتِ“ سے جو استدلال کیا ہے ، اس کے جواب میں علامہ نے یہ کہا ہے  
کہ اس کے معنی یہ ہیں ، کہ آپ انہیں اس طرح نہیں سنا سکتے کہ وہ اس سے فائدہ اٹھا سکیں ، یا اس سے مراد وہ ہے کہ آپ انہیں  
نہیں سنا سکتے ، مگر اگر اللہ چاہے تو سنا سکتے ہیں ،

سہیلی کہتے ہیں کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ فرمائے تھے ، اس وقت حضرت عائشہؓ کو موجود نہ  
تھا ۔ حیات الموات : ۲۱ ، ۲۲ ، ۲۳ ، ۲۴ ، ۲۵ ، ۲۶ ، ۲۷ ، ۲۸ ، ۲۹ ، ۳۰ ، ۳۱ ، ۳۲ ، ۳۳ ، ۳۴ ، ۳۵ ، ۳۶ ، ۳۷ ، ۳۸ ، ۳۹ ، ۴۰ ، ۴۱ ، ۴۲ ، ۴۳ ، ۴۴ ، ۴۵ ، ۴۶ ، ۴۷ ، ۴۸ ، ۴۹ ، ۵۰ ، ۵۱ ، ۵۲ ، ۵۳ ، ۵۴ ، ۵۵ ، ۵۶ ، ۵۷ ، ۵۸ ، ۵۹ ، ۶۰ ، ۶۱ ، ۶۲ ، ۶۳ ، ۶۴ ، ۶۵ ، ۶۶ ، ۶۷ ، ۶۸ ، ۶۹ ، ۷۰ ، ۷۱ ، ۷۲ ، ۷۳ ، ۷۴ ، ۷۵ ، ۷۶ ، ۷۷ ، ۷۸ ، ۷۹ ، ۸۰ ، ۸۱ ، ۸۲ ، ۸۳ ، ۸۴ ، ۸۵ ، ۸۶ ، ۸۷ ، ۸۸ ، ۸۹ ، ۹۰ ، ۹۱ ، ۹۲ ، ۹۳ ، ۹۴ ، ۹۵ ، ۹۶ ، ۹۷ ، ۹۸ ، ۹۹ ، ۱۰۰ ، ۱۰۱ ، ۱۰۲ ، ۱۰۳ ، ۱۰۴ ، ۱۰۵ ، ۱۰۶ ، ۱۰۷ ، ۱۰۸ ، ۱۰۹ ، ۱۱۰ ، ۱۱۱ ، ۱۱۲ ، ۱۱۳ ، ۱۱۴ ، ۱۱۵ ، ۱۱۶ ، ۱۱۷ ، ۱۱۸ ، ۱۱۹ ، ۱۲۰ ، ۱۲۱ ، ۱۲۲ ، ۱۲۳ ، ۱۲۴ ، ۱۲۵ ، ۱۲۶ ، ۱۲۷ ، ۱۲۸ ، ۱۲۹ ، ۱۳۰ ، ۱۳۱ ، ۱۳۲ ، ۱۳۳ ، ۱۳۴ ، ۱۳۵ ، ۱۳۶ ، ۱۳۷ ، ۱۳۸ ، ۱۳۹ ، ۱۴۰ ، ۱۴۱ ، ۱۴۲ ، ۱۴۳ ، ۱۴۴ ، ۱۴۵ ، ۱۴۶ ، ۱۴۷ ، ۱۴۸ ، ۱۴۹ ، ۱۵۰ ، ۱۵۱ ، ۱۵۲ ، ۱۵۳ ، ۱۵۴ ، ۱۵۵ ، ۱۵۶ ، ۱۵۷ ، ۱۵۸ ، ۱۵۹ ، ۱۶۰ ، ۱۶۱ ، ۱۶۲ ، ۱۶۳ ، ۱۶۴ ، ۱۶۵ ، ۱۶۶ ، ۱۶۷ ، ۱۶۸ ، ۱۶۹ ، ۱۷۰ ، ۱۷۱ ، ۱۷۲ ، ۱۷۳ ، ۱۷۴ ، ۱۷۵ ، ۱۷۶ ، ۱۷۷ ، ۱۷۸ ، ۱۷۹ ، ۱۸۰ ، ۱۸۱ ، ۱۸۲ ، ۱۸۳ ، ۱۸۴ ، ۱۸۵ ، ۱۸۶ ، ۱۸۷ ، ۱۸۸ ، ۱۸۹ ، ۱۹۰ ، ۱۹۱ ، ۱۹۲ ، ۱۹۳ ، ۱۹۴ ، ۱۹۵ ، ۱۹۶ ، ۱۹۷ ، ۱۹۸ ، ۱۹۹ ، ۲۰۰ ، ۲۰۱ ، ۲۰۲ ، ۲۰۳ ، ۲۰۴ ، ۲۰۵ ، ۲۰۶ ، ۲۰۷ ، ۲۰۸ ، ۲۰۹ ، ۲۱۰ ، ۲۱۱ ، ۲۱۲ ، ۲۱۳ ، ۲۱۴ ، ۲۱۵ ، ۲۱۶ ، ۲۱۷ ، ۲۱۸ ، ۲۱۹ ، ۲۲۰ ، ۲۲۱ ، ۲۲۲ ، ۲۲۳ ، ۲۲۴ ، ۲۲۵ ، ۲۲۶ ، ۲۲۷ ، ۲۲۸ ، ۲۲۹ ، ۲۳۰ ، ۲۳۱ ، ۲۳۲ ، ۲۳۳ ، ۲۳۴ ، ۲۳۵ ، ۲۳۶ ، ۲۳۷ ، ۲۳۸ ، ۲۳۹ ، ۲۴۰ ، ۲۴۱ ، ۲۴۲ ، ۲۴۳ ، ۲۴۴ ، ۲۴۵ ، ۲۴۶ ، ۲۴۷ ، ۲۴۸ ، ۲۴۹ ، ۲۵۰ ، ۲۵۱ ، ۲۵۲ ، ۲۵۳ ، ۲۵۴ ، ۲۵۵ ، ۲۵۶ ، ۲۵۷ ، ۲۵۸ ، ۲۵۹ ، ۲۶۰ ، ۲۶۱ ، ۲۶۲ ، ۲۶۳ ، ۲۶۴ ، ۲۶۵ ، ۲۶۶ ، ۲۶۷ ، ۲۶۸ ، ۲۶۹ ، ۲۷۰ ، ۲۷۱ ، ۲۷۲ ، ۲۷۳ ، ۲۷۴ ، ۲۷۵ ، ۲۷۶ ، ۲۷۷ ، ۲۷۸ ، ۲۷۹ ، ۲۸۰ ، ۲۸۱ ، ۲۸۲ ، ۲۸۳ ، ۲۸۴ ، ۲۸۵ ، ۲۸۶ ، ۲۸۷ ، ۲۸۸ ، ۲۸۹ ، ۲۹۰ ، ۲۹۱ ، ۲۹۲ ، ۲۹۳ ، ۲۹۴ ، ۲۹۵ ، ۲۹۶ ، ۲۹۷ ، ۲۹۸ ، ۲۹۹ ، ۳۰۰ ، ۳۰۱ ، ۳۰۲ ، ۳۰۳ ، ۳۰۴ ، ۳۰۵ ، ۳۰۶ ، ۳۰۷ ، ۳۰۸ ، ۳۰۹ ، ۳۱۰ ، ۳۱۱ ، ۳۱۲ ، ۳۱۳ ، ۳۱۴ ، ۳۱۵ ، ۳۱۶ ، ۳۱۷ ، ۳۱۸ ، ۳۱۹ ، ۳۲۰ ، ۳۲۱ ، ۳۲۲ ، ۳۲۳ ، ۳۲۴ ، ۳۲۵ ، ۳۲۶ ، ۳۲۷ ، ۳۲۸ ، ۳۲۹ ، ۳۳۰ ، ۳۳۱ ، ۳۳۲ ، ۳۳۳ ، ۳۳۴ ، ۳۳۵ ، ۳۳۶ ، ۳۳۷ ، ۳۳۸ ، ۳۳۹ ، ۳۴۰ ، ۳۴۱ ، ۳۴۲ ، ۳۴۳ ، ۳۴۴ ، ۳۴۵ ، ۳۴۶ ، ۳۴۷ ، ۳۴۸ ، ۳۴۹ ، ۳۵۰ ، ۳۵۱ ، ۳۵۲ ، ۳۵۳ ، ۳۵۴ ، ۳۵۵ ، ۳۵۶ ، ۳۵۷ ، ۳۵۸ ، ۳۵۹ ، ۳۶۰ ، ۳۶۱ ، ۳۶۲ ، ۳۶۳ ، ۳۶۴ ، ۳۶۵ ، ۳۶۶ ، ۳۶۷ ، ۳۶۸ ، ۳۶۹ ، ۳۷۰ ، ۳۷۱ ، ۳۷۲ ، ۳۷۳ ، ۳۷۴ ، ۳۷۵ ، ۳۷۶ ، ۳۷۷ ، ۳۷۸ ، ۳۷۹ ، ۳۸۰ ، ۳۸۱ ، ۳۸۲ ، ۳۸۳ ، ۳۸۴ ، ۳۸۵ ، ۳۸۶ ، ۳۸۷ ، ۳۸۸ ، ۳۸۹ ، ۳۹۰ ، ۳۹۱ ، ۳۹۲ ، ۳۹۳ ، ۳۹۴ ، ۳۹۵ ، ۳۹۶ ، ۳۹۷ ، ۳۹۸ ، ۳۹۹ ، ۴۰۰ ، ۴۰۱ ، ۴۰۲ ، ۴۰۳ ، ۴۰۴ ، ۴۰۵ ، ۴۰۶ ، ۴۰۷ ، ۴۰۸ ، ۴۰۹ ، ۴۱۰ ، ۴۱۱ ، ۴۱۲ ، ۴۱۳ ، ۴۱۴ ، ۴۱۵ ، ۴۱۶ ، ۴۱۷ ، ۴۱۸ ، ۴۱۹ ، ۴۲۰ ، ۴۲۱ ، ۴۲۲ ، ۴۲۳ ، ۴۲۴ ، ۴۲۵ ، ۴۲۶ ، ۴۲۷ ، ۴۲۸ ، ۴۲۹ ، ۴۳۰ ، ۴۳۱ ، ۴۳۲ ، ۴۳۳ ، ۴۳۴ ، ۴۳۵ ، ۴۳۶ ، ۴۳۷ ، ۴۳۸ ، ۴۳۹ ، ۴۴۰ ، ۴۴۱ ، ۴۴۲ ، ۴۴۳ ، ۴۴۴ ، ۴۴۵ ، ۴۴۶ ، ۴۴۷ ، ۴۴۸ ، ۴۴۹ ، ۴۵۰ ، ۴۵۱ ، ۴۵۲ ، ۴۵۳ ، ۴۵۴ ، ۴۵۵ ، ۴۵۶ ، ۴۵۷ ، ۴۵۸ ، ۴۵۹ ، ۴۶۰ ، ۴۶۱ ، ۴۶۲ ، ۴۶۳ ، ۴۶۴ ، ۴۶۵ ، ۴۶۶ ، ۴۶۷ ، ۴۶۸ ، ۴۶۹ ، ۴۷۰ ، ۴۷۱ ، ۴۷۲ ، ۴۷۳ ، ۴۷۴ ، ۴۷۵ ، ۴۷۶ ، ۴۷۷ ، ۴۷۸ ، ۴۷۹ ، ۴۸۰ ، ۴۸۱ ، ۴۸۲ ، ۴۸۳ ، ۴۸۴ ، ۴۸۵ ، ۴۸۶ ، ۴۸۷ ، ۴۸۸ ، ۴۸۹ ، ۴۹۰ ، ۴۹۱ ، ۴۹۲ ، ۴۹۳ ، ۴۹۴ ، ۴۹۵ ، ۴۹۶ ، ۴۹۷ ، ۴۹۸ ، ۴۹۹ ، ۵۰۰ ، ۵۰۱ ، ۵۰۲ ، ۵۰۳ ، ۵۰۴ ، ۵۰۵ ، ۵۰۶ ، ۵۰۷ ، ۵۰۸ ، ۵۰۹ ، ۵۱۰ ، ۵۱۱ ، ۵۱۲ ، ۵۱۳ ، ۵۱۴ ، ۵۱۵ ، ۵۱۶ ، ۵۱۷ ، ۵۱۸ ، ۵۱۹ ، ۵۲۰ ، ۵۲۱ ، ۵۲۲ ، ۵۲۳ ، ۵۲۴ ، ۵۲۵ ، ۵۲۶ ، ۵۲۷ ، ۵۲۸ ، ۵۲۹ ، ۵۳۰ ، ۵۳۱ ، ۵۳۲ ، ۵۳۳ ، ۵۳۴ ، ۵۳۵ ، ۵۳۶ ، ۵۳۷ ، ۵۳۸ ، ۵۳۹ ، ۵۴۰ ، ۵۴۱ ، ۵۴۲ ، ۵۴۳ ، ۵۴۴ ، ۵۴۵ ، ۵۴۶ ، ۵۴۷ ، ۵۴۸ ، ۵۴۹ ، ۵۵۰ ، ۵۵۱ ، ۵۵۲ ، ۵۵۳ ، ۵۵۴ ، ۵۵۵ ، ۵۵۶ ، ۵۵۷ ، ۵۵۸ ، ۵۵۹ ، ۵۶۰ ، ۵۶۱ ، ۵۶۲ ، ۵۶۳ ، ۵۶۴ ، ۵۶۵ ، ۵۶۶ ، ۵۶۷ ، ۵۶۸ ، ۵۶۹ ، ۵۷۰ ، ۵۷۱ ، ۵۷۲ ، ۵۷۳ ، ۵۷۴ ، ۵۷۵ ، ۵۷۶ ، ۵۷۷ ، ۵۷۸ ، ۵۷۹ ، ۵۸۰ ، ۵۸۱ ، ۵۸۲ ، ۵۸۳ ، ۵۸۴ ، ۵۸۵ ، ۵۸۶ ، ۵۸۷ ، ۵۸۸ ، ۵۸۹ ، ۵۹۰ ، ۵۹۱ ، ۵۹۲ ، ۵۹۳ ، ۵۹۴ ، ۵۹۵ ، ۵۹۶ ، ۵۹۷ ، ۵۹۸ ، ۵۹۹ ، ۶۰۰ ، ۶۰۱ ، ۶۰۲ ، ۶۰۳ ، ۶۰۴ ، ۶۰۵ ، ۶۰۶ ، ۶۰۷ ، ۶۰۸ ، ۶۰۹ ، ۶۱۰ ، ۶۱۱ ، ۶۱۲ ، ۶۱۳ ، ۶۱۴ ، ۶۱۵ ، ۶۱۶ ، ۶۱۷ ، ۶۱۸ ، ۶۱۹ ، ۶۲۰ ، ۶۲۱ ، ۶۲۲ ، ۶۲۳ ، ۶۲۴ ، ۶۲۵ ، ۶۲۶ ، ۶۲۷ ، ۶۲۸ ، ۶۲۹ ، ۶۳۰ ، ۶۳۱ ، ۶۳۲ ، ۶۳۳ ، ۶۳۴ ، ۶۳۵ ، ۶۳۶ ، ۶۳۷ ، ۶۳۸ ، ۶۳۹ ، ۶۴۰ ، ۶۴۱ ، ۶۴۲ ، ۶۴۳ ، ۶۴۴ ، ۶۴۵ ، ۶۴۶ ، ۶۴۷ ، ۶۴۸ ، ۶۴۹ ، ۶۵۰ ، ۶۵۱ ، ۶۵۲ ، ۶۵۳ ، ۶۵۴ ، ۶۵۵ ، ۶۵۶ ، ۶۵۷ ، ۶۵۸ ، ۶۵۹ ، ۶۶۰ ، ۶۶۱ ، ۶۶۲ ، ۶۶۳ ، ۶۶۴ ، ۶۶۵ ، ۶۶۶ ، ۶۶۷ ، ۶۶۸ ، ۶۶۹ ، ۶۷۰ ، ۶۷۱ ، ۶۷۲ ، ۶۷۳ ، ۶۷۴ ، ۶۷۵ ، ۶۷۶ ، ۶۷۷ ، ۶۷۸ ، ۶۷۹ ، ۶۸۰ ، ۶۸۱ ، ۶۸۲ ، ۶۸۳ ، ۶۸۴ ، ۶۸۵ ، ۶۸۶ ، ۶۸۷ ، ۶۸۸ ، ۶۸۹ ، ۶۹۰ ، ۶۹۱ ، ۶۹۲ ، ۶۹۳ ، ۶۹۴ ، ۶۹۵ ، ۶۹۶ ، ۶۹۷ ، ۶۹۸ ، ۶۹۹ ، ۷۰۰ ، ۷۰۱ ، ۷۰۲ ، ۷۰۳ ، ۷۰۴ ، ۷۰۵ ، ۷۰۶ ، ۷۰۷ ، ۷۰۸ ، ۷۰۹ ، ۷۱۰ ، ۷۱۱ ، ۷۱۲ ، ۷۱۳ ، ۷۱۴ ، ۷۱۵ ، ۷۱۶ ، ۷۱۷ ، ۷۱۸ ، ۷۱۹ ، ۷۲۰ ، ۷۲۱ ، ۷۲۲ ، ۷۲۳ ، ۷۲۴ ، ۷۲۵ ، ۷۲۶ ، ۷۲۷ ، ۷۲۸ ، ۷۲۹ ، ۷۳۰ ، ۷۳۱ ، ۷۳۲ ، ۷۳۳ ، ۷۳۴ ، ۷۳۵ ، ۷۳۶ ، ۷۳۷ ، ۷۳۸ ، ۷۳۹ ، ۷۴۰ ، ۷۴۱ ، ۷۴۲ ، ۷۴۳ ، ۷۴۴ ، ۷۴۵ ، ۷۴۶ ، ۷۴۷ ، ۷۴۸ ، ۷۴۹ ، ۷۵۰ ، ۷۵۱ ، ۷۵۲ ، ۷۵۳ ، ۷۵۴ ، ۷۵۵ ، ۷۵۶ ، ۷۵۷ ، ۷۵۸ ، ۷۵۹ ، ۷۶۰ ، ۷۶۱ ، ۷۶۲ ، ۷۶۳ ، ۷۶۴ ، ۷۶۵ ، ۷۶۶ ، ۷۶۷ ، ۷۶۸ ، ۷۶۹ ، ۷۷۰ ، ۷۷۱ ، ۷۷۲ ، ۷۷۳ ، ۷۷۴ ، ۷۷۵ ، ۷۷۶ ، ۷۷۷ ، ۷۷۸ ، ۷۷۹ ، ۷۸۰ ، ۷۸۱ ، ۷۸۲ ، ۷۸۳ ، ۷۸۴ ، ۷۸۵ ، ۷۸۶ ، ۷۸۷ ، ۷۸۸ ، ۷۸۹ ، ۷۹۰ ، ۷۹۱ ، ۷۹۲ ، ۷۹۳ ، ۷۹۴ ، ۷۹۵ ، ۷۹۶ ، ۷۹۷ ، ۷۹۸ ، ۷۹۹ ، ۸۰۰ ، ۸۰۱ ، ۸۰۲ ، ۸۰۳ ، ۸۰۴ ، ۸۰۵ ، ۸۰۶ ، ۸۰۷ ، ۸۰۸ ، ۸۰۹ ، ۸۱۰ ، ۸۱۱ ، ۸۱۲ ، ۸۱۳ ، ۸۱۴ ، ۸۱۵ ، ۸۱۶ ، ۸۱۷ ، ۸۱۸ ، ۸۱۹ ، ۸۲۰ ، ۸۲۱ ، ۸۲۲ ، ۸۲۳ ، ۸۲۴ ، ۸۲۵ ، ۸۲۶ ، ۸۲۷ ، ۸۲۸ ، ۸۲۹ ، ۸۳۰ ، ۸۳۱ ، ۸۳۲ ، ۸۳۳ ، ۸۳۴ ، ۸۳۵ ، ۸۳۶ ، ۸۳۷ ، ۸۳۸ ، ۸۳۹ ، ۸۴۰ ، ۸۴۱ ، ۸۴۲ ، ۸۴۳ ، ۸۴۴ ، ۸۴۵ ، ۸۴۶ ، ۸۴۷ ، ۸۴۸ ، ۸۴۹ ، ۸۵۰ ، ۸۵۱ ، ۸۵۲ ، ۸۵۳ ، ۸۵۴ ، ۸۵۵ ، ۸۵۶ ، ۸۵۷ ، ۸۵۸ ، ۸۵۹ ، ۸۶۰ ، ۸۶۱ ، ۸۶۲ ، ۸۶۳ ، ۸۶۴ ، ۸۶۵ ، ۸۶۶ ، ۸۶۷ ، ۸۶۸ ، ۸۶۹ ، ۸۷۰ ، ۸۷۱ ، ۸۷۲ ، ۸۷۳ ، ۸۷۴ ، ۸۷۵ ، ۸۷۶ ، ۸۷۷ ، ۸۷۸ ، ۸۷۹ ، ۸۸۰ ، ۸۸۱ ، ۸۸۲ ، ۸۸۳ ، ۸۸۴ ، ۸۸۵ ، ۸۸۶ ، ۸۸۷ ، ۸۸۸ ، ۸۸۹ ، ۸۹۰ ، ۸۹۱ ، ۸۹۲ ، ۸۹۳ ، ۸۹۴ ، ۸۹۵ ، ۸۹۶ ، ۸۹۷ ، ۸۹۸ ، ۸۹۹ ، ۹۰۰ ، ۹۰۱ ، ۹۰۲ ، ۹۰۳ ، ۹۰۴ ، ۹۰۵ ، ۹۰۶ ، ۹۰۷ ، ۹۰۸ ، ۹۰۹ ، ۹۱۰ ، ۹۱۱ ، ۹۱۲ ، ۹۱۳ ، ۹۱۴ ، ۹۱۵ ، ۹۱۶ ، ۹۱۷ ، ۹۱۸ ، ۹۱۹ ، ۹۲۰ ، ۹۲۱ ، ۹۲۲ ، ۹۲۳ ، ۹۲۴ ، ۹۲۵ ، ۹۲۶ ، ۹۲۷ ، ۹۲۸ ، ۹۲۹ ، ۹۳۰ ، ۹۳۱ ، ۹۳۲ ، ۹۳۳ ، ۹۳۴ ، ۹۳۵ ، ۹۳۶ ، ۹۳۷ ، ۹۳۸ ، ۹۳۹ ، ۹۴۰ ، ۹۴۱ ، ۹۴۲ ، ۹۴۳ ، ۹۴۴ ، ۹۴۵ ، ۹۴۶ ، ۹۴۷ ، ۹۴۸ ، ۹۴۹ ، ۹۵۰ ، ۹۵۱ ، ۹۵۲ ، ۹۵۳ ، ۹۵۴ ، ۹۵۵ ، ۹۵۶ ، ۹۵۷ ، ۹۵۸ ، ۹۵۹ ، ۹۶۰ ، ۹۶۱ ، ۹۶۲ ، ۹۶۳ ، ۹۶۴ ، ۹۶۵ ، ۹۶۶ ، ۹۶۷ ، ۹۶۸ ، ۹۶۹ ، ۹۷۰ ، ۹۷۱ ، ۹۷۲ ، ۹۷۳ ، ۹۷۴ ، ۹۷۵ ، ۹۷۶ ، ۹۷۷ ، ۹۷۸ ، ۹۷۹ ، ۹۸۰ ، ۹۸۱ ، ۹۸۲ ، ۹۸۳ ، ۹۸۴ ، ۹۸۵ ، ۹۸۶ ، ۹۸۷ ، ۹۸۸ ، ۹۸۹ ، ۹۹۰ ، ۹۹۱ ، ۹۹۲ ، ۹۹۳ ، ۹۹۴ ، ۹۹۵ ، ۹۹۶ ، ۹۹۷ ، ۹۹۸ ، ۹۹۹ ، ۱۰۰۰ ، ۱۰۰۱ ، ۱۰۰۲ ، ۱۰۰۳ ، ۱۰۰۴ ، ۱۰۰۵ ، ۱۰۰۶ ، ۱۰۰۷ ، ۱۰۰۸ ، ۱۰۰۹ ، ۱۰۱۰ ، ۱۰۱۱ ، ۱۰۱۲ ، ۱۰۱۳ ، ۱۰۱۴ ، ۱۰۱۵ ، ۱۰۱۶ ، ۱۰۱۷ ، ۱۰۱۸ ، ۱۰۱۹ ، ۱۰۲۰ ، ۱۰۲۱ ، ۱۰۲۲ ، ۱۰۲۳ ، ۱۰۲۴ ، ۱۰۲۵ ، ۱۰۲۶ ، ۱۰۲۷ ، ۱۰۲۸ ، ۱۰۲۹ ، ۱۰۳۰ ، ۱۰۳۱ ، ۱۰۳۲ ، ۱۰۳۳ ، ۱۰۳۴ ، ۱۰۳۵ ، ۱۰۳۶ ، ۱۰۳۷ ، ۱۰۳۸ ، ۱۰۳۹ ، ۱۰۴۰ ، ۱۰۴۱ ، ۱۰۴۲ ، ۱۰۴۳ ، ۱۰۴۴ ، ۱۰۴۵ ، ۱۰۴۶ ، ۱۰۴۷ ، ۱۰۴۸ ، ۱۰۴۹ ، ۱۰۵۰ ، ۱۰۵۱ ، ۱۰۵۲ ، ۱۰۵۳ ، ۱۰۵۴ ، ۱۰۵۵ ، ۱۰۵۶ ، ۱۰۵۷ ، ۱۰۵۸ ، ۱۰۵۹ ، ۱۰۶۰ ، ۱۰۶۱ ، ۱۰۶۲ ، ۱۰۶۳ ، ۱۰۶۴ ، ۱۰۶۵ ، ۱۰۶۶ ، ۱۰۶۷ ، ۱۰۶۸ ، ۱۰۶۹ ، ۱۰۷۰ ، ۱۰۷۱ ، ۱۰۷۲ ، ۱۰۷۳ ، ۱۰۷۴ ، ۱۰۷۵ ، ۱۰۷۶ ، ۱۰۷۷ ، ۱۰۷۸ ، ۱۰۷۹ ، ۱۰۸۰ ، ۱۰۸۱ ، ۱۰۸۲ ، ۱۰۸۳ ، ۱۰۸۴ ، ۱۰۸۵ ، ۱۰۸۶ ، ۱۰۸۷ ، ۱۰۸۸ ، ۱۰۸۹ ، ۱۰۹۰ ، ۱۰۹۱ ، ۱۰۹۲ ، ۱۰۹۳ ، ۱۰۹۴ ، ۱۰۹۵ ، ۱۰۹۶ ، ۱۰۹۷ ، ۱۰۹۸ ، ۱۰۹۹ ، ۱۱۰۰ ، ۱۱۰۱ ، ۱۱۰۲ ، ۱۱۰۳ ، ۱۱۰۴ ، ۱۱۰۵ ، ۱۱۰۶ ، ۱۱۰۷ ، ۱۱۰۸ ، ۱۱۰۹ ، ۱۱۱۰ ، ۱۱۱۱ ، ۱۱۱۲ ، ۱۱۱۳ ، ۱۱۱۴ ، ۱۱۱۵ ، ۱۱۱۶ ، ۱۱۱۷ ، ۱۱۱۸ ، ۱۱۱۹ ، ۱۱۲۰ ، ۱۱۲۱ ، ۱۱۲۲ ، ۱۱۲۳ ، ۱۱۲۴ ، ۱۱۲۵ ، ۱۱۲۶ ، ۱۱۲۷ ، ۱۱۲۸ ، ۱۱۲۹ ، ۱۱۳۰ ، ۱۱۳۱ ، ۱۱۳۲ ، ۱۱۳۳ ، ۱۱۳۴ ، ۱۱۳۵ ، ۱۱۳۶ ، ۱۱۳۷ ، ۱۱۳۸ ، ۱۱۳۹ ، ۱۱۴۰ ، ۱۱۴۱ ، ۱۱۴۲ ، ۱۱۴۳ ، ۱۱۴۴ ، ۱۱۴۵ ، ۱۱۴۶ ، ۱۱۴۷ ، ۱۱۴۸ ، ۱۱۴۹ ، ۱۱۵۰ ، ۱۱۵۱ ، ۱۱۵۲ ، ۱۱۵۳ ، ۱۱۵۴ ، ۱۱۵۵ ، ۱۱۵۶ ، ۱۱۵۷ ، ۱۱۵۸ ، ۱۱۵۹ ، ۱۱۶۰ ، ۱۱۶۱ ، ۱۱۶۲ ، ۱۱۶۳ ، ۱۱۶۴ ، ۱۱۶۵ ، ۱۱۶۶ ، ۱۱۶۷ ، ۱۱۶۸ ، ۱۱۶۹ ، ۱۱۷۰ ، ۱۱۷۱ ، ۱۱۷۲ ، ۱۱۷۳ ، ۱۱۷۴ ، ۱۱۷۵ ، ۱۱۷۶ ، ۱۱۷۷ ، ۱۱۷۸ ، ۱۱۷۹ ، ۱۱۸۰ ، ۱۱۸۱ ، ۱۱۸۲ ، ۱۱۸۳ ، ۱۱۸۴ ، ۱۱۸۵ ، ۱۱۸۶ ، ۱۱۸۷ ، ۱۱۸۸ ، ۱۱۸۹ ، ۱۱۹۰ ، ۱۱۹۱ ، ۱۱۹۲ ، ۱۱۹۳ ، ۱۱۹۴ ، ۱۱۹۵ ، ۱۱۹۶ ، ۱۱۹۷ ، ۱۱۹۸ ، ۱۱۹۹ ، ۱۲۰۰ ، ۱۲۰۱ ، ۱۲۰۲ ، ۱۲۰۳ ، ۱۲۰۴ ، ۱۲۰۵ ، ۱۲۰۶ ، ۱۲۰۷ ، ۱۲۰۸ ، ۱۲۰۹ ، ۱۲۱۰ ، ۱۲۱۱ ، ۱۲۱۲ ، ۱۲۱۳ ، ۱۲۱۴ ، ۱۲۱۵ ، ۱۲۱۶ ، ۱۲۱۷ ، ۱۲۱۸ ، ۱۲۱۹ ، ۱۲۲۰ ، ۱۲۲۱ ، ۱۲۲۲ ، ۱۲۲۳ ، ۱۲۲۴ ، ۱۲۲۵ ، ۱۲۲۶ ، ۱۲۲۷ ، ۱۲۲۸ ، ۱۲۲۹ ، ۱۲۳۰ ، ۱۲۳۱ ، ۱۲۳۲ ، ۱۲۳۳ ، ۱۲۳۴ ، ۱۲۳۵ ، ۱۲۳۶ ، ۱۲۳۷ ، ۱۲۳۸ ، ۱۲۳۹ ، ۱۲۴۰ ، ۱۲۴۱ ، ۱۲۴۲ ، ۱۲۴۳ ، ۱۲۴۴ ، ۱۲۴۵ ، ۱۲۴۶ ، ۱۲۴۷ ، ۱۲۴۸ ، ۱۲۴۹ ، ۱۲۵۰ ، ۱۲۵۱ ، ۱۲۵۲ ، ۱۲۵۳ ، ۱۲۵۴ ، ۱۲۵۵ ، ۱۲۵۶ ، ۱۲۵۷ ، ۱۲۵۸ ، ۱۲۵۹ ، ۱۲۶۰ ، ۱۲۶۱ ، ۱۲۶۲ ، ۱۲۶۳ ، ۱۲۶۴ ، ۱۲۶۵ ، ۱۲۶۶ ، ۱۲۶۷ ، ۱۲۶۸ ، ۱۲۶۹ ، ۱۲۷۰ ، ۱۲۷۱ ، ۱۲۷۲ ، ۱۲۷۳ ، ۱۲۷۴ ، ۱۲۷۵ ، ۱۲۷۶ ، ۱۲۷۷ ، ۱۲۷۸ ، ۱۲۷۹ ، ۱۲۸۰ ، ۱۲۸۱ ، ۱۲۸۲ ، ۱۲۸۳ ، ۱۲۸۴ ، ۱۲۸۵ ، ۱۲۸۶ ، ۱۲۸۷ ، ۱۲۸۸ ، ۱۲۸۹ ، ۱۲۹۰ ، ۱۲۹۱ ، ۱۲۹۲ ، ۱۲۹۳ ، ۱۲۹۴ ، ۱۲۹۵ ، ۱۲۹۶ ، ۱۲۹۷ ، ۱۲۹۸ ، ۱۲۹۹ ، ۱۳۰۰ ، ۱۳۰۱ ، ۱۳۰۲ ، ۱۳۰۳ ، ۱۳۰۴ ، ۱۳۰۵ ، ۱۳۰۶ ، ۱۳۰۷ ، ۱۳۰۸ ، ۱۳۰۹ ، ۱۳۱۰ ، ۱۳۱۱ ، ۱۳۱۲ ، ۱۳۱۳ ، ۱۳۱۴ ، ۱۳۱۵ ، ۱۳۱۶ ، ۱۳۱۷ ، ۱۳۱۸ ، ۱۳۱۹ ، ۱۳۲۰ ، ۱۳۲۱ ، ۱۳۲۲ ، ۱۳۲۳ ، ۱۳۲۴ ، ۱۳۲۵ ، ۱۳۲۶ ، ۱۳۲۷ ، ۱۳۲۸ ، ۱۳۲۹ ، ۱۳۳۰ ، ۱۳۳۱ ، ۱۳۳۲ ، ۱۳۳۳ ، ۱۳۳۴ ، ۱۳۳۵ ، ۱۳۳۶ ، ۱۳۳۷ ، ۱۳۳۸ ، ۱۳۳۹ ، ۱۳۴۰ ، ۱۳۴۱ ، ۱۳۴۲ ، ۱۳۴۳ ، ۱۳۴۴ ، ۱۳۴۵ ، ۱۳۴۶ ، ۱۳۴۷ ، ۱۳۴۸ ، ۱۳۴۹ ، ۱۳۵۰ ، ۱۳۵۱ ، ۱۳۵۲ ، ۱۳۵۳ ، ۱۳

تھیں، لہذا جو لوگ اس وقت موجود تھے، انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ زیادہ اچھی طرح یاد ہیں گے، حالانکہ صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عرض کیا تھا، کیا آپ ان لوگوں کو مخاطب کر رہے ہیں جو مرد نام پر چلے۔ تو آپ نے فرمایا۔  
 قرمیری بات کہ ان سے بہتر نہیں سن رہے، پھر کہتے ہیں۔ جب ان کا اس حالت میں عالم ہونا جائز قرار پایا۔ تران کا سننا بھی جائز ہے، خواہ اپنے سر کے کانوں سے عید کا کہہ دینا کا قول سے، خواہ روح کے کانوں سے عید کا کہ ان لوگوں کا خیال ہے، جو یہ کہتے ہیں کہ سوال صرف سورج کو ہوگا۔ اور مصلح جسم میں نہ لگے گی، سہیلی کہتے ہیں کہ اس آیت کا مفہوم وہی ہے جو  
 أَفَافَتِ كَتَمِيعِ الْقَسْمِ وَأَوْفَقَ رَيْيَ الْهَمِي وَكَأَبِ الْمَطْلَبِ یہ ہے کہ خدا ہی سنا سکتا ہے، اور وہی ہدایت کر سکتا ہے،  
 ان پھر فرماتے ہیں۔ کہ سہیلی کا یہ کہنا کہ حضرت عائشہ اس موقع پر موجود نہ تھیں، درست ہے، مگر اس سے  
 ان کی روایت میں خلل نہیں آتا۔ کیونکہ یہ صحابی کی مرسل حدیث کی طرح ہے، کیونکہ ہم اسے بول بھی لیں گے۔ کہ حضرت  
 عائشہ نے یہ الفاظ ایسے شخص سے سنے ہوں گے۔ جو اس وقت وہاں موجود تھا۔ یا ہو سکتا ہے کہ بعد میں آنحضرت  
 سے ہی سن لئے چلے، اگر اس سے حضرت عائشہ کی روایت میں خلل آتا ہے، تو ان میں عکس روایت میں بھی خلل آنا چاہئے  
 اس لئے کہ وہ بھی تو اس وقت موجود نہ تھے، اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں قسم  
 کے الفاظ کہے ہوں، کیونکہ ان میں کوئی تعارض نہیں پایا جاتا،

ابن عیینہ کہتے ہیں کہ اس آیت اور ابن عمر کی حدیث میں کوئی مخالفت نہیں پائی جاتی کیونکہ مرنے سے یقیناً نہیں سننے  
 لیکن جب اللہ تعالیٰ چاہے کہ سننے والے کو سنائیں تو کوئی مخالفت نہیں، وَهَلَّا اللَّهُ تَعَالَى فَرَمَاتے ہیں۔

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ

(الایہ)

ہم نے آسمانوں اور زمینوں کو اپنی امانت پیش کی۔

نیز فرمایا۔

تَقَال لَهَا فَرَلَا وَخَرَضِ ابْنِهَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا

آسمان اور زمین کو کہا خواہ اپنی خوشی سے اور خواہ ناخوشی سے،

ہم باب المغازی میں قتادہ کا قول نقل کر چکے، کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کروا تھا، تاکہ وہ آپ کے کلام کو رواج اور  
 مذاب کے طور پر لیں۔ انتہی۔

ابن جریر اور کرامیہ کی ایک جماعت نے اس فقرہ سے یہ نتیجہ نکالا ہے، کہ قبر میں سوال صرف بدن سے ہوگا۔ جس طرح  
 کہ اللہ تعالیٰ اس میں ایسی قوت پیدا کر دیں گے۔ کہ وہ سننے کا بھی، اسے نہ بھی ہوگا۔ لذت بھی محسوس کرے گا اور درد بھی،  
 ابن حزم اور ابن ہبیرہ اس طرف لگے ہیں۔ کہ سوال صرف روح کو ہوگا۔ اور وہ بدن میں نواسی نہ ملے گی،  
 جمہور نے ان کی مخالفت کی ہے، وہ کہتے ہیں، کہ روح یا تو تعلق بدن میں کر لیتی جاتی ہے، یا جزو بدن میں جیسا  
 کہ حدیث سے ثابت ہے، اگر سوال صرف روح سے ہوتا ہوتا، بدن کی خصوصیت کہاں رہی۔

خواجہ تم کے بعض مفسر کیوں نہ ہو جائیں امت کے اجزاء کا مشترک ہو جائے اور روح کے نرسے سے ملتے نہیں آسکتا۔  
 شیعہ بھی کہ روح جزو بدن میں گھسکتی ہے، کیونکہ اللہ کی قدرت ہے کہ وہ بدن کے کسی ایک حصے میں زندگی نوادے





حافظ فرماتے ہیں کہ عروہ (راوی حدیث) کا مقصد حضرت عائشہ کی ملاؤ کو واضح کرنا ہے۔ لہذا اس نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ

إِنَّكَ لَا تَسْمَعُ الْكُوْنِي

میں سماع کی جو ملتی نفی کی گئی ہے اس میں یہ قید پائی جاتی ہے کہ جب وہ ویرانہ میں پہنچ چکے، پھر نہیں اس سکتے تھے حضرت عائشہ کے انکار اور ابن عمر کے قول میں کوئی مخالفت نہیں۔

یہ بھی کہتے ہیں علم سے سماع کی نفی نہیں ہوتی، باریت کے مفہوم سے جو اشکال پیدا ہوتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ عروہ ہونے کی حالت میں وہ نہیں سنتے مگر اللہ نے انہیں زندہ کیا، اور انہوں نے سنا، جب کہ قتادہ نے کہا ہے، اکیلے عروہ ان کے بیٹے بنے یہ روایت نہیں کی، بلکہ ابوطی نے بھی ان کی موافقت کی ہے، جبکہ بیان ہو چکا، طبرانی نے سماع کی حدیث ابن مسعود سے روایت کی ہے، عبد اللہ بن مسعود کی حدیث میں بھی کہا دیا ہے، اور عدل اسی طرح ہے، صحابہ نے عرض کیا، کیا یہ سنتے ہیں، آپ نے جواب دیا جس طرح تم سنتے ہو، اسی طرح یہ بھی سنتے ہیں، عروہ جو اب نہیں تھے ابن مسعود کی حدیث کے الفاظ ہیں، لیکن صحیح وہ جواب نہیں دیتے،

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عجیب بات یہ ہے کہ ابن اسحاق کے خاتمی میں یہ ساق بن کعب نے عروہ مسند سے سماع موقوفی کے انکار سے رجوع کیا، حضرت عائشہ سے ہی الفاظ موقوفی جو ابوطی کی حدیث میں ہیں یعنی

مَا أَنتُمْ بِمَسْمُوعِينَ لَهَا أَقُولُ وَمِنْهُمْ

احمد نے بھی مسند میں سے اس حدیث کی روایت کی ہے،

اگر یہ روایت محفوظ ہے، تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ نے سماع موقوفی کے انکار سے رجوع کیا ہے اس لئے کہ وہ عروہ کو اس موقع پر موجود نہ تھیں مگر انھوں نے اس کی روایت سے ان کے نزدیک یہ بات ثابت ہو گئی تھی،

اسامی کہتے ہیں، حضرت عائشہ انہما وجہ کی صاحب فہم و فراست تھیں، انہوں نے کثرت سے ہمارے روایت کی ہیں وہ ظہر کی گواہیں تک پہنچتی ہیں، لیکن نقد کی روایت کو رد کرنے کے لئے کسی بھی امر کو نص ہوتی جائے جس سے یا تو نسخ ثابت ہو یا تخصیص یا استعمال، مگر یہاں تو دونوں روایتوں میں مطابقت کی جاسکتی ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان **وَإِنَّكَ لَا تَسْمَعُ الْكُوْنِي** آنحضرت کے فرمان کو وہ اب سن رہے ہیں کہ منافی نہیں ہے، اس لئے کہ کہاں یہ ہے، کہنا کے ساتھ سننے والے کے کان میں آواز پہنچا دے، اور یہاں خدا ہی انہیں سناتے والا ہے، اس طرح کہ اللہ نے اپنے ہی کی آواز ان تک پہنچا دی،

حافظ فرماتے ہیں کہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ **إِنَّكَ لَا تَسْمَعُ الْكُوْنِي** میں موقوفی سے مراد من فی القبور

تھے حضرت عائشہ کی مراد یہ ہے کہ جب کفار و منافقین میں پہنچ گئے، تو یہ سن نہیں سکتے، اور ابن عمر کی مراد ہے، جب کفار کو سوال ہو بلا جو، واضح ہے کہ صرف کفار کے احوال کے متعلق ہے، اور مسلمان میت کیلئے واضح حدیث موجود ہے، کہ جب کوئی ان کی قبر کو کس سلام کرتا ہے، تو وہ سلام سنتا بھی ہے، اور جواب بھی دیتا ہے، جبکہ ان کی کئی کئی تفسیریں بیان کیا جا چکا ہے، لہذا نفی سماع کا تعلق صرف کفار کے ساتھ ہوا، مؤمنین کیساتھ نہیں، عہد ابن عباس میں اس مسئلہ پر ۴۰ سال

سے کیا مراد ہے، حضرت عائشہؓ نے کلمہ حقیقی منوں میں لیا ہے، اور اسے اصل قرار دیا ہے، اسی لئے تو انہیں آنحضرتؐ کے فرمان: "مَا تَكُونُ بِأَنْفُسِكُمْ إِلَّا قَوْلِي وَمَعَكُمْ إِلَّا نَفْسِي" بعض کہتے ہیں کہ یہاں مجازی معنی مراد ہیں "موتی" اور "من فی القبر" سے مراد کفار ہیں، کفار کو یہ وجود زندہ ہونے کے مردوں سے تشبیہ دی گئی،

حضرت انسؓ کی روایت اقتداء حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الْمَيِّتَ إِذَا وَضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتَوَلَّى عَنْهُ أَصْحَابُهُ إِذَا يَسْمَعُ حَقْقَ نَبِيِّهِمْ

جب لوگ میت کو قبر میں رکھ کر واپس جانے لگتے ہیں۔ تو میت ان کے جرتوں کی آواز سنتی ہے،

مسند ابو حاتم کی روایت | مسند ابو حاتم کی بحیث میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِنَّ الْمَيِّتَ إِذَا وَضِعَ فِي قَبْرِهِ إِذَا يَسْمَعُ حَقْقَ نَبِيِّهِمْ حِينَ يُؤْتَوْنَ عَنْهُ

میت کی روایت | یہی نے بسند ابن عباسؓ سے روایت کی ہے، کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِنَّ الْمَيِّتَ يَسْمَعُ حَقْقَ نَبِيِّهِمْ حِينَ يُؤْتَوْنَ لَهُ قَالَ يُجْلَسُ فَيَقَالَ لَسْتُ مِنْكُمْ وَلَا مِنْكُمْ

جب لوگ میت کو دفن کر واپس جا رہے ہوتے ہیں، تو وہ ان کے جرتوں کی آواز سنتی ہے، اس کے بعد

اسے بھلا دیا جاتا ہے، ابو ہریرہؓ جاتا ہے، کہ قبور لب کوئی ہے،

عبداللہ بن مرزوق کی | ابن ابی شیبہؓ نے صمد بن مرقہؓ کی ایک مرسل حدیث نقل کی ہے، کہ مدینہ میں ایک عورت مسجد میں

مرسل روایت | چاندی کشی کر رہی تھی، وہ مرثیہ گرا، آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا حجاج نہ پہنچی اس کے بعد

آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا گند اس کی قبر پر سے پڑا، ابو ہریرہؓ جاکہ یہ قبر کیسی ہے؟ میں نے عرض کیا یہ تمہیں کون کی قبر ہے،

آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

وہی جو مسجد میں بھاڑ دیا کرتی تھی؟

صمد بن نے میں کیا ہاں،

اس پر لوگ صف میں کھڑے ہو گئے، اور آپؐ نے اس کی ناز پڑھی، اس کے بعد فرمایا۔

اے تو نے کون سا عمل افضل پایا،

صمد بن نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ کیا یہ سنتی ہے؟

آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم اس سے بہتر نہیں سن رہے،

پھر فرمایا۔ اس نے مجھے جواب دیا ہے، کہ میں نے بہترین عمل مسجد میں بھاڑ دینے کو پایا،

لے نکاحی ۳۱: ۳۰-۱۸۴، اور کتاب الترمذی: ۶۴، کتاب الترمذی: ۶۶، شرح الصدور: ۱۰۸، کتاب الترمذی: ۱۰۵۶-۱۰۵۵

۱۰۵۶-۱۰۵۵، شرح الصدور: ۶۳، اور بحیثیات: ۴۴، یا اسے کہ انصاف کے نزدیک ایک ایسا نافع باندہ ہے جسے کہہ سکتے ہیں کہ

ایسا نفع دینا کی حد میں موجودگی میں ہو گئی ہو، تو وہی عبادہ مکرر ہے، یہاں جو کہ عملی نفع اور نفرت کی خاطر جاری میں ہوئی تھی اور اس کا نام

حافظ ابن کثیر کا بیان | ابن کثیر فرماتے ہیں:-

کئی احادیث میں وضاحت سے بیان کیا گیا ہے، کہ دفن ہونے کے بعد میت سنتی ہے، ہم اپنی کتاب احکام الکبائر کی کتاب الجنائز میں اس پر بحث کر چکے ہیں، صحیح مسلم کی روایت | مسلم نے ابن شہاب سے روایت کی ہے، کہ ہم مروی عن العاص کے پاس اس کی وفات کے وقت مہر خود لے کر آئے، اور انہوں نے کہا:-

جب تم مجھے دفن کر کے مٹی ڈال چکو تو میری قبر کے گرد مٹی دیر کیلئے ٹھہر جانا بخشنے میں ایک اونٹنی کو ذبح کر کے اس کے گوشت کو تقسیم کیا جاسکے،

تاکہ میں تم سے اس حاصل کر لوں، بعد وکھوں کہ میں اللہ کے فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوں، اس حدیث پر نووی | امام نووی اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

کابیان | اس حدیث میں کئی ایک فوائد ہیں، اول وقت قبر کو نہ کیے میں کا سوال اور یہی اہل حق کا مذہب ہے، دوم دفن کرنے کے بعد غصہ سے عرصہ کے لئے سقا کر کہ حدیث میں بتایا گیا، قبر کے پاس ٹھہرنا مستحب ہے، تاکہ قبر کے اس حاصل ہو، (۳) ..... اس حدیث میں یہ بھی ہے، کہ اس وقت میت گرد و پاؤں کے لوگوں کی باتوں کو سنتی ہے،

ایک اعتراض | آپ نے مذکورہ بالا احادیث اور علماء کے بیانات سے یہ ثابت کر دیا ہے، کہ مرنے سنتے ہیں۔ مگر حنفی فقہ کی کتابوں میں سماع موتی کی نفی کی گئی ہے، چنانچہ فقہ کی کتابوں میں باب اکابر کھانا میں دیا ہے، حَلَفْتُ وَجِلُّ اَنْ لَا يَكْلَمُوْنَنَا اَوْ لَا يَكْلَمُوْنَ اَنَا وَنَا - (تایخنت،

کسی انسان نے قسم کھائی کہ ظلم سے نہیں بولے گا، پھر اس نے اسی شخص کے دفن ہونے کے بعد اسے بلایا تو اس سے اس کی قسم نہ ٹوٹے گی، یہاں سے معلوم ہوا کہ ظلم سماع موتی کے قائل نہیں ہیں، کیونکہ اگر سماع موتی کے قائل ہوتے تو اس شخص کا کلام کو اتنا ثابت ہو گیا تھا، لہذا اس قسم کی قسم ٹوٹ جانی چاہئے تھی جب ایسا نہیں تو وہ سماع کے بھی قائل نہیں، جواب | میں یہاں اس اعتراض کے جواب میں نیز اس مسئلہ کے بارے میں جو کچھ سید نور شاہ کشمیری دیوبندی نے دیا ہے، نقل کرتا ہوں،

یاد رکھیں کہ مرنے والوں کے کلام کرنے اور سننے کا مسئلہ ایک ہی چیز ہے، آج کل بعض لوگ جو اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں، سماع موتی کے منکر ہیں،

(فقہ حنفیہ ص ۵۸) امام حنفی کے ولی امین اس مسئلہ پر نے تاج تاج کا اقرار کیا، اس حدیث میں نہ صرف سماع پایا گیا، بلکہ کفرت کا نیت سے کلام کرنا بھی پایا گیا، میں پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ اصحاب کسوف کے لئے اب بھی ممکن ہے، (حاشیہ صفحہ ۵۸) لے البیرونی ص ۳۳۳: ۳۳۶ تا ۳۴۰ لے فیض الباری ص ۲۶۵: ۲۶۶ (رحمہ اللہ ص ۵۰)



”حالانکہ فقہاء میں سے کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا۔“

ملاقا قاری اپنے ایک غیر مطبوعہ رسالہ میں فرماتے ہیں،  
ہمارے اہل علم میں سے کسی امام نے بھی سماع موثق سے انکار نہیں کیا، لوگوں نے خواجہ مخزوم باب الاشیان کے ایک  
مسئلہ سے متوجہ نکال لیا ہے، اور سید سے کہا اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ میں نکالی سے ذلولوں کا پھر اس شخص نے اس شخص  
کے مرنے کے بعد اسے بلایا، تو اس کی قسم درست لگی۔

ملاقا قاری فرماتے ہیں، کہ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مرفوعہ نہیں سنتے اس لئے کہ قسم کی بنا عرف عام پر ہوتی ہے،  
اور عرف عام میں اسے کلام نہیں کہا جاتا۔

شیخ الحدید میں شیخ ابن الہمام نے سماع موثق سے انکار کیا ہے، مگر اس کے بعد وہ خود اپنے اوپر سوال کرتے ہیں۔  
کہ اگر یہی بات ہے، کہ مرفوعہ نہیں سنتے تو پھر ہمارا ان کو سلام کہے۔ کہ کیا مطلب؟ اس کے بعد خود ہی اس کا  
جواب دیتے ہیں، کہ مرفوعہ صرف اس وقت سنتے ہیں، مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ ہر وقت سنتے ہیں، اس کے بعد  
ایک اور سوال کیا ہے، کہ یہ بھی احادیث سے ثابت ہے، کہ مرفوعہ جو قول کی آواز سنتے ہیں، اور اس کا بھی انہوں نے وہی  
جواب دیا ہے، جو پہلے کا دیا ہے،

سیدانور شاہ کہتے ہیں کہ سماع موثق کے متعلق احادیث حدیث اتر کر کسی پہنچ چکی ہیں، چنانچہ ایک حدیث میں ہے  
جسے ابو نعیم نے صحیح قرار دیا ہے، کہ:-  
کہ جب کوئی مردہ کو سلام کہتا ہے، اگر وہ اسے زندگی میں جانتا تھا تو مردہ اسے پھیلتا بھی ہے، اور اس کے  
سلام کا جواب بھی دیتا ہے،

اس حدیث کو ابن کثیر نے بھی روایت کیا ہے، مگر اس نے اس میں تردد کا اظہار کیا ہے، حالانکہ اس میں تردد  
کی کوئی بات نہیں، بالخصوص جبکہ ہمارے مفسرین سے کسی سے کسی مقول نہیں، کہ انہوں نے سماع موثق سے انکار  
کیا ہو، اسناد سماع فی مجلس لازم آیا،

اب بیچے شیخ ابن الہمام کو انہوں نے اہل توحید کا نام ہے، کہ سماع موثق نہیں ہے، مگر جو جن مقامات کے متعلق  
احادیث میں سماع کا ذکر آیا ہے، انہوں نے ان مواقع کو مستثنیٰ قرار دیا ہے، اور کہا ہے سماع صرف انہی مواقع کیلئے  
ہے، کہیں اور مواقع کے لئے نہیں،

سیدانور شاہ فرماتے ہیں، پھر عدم سماع موثق کا اعتراض قائم کیلئے کیا غائرہ؟ پہلے سماع کی نفی کرنے اور  
پھر بہت سے مواقع کو مستثنیٰ قرار دینے اور خصوص کرنے سے کیا مراد ہے؟ اور آپ کے قول اور ہمارے اس قول

فیض الباری: ۲: ۶۶۷، عجیب اتفاق کی بات ہے کہ ابن الہمام نے فقہ القادری میں بحینہ وہی بات کہی ہے۔  
جو کافی شکیانی ہے اس علم کو فقہ القادری میں کہی ہے، چنانچہ ملاحظہ فرمائی کہ لکھنؤیہ، خاصہ شکیانی غیر  
مقلدین کے نام میں ابن الہمام صنفی ہیں،

میں کیا فرق ہے کہ کٹر دوسری الجملہ کا نام سنتے ہیں، مگر میں ان کے سماع کا ضابطہ معلوم نہیں، بالخصوص جبکہ ہم دیکھتے ہیں، کہ بعض صورتوں میں ترندہ بھی نہیں سن سکتے، ہم نے کب سماع مثنیٰ کو مرقیاسی بتایا ہے، مثنیٰ کے لئے تو میں کہتا ہوں۔ کٹر دوسری الجملہ سنتے ہیں،

باقی رہا قرآن تو یہاں سماع مشکل ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے

وَأَنْتَ لَا تَمْنَعُ مَثْنً  
وَأَنْتَ لَا تَمْنَعُ مَثْنً رَفِ الْقَبْرِ

آیت کے ظاہری الفاظ سے سماع کی مثنیٰ نفی ہوئی ہے، لہذا اب قرآن اور احادیث میں سماع طاعت پیدا کرنے کیلئے بول کہا جائے گا کہ احادیث میں سماع کا ذکر ہے، اور اسی کرناہت کیا ہے، مگر قرآن پاک میں جس بات کی نفی کی گئی ہے، وہ سماع ہے۔ ذکر سماع کی اس جگہ اسلوب سماع سے ہے، اسماع سے نہیں، سَلَالِ الدِّينِ سیوطی نے اس کا جواب دیا ہے، فرماتے ہیں،

سَمَاعٌ مَوْثِقٌ كَلَامُ الْمُخْلِيقِ قَاطِبَةً  
وَأَيُّهُ الشَّيْءُ مَعْنَاهَا سَمَاعٌ هَذِي لَا يَسْمَعُونَ وَلَا يَفْعَلُونَ لِلدَّيْبِ

صحیح احادیث میں آیا ہے، کہ مرنے والوں کا کلام سنتے ہیں اور قرآن مجید کے سماع کی نفی کی گئی ہے، وہاں مراد ایسا سنتے ہے، جس سے وہ ہدایت پاسکیں، لہذا وہ ذکر سنتے ہیں، اور اصلاح کی طرف کان لگاتے ہیں،

سید الرشاد فرماتے ہیں، کہ شیخ سیوطی آیت کے صحیح مفسر کہاتے ہیں، اس صورت میں آیت کا مضمون یہ ہوگا، کہ یہ کفار و مروجوں کی طرح ہیں، لہذا آپ کا انہیں ہدایت کرنا کوئی فائدہ نہ دے گا، کیونکہ ہدایت کا نفع تو انہیں زندگی میں ہی حاصل ہو سکتا تھا، مرنے کے وقت تو اب جاتا رہا یہی ان لوگوں کا حال ہے، کہ اگرچہ زندہ ہیں۔ مگر آپ کا ان کو ہدایت کرنا ان کے لئے مفید نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ یہ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے، کیونکہ یہ مروجوں کی طرح ہیں، لہذا اس آیت کا مقصد سماع کی نفی کرنا نہیں، بلکہ نفع کی نفی کرنا ہے،

سید صاحب فرماتے ہیں۔ خواہ اسماع کو بہت خواہ سماع یا استماع سب کا ایک ہی مضمون ہے، یعنی غل بیزار نہ ہونا اس لئے کہ کسی کی بات کو سنتے کا مقصد یہی ہوتا ہے، اس پر عمل کیا جائے، لیکن جب اس پر عمل ہی نہ کیا۔ تو سنا اور نہ سنا برابر ہو گیا۔ ہم اکثر کہتے ہیں۔ میں نے اسے کئی بار کہا ہے، کہ ناز نہ چھو، لیکن وہ بات سنتا ہی نہیں، یعنی عمل نہیں کرتا۔ جس طرح غازی میں کہتے ہیں۔ "نفسنہ" یعنی غل بنی کند" اگر شیخ جلال الدین دیکھے کہ یہ لوگ غل نہیں کرتے تو جوش فی لغت میں چلی جاتی، اور زبانی کی گنجائش ہی نہ رہتی، بلکہ بہتر یہ ہے کہ مریدوں کو معنی کریں، "گمانتے نہیں"

لغة فيض الباری : ۲ : ۳۶ بحث بقرآن المیت و علی العتازة قدس سرہ، غلہ فیض الباری : ۴ : ۹۱-۹۰

کتب طباطبائی



یاد رکھیں کہ فقہان زانی نے نقل کیا ہے، کہ اس بات پر جس لاء کا اتفاق ہے کہ مکرر سے جاتے ہیں، ہر صورت اختلاف سنتے ہیں ہے، اس نے یہ بھی لکھا ہے، کہ اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ سماع کے علاوہ دیگر صفات بھی احوال میں معلوم ہوتی ہیں، چنانچہ امرات میں آئے جانے کے صفات نہیں پائی جاتیں، مگر علامہ ابن حجر نے اپنے فتاویٰ میں نقل کیا ہے کہ مکرر سے آکر جب تک سے دوسری جگہ آتے تھے جاتے ہیں، مگر انہوں نے بھی اس پر اجماع کا دعویٰ نہیں کیا،  
 ثانی، صاحب فرامے میں کہ فقہان زانی جموں کے متعلق بات کر رہے ہیں، ان کے اجماع کے متعلق، انہوں نے جبر نے جبراً اور جہاناً ثابت کیا ہے، وہ مدح کے لئے ہے، لہذا اولیٰ باتیں درست ہوئیں،

ثالث کہتا ہے، کہ باب الامکان کے مسئلے سے یہ استنباط کرنا کہ فقہاء عدم سماع کے قائل ہیں، غلط استنباط ہے، کیونکہ اگر فقہاء سماع منفی کے قائل نہ ہوتے تو پھر اس مسئلے کے ذکر کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی، اس صورت میں بات صاف اور واضح تھی، کہ مکرر سے تو سنتے ہی نہیں لہذا کلام کے کچھ معنی نہ ہوئے۔ یہ سوال تو اسی صورت میں پیدا ہوا جب وہ سماع کے قائل ہوئے سوال کی اصل صورت یہاں ہے، کہ آپ کہتے ہیں کہ مکرر کے بعد بھی مکرر سے سنتے ہیں، تو اب بتائیے، کہ ایک شخص نے قسم کھائی..... کہ مثلاً زید سے کلام نہ کرے گا، مگر زید کے مرنے کے بعد اس نے زید کو بلایا تو کیا اس صورت میں اس کی قسم ٹوٹی ہوئی ہے،

اس سوال کے جواب میں فقہاء نے کہا ہے، کہ قسم نہیں ٹوٹی اس لئے کہ یہ کلام اور سماع عرف عام میں کلام و سماع نہیں کہلاتا، درحقیقت مسئلہ اسی طرح ہے، مگر اسے..... خواجہ محمد بکاکر اور طرح بنایا گیا ہے،  
 ملا علی قاری کا بیان | ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں،

الْفَتْحُ مَشْهُوبٌ عَلَى الْفَتْحِ لَا عَلَى الْمَطْلُوقِ الشَّيْءِ

وآیت میں سماع کی جوفی کی گئی ہے، اس سے مطلق نفی مراد نہیں بلکہ اس میں ایسے سماع کی نفی ہے جس سے کوئی نفع نہ ہو، عمدۃ القاری کا بیان | عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری۔ کتاب الجنائز باب مصلحۃ الذی فی عذاب القبر یہ ہے اگر سوال کیا جائے کہ قبر پر اور حضرت عائشہ کی حدیثیں ایک دوسرے کے مخالف ہیں، پھر ان دونوں کو عذاب قبر کے باب میں کوکر کر لایا گیا ہے،

اس کا جواب یہ ہے کہ جب یہ ثابت ہو گیا، کہ اہل علیل بدر نے آنحضرت کا کلام اور ترویج مٹائی لہذا اس بات سے کہ انہوں نے اپنے کا زنی سے یہ کلام سنا، یہ معلوم ہو گیا کہ ہو سکتا ہے کہ باقی حواس کے ذریعہ سے عذاب کا دوسری محسوس کریں، لہذا اس باب میں دونوں کا ذکر کرنا اچھا معلوم ہوا۔ پھر ان دونوں حدیثوں میں اس طرح مطابقت دیکھا جی کہ ابن عمر کی حدیث میں اہل علیل سے اس وقت خطاب کیا گیا تھا جب ان سے سفر پہنچے سوال کر رہے تھے، اور فرشتوں کے سوال کا وہ وقت ہوتا ہے جب روح بدن میں لوٹا دی جاتی ہے، اور حضرت عائشہ کی حدیث اس وقت کے متعلق ہے جو سوال کا وقت نہ تھا، اس سے دونوں حدیثوں میں مطابقت ہو جاتی ہے،



اس کے بعد فرماتے ہیں :-

حضرت عائشہؓ کے اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے، کہ انہوں نے ابن عمرؓ کی نکتہ بردار حدیث قبول نہیں کی، لیکن جس حدیث میں ابن عمرؓ نے حضرت عائشہؓ کے بیان کے خلاف ابن عمرؓ کی حدیث کو اس نے قبول کر لیا ہے، اسی کو دیگر روایات کے مطابق ہے، اس کے بعد فرماتے ہیں :-  
 سنا جہان باذان قد صغر کما هو قول ابن جہان  
 یہ الفاظ انہوں نے اپنے سر کے کانوں سے سنے تھے جبکہ حمزہؓ کا قول ہے،

محدثین اور معتبرین کے اقوال تو آپس میں جڑو لئے عقلی طور پر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ کئی سرائے پر ہم ایک دوسرے کی آواز کو نہیں سن سکتے، حالانکہ ہم میں سننے کی طاقت بھی موجود ہوتی ہے، اور آواز بھی موجود ہوگی ہے، مثال کے طور پر ہم ایک بندہ کرتے ہیں یا تم کہ سب سے ہمیں تو دوسرے کہہ دے اور نہیں سن سکتے۔ ایک بار جب کسی خارجی نے فرما دیا تھا مگر امام کی تقریر کی آواز مطلقاً نہ آتی تھی خیال آیا کہ دیکھو امام فرات تو پڑھ رہا ہے، مگر یہیں آواز نہ ملتی تھیں دہی۔ اس دنیا میں قریب و بعد کے اعتبار سے ہے، نہیں بلکہ بعض اوقات قریب کا آدمی بھی نہیں سنتا، جبکہ اس کی قوجہ کسی اور طرف ہے، جب اس دنیا میں یہ حال ہے، تو برزخ میں کیا حال ہوگا، پھر ہمارے اور دوسرے کے درمیان کس قدر بڑی فاصلہ حاصل ہوتی ہے، معلوم ہو کہ کس طرح قریب، خواہ ہماری آواز نہ پہنچے یا نہ پہنچے، اور جب اللہ تعالیٰ نے چاہا تو اللہ تعالیٰ سوائی وہی جس طرح دنیا میں حضرت عمرؓ کی آواز ساریہ کو سنا دی۔ اور احادیث سے بھی ان کا مستند ثابت ہو چکا ہے،

شہاب الدین محمود آکوسی علامہ لوی البزازی آیت اللہ کا کشف المونیٰ پر بحث کرتے ہوئے سماع اور عدم بعید ادوی کا بیان  
 سماع دو نول کے ذیل اور جوابات تحریر کرنے کے بعد اپنا فیصلہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں

حق بات یہ ہے، کہ کلمات فی البعد سننے میں ہیں، اور ان کا سنا دو طرف سے ہو سکتا ہے،  
 پہلا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ میت کے کسی حقد میں ایک ایسی قوت پیدا کر دے جس سے وہ جب بھی اللہ تعالیٰ سے چاہیں، سلام وغیرہ اسے یاد دلا دے، جو اللہ تعالیٰ اسے سنا دے چاہیں سن سکے، میت کا جی کے قوتوں کے نیچے ہونا جبکہ اس کا ڈھانچہ لوگ، لوگ ہو چکا ہو اور اس کے اعضا قوت چکے ہوں میت کو سماع سے روک نہیں سکتے، بعد ازاں لوگ جو اس بات کے متقاضی ہوں کہ جن کا ایک اندھا شخص چین میں بیٹھا ہو اندھس کے پچھر کو کہہ سکتا ہے وہ اس کے قبول کرنے سے کیسے قوت کر سکتے ہیں،

۲۲۔ دوسرے اس طرح کہ روح بدن کی وساطت کے بغیر ہی سستی ہو، روح کا کسی بات کو بدن کی قوت کے واسطے کے بغیر نہ لینا جبکہ یہ بدن سے جدا ہو چکی ہو مگر کوئی بعد بات نہیں، بلکہ یہ بھی بعد نہیں کہ وہ ارشاد کو محسوس اور ان کے اہل کو کر سکے، اور چونکہ مرنے کے بعد قوت کا متعلق بدن کے ساتھ قائم رہتا ہے، خواہ وہ توان تمام بدن سے جدا ہو جائے بدن سے اور یقیناً اس قسم کا نہیں ہوتا جو بدن کو روح کے ساتھ دیا گیا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اس کی عادت کو قائم

لکھتے ہوئے اسے سننے کی طاقت دے دیتے ہیں۔ اور زیارت قبر کے وقت یہ قوت اس کے لئے پیدا کر دیتے ہیں۔ نیز اس وقت جبکہ بدن کو اٹھا کر لیٹاتے ہیں اور غسل دیتے ہیں۔ بدن کے ساتھ روح کا تعلق قائم ہونے اور یہ بات کہنے سے کہ خود روح کے اندر قوت صبح و صبح ہے، یہ لازم نہیں آتا کہ میت پر قسم کی بات کو سن لے کیونکہ اموات میں سماعت مطلق طور پر ہے (کل طہرہ میں) وہی حال باقی احساسات کا ہے، کہ وہ مشیت انرویی کے تابع ہیں۔ اللہ نے چاہا تو احساس ہو گیا۔ اور نہ چاہا تو نہیں ہوا، لہذا ہم صرف انسانیں لگے کہ کین چیزوں کے سننے کے متعلق احادیث وارد ہوئی ہیں، میت صرف الہی کو سن سکتی ہے، میرے نزدیک یہی امر ملحج ہے، اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ ہم یہ کہیں کہ مردوں کی ارواح قبروں میں ہوتی ہیں، کیونکہ جس پر سماعت کا دار و مدار ہے، وہ مشیت الہی ہے، اور وہ تعلق ہے جس کی کیفیت از حقیقت کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔ خواہ صریح کہیں ہو یا کسی جگہ بھی نہ ہو، جیسا کہ ان لوگوں کا قول ہے۔ جو روح کو مجروح مانتے ہیں۔

العام ابن عربان نے شرح اس امر حسی میں جو عبارت دی ہے، اس سے ایک اور طرح سے اس کی تحقیق ہوتی ہے، اور وہ یہ کہ ہر شخص کا ایک نفس ہوتا ہے جس کی پیدائش اسی باطن سے ہوتی ہے جس سے جسم پیدا ہوا، اور اسے روح جسم کہتے ہیں، اور ایک روح ہوتی ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے اس باطن سے پیدا کیا ہوتا ہے جس سے نفس کی پیدائش ہوتی ہے، نفس کیلئے اس کی حیثیت یہی ہوتی ہے، جو نفس کی جسم کیلئے ہوتی ہے، لہذا جب روح بدن سے جدا ہو جاتی ہے تو روح کو عالم بالا میں بھی دنیا کے آسمان سے لیکر ساتویں آسمان تک بلکے اس سے بھی اوپر جہاں اللہ تعالیٰ چلے کر مرد و نیرم میں آباد کر دیا جاتا ہے، اور حقیقت نفسانیت کو عالم مطلق میں قبر سے لیکر فضا میں جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہے آباد کر دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طاقت موتی علیہ السلام سے ہوئی جب کہ وہ قبر میں کھڑے نہ پڑھ رہے تھے، اور آسمان پر جانے سے پہلے آپ کی طاقت ابراہیم سے ہوئی اور پھر آسمانوں پر بھی ان دونوں سے طاقت ہوئی، یہاں آسمانوں میں ان کی ارواح تھیں اور قبروں میں ان کے نفس اور جسم تھے، یہی حال کافر کا ہے، مگر اس کی حقیقت روحانیت عالم بالا میں آباد نہیں ہوتی، لہذا ان کیلئے آسمان کے دروازے کھولے نہیں جاتے، بلکہ ان کی روحیں دارالشفاعہ میں آباد ہوتی ہیں، اور ان دونوں حقیقتوں یعنی حقیقت نفسانیت اور حقیقت روحانیت کے درمیان اتصال قائم رہتا ہے، اسی اتصال کی وجہ سے، نیز اللہ تعالیٰ کی مشیت سے میت قبر میں سلام کرے، خواہ اسے سلام سنتی ہے، اور یہ سماعت صرف جمعہ کی رات جمعہ کے دن، ہفتہ کی صبح یا جمعہ سے ایک دن پہلے یا بعد کی زیارت کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ زیارت کنندہ، مطلق طور پر کسی وقت اور کسی دن بھی آئے، تو اللہ تعالیٰ میت کو زیارت کندہ کا سلام سنا دیتے ہیں، اور اسے سلام دینے کی قدرت عطا کر دیتے ہیں، جیسا کہ بعض آثار میں صریح ذکر کیا گیا ہے،

عقبن کی رعایت میں جو یہ ہے، کہ میت کو سنتی ہے، مگر جواب نہیں دے سکتی، اس کا مطلب یہ ہے کہ میت لے اس تحقیق کے مطابق ان میں چیزیں سے مرکب ہوا۔ بدن، نفس اور روح نفس روح کے لئے بدن کا کام دیتی ہے اور پھر نفس روح کے ساتھ ہے،

اس عام طریقہ پر جواب نہیں دے سکتی، جسے زندہ مسیکے،  
 بعض کہتے ہیں کہ سلام کا جواب دینا یا نہ دینا مختلف اشخاص کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے، چنانچہ بعض کو اللہ تعالیٰ نے  
 جواب دینے کی قدرت تو دے دی ہے، مگر انہیں ثواب نہ ملے گا، کیونکہ عمل تو منقطع ہو چکا ہے، اور بعض کو اللہ تعالیٰ جواب  
 دینے کی قدرت ہی نہیں دیں گے،

«آئیے کہتے ہیں، میرے نزدیک مختلف لوگوں میں موج اور صدم کا تعلق قوت اور ضعف کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے  
 نہیں بلکہ مختلف اوقات میں مختلف ہوتا ہے، مختلف ادائیغ اور آثار میں جو بیانات آئے ہیں، ان میں مطابقت اسی طرح  
 پیدا کی جاسکتی ہے۔»

اب رہا یہ سوال کہ آیت زیر بحث کے ظاہری الفاظ سے تو صراحہ نفی ہی ہوتی ہے، تو اس کا جواب ہمارے مذکورہ  
 بالا بیان سے خود معلوم کر لیں،

شیخ عبدالحی محمد رشیدی دہلوی کا بیان [شیخ عبدالحی دہلوی متوفی ۱۲۸۰ھ] کی حدیث پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں،  
 صریح است در ثبوت سلام مرآت و اصول علم مرآتیاں را با آنچه خطاب کردہ می شنود، و چھین در حدیث مسلم  
 آمدہ است، کہ میت می شنود و گفتن نعال مرور را و سنے کہ می گردند از دوش، و چھین کہ آنکہ زیارت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 اہل بقیع را آید کہ سلام کردہ ایشان خطاب کو از ایشان را و گفت سلام بر شاہ اہل ہا، و مسلمانان آمدہ بشاہ و چھہ کردہ  
 مشہدہ بر دیدہ و نامیز انشا اللہ می پرندیم بشاہ زیر کہ خطاب یا کسی کہ نشنود و نہ فہم مقول میرسد و نزدیک است کہ شاد کردہ  
 شود از جملہ حدیث،

و در حدیث محمد بن زید آمدہ کہ چہل زیارت کردہ عائشہ رضی اللہ عنہا قبر مبارک خود را عبد الرحمن بن ابی بکر خطاب کرد و آید  
 و گفت گر عائشہ می شنود وقت موت تو، دفن نمی کردم تو اگر مگر آجہا کہ مرده بودی و اگر حاضر می شدیم مسائل حقت زیارت می کردیم  
 تھا، چنانکہ در باب زیارت القبر گذشت،

دفعہ کردہ است شیخ ابن الہمام در شرح ہادیہ کہ اکثر مشائخ حنفیہ بر آئند کہ میت نمی شنود و تصریح کردہ اند کہ کتاب الامان  
 کہ اگر کسی سرگند خود کہ سلام تکلم او را پس کلام کردہ او و بعد از مردن او، عائشہ نمی گرد و، قبر کا معین مستفید می گرد و کہ کسی کہ  
 حیثیت و قابلیت فہم دارد و میت چھین نیست و جواب: اوہ اندام جماعت از حدیث مسلم کہ ناطق است بسامع میت تخرج  
 فعال مر دمان را آنکہ این مخصوص وقت نماز میت در قبر است از بڑے مقدمہ سوال و ابی تمسکین صلاوات ظاہر است و دلیل  
 نیست بر آن و ظاہر حدیث گذشت کہ این حالت حاصل است میت را و بقبر و جواب: اوہ اندازہ نہیں حدیث و در باب نقصان  
 در صفات مذہب ایشان گامی یا آنکہ یہ مخصوص است یا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم و چھہ او است، و زیارت حضرت است بر کافران  
 لے، آئی صلاوات لایق بل اہل مذہب نیست و چھہ انہاں جن تقادستہ پاتے ہیں اس میں عقل زیادہ کسی میں نہایت زیادہ اندر ہے میں کہ مرگونی  
 فوق العادۃ عقل اور ذہن کے مالک ہوتے ہیں، اسی طرح بیک اور مدیدی کے لحاظ سے بھی تفاوت ہوتا ہے، لہذا برنسخ میں اسی لحاظ  
 سے تفاوت ہوگا، ملے شرح مشکوٰۃ فانک: ۲۱۵: ۳ تا ۲۱۶: ۴

و در شیده تمام که کل برین مجروح استال و تاویل است که کل نمی تواند کرد بر وی تا قائم فستود و دلیل بر که شمال استماع و  
برود و گاه غرض و میل می دارد است. آن و بصیرت حواس مراد و کرامت و مجرب و خلق باری تعالی است چنانچه  
در کتب مذکور مقرر شده است،

و گاهی جواب می دهند یا نگذارند از باب ضرب المثل است و مراد حقیقت کلام نیست و این از جواب اول  
بعید تر است و ضعیف تر زیرا که ایمان بر عرفت و طاعت است نه بر حقیقت ، فافهم .

[illegible]

و در جواب لایحه میگوید: در کتابی که کرده است و آنست که بنویسد: «الله غنی» و گفته است که در این معنی علی بن ابی طالب و در جواب لایحه میگوید: در کتابی که کرده است و آنست که بنویسد: «الله غنی» و گفته است که در این معنی علی بن ابی طالب

[illegible][illegible]

دور بجا سخن و دیگر دست که خرد را اگر از غیرت طبع منزل کشیم باز اعتبار آنکه سماع به سماع می باشد و معجزاتی بی حد و  
شمار که از نفس مع لفظی عالم را زخمی آید و عسل به دوش بود که باقی است پس نام بمحضرات و مجموعهات حاصل باشند بروجه  
الیه و سماع و معجزاتی که معنی مشکام است و چه علمی تعالی در مجموعهات و بیضرات تاویل کردند و تحقیق دارند و شایسته آثار و در علم  
صوفی باحوال زیارت کنندگان و مشافهات ایشان را سامان دهد است که زیارت و مجموعهات مجرب تر است زیرا که معانی



علم حیرت انگیز و اکل می باشد و احوال زائنین برایشان آشفت و اظهار و نیز شک نیست در حق علم مرئوس و اورا عزت و  
 بزرگی بحقیقت دین اسلام چنانچه عاقلان گفته بر متفق علیه است و در مراد حدیث پس ممکن است علم باحوال دنیا و اهل دنیا  
 و حقیقت دلیل بر توانایی اهل علم و دلسایان آن را بدو بقای روح داده است کافرا را قتل می خواهند که عود پیدا ندهد است  
 ..... که چو نیست از سوال منکر و نیکو جواب بخیر دهد و راحت یابد آرزو میکند وی و دیگر بدین کاش گرسبیک باشد  
 که خبر کند اهل این کرم در راحتم و خوشم

و بالجمله کتاب و سنت مملو و مشحون اند باخبار و آثار که دلالت میکنند بر وجود علم مرئوس را بدین اهل آن بس  
 منکر نشود آن را مگر جاهل با خصلت و مکر دین و گناهم من بکند آفرین ،

ولما استغاث اهل قبیله عکبره اند از بعضی قبیله اگر انکار از جهت آنست که سماع و علم غیبت ایشان را از زبان  
 و احوال ایشان را پس بظان از انابت شده و اگر سبب آنست که قدرت و تصرف غیرت مرایشان را در این نوع  
 تمام کنند بلکه مجوس و ممنوع اند و مشغول اند با آنچه عارض شده است مرایشان را از محنت و شدت و آنچه باز داشته  
 است از دیگران که این گنهی را از خودشان در شان متقی که دوستان خدا اند شاید که حاصل شود و روح ایشان را از اقرب و  
 بزرگ و منزلت و قدرت بر شفاعت و دعا و طلب حاجات مرزبانان را که تشریف اندایشان چنانکه در دروغی است  
 خواهر بر بجهت و دلیل بر نفی آن ،

و تفسیر کرده است میثاقی که کرده اند از انابت عزت و دلالت بر صفات نفوس فاضله در حال مفارقت  
 از بدن که کشیده می شوند از ابدان و نشان می کنند بسوی عالم ملکوت و سیاست میکنند در اهل پس بیعت میکنند  
 بخواهان قدس پس میگردانند شرف و قوت از عبادات و ولایت شعری پدیده خواهند ایشان را با استدوا و اعدا و کرام  
 فرستاده اند از آنرا آنچه مایه فهم از آن این است که دواهی محتاج فقیر الی الله دعا میکند خدا را و طلب میکند حاجت  
 خود از جناب عزت و غنی وی و قبول میکند بر و عاقبت این بنده مقرب و مکرم در درگاه عزت وی و دیگر پیغمبر و  
 برکت این بنده و که رحمت کرده بر وی و اکرام کرده اند و ابلطف گویی که بر وی و اری بر آورده گردان حاجت مرا که تو معطی  
 گویی ، یا ندانی کنایه بنده مکرم و مقرب ما که بنده خدا ای ولی بی شفاعت کن مرا بخواه از خدا که بده مسئول  
 و مطلوب مرا بده کند حاجت را ، پس معطی مسئول و ابل برود و گاه است تو بی و تقدس از غیبت این بنده  
 در میان مگر و بسید ، و غیرت قادر و مفعول در معرفت و در وجود و مگر حق سبحانه ، و ولایتی خدایانی و مالک اند و مفعول  
 الهی و قدرت و سطوت و غیرت ایشان را قدرت و تصرف ، نه اکنون که قیود اند و نه در اهل هنگام که نه ،  
 بودند در دنیا و اگر این معنی که در ماحول و استدوا ذکر کردیم موجب شرک و توجیه با سو اخی حق نباشد ، چنانکه مکرر ذکر می کند  
 پس باید که منع کرده شود که تسل و طلب دعا از صالحان و دوستان خدا در حالت حیات نیز و اهل منحصر نیست بلکه محبوب  
 و محسن است با اتفاق و شایع است در دین ،

و اگر میگویند که ایشان بعد از عزت محض و برود شده اند از آن حالت و گرامت که مرایشان را در حیات

چیت دلیل برآں، یا گویند کہ مشغول و مشغور شدند یا بچہ عارض شدہ از آفات بعد از مات پس ایں کلیہ نیست و دلیل  
 نیست بر دوام و استمرار آل تا روز قیامت نہایت آنکہ ایں کھیدنا شد و فایدا مستند و عام نہ باشد، بلکہ ممکن است  
 کہ مخفیہ باشد یا عالم قدس دستہایک باشند و ملاہرت حق چنانکہ ایشاں را شعور سے و تو حقیقی عالم دنیا نماندہ باشد  
 و تفریق و تدریس سے و در ہر یکی نہ چنانکہ در ہر عالم نیز از تفاوت حال مجذوبان و متمسکان ظاہری گردد، نعم اگر دنیا را ایں اعتقاد  
 کنند کہ اہل قبر متصرف و مستند و قادرند، بے توجہ بجنبت حق و انتخاب بکتاب و ہی کتابی چنانکہ عوام و جاہلان غافلان  
 اعتقاد دارند و چیت گمراہی کنند آنچہ حرام و مہنی عزامت در دین از قبیل قبر و تحجبہ مرآں را و نماز بیوی و سہ و مجز  
 آنچہ نہی و تحجبہ واقع شدہ است، و حادث از علم بشریعت و عارون با حکام دین کہ اعتقاد کنند ایں اعتقاد را باین  
 نقل و بکنند

و آنچہ مردی و مکی است از مشایخ اہل کشف و استعداد از ارواح مکمل و استعداد از ازل خارج از حضرت  
 مذکور است و در کتب رسائل ایشاں پوشیدہ است میان ایشاں حاجت نیست کہ ازل را ذکر کنیم و شاید کہ منکر بہتہ  
 شود کہ اندک کلمات ایشاں، ما فانا اللہن ذلک سخن در خفا از وجہ علم و شریعت است، آری موی و سون و در  
 زیارت سار موی و دستفراہ مرآں را و اوقات قرآن است و بسیکن و در جانبی از استعداد نیست پس زیارت  
 برائے او و در موی را و استعداد و مرآں ایشاں ہر دو باشد بر تفاوت حال را اثر و مزور

و باید اشرت کہ کلمات و غیر انبیاء و است صلوات اللہ علیہم اجمعین کہ ایشاں اسما و انبیاء حقیقی  
 دنیاوی یا نفی و اولیاء بکلمات اخروی معنی،

و کلام درین مقام بچہ اظہار و تطویل کشیدہ بر غم متکبران کہ در قریب ایں زمان فرقہ پیدا شدہ، اندک کہ منکر  
 اما استعداد و دستجات را از او بیانی خدا کہ نقل کردہ شدہ اند ازین طارفتی بہ اربابقا و زندہ اند نزد پیر و دوکار  
 خود مرزوق اند و خوشحال اند و مردم را از ازل شعریعت و متوجہاں بجناب ایشاں را منکر کہ خدا و عبدہ اصنام  
 میدانند، میگفتند آنچہ میگویند و عمر ما است کہ تحقیق و تمییز ایں مسئلہ محظور خاطر فاسد بود و الاں توفیق الہی بدال  
 مساعدت کرد،

یہ حدیث اس بات کا واضح ثبوت ہے، کہ اموات سنتے ہیں، اور جو خطاب بھی انہیں کیا جائے اس کا انہیں  
 علم ہوتا ہے، اسی طرح مسلم کی حدیث میں آیا ہے، کہ جب لوگ میت کو دفن کر کے واپس جا رہے ہوتے ہیں، تو میت  
 ان کے چوڑوں کی آواز کو سنتی ہے، اسی طرح حدیث میں آیا ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بقیع کو سلام  
 اور خطاب کیا، اور فرمایا اے ان گھروں میں رہنے والے مسلمانو! اللہ نے جو تم سے وعدہ کیا تھا، وہ تمہیں مل گیا  
 اور جو بھی نذر اے اللہ تم سے آئیں گے، اس لئے کہ جو شخص نہ سن سکتا ہو اور نہ سمجھ سکتا ہو اسے خطاب کرنا معقول  
 بات نہیں ہے، بلکہ اسے ایک عیبت قہل شمار کیا جائیگا۔

نزدیکی کی حدیث میں ہے، کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر کی قبر کی زیارت



حضرت عائشہؓ کے اس قول کو قبول نہیں کیا

مواہب لدنیہ میں انھیں سے منقول ہے، کہ حضرت عائشہؓ بڑی صاحب فہم و دکان تھیں، اور انہوں نے کثرت سے حدیث کی روایت کی ہے، اور وہ علوم کی گنجینوں میں اس حد تک گئی ہیں، کہ اس سے زیادہ تصدیق میں نہیں آسکتا۔ مگر ثقہ لوگوں کی روایت کو اس صورت میں رد کیا جاسکتا ہے، جبکہ مخالف میں اسی قسم کی نص موجود ہو جو پہلی روایت کے مخصوص ہونے یا محال ہونے پر دلالت کرے، تو قرآنی آیت کی مراد یہ ہے کہ اسے نبی آپؐ انہیں مستثنیٰ نہیں کئے بلکہ اللہ تعالیٰ مستثنیٰ کئے ہیں۔ مزید برآں مروجہ روایت سے مراد وہی ہے، اور قبور سے مروا ان کے وہ بیان ہیں، جن میں وہ مروجہ روایت میں مواہب لدنیہ میں یہ بھی ذکر کیا ہے، کہ ابن ابی نعیم نے مغازی میں اور امام احمد بن حنبل نے حسن مسند کے ساتھ حضرت عائشہؓ سے اسی طرز مروری ہے، جس طرح حضرت عائشہؓ سے مروری ہے، مگر اس سے روبرو کر لیا۔ اس لئے کہ ان کے ہاں ان صحابہؓ کی روایت ثابت ہو گئی تھی کیونکہ آپؐ اس موقع پر خود تو حاضر نہ تھیں،

شرح بخاری میں بھی اسی طرح ہے، جو لوگ سماع موثق کو ثابت کرتے ہیں انہوں نے تنادہ کے اس قول سے استدلال کیا ہے، جس کا ذکر حدیث کے آخر میں کیا گیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے، کہ قبر میں مردے کے ایک قسم کی زندگی عطا کی جاتی ہے، جس سے وہ سن سکتا ہے، تنادہ کے اس قول کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص نہیں کیا گیا، کہ یہ آپؐ کا معجزہ قرار دیا جائے، اور نہ ہی ان خاص مردوں کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے، کہ وہ اس حالت کو تمام اموات میں جو کوئی بھی ہو اور جب کبھی بھی ہو پیدا کر دے، اقتدار ربانہ، اخص و اعم یہاں پر ایک اور بات بھی پائی جاتی ہے، بالقرض اگر ہم اس خیال سے کہ سماع اس جس کے ذریعہ سے ہوتا ہے جسے حاسہ سمع کہتے ہیں، اور جان کی خرابی کی وجہ سے حاسہ سمع میں بھی خرابی پیدا ہو گئی ہو تو اس صورت میں اگر ہم مان بھی لیں کہ سماع ثابت نہیں، پھر بھی سمع کی قلعی سے علم کی قلعی لازم نہیں آتی، علم تو مروج کے ذریعہ سے ہوتا ہے اور مروج باقی ہے، لہذا مبصرات اور مسموعات کا علم پایا جائے گا، خواہ کان اور آنکھ کے ذریعہ سے نہ بھی ہو، اور حدیث اور آثار میں تحقیقی طور پر آیا ہے، کہ مروج کو زیارت کنندگان کے حالات کا علم ہوتا ہے، اور وہ زیارت کنندگان کو پہچانتے بھی ہیں، چنانچہ حدیث میں آیا ہے، کہ جمہد کے دن مردوں کی زیارت کو چنانچہ زیادہ پسند کیا گیا ہے کیونکہ اس روز زمین کو زیارت کنندگان کا اچھی طرح سے علم ہوتا ہے، اور زیارت کنندگان کے حالات ان پر زیادہ واضح اور ظاہر ہوتے ہیں، مزید برآں اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ آخرت میں بھی اور بدترج میں بھی اموات کو علم حاصل ہو گا، اور دین اسلام کی حقیقت کا انہیں پتہ ہو گا، چنانچہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: اور جیسا کہ اتفاق ہے کہ حدیث کی مراد یہ ہے، لہذا اموات کو دنیا اور دنیا کا علم حاصل ہوا ممکن ہے، اور جبکہ مروج باقی ہے، پھر اس علم کے نزول چھوٹے اور بڑے پر کوئی دلیل پائی جاتی ہے، حدیث میں یہ بھی آیا ہے، کہ کہ فرشتے ان دنوں واپس آنے کی قضا خدا کر رہے گئے، یہ بھی آیا ہے، کہ میت جب منکر و نکر کے سوالات کا اچھی طرح جواب دے دے گی، اور اسے راحت حاصل ہوگی، تو اس وقت اس کا یہ آرزو ہوگی، اور کہے گی کہ شہدائی ہو جو میرے گھر والوں کو خبر پہنچائے، کوئی خوش



اور آرام و راحت میں ہوں ،

مختصر یہ کہ کتاب وصنت میں احادیث و آثارِ مہر جو میں ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اموات کو دنیا اور اہل دنیا کا مسلم ہوتا ہے ، لہذا وہی شخص ان کا منکر ہر مسئلہ ہے ، جو احادیث سے ناواقف ہو ، یا منکر دین ہو ۔ میں نے یہ جو کچھ کہا ہے ، بتوفیقِ خداوندی کہا ہے ،

**اہل قبور سے استدلال** : اہل قبور سے استدلال کا مسئلہ ، بعض فقہائے اس سے انکار کیا ہے ، اگر انکار کی وجہ یہ ہے کہ اموات کو زراعت میں اور ان کے احوال کا علم نہیں اور نہ وہ سنتے ہیں تو ہم نے ثابت کر دیا ہے ، کہ یہ قول باطل ہے ، اور اگر ان کے انکار کی وجہ یہ ہے کہ قبر میں اموات کو اس قدر قدرت اور تصرف حاصل نہیں ، کہ وہ مدد کر سکیں بلکہ وہ جو جس اور سو کے گئے ہیں اور حقیقت و شدت میں مبتلا ہیں تو یہ بات ان متعین کے بارے میں جو اللہ کے محبوب ہیں صادق نہیں آتی کیونکہ کبریا نے انہیں اللہ کا قرب حاصل ہو گا ، اور اسبابِ بقدرت حاصل ہوگی کہ وہ ان زیارت کنندگان کی جو ان کا وسیلہ بن گئے ہیں شفاعت اور دعا کریں اللہ بارگاہِ رب العزت سے ان کی حاجت برآئی کی دعا کریں جیسا کہ قیامت کے دن ہو گا ۔ ان امور کی نفی پر کیا رسے پاس کو ان سی زبیل ہے ؟

حاضی پیشاوردی نے "وائف از عباد عترقا" اور بعد کی آیات کی تفسیر فرماتے ہوئے لکھا ہے ، کہ ان سے مراد نفوس فاضلہ کی صفات میں ، جب وہ بدن سے جدا ہوتی ہیں ، کیونکہ انہیں بدن سے کھینچ کر نکالا جاتا ہے اور عالم ملکوت کی جاتے ہوئے وہ نشاط میں ہوتی ہیں ۔ وہاں سیاحت کرتی ہیں ، پھر بارگاہِ رب العزت کی طرف جاتے ہیں ، ایک دوسرے سے بیعت کرتی ہیں ، پھر شرف و توقت حاصل کر کے واپس آتی ہیں ، یہیں کچھ میں نہیں آتا ہے ، کہ امداد و استدلال سے ان کی کیا مراد ہے جس کے یہ لوگ منکر ہیں ، جس قدر ہماری سمجھ میں آتا ہے یہ ہے کہ دعا کنندہ جو اللہ کی طرف محتاج ہوتا ہے ، خدا سے درخواست کرتا ہے اور بارگاہِ رب العزت سے اپنی حاجت طلب کرتا ہے ، اور اس مقرب و مکرم بندہ کی دعا و حاجت کو بارگاہِ خداوندی میں وسیلہ لاتا ہے ، امدد کہتا ہے کہ اے خدا اس بندے کی برکت سے جس پر تو نے رحم کیا ہے ، اور جس پر تو نے اپنا لطف و کرم کر رکھا ہے ، میری حاجت برآئی کر کیونکہ تو ہی دینے والا اور کریم ہے ۔ یا یہ کہ وہ مکرم و مقرب بندہ کو پکارتا ہے ، کہ اے خدا کے ولی میری سفارش کیجئے اور حق سے درخواست کیجئے تاکہ میری درخواست مجھے عطا ہو ، اور میری حاجت پوری ہو ، دینے والا تو ہر صورت میں خدا ہے ، اسی سے سوال کیا جاتا ہے ، اور وہی مامول ہے ، امد یہ بندہ تو درمیان میں چھٹا ایک وسیلہ ہوتا ہے قدرت رکھنے والا اور تصرف کرنے والا اور تصرف اللہ تعالیٰ ہی ہے ، اور اولیاء اللہ تو اللہ کی قدرت و عظمت اور افعال میں دنیا جو چکے جتے ہیں ۔ نہ انہیں قدرت حاصل ہے اور نہ تصرف کرنے کا کوئی اختیار ۔ نہ اب جبکہ وہ قبور میں ہیں ۔ اور نہ اس وقت تھا جب کہ دنیا میں زندہ تھے ، اگر یہ معنی جو ہم نے بیان کیے ہیں ، شرک اللہ مسموی اللہ کی طرف توبہ کا سبب ہوں ، جیسا کہ منکر کا خیال ہے ، تو پھر ان بزرگوں کی زندگی میں بھی ان سے توسل طلب ۔

کرنا اور دعائی ممنوع ہونا چاہئے، حالانکہ یہ ممنوع نہیں ہے، بلکہ بالاتفاق محبوب اور مستحسن ہے اور دین اسلام میں شائع و نازل ہے،

اگر یہ کہیں کہ مرنے کے بعد یہ لوگ تو معزلی ہو چکے ہیں۔ اور جس حالت و کرامت میں زندگی میں تھے۔ اب اس سے نکل چکے ہیں۔ تو اس کی دلیل پیش کریں۔ یا یہ کہیں کہ مرنے کے بعد جو عارضات انہیں پیش آتے ہیں، ان کی وجہ سے تو وہ اپنے دھندے میں پڑے ہیں، تو اس سے آپ کلیہ قاعدہ قرار نہیں دے سکتے اور اس حالت کے دائرہ رہنے کی کوئی دلیل نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں، کہ یہ کلیہ قاعدہ نہیں اور استدعا کا وہ فائدہ بھی عام نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ممکن ہے کہ بعض لوگ تراشہ کی ذات میں اس قدر مستند و اور مستغرق ہوں کہ اپنی دنیا کا شہوہ ہو اور نہ اس طرف توجہ ہو تو ہو۔ اور نہ انہیں دنیا میں تصرف حاصل ہو۔ جیسا کہ اس دنیا میں بھی محذوبوں کے حالات متفادت ہوتے ہیں۔ البتہ اگر کوئی زیارت کنندہ یہ اعتقاد رکھے کہ اہل قبور بذات خود تیار اور منصوب ہیں۔ بدولت اس لکھن سبب ان کی طرف ان کی توجہ ہو اور بدولت اس کے کہ وہ حق تعالیٰ سے درخواست کرتے ہوں، جیسا کہ عوام اور جاہل اعتقاد رکھتے ہیں۔ تو یہ قطعاً حرام اور ممنوع ہے، مثلاً قبر کو بوسہ دینا قبر کو سجدہ کرنا۔ اور قبر کے رخ منہ کر کے نماز پڑھنا وغیرہ وغیرہ اس قسم کے اعتقادات اور افعال ممنوع اور حرام ہیں۔ اور عوام کے فعل کا کوئی اہمیت بار نہیں۔ اور نہ ہی ان سے ہماری بحث ہے، مگر شریعت سے واقف اور احکام دین جاننے والا ایسا اعتقاد کیسے رکھ سکتا اور ایسا فعل کیسے کر سکتا ہے،

مشائخ اہل کشف سے کاغذین کی ارواح سے اعتماد اور استفادہ کے بارے میں اس قدر روایات آئی ہیں جو خارج از حد ہیں۔ ان کی کتابوں اور رسائل میں یہ روایات مذکور ہیں۔ اور ان کے اہل شہور ہیں۔ البتہ یہاں ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ممکن ہے، کیونکہ اور متغصب کو ان بزرگوں کے کلام سے کوئی فائدہ بھی نہ ہو۔ خدا ہم اس سے بچائے یہاں پر بحث صرف علم اور شریعت کے لحاظ سے ہے۔ اہل زیارت کے وقت مردوں کو سلام کرنا اور ان کے لئے استغفار کرنا اور قرآن مجید کا پڑھنا مسنون اور مردی ہے، مگر اس میں اعتماد کا پہلو نہیں ہے، لہذا زائد پر مذکور ذیل کے حالات کے اختلاف کا لحاظ رکھتے ہوئے مردوں کی امداد کرنا اور ان سے استفادہ کرنا و ذیل پائے جائیں گے،

یاد رکھیں کہ اختلاف صرف غیر انبیاء علیہم صلوات اللہ علیہم میں ہے، کیونکہ انبیاء تو بالاتفاق مقبلی و نبیوی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں۔ اور اولیاء کی زندگی دلی نہیں، کیونکہ ان کی زندگی حیات اخروی اور مبنی ہے یہاں پر بحث ہمیں ہو گئی۔ یہ ممکن کو دلیل کرنے کے لئے کیا گیا ہے، کیونکہ آجکل ایک فرقہ پیدا ہوا ہے، جو ان اولیاء اللہ سے اعتماد اور استعانت لے سکتے ہیں، جو اس دنیا سے منتقل ہو کر دایم ہیں، پہنچ چکے ہیں اور وہ اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں رزق پلے میں اور خوش حال ہیں۔ اور لوگوں کی ہمتی نہیں اور جو لوگ ان کی طرف متوجہ نہ کرے ہیں انہیں یہ لوگ مشرک اور بت پرست قرار دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ اور بہت کچھ کہتے ہیں۔ بہت مدت سے .... (۱) یہاں تو امرات کو درود دینے (اعزاز) کا پہلو پایا گیا،

اس مسئلہ کی تحقیق و تفصیل لکھنے کا خیال تھا۔ آج اللہ کی توفیق شامل حال ہوئی تو یہ کلمات لکھ دئے گئے۔  
**سہیلی کا بیان** | ابراہیم علیہ السلام نے فرماتے ہیں :-

حضرت عائشہؓ کو اس موقع پر موجود تھیں، مگر اصحاب جو اس وقت موجود تھے انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ بہتر یاد ہو سکتے ہیں، یہی وجہ ہے، کہ جب انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ تو ان لوگوں کو خطاب فرما رہے ہیں جو مردار ہو چکے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا تم میری بات کو ان سے بہتر نہیں سن سکتے (نقل حضرت عائشہؓ) اگر مردے جان سکتے ہیں تو سن بھی سکتے ہیں، خواہ اپنے سر کے کانوں سے اگر ہم کہیں کہ روح بدن میں یا جڑ بدن میں سوال کے وقت لوٹا جاتی ہے، اور یہی اکثر اہل سنت کا مذہب ہے، یا دل یا روح کے کانوں سے جیسا کہ ان لوگوں کا خیال ہے، جو یہ کہتے ہیں کہ جسم یا جڑ جسم میں لوٹا جانے کے بغیر ہی روح کو سوال کیا جاتا ہے، یہ بھی معایت ہے کہ مردوں کے عدم سماع پر حضرت عائشہؓ نے اللہ کے فرمان

مَا أَنتُمْ بِمُسْمِعِينَ مَن فِي الْقُبُورِ

کو دلیل کے طور پر پیش کیا تھا، حالانکہ اس آیت کا مفہوم یہی ہے جو آیت  
 أَفَأَنْتُمْ مُسْمِعُونَ الَّذِينَ فِي الْقُبُورِ دیکھا آپ بہرہ دل کو منا سکتے ہیں یا انہوں کو راہ دکھا سکتے  
 ہیں، کا ہے، مراد یہ ہے کہ خدا ہی تعالیٰ جو ہدایت کرتا ہے، تفریق دیتا ہے اور نصیحت کو دل کے کانوں تک پہنچاتا  
 ہے۔ آپ یہ کام نہیں کر سکتے۔۔۔ کافروں کو تشریح کے طور پر مردہ اور بہرہ کہا ہے، لہذا خدا ہی جب چاہے وہ  
 حقیقت انہیں بات سنا دے، نہ نبی یہ کام کر سکتا ہے، نہ کوئی اور لہذا اس آیت کا عدم سماع سے کوئی تعلق  
 نہیں ہے، اس کی دو وجہیں ہیں، ایک یہ کہ یہ آیت کفار کو ایمان کی طرف دعوت دینے کے بارے میں نازل ہوئی اور  
 اور دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تو صرف اس بات کی نفی کی ہے، کہ نبی انہیں سنا نہیں سکتے اور یہ سچ ہے، اسلئے  
 کہ صرف خدا ہی ہے، کہ جب چاہے انہیں سنا دے، وَهُوَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

# میت غسل دینے والوں اُن لوگوں کو چھانتی ہے جو اسے قبرستان لیجاتے ہیں

علامہ حلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب شرح الصدور میں اس کے لئے ایک الگ باب باندھا ہے اور متعدد احادیث نقل کی ہیں۔ یہاں چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے، ابو مسیحہ خدری کی روایت [احمد نے طبرانی نے اوسط میں، مؤدبی اور ابن سندہ نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میت، اپنے نہانے والے، اٹھانے والے، کفنانے والے اور قبر میں رکھنے والے کو چھانتی ہے،

عمر بن دینار کی روایت [ابن ابی الدنیا نے عمرو بن دینار سے روایت کی ہے، کہ جو شخص مرجاتا ہے اسے اس کے مرنے کے بعد چوکھڑا ہوتا ہے، اس کا علم ہوتا ہے، اور جب وہ اسے غسل دیتے اور کفن پہنا رہے ہوتے ہیں، تو وہ ان کی طرف دیکھ رہا ہوتا ہے،

ابن عباس کی روایت [ابن عباس نے کتاب الروضہ میں ابن عباس سے بسند ضعیف روایت کی ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میت اپنے غسل دینے والے کو بھیجتی ہے، اگر اسے جنت کی نشانت دی گئی ہو، تو اٹھانے والے سے درخواست کرتی ہے، کہ وہ اسے جلدی سے لے جائے اور اگر دوزخ کی نشانت دی گئی ہو، تو روکنے کی درخواست کرتی ہے،

محب اہل کا قول [ابن ابی الدنیا نے ابولہب سے روایت کی ہے، کہ جب کوئی شخص مرجاتا ہے، تو فرشتہ اس کی روح کو ہاتھ میں لئے ہوتا ہے، اور میت ہر ایک چیز کو دیکھتی ہوتی ہے، غسل دیتے ہوئے بھی اور اٹھانے والے ہوئے بھی تا انکے سے قبر میں پہنچا دیا جائے،

ابن حنیبل کی روایت [ابن ابی الدنیا نے ابن ابی حنیبل سے روایت کی ہے، کہ جب کوئی مرجاتا ہے، تو اس کی روح ایک فرشتہ کے ہاتھ میں ہوتی ہے، اور وہ دیکھتی ہے، کہ اس کے سم پر کس طرح نہایا جاتا ہے، کس طرح کفنا جاتا ہے۔ اور اسے کس طرح قبر تک لایا جاتا ہے، اس کے بعد اس کی روح اس میں لوٹا دی جاتی ہے، اور اسے قبر میں بٹھلایا جاتا ہے،

ابن قیم کا قول [ابن قیم فرماتے ہیں،

فہما فی الروح فتشاهد غسل البدن وتکفینہ وجنتہ وتقول قد مرقی قد مرقی

لہ شہم الصدوق: ۶۱، اور حیات الموات: ۴۷، زرقانی: ۵، ۳۴۲، ۳۴۳، شرح الصدوق: ۶۶، اور کتاب الروح: ۱۰۳-۱۰۴

۳۷ شرح الصدوق: ۶۱، اس حدیث کی سند اگرچہ ضعیف ہے، مگر چونکہ اس کی تائید دیگر روایات سے ہوتی ہے، اسلئے اس میں کیا گیا

۴۷ کتاب الروح: ۸۰



صبح پھر آجاتی ہے، اور بدن کے نہالنے، کھانے اور اٹھانے کو کہتی ہے، اور کہتی ہے مجھے آگے لے چلو،  
 آج کل مناسب معلوم ہوتا ہے، آج کل ایک واقعات درج کر دے جائیں ہیں میں بعض لوگوں کا مرنے کے بعد  
 کام کرنے کا ذکر آیا ہے، ایسا ہے کہ یہ بھیجی سے خالی نہ ہوں گے،

ایک میزٹ کا آٹھیں کھولنا ابن النجار نے اپنی تاریخ میں ابو عبد بن النجار سے نقل کیا ہے اور ابو عبد بن النجار سرکاری  
 کے ساتھیوں میں سے تھے، مخالفان کی فضیلت کو جوہ سے انہیں اندھیل پر مقدم سمجھتے تھے، ..... یہ ابو عبد  
 کہتے ہیں کہ میں نے ایک بیت کو غسل دیا اور ابھی غسل دے رہا تھا، اس نے آٹھیں کھولیں اور میرا ماتھہ کھڑ کیا۔ اور کہا  
 اب محمد اس دن کے لئے بھی طرح سے تیار کر دے،

دوسرا واقعہ ابوعلی الروادباری نے حکایت کی ہے، کہ ان کے ہاں ایک فقیر آیا اور کچھ عرصہ بعد میر گیا، میں نے اس کے  
 دفن کرنے کا انتظام کیا۔ جب مٹی میں رکھنے کیلئے میں نے اس کا چہرہ کھول دیا یہ خیال کرتے ہوئے کہ یہ ایک غریب و بون  
 انسان تھا، مجھے اس پر رحم آیا، چاہا کہ اس نے آٹھیں کھولیں اور کہا،

يَا اَبَا عَلِيٍّ اَتَدَلُّنِي مَيِّتٌ يَحْيِي مَنْ دَلَّيْتُ،

اے ابوعلی! کیا تو مجھے اس پر مددگار کے سامنے ذلیل کرنا چاہتا ہے جس نے مجھے اس پر ناز کرنے کی  
 عادت ڈال رکھی ہے،

میں نے کہا کیا مرنے کے بعد زندگی،

اس نے جواب دیا:- میں زندہ ہوں اور اللہ کا ہر محبوب زندہ ہوتا ہے،

تیسرا واقعہ قشیری کہتے ہیں کہ میں نے ابو عبد الرحمن سلمی سے سنا وہ کہتے تھے، کہ میں نے منصور بن حماد اللہ سے  
 سنا، انہوں نے مدینہ میں ابو جعفر بن قیس سے سنا۔ انہوں نے ابو سعید خدری سے سنا، فرماتے ہیں میں نے ان سے سنا کہ ایک  
 باب بنی مشیبہ سے گذر رہا تھا، کہ تو ایسوت نواں کو مڑ رہا ہوا پایا۔ میں نے جب اس کے چہرہ کی طرف دیکھا۔ تو  
 مسکرایا۔ اور کہا اسے ابو سعید کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ کے دوست خواہ مرچکے ہوں زندہ ہو گئے ہیں۔ وہ تو صرف  
 ..... ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر دئے جاتے ہیں۔

چوتھا واقعہ ابو القاسم قشیری اپنی مستند البیوق موسیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ذکر کیا کہ میں نے اپنے  
 ایک مرید کو غسل دیا، اس نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا۔ حالانکہ وہ تجھے پر پڑا تھا۔ میں نے کہا: بیٹا! میرا نا تو چھوڑ دو۔ مجھے  
 معلوم ہے کہ تو مڑ رہا ہے۔ یہ تو ایک گھر سے دوسرے گھر کو جانا ہے اس پر اس نے میرا نا تو چھوڑ دیا۔

پانچواں واقعہ ابو القاسم کہتے ہیں کہ میں نے اسی شخص سے سنا کہ اسے ابو بکر احمد بن محمد طبرسی نے بتایا، کہ انہیں ابو بکر  
 بن شیبان نے بتایا کہ ایک بڑا خوش عقیدہ فرحوان ان کی صحبت میں رہا کرتا تھا۔ وہ مر گیا۔ اہل یم کہتے ہیں کہ مجھے

لے شرح المصنف: ۶۳۵ قلعہ سالقشیرہ: ۱۵۴۳ھ لکھ رسالہ قشیرہ:



اموات زیارت کنندگاں کو پہنچاتے ہیں، ان کے سلام کا انہیں علم ہوتا ہے، اور وہ سلام کا جواب بھی دیتے ہیں،

حافظ ابن قیم نے کتاب الردح میں اور حافظ جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور میں اس پر مستقل باب باندھا ہے، چنانچہ ابن قیم لکھتے ہیں کہ ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا۔

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَزُورُنِي فِي قَبْرِ أَخِيهِ كَانَ يَفْعَلُهُ فِي الدُّنْيَا فَيَسَلِّمُ عَلَيْهِمْ كَأَنَّهُ  
اللَّهُ عَلَيْهِمْ سَلَامًا حَتَّى يَرْزُقَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

جب کبھی کسی مسلمان اپنی جان پہچان والے مسلمان بھائی کی قبر کے پاس سے گذرتا ہوا ہے۔ سلام کہتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی رزق اسے فرمادیتے ہیں۔ تاکہ وہ اس کی سلام کا جواب دے سکے، اس کے بعد ابن قیم فرماتے ہیں،

فَقَدْ أَكْفَى اللَّهُ نَفْسَهُ يَفْعَلُهُ يَفْعَلُهُ وَيَرْزُقُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

یہ صریح نص ہے کہ میت زیارت کنندہ کو پہنچاتی ہے اس کے سلام کا جواب دیتی ہے،

ابن ابی الدنیا کی روایت ابن ابی الدنیا نے کتاب اللعید میں حضرت عائشہ سے روایت کی ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَزُورُنِي فِي قَبْرِ أَخِيهِ إِلَّا اسْتَأْذَنَ وَدَعَا عَلَيْهِمْ حَتَّى يَقُومَ

جب کبھی کوئی شخص اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کر جاتا ہے، تو میت اس سے اذن منسوب کرتی ہے،

اور اس کے سلام کا جواب دیتی ہے، تاکہ وہ اللہ کے حکم چلا جاتا ہے۔

ابن ابی الدنیا اور سیوطی ابن ابی الدنیا اور سیوطی نے شوب میں ابوبکرؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ

کی روایت

إِذَا مَرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرِ أَخِيهِ فَلْيَسَلِّمْ عَلَيْهِمْ وَدَعَا عَلَيْهِمُ السَّلَامَ وَعَمَّا لَهُ كَرَادًا مَرَّ بِقَبْرِ

لَا يَفْعَلُهُ سَلَامًا عَلَيْهِمْ سَلَامًا عَلَيْهِمُ السَّلَامُ

جو شخص اپنے بھائی کی قبر کے پاس سے گذرتا ہے، اس سے سلام کرتا ہے تو میت اس کے سلام کا جواب

دے گی کتاب الردح ص: ۴۸ اور شرح الصدور ص: ۱۳۶ سیوطی یہ حدیث نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ عبدالحق مسمیٰ نے

اس حدیث کو تصحیح قرار دیا ہے، نیز حافظ جہازی کتاب کا صفحہ ۴۸، لے شرح الصدور ص: ۱۳۶، کتاب الردح ص: ۱۳۸ اور

اور حیات المات ص: ۳۵، زبانی ص: ۳۲۲، لے شرح الصدور ص: ۱۳۶، کتاب الردح ص: ۱۳۸، اور

زبداتی ص: ۳۲۲

دیتی ہے اور اسے پہنچتی ہے، اور اگر کسی ایسے شخص کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے، جسے نہ جانتا تھا۔ اللہ  
سلام کرتا ہے۔ قرینیت اس کے سلام کا جواب دیتی ہے،

**ابن عباس** طائیفی روایت | **ابن عباس** طائیفی ہیں۔ کہ روایت کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
اَنْتُمْ مَنَّا يَكُونُ اَلْمَقْبَرَةُ فِي قَبْرِكَ اِذَا نَزَلْنَا مِنْكُمْ فَيَكُنْ فِي ذَا اَمْرٍ اَللّٰهُ تَعَالٰی  
مریت کو دنیا میں جن لوگوں سے محبت ہوتی ہے، اگر ان میں سے کوئی اسکی زیارت کو آئے۔ قرینیت بہت  
انسان محسوس کرتی ہے،

**ابن ابی الدنیا** اور | **ابن ابی الدنیا** نے القصور میں اور الصابونی نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ ابوہریرہ نے  
صوابی کی روایت | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! میرا گھر قبرستان کے  
ہوتا ہے، لہذا مجھے کیا کہنا چاہئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ جب تو ان پر سے گزرسے تو بول کہ اے  
اَللّٰهُمَّ عَلَيْكُمْ يٰ اَهْلَ الْقُبُورِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُؤْمِنِيْنَ اَمْسِكُوا سَلَفًا وَخَيْرًا مِّمَّكُمْ  
اَبْرَزِيْنَ کہتے ہیں، میں عرض کیا، یا رسول اللہ کیا یہ سنتے ہیں،  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ سنتے تو ہیں مگر جواب نہیں دے سکتے۔ نیز فرمایا:۔ اے ابوہریرہ کیا

تو اس پر رضی نہیں کہ جتنی تعداد ان مردوں کی ہے، اسی تعداد فرشتے تمہارے سلام کا جواب دیں،  
سیدتی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ وہ جواب نہیں دے سکتے اس سے یہ مراد ہے،  
کہ وہ اس طرح جواب نہیں دے سکتے کہ زندہ لوگ سن سکیں ورنہ وہ حقیقت محض کے سلام کا جواب دیتے۔

**صنعانی کا بیان** | غیر تقلیدین کے امام محمد انجیل الامیر یعنی الصنعانی مرقی علیہ السلام حضرت ابن عباس سے مروی  
حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ صَلى اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ بِعَمْرِو بْنِ الدِّیْنَرِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ  
اَللّٰهُمَّ عَلَيْكُمْ يٰ اَهْلَ الْقُبُورِ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَكُمْ اَسْتُمْ سَلَفًا وَخَيْرًا مِّمَّكُمْ  
ما رواہ الترمذی وقال حسن،

کی شرح میں فرماتے ہیں

فَيُبَارِكُ اَنْتُمْ يَسْكُنُ عَلَيْكُمْ اِذَا مَنَّ بِالْمَقْبَرَةِ وَاِنْ لَمْ يَسْكُنِ الْمَقْبَرَةُ لَمْ يَسْكُنْ وَفِيْہِ اَنْتُمْ  
يَعْلَمُكَ يٰ اَكْبَاثُ بِعَمْرِو بْنِ الدِّیْنَرِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ اَللّٰهُمَّ عَلَيْكُمْ يٰ اَهْلَ الْقُبُورِ

اس حدیث میں دو باتیں پائی جاتی ہیں۔ پہلی یہ کہ جب مسلمان کسی قبرستان کے پاس سے گزرسے خواہ  
ان کی زیارت کا ارادہ نہ بھی ہو تب بھی انہیں سلام کہے اور دوسری یہ کہ اموات کو ان کے  
پاس سے گزرنے والوں کا اور ان کے سلام کرنے کا جملہ ہوتا ہے، کیونکہ اگر ان کو علم نہ ہوتا تو سلام

لہ اصل کتاب میں یہاں ”وَقَدْ ظَهَرَ اَلْحَقُّ عَلٰی الْمُؤْتَمَرِ فِي الْفَاتِحِ خَرَجَ الصَّحَابَةُ ۶۰ مَقَامًا سَلَّمَ اَللّٰهُمَّ عَلَيْكُمْ“ ۱۶۳،





## بعض اموات کا قرآن مجید اور نماز پڑھنا

آپ اوپر پڑھ چکے ہیں، کہ میں اموات کو بعینہ اسی طرح سلام کہنے کا حکم دیا گیا ہے، جس طرح ہم زندوں کو کہتے ہیں نیز یہ کہ وہ ہمارے سلام کا جواب دیتے ہیں، غرض کہ اس سے سن سکیں یا نہ اور یہ کہ اموات نامرین کی زیارت سے خوش ہوتے ہیں، یہ تو عام اموات کا حال ہے، پھر خواص کی اونٹوں کی کیفیت ہے، وہ قبروں میں قرآن مجید کی تلاوت کرتے اور نماز پڑھتے ہیں، چنانچہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلامات کے متعلق صریح احادیث میں آیا ہے، کہ وہ اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں، جیسا کہ اس کا ذکر اگلے باب میں آئیگا، انشاء اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، امت کو بھی یہ شرف حاصل ہوا ہے، کہ وہ ان اعمال کو قبروں میں کرتے ہیں،

سید نور شاہ رحمہ اللہ کا بیان اسیدانہ شاہ آنحضرت کے فرمان "مَنْ صَلَّاهُ فِي قَبْرِهٖ بَرَّحَتْ" پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں "مَنْ صَلَّاهُ" کے الفاظ سے بظاہر ہر مومن موتا ہے، کہ قبروں میں کوئی عمل وغیرہ نہ ہوگا۔ حالانکہ قبروں میں بہت سے اعمال کا ثبوت ملتا ہے، مثلاً اذان اور اقامت داری کے ٹاں، ماقرآنہ قرآن ترغذی کے ٹاں اور حج نجدی کے ٹاں، ملاحظہ ہو شرح الصدود، قرآن مجید کے الفاظ سے دونوں باتوں کا رد ہم ملتا ہے، چنانچہ سورہ یسین میں ہے

مَنْ يَّحْكُمْنَا مِنْ قَبْرِهِ يَمُوتُنَا هُنَا، ہیں اس مرتبہ میں نے اٹھایا۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے، کہ قبر میں کوئی احساس نہ ہوگا۔ اور سب مرتے ہوئے ہوں گے اور دوسری جگہ قرآن مجید میں یوں ہے۔ اَلَمْ نَكُنْ رَّٰحِمًا لِّمَنْ عَلَيْنَا عٰدٌ اَوْ اٰدُ عَسٰی، یہ آیت پہلی آیت کے خلاف ہے میرے نزدیک اس کی تشریح یوں ہے کہ برزخ میں اموات کے ان اعمال کے اعتبار سے جو وہ دنیا میں کیا کرتے تھے، ان کا حال جیسا ایک دوسرے سے مختلف ہوگا۔ چنانچہ بعض تو اپنی قبروں میں سوئے ہوئے ہوں گے، اور بعض مائتو نعمت میں ہوں گے، مزنی حالت کو نیند سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کہ عربی زبان میں کوئی اذہ ایسا لفظ نہ تھا، جو اس کے صحیح مفہوم کو ادا کر سکے، لہذا ایسا لفظ اختیار کیا گیا جو کسی قدر اس کے مفہوم کو ادا کر سکے، نیزند سے بڑھ کر کوئی اور حالت برزخی زندگی سے شاہد بہت نہیں رکھتی، اسی لئے توحید میں آیا ہے، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ بِكَ اَمَّا اَمَّا اَمَّا اور اسی لئے قرآن میں نیند اور موت کو ایک ہی لفظ کے تحت لایا گیا اور وہ لفظ کُفٰی ہے "کاللفظ ہے" پھر موت اور نیند میں فرق کر دیا گیا۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ نیند اور موت میں کوئی نہ کوئی مشترک بات بھی پائی جاتی ہے اور امتیازی بات بھی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

اَللّٰهُ یَتَوَكَّلُ اَلَا تَعْلَمُ حَیْثُ مَوْتُہَا وَکَیْ لَکُمْ عَذَابٌ فِیْ مَا کُنتُمْ فِیْ مَوْتِہَا فَاِیْسِرُکَ الَّذِیْ قَضٰی عَلَیْہَا

اَلْمَوْتُ وَیَسِّرُ سَبِیْلَ الْاٰخِرٰی (الاحزاب)

القصہ اس دنیا کی زندگی کے خاتمہ اور ایک نئی زندگی کی ابتداء کا نام ہر مذہب ہے۔ یہی بات عیند میں بھی ہے، کہ اس میں بھی دنیا سے ایک طرح کا انقطاع پایا جاتا ہے،

مٹا ہشی ابو بکر ابن العربی کا بیان | انا فی ابو بکر ابن العربی فرماتے ہیں،

ہم نے کتب اصول میں بیان کر دیا ہے۔ کہ موت ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہونے اور ایک حالت سے دوسری حالت میں بدلنے کا نام ہے، اور ہم نے سراج المریدین جو فقیر قرآن میں لکھی ہے کی جو بھی قسم میں اس کے عجیب و غریب حالات بیان کئے ہیں،

اب میں یہاں ان لوگوں کے واقعات پیش کرتا ہوں جن کی قبروں میں نماز وغیرہ پڑھنے کی مستنہادت پائی جاتی ہے،

ثابت بنانی کا قبر میں نماز پڑھنا | ابن سعد حقیقت میں، ابن ابی شیبہ مصنف اور امام احمد الزہری میں لکھتے ہیں

اَنَّ بَنِي نَافِلَةَ عَطَاكَ بَنِي مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ ثَابِتِ بْنِ كَثِيرٍ أَنَّ ابْنَهُ لَمْ يَمُتْ وَهُوَ

یاگی کہ اسے خدا اگر تو نے کسی قبر میں نماز پڑھنے کا شرف عطا کیا ہے، تو مجھے بھی یہ شرف عطا کرنا،

دوسری روایت | ابو نعیم نے یوسف سے روایت کی ہے، کہ حفصہ نے انہیں بتایا کہ میں نے ثابت کو قید الطویل کو یہ کہتے سنا، کہ کیا تجھے یہ روایت پہنچی ہے، کہ انبیاء کے سوا کوئی اور بھی قبر میں نماز پڑھتا ہے، محمد نے جواب

دیا، نہیں، اس پر ثابت نے کہا:۔ خدا! تو نے اگر کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے، تو مجھے بھی اجازت دینا

روایت مذکورہ کی شہادت | ابو نعیم نے جابر سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں قسم ہے خدا کی میں نے سوا کوئی

معبود نہیں، میں نے یہ ثابت بنانی کو قبر میں اتارا تھا، اور میرے ساتھ قید الطویل تھے، جب ہم نے انہیں چھوڑ دیں

فلیک اینز بگر ٹری، کیا دیکھا ہوں کہ وہ قبر میں نماز پڑھ رہا ہے، یہ اس دعا کی برکت تھی جو وہ زندگی میں کیا کرتا

لے شرح ترمذی، ۴: ۱۳۳-۱۳۴، کہ عفان بن مسلم بصری، عجلی کہتے ہیں، کہ عفان بصری نقد اشہب اور متبع سنت ہیں

معاذ بن معاذ نے ان سے کہا، اگر آپ کو پس ہزار دینار دوں گا، اگر آپ عفان شخص کے متعلق صرف اچھے باتیں نہ دیں، نہ کہ میں نے انہیں کہا تھا کہ اگر وہ بخل

نہ ہو تو انہیں غور کرنا کہ کیا وہ اس حد تک بخل نہیں کر سکتا، انہوں نے صحابی بن ابی سلمہ مطاہری کو حکم دیا کہ عفان کو بلا کر وہاں پہنچائیں

کے قریب ہیں تو بہت روئے ان کا پانچ سو درہم، پورا کا وظیفہ بند کر دو، عفان صحابی کے پاس گئے مگر وہ ان کی بات نہ مانی اور کہا کہ

یہ زندگی اللہ کے ہاں ہے، امام محمد نے ان سے بہت سی احادیث روایت کی ہیں، یہ بخاری کے بھی استاد تھے، انکی پیدائش ۱۳۵ھ میں ہوئی تھی

۱۳۵ھ

کہ اے اللہ اگر تو نے کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کا شرف بخشا ہے، تو مجھے بھی یہ شرف بخش اور اللہ اسکی دعا کو رد کرنے والا نہیں ہے  
**ایک اور شہادت** ابن جریر نے تہذیب الآثار میں اور ابونعیم نے المعجم المہلبی سے روایت کی ہے،  
 کہ جو لوگ علی الصیاح قبرستان جنت کے پاس سے گزرتے تھے، انہوں نے بیان کیا کہ یحییٰ بن خنیس نے ان کی قبر سے گزرتے  
 تو ہم قرآن پڑھنے کی آواز سنتے تھے  
**ایک اور روایت** ابن مندہ کہتے ہیں:-

أَنَّكَ أَتَى مِنْ مُحَمَّدٍ الشُّكْلِيِّ أَنَّ أَبَا إِسْحَاقَ بْنَ سَعْدٍ الْخَفَّاقِيَّ أَقْبَا بَابَ الْقَاضِي أَبِي إِسْحَاقَ  
 حَدَّثَنَا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْأَشْعَرِيِّ سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ سُلَيْبٍ، وَهُوَ يَقُولُ  
 كَرَّمَنِي أَبُو حَامِدٍ لَمَّا كُنْتُ كَرَّجًا أَيْكَامًا فَقَدْ أَرَادَ بِزِيَارَةِ الْإِنْسَانِ تَحْتَا، يَدْعُوَنِي بِمَا كُنْتُ أَجْعَلُ  
 كَقَدْرٍ قَبْرِ تَنْتَانَ لِيَا، لَمَّا كُنْتُ كَرَّجًا أَيْكَامًا فَقَدْ أَرَادَ بِزِيَارَةِ الْإِنْسَانِ تَحْتَا، يَدْعُوَنِي بِمَا كُنْتُ أَجْعَلُ  
 كَقَدْرٍ قَبْرِ تَنْتَانَ لِيَا، لَمَّا كُنْتُ كَرَّجًا أَيْكَامًا فَقَدْ أَرَادَ بِزِيَارَةِ الْإِنْسَانِ تَحْتَا، يَدْعُوَنِي بِمَا كُنْتُ أَجْعَلُ

**ایک صحابی کا قبر میں قرآن پڑھنا** ابن عباسؓ سے روایت کی ہے، اور اس نے اس حدیث کو سن قرار دیا ہے، نیز حاکم اور بیہقی نے  
 کہ وہ ان قبر سے، ان میں اس میں سے سورۃ المائدہ پڑھنے کی آواز سنائی دی یہاں تک کہ اس نے سو کا ختم کیا، اس کے  
 بعد یہ صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور واقعہ بیان کیا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
 یہ سورۃ تجارت دینی اور عذاب قبر سے بچانے والی ہے،

ابو القاسم سعدی کتاب المزیح میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی تصدیق کر دی ہے،  
 کہ میت قبر میں قرآن پڑھتی ہے، کیونکہ یہاں حضرت عبداللہ بن عباسؓ راوی ہیں، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس  
 کی تصدیق فرمائی،

امام کمال الدین زملکانی مصنف اصل المقبول فی زیارۃ الرسولؐ میں فرماتے ہیں، کہ اس حدیث میں وضاحت سے  
 بیان کیا گیا ہے، کہ میت قبر میں سورۃ المائدہ پڑھتی ہے، چنانچہ روایت میں ہے، کہ اللہ تعالیٰ اپنا کرم بعض ایسوں پر  
 کرتا ہے، تو وہ قرآن مجید پڑھتے ہیں، اور بعض پر کرم کرتے ہیں تو وہ نماز پڑھتے ہیں، اور وہ زندگ میں بھی دعا مانگا کرتے  
 تھے جب اللہ تعالیٰ نے اپنے پیروں پر کرم کیا، کہ انہیں قبر میں عبادت کرنے کی قدرت دی، تو انہیں میں بطریق اولیٰ  
 یہ قدرت ہونی چاہئے

**ابن رجب کا بیان**۔ حافظ زین الدین ابن رجب کتاب احوال القیوم میں فرماتے ہیں، جب اللہ تعالیٰ الہی بزرگ

لے شرح الصدور: ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲،



پر اپنا کرم کرتے ہیں، تودہ مردوخ میں اعمال صالحہ کرتے ہیں، اگرچہ انہیں اس کا ثواب نہ ہوگا۔ اس لئے کہ موت سے قبل شق طع ہوجاتا ہے، مگر ان لوگوں کے لئے یہ عمل صرف اس لئے جاری رہے گا کہ جس طرح ملاک اور اہل جنت جنت میں اٹھ کے فخر سے صلاحت اندوز ہوں گے، یہ بھی اس سے حظ حاصل کریں، اگرچہ انہیں ان اعمال صالحہ کا ثواب نہ ملے گا مگر ذکر اور عبادت بذاتہ ان لوگوں کے لئے دنیا کی تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے، ان کے نزدیک تو ذکر اور طاعت خداوندی جیسی کوئی نعمت نہیں ہے۔

**ابن مراد کا بیان** ابو الحسن ابن مراد نے کتاب الروضۃ میں عبد اللہ بن محمد بن منصور سے روایت کی ہے، کہ ابراہیم خضار دکن کے رہنے بیان کیا میں نے ایک قبر کھودی تو ایک اینٹ دکھائی دی اور جب وہ اینٹ کھل گئی تو دیکھا کہ ایک شخص بیٹھا قبر میں قرآن پڑھ رہا ہے،

**ابن رجب کی ایک اور روایت** ابن رجب کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو النعمان یوسف محدث سمرقند نے بیان کیا کہ میں سے ابو الحسن علی بن الحسین سامری نے جو سامرا کا خطیب اور صالح آدمی تھا، بیان کیا اور مجھے سامرا کی قبروں میں سے ایک قبر کی جگہ بتا کر کہا کہ اس جگہ سے میں ہمیشہ سو رہا کہ قبائر کے پڑھنے کی آواز سنائی دیتی ہے،

**عبد اللہ بن عمر بن حرام** ابن شدہ، ابو محمد اور مالک نے الکلی میں سند ضعیف سے طویل بنید اللہ سے روایت صحابی کا قبر میں نماز پڑھنا کی ہے، کہ میری زمین قلابہ میں تھی، میں وہاں جا رہا تھا، کہ راستہ میں رات ہو گئی، میں نے عبد اللہ بن حرام کی قبر کے پاس ڈیرا ڈال دیا، قبر سے قرآن مجید کے پڑھنے کی آواز سنائی دی، میں نے اس سے بہتر قرأت نہ سنی تھی، اس کے بعد میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر اس کا ذکر کیا، تو آپ نے فرمایا: یہ عبد اللہ تھا، جو قرآن پڑھ رہا تھا، کیا تجھے معلوم نہیں کہ ان کی اصلاح کو قیض کر لینے کے بعد اللہ تعالیٰ ان کی اصلاح کو نہ بچدہ یاقوت کی قدر بلبل میں حوال کر جنت کے وسط میں لٹکا دیتے ہیں، جب رات ہوتی ہے، قرآن کی اصلاح انہیں دیا دی جاتی ہے، اور طلع فجر تک وہی رتہ میں، اور جب فجر ہوتی ہے، قرآن کی اصلاح کو اپنی جگہ کوٹا دیا جاتا ہے،

نہ فرمایا کہ میں نے آپ کو جنت میں پایا۔ فتائی کے یہ الفاظ میں کجنت میں داخل نہ ہو، تو قرآن کے پڑھنے جانے کی آواز سنائی دی، میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ جو قرآن پڑھ رہا ہے، جواب ملا یہ عابد بن نعمان ہے، اس پر شہر الحسد ورد: ۱۲۷، اس کتاب الزور: ۹۹،

۱۔ ان کا نام زین الدین ابو الفرج عبد الرحمن بن شہاب الدین احمد المعروف بہ ابن رجب البنداری ثم الدمشقی الحنفی مشہور ہے۔ ۲۔ شرح الصمد ورد: ۱۲۸ اور اسبابہ: ترجمہ حارث بن نعمان نمبر ۱۵۳۲، اس کتاب المصنف: ۱۲۶، ۳۔ عبد اللہ بن عمر بن حرام غزوہ احد میں شہید ہوئے تھے، یہ حضرت جابر کے والد ہیں، ان کا ذکر شہداء کے باب میں ہو کر کیا جائیگا۔

رسول اللہ نے فرمایا: ماں باپ کی ناپیداری ایسی ہوتی ہے، یہ الفاظ تین بار فرمائے، اس کے عارضہ اپنی والدہ کے بہت ہی تابعدار رہے!

ابو ہریرہ کی روایت سے پہنچی ہے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے آپ کو جنت میں دیکھا۔ ابھی جنت میں ہی تھا کہ کسی کے قرآن پڑھنے کی آواز سنائی دی کہ میں نے پوچھا یہ کون قرآن پڑھ رہا ہے؟ جواب ملا یہ عمار بن لہان ہے، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واللہ کی طاقت ایسی ہی ہوتی ہے، اندر یہ الفاظ تین بار فرمائے،

ایک اور واقعہ | حافظ ابن مندہ نے حاکم مطلق سے روایت کی ہے کہ ہم نے یخ میں ایک قبر کھودی تو وہ ایک دوسری قبر کی طرف کھل گئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بڑھائی میں ہے، اس کا منہ قبل کی طرف ہے، اور بزرگ کی چادر اوڑھے ہوئے ہے، اور دگر سبزہ زار ہے، اور گیند قرآن لئے اسے پڑھ رہا ہے!



تحت دلے بندے اس کا اسی طوع استقبال کرتے ہیں، جس طرح دنیا میں خوشخبری پہنچنے والے کا استقبال کیا جاتا ہے، پھر کہتے ہیں کہ اسے خدا ہمت و ذکا دیا کہ کم کر کے کہہ کر اسے بہت تکلیف ہوئی ہے، اس کے بعد اسے پوچھنا شروع کر کے میں اگر نکال غصہ کا کیا حال ہے، اور فلان عورت کا کیا حال ہے؟ کیا اس کی شادی ہو گئی؟ جب کسی ایسے شخص کے متعلق سوال کرتے ہیں جو اس سے پہلے مرچکا ہو، تو مرد کہتا ہے، کہ وہ تو مجھ سے پہلے مر چکا ہے، اس پر اموات اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ لا پڑھتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ وہاں سے پاس نہیں آیا، تو پھر نہیں لیا جاتا، یہ بڑا ٹھکانا ہے،

نیز کہا کرتے ہیں کہ اسے ان رشتہ داروں اور قبیلہ والوں کی پیش کیے جاتے ہیں، جو پہلے مر چکے ہیں، مگر اچھے ہیں، تو وہ خوش ہوتے ہیں، اور ایک دوسرے کو تہنارت دیتے ہیں اور کہتے ہیں، ایا اللہ کے فضل اور ہمت ہے، تو اپنی تہمت بھی پرکھ کر اور اسی پر اس کو صدمہ دے، اسی طرح بدکاروں کے اہل بھی انہیں پیش کیے جاتے ہیں، تو اموات کہتے ہیں، خدا یا اسے ایسے نیک اہل کی توفیق دے، جن سے تو خوش ہو، انہیں سے تو قریب حاصل ہو، بخاری کی روایت | بخاری نے اپنی تاریخ میں خالد بن عبد اللہ بن ابی اس کی روایت کی ہے، اگر ابوقحافہ کی بیٹی ام المومنین اپنے باپ کے مرنے کے تھوڑے ماہ بعد عبداللہ بن ابی اس کے پاس آئی جب وہ ابھی بیمار ہی تھا، اور کہا چاہیے والد کو میرا سلام کہتا،

اشرفی حبیبی حبیبی اسوال: بعض جگہ دستہ ہے کہ جب مرد کو تنہا کر دیا جاتا ہے، اس وقت مرد کے اشرفی حبیبی حبیبی اسوال: کان میں کہتے ہیں، کہ میرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس کا کہن؟ یہ کیا ہے؟

الحبیب: بعض سلف سے ثابت ہے، کہ مرد کے ساتھ بندہ والوں کو سلام کہہ دیتے تھے، اس بنا پر جانچو، اگر کسی حالت میں ہو سکتا ہے، جب مرد بات سوچنے لگنے کے لائق ہو، یعنی موت کے قبل ہوش میں ہو، نہ کہ بعد کفنانے کے

کچھ جملے ہیں، و قد اول ملک احمد بن محمد بن قزاقی نے نوادر الاصول میں عبداللہ بن عمرو سے روایت کی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ دو مومن کی روحیں ایک دن کی مسافت پر بھی ایک دوسرے سے ملاقات کرتی ہیں، حالانکہ اس سے پہلے ان کی کسی ملاقات نہیں ہوئی ہوتی ہے

بنار کی روایت | بنار نے سند صحیح سے ابوہریرہ سے روایت کی ہے، کہ ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ جب مومن کی وفات کا وقت آتا ہے، اور جو شخص وہ اس وقت دیکھتا ہے، چاہتا ہے کہ اس کی روح جلدی صل جائے اور اللہ تعالیٰ بھی غنا پسند کرے، اس وقت آسمان کھڑکھ جاتی ہے، تو مومن کی ارواح اس سے نکل کر لوگوں

لے شرح الصدور: ۵۹، کتاب الریح: ۲۲-۲۳، کتاب الریح میں اس حدیث کی سندوں کو دیکھ کر، صحت یقین بخانی

عن عبد اللہ بن سلمہ ان ابانہم المسجعی حدثہ ان ابانہم لافضاری حدثہ عن شرح الصدور: ۵۹

لے اعداد الفتاوی: ج ۱، ۵۸، سوال نمبر ۶، لے شرح الصدور: ۵۹-۶۰



کے متعلق دریافت کرنے کو اتنی ہی جچیں وہ جانتی تھیں، مگر وہ کہہ کر بھی زندہ ہے تو اس طرح خوش ہوئی اس گھر کے لیے کہ وہ تو مر چکا ہے۔ تو کہتی ہیں، وہ تو ہمارے پاس نہیں آیا۔

ایک اہل الدنیا نے صلح عمری سے روایت کیا ہے، کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے، کہ موت کے وقت روحیں اہلس  
میں ملتی ہیں، اور نئے مرنے والے کی روح سے دریافت کرتی ہیں، کہ تمہارے چچے کیا حال ہے، اور یہ کہ تو کس جہنم تھی  
طیب میں تھی یا نجس؟

**صنعا کی بیان** حضرت اسماعیل رضی اللہ عنہ کی کہہ ہیں کہ مردوں کو اپنے گھنہ پہنانے کا ذکر احادیث میں آیا ہے اور احادیث میں اچھے گھنہ پہنانے کی عیسوی بتا دی گئی ہے، چنانچہ دیکھ لی جابرؓ: **فَإِذْ رَأَوْنَاهُ كَلْبًا** اور روایت کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا: **الْحَسْبُ لَكُمْ مَا تَعْمُرُونَ بِهَا هَوْنًا وَبِهَا قُودُونَ** یعنی **مُؤْمِنِينَ**،

میت کہ اچھا گفتار بنایا کر، کہ کثرتِ کتاب میں مغفرت کرتے ہیں، اور ایک دوسرے کی زیارت کر جاتے ہیں،  
مسلم کی روایت صحیح مسلم میں ہے۔  
أَذْوَىٰ أَحَدِكُمْ أَخَاهُ فَلْيُحْسِنْ كَفَّارَةً،

جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کا دلایتے تو اسے اس کا اچھا کفن پہنا دیا جائے،  
 اگر وہ عورت ہو تو اسے بھی بھائی کے اچھے کفن میں اور ان کی والدین اور بھائی کے شرابیوں  
 کی روایت میں ابو قتادہ سے روایت کی ہے، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک جب تم میں سے  
 کوئی اپنے بھائی کا دلایتے تو اسے اچھا کفن پہنا دے اس لئے کہ تم میں سے ایک دوسرے کی زیارت کو جاتے ہیں  
 علی بن ابی طالب نے تاریخ میں حضرت انس سے اسی قسم کی روایت دی ہے،

ان کو اپنے زندہ رشتہ داروں کے احوال کا پتہ ہوتا ہے

ان قبر فرما تے ہیں کہ میت کو اپنے زندہ رشتہ داروں اور بھائی کے آدمیوں کے احوال کا علم ہوتا ہے، بعد ازین مبراہ کہتے ہیں کہ گھر میں یہ قید لے لیا ہے، یہ ہے روایت کی کہ ابو ایوب نے بتایا کہ زکریا کے احوال وصوات پر پیش کئے جاتے ہیں، مگر انہیں ایک احوال نظر آئیں، تو پیش ہوئے ہیں، اور ایک دوسرے کو بشارت دیتے ہیں، اور اگر کسی سے ہوں تو دیکھ کر کہ میں، لیکن انہیں ان احوال سے ڈرنا ہے،

ابن قیم نے عبداللہ بن مبارک کو یہ روایت پیش کرنے کے بعد بہت سے خواب پیش کئے ہیں جن میں اسی بات کا ذکر ہے۔ ان میں سے صرف ایک خواب اس جگہ پیش کرتا ہوں۔

قَالَ ابْنُ ابْنِ الدُّنْيَا وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ

۲۰۔ شرح الصدور: ۲۰۔ سبیل السلام: ۲: ۱۳۳ اور شرح الصدور: ۱۲۹۔ شرح الصدور میں ہے کہ اس حدیث کو شریعت کے اماموں نے بھی مستندین ائمہ علیہ السلام نے بائز میں سے روایت کیا ہے۔ ۱۲۹۔

٥ كتاب الروح: ٤ - ٥ كتاب الروح: ٤ -

مرنے کے بعد اس سے توبہ کرنی بسکن کچھ عرصہ بعد میں نے پھر لغزش کھائی اور میں نے اپنے باپ کو خواب میں دیکھا، میرے باپ نے مجھ سے کہا: - بیٹا! میں تمہارے اعمال سے کس قدر خوش ہوتا تھا، جب تمہارے اعمال میرے سامنے پیش ہوتے تو میں انہیں صالحین کے اعمال سے مشابہت دیا کرتا تھا، مگر جب اب کی بار تمہارے اعمال پیش ہوئے تو مجھے اشتباہ دیکھ کر شرم منگی، تمہاری پڑی، بیٹا مجھے ان اموات کے سامنے جو میرے پاس ہیں رسوا نہ کر، راز کی کپتاء کے مقدمہ کو تم میں میرا پڑوسی تھا، اس کے بعد میں اسے صبح کے وقت ایلی دعا مانگتے سنا کرتا رہا۔

”اے اللہ مجھے ایسی توبہ عطا کر میں کہ بعد اس سے نہ پھر دوں، اور نہ پہلی حالت کو رُوں

يَا مُصْطَفٰى الصَّلٰىيْنَ وَ يَا هَادِي الْمُضِلِّينَ وَيَا اَرْحَمَ الرَّحْمٰنِ

ابوالعباس بسبی کا واقعہ [ابوالعباس عبداللہ بن محمد بن نافع بسبی مشہور نامہ جوئے ہیں، انہیں وراثت میں بھٹ سامان ملا، مگر انہوں نے تمام کا تمام نیک کاموں میں خرچ کر دیا۔ بہت جیسے زہر اور عاید تھے، مگر مصلحت میں چپکائی بریں کی عمر میں وفات پائی، جس رات ان کی وفات ہوئی اس رات ایک عورت نے بنی والدہ کو جو پہلے مر چکی تھی، خواب میں دیکھا کہ اس نے عہدہ کیپے پئے ہوئے ہیں اور انٹاشن کر رکھی ہے، اس نے پوچھا اگائ! یہ نیرت کیسی؟ اس نے جواب دیا، عید اللہ بن محمد زہر بخشی کی آمد کی وجہ سے آج ہم عید منا رہے ہیں،

**زندوں کی رُوحوں کی ملاقات مُردوں کی رُوحوں سے ہوتی ہے**

ابن قیم کتاب اللہوسر میں فرماتے ہیں کہ اس کے واقعہ اور شواہد پائے جاتے ہیں، اور ہم نے دن مشاہدہ کرتے رہتے ہیں، مگر زندوں اور مردوں کی رُوحوں کی آپس میں ملاقات ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

اَللّٰهُ يَتَوَقَّى اَافْئُفْF

وَمِنْ سِوَا الْاٰخِرِ اِلٰى اٰجَلٍ مَّسْعُوْمٍ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُوْنَ

اللہ تعالیٰ نفسوں کی موت کے وقت انہیں قبض کر لیتا ہے، اور ان نفسوں کو بھی قبض کر لیتا ہے جو

زندہ ہیں جوئے ہیں، اور میرے نہیں جوتے لہذا انہ کے متعلق موت کا فیصلہ ہو چکا ہوتا ہے، انہیں تو اللہ رکھتا ہے،

اور دوسرے آتوں کی موت مقرر نہ ہو چکا ہوتا ہے، اس میں سوچنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں

**ابن عباس کی روایت [ابو عبد اللہ بن مند کہتے ہیں:-**

ثَنَا اِسْمٰعِلُ بْنُ عَمْرِو بْنِ اَبِي رَافِعٍ ثَنَا اَبِي رَافِعٍ ثَنَا اَبِي رَافِعٍ ثَنَا اَبِي رَافِعٍ

بن شعیب ثَنَا مَوْسٰى بْنُ اَعْيَنَ عَنْ مَطْرُوفَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ اَبِي الْمَغِيْرَةِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جَبْرِ عَنْ اَبِي عَبْدِ اَسْمٰءَ كُنَانِي عَنْ اَبِي اَسْمٰءَ كُنَانِي عَنْ اَبِي اَسْمٰءَ كُنَانِي

کہ زندوں اور مردوں کی رُوحیں خواب میں ایک دوسرے سے ملتی ہیں، اور ایک دوسرے سے دریافت کرتی



نے جب انہیں کچھ دن نہ دیکھا تو ان کی طرف غامی بھیج کر سب دریافت کیا ثنایت نے کہا کہ میری آواز بلند ہے، اس لئے مجھے دوسرے کہ کہیں میرے اعلان ضائع نہ ہو جائیں، اس کے بعد رات اللہ کا یکتا کلّیّہ کھٹائی کھٹائی منورہ اور فکر کر لیا اے کو پسند نہیں فرماتے، غافل ہوئی تو انہوں نے پھر دروازہ بند کر کے روضہ شروع کر دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر سبب دریافت کیا، تو عرض کیا کہ میں خوش پوشی کو پسند کرتا ہوں اور قوم کا سروکار ہونا چاہتا ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اس آیت کا اطلاق تم پر نہیں ہوتا۔ تو ابھی زندگی بسر کرے گا۔ اور شہادت کی موت مرے گا۔ اور حلت میں رہے گا۔ پھر حضرت ابو بکر کے عہد میں یہ جنگ یامہ میں خسار کا پچھے اور شہادت پائی شہادت کی وقت سے ایک عرصہ زمرہ پہنچے ہوئے تھے، ایک مسلمان نے اس زمرہ کو قتل کر لیا۔ اور اسے کرچلا گیا پھر حضرت ثابت، ایک اور شخص کو خواب میں آئے کہ کہیں تجھے ایک وصیت کر لے آیا ہوں کہیں اسے خواب بھکر رو نہ کہینا۔ کل وہیں شہید ہو گیا، تو ایک مسلمان میرے پاس سے گذرا اور میری آنکھ لیکر چلیا۔ اس کا گھر سب سے ہند ہے اس کے گھر کے پاس ایک گھوٹا مع رسی کے دوڑ رہا ہے، اس مسلمان نے زمرہ کو ایک ہندو مال رکھی ہے، اور ہندو مال کے اوپر پاؤں ٹال رکھا ہے، تو خالد بن ولید سے جا کر تمام قصہ سنارہنا۔ اور کہنا کہ میری زمرہ منگوا لے، اور جب تو ابو بکر صدیق خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عین پہنچے تو ہمیں کہنا کہ تیس کے ذمہ آنا قرضہ ہے، اور گھر میں بان کے اندر دوس رہنا رہیں۔ اور میرا نکھ خاتم آمار ہے، جو مسلمان خالد کے پاس گیا اور اس نے تمام خواب بیان کر دیا۔ خالد نے آدمی بھیج کر زمرہ منگوا لی۔ اور گھر میں بان سے ایک عیسائی نکلی اسے بھاڑا گیا۔ تو دس رہنا اس میں سے نکلی جو یہودی کو اکر مٹے گئے، اور ابو بکر صدیق کے پاس پہنچ کر سارا خواب بیان کیا حضرت ابو بکر صدیق نے اس وصیت کو جائز قرار دیا۔ طوی کہتا ہے کہ میں معلوم نہیں کتابت ثنایت کے سامنے لے کے بعد کسی اور کی وصیت جائز قرار دی گئی ہو،

ابو بکر صدیقؓ اسفا الدین ولید بن ولید نے اس خواب پر عمل کر کے وصیت کو جاری کر لے اور زندہ ولے سے نہ وہ واپس لینے پر اتفاق کیا۔ ان کی قوم و قراست تھی، سعید بن المسیب کی روایت اسعد بن المسیب فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن سلام کی مسلمان فارسی رضی اللہ عنہا سے ملاقات ہوئی ایک نے دوسرے سے کہا اگر تو مجھ سے پہلے مر جائے تو مجھے ملنا اور مجھے بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ سے کیا معاملہ کیا، اور اگر میں پہلے مر لوں گا تو تجھے ملوں گا۔ اور تجھے بتلا دوں گا، کہ تجھ سے کیا باجوا ملا۔ دوسرے نے کہا:۔ کیا مرنے والوں سے ملتے ہیں؟ اس نے جواب دیا: ہاں! ان کی روحیں جنت میں ہوتی ہیں، مگر جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں،



## مرنے کے بعد ارواح کہاں ہوتی ہیں

ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ جسے مذکر مرے کے بعد ارواح کہاں ہوتی ہیں۔ ایک بڑا بھاری مسئلہ ہے جس کو لوگوں نے بحث کی ہے، اور اس میں اختلاف پایا جاتا ہے، حالانکہ اس مسئلہ کا تعلق عقل کے ساتھ نہیں بلکہ سمع کے ساتھ ہے، شہاب الدین ابن حجر العسقلانی (رحمۃ اللہ علیہ) سے بھی سوال کیا گیا تھا۔ میں سوال کو اور جو جواب نہیں دے دیا یہاں نقل کرتا ہوں۔

مس۔ ۱۔ روحوں کے قبض ہونے کے بعد ان کا کہاں مقام ہے ؟  
ج۔ ۱۔ ابن رجب کہتے ہیں۔ اعیاء صلوات اللہ علیہ وسلم کی ارواح علیٰ علیہین میں ہوتی ہیں اور اسحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قربان :- اللہ عزوجل کی رحمت میں ہے اس کی تائید ہوتی ہے، اکثر علماء اس طرف گئے ہیں کہ شہداء کی ارواح سبز رنگ کے پندول کے اندر ہوتی ہیں جن کے لئے عرش کے ساتھ قندیلیں لٹکی ہوتی ہیں۔ وہ جنت میں جہاں چاہیں پھرتی رہتی ہیں جیسا کہ مسلم وغیرہ میں ہے،

عام مومنین کی ارواح کے متعلق امام شافعی رحمہ اللہ نے صراحت بیان کی ہے، کہ جو کچھ سن بلوغ کو نہیں پہنچے ہوتے ان کی روحیں جہاں چاہیں جنت میں ہوتی ہیں۔ اور عرش سے لٹکی ہوئی قندیلوں کے پاس آکر آرام کرتی ہیں۔ اسے ابن ابی حاتم نے ان مسود سے روایت کیا ہے،

مکلفین کی ارواح کے بارے میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے، مجاہد فرماتے ہیں۔ کہ ارواح میرت کے دفن ہونے کے سات دن بعد تک قبروں پر رہتی ہیں۔ اور اس کے بعد وہاں نہیں ہوتیں اور یہ قول قبروں پر سلام کہنے کی سنیت کے خلاف نہیں ہے، اس لئے کہ جن احادیث میں سلام کا حکم آیا ہے، ان میں یہ نہیں کہا گیا کہ ارواح قبروں کے صحنوں پر پیشہ رہتی ہیں۔ کیونکہ انبیاء اور شہداء کی قبروں پر بھی سلام کہا جاتا ہے، مگر انکی ارواح تراشے لے علیہین میں ہوتی ہیں۔ اس کے باوجود ارواح کا بدلول سے نہایت سرعت سے اتصال ہوتا، جس کی حقیقت کا مسلم اللہ کے سوا کسی نہیں۔

ابن ابی الدنیا نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا :- مجھے یہ روایت ملی ہے کہ ارواح آزاد ہوتی ہیں جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں۔

۱۔ کتاب السنن : ۱۱۲ ۲۔ الفتاویٰ الحدیثیہ : ۳-۴ ۳۔ نیز ملاحظہ ہو شرح الصدوق : ۱۵۹  
مگر دای مومنین کے نظر کا اضافہ ہے، یعنی ارواح المومنین، اور امام مالک کی مراد بھی یہی ہے۔

ابن عمر سے بھی اسی قسم کا قول منقول ہے۔

مَا مِنْ أَحَدٍ يَمُوتُ يَتْبَعُهُ أَحَدٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ كَانَ يُعَذِّبُهُ فِي الدُّنْيَا أَقْسَمُ لَهُ عَلَيْهِ إِلَّا عَمَلَهُ  
وَرَدَّ عَلَيْهِ الْمَسْأَلَةَ وَرَجَعَتْ إِلَيْهِ حَدِيثُ ابْنِ بَرٍ وَرَوَاتُهَا كَرْتِي كَرْتِي وَرَدَّ عَلَيْهِ قَبْرُ بَرٍ هُوَ جِيسَا كَرْتِي  
نُكْرَمُ بِكَ مَا نَ مِنْ مَرْتِ أَنْتَ بِتَ جِيسَا هُوَ رَحْمَتُكَ نَفْسَانِيَّةً كَالْأَنْفَالِ وَرَدَّ عَلَيْهِ قَبْرُ بَرٍ هُوَ جِيسَا كَرْتِي  
بَعْضُ كَرْتِي هُوَ كَرْتِي وَرَدَّ عَلَيْهِ قَبْرُ بَرٍ هُوَ جِيسَا كَرْتِي هُوَ جِيسَا كَرْتِي هُوَ جِيسَا كَرْتِي  
كَرْتِي هُوَ جِيسَا كَرْتِي هُوَ جِيسَا كَرْتِي هُوَ جِيسَا كَرْتِي هُوَ جِيسَا كَرْتِي هُوَ جِيسَا كَرْتِي

ابن عبد البر نے اس قول کو ترجیح دی ہے، کہ غیر شہیدوں کی ارواح صحنوں میں ہوتی ہیں۔ اور جہاں چاہتی ہیں۔  
چلتی پھرتی ہیں،

ابن قیم نے کتاب التَّائِبِ میں اس مسئلہ پر بہت سی بحث کی ہے، اور اس سلسلہ میں تمام اختلافات  
کا ذکر کیا ہے، اختلافات کے ذکر کے ساتھ ساتھ ان اقوال کے متن و قیاس پر بھی بحث کی ہے، میں یہاں صرف اہم اقوال  
پیش کرتا ہوں،

۱۔ مؤمنین کی ارواح خواہ شہید ہوں خواہ غیر شہید جنت میں ہوتی ہیں بشرطیکہ کسی کبیرہ گناہ کی وجہ سے  
وہیں جنت میں جانے سے روک نہ دیا گیا ہو، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رحم سے معاف بھی نہ کیا ہو، یہ بات ہرگز  
اور عبد اللہ بن عمر کا مذہب ہے

۲۔ مؤمنین کی ارواح جنت کے دروازہ کے قریب ہوتی ہیں۔ اور وہ جنت کی کُنڈلی ہوتا، رزق اللہ  
فتمین حال کرتی رہتی ہیں،

۳۔ ارواح قبروں پر ہوتی ہیں،

۴۔ امام مالک فرماتے ہیں، کہ ارواح آزاد ہوتی ہیں۔ جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں۔

۵۔ اہم احمد کا قول ہے جیسا کہ ان کے بیٹے عبد اللہ نے ان سے روایت کیا ہے کہ کفار کی ارواح روزِ  
میں اور زمین کی جنت میں ہوتی ہیں۔

۶۔ کعب الاضرار فرماتے ہیں کہ مؤمنین کی ارواح ساتویں آسمان پر عین میں ہوتی ہیں۔ اور کفار کی جہنم میں۔

۷۔ سلمان فارسی فرماتے ہیں کہ مؤمنین کی ارواح بدخ میں ہوتی ہیں۔ جہاں چاہتی ہیں چلی جاتی ہیں، اور کفار کی ارواح  
جہنم میں ہوتی ہیں۔ حضرت سلمان سے ایک روایت یہ ہے کہ مؤمن کی روح جہاں چاہے زمین پر چلتی پھرتی ہیں۔

پہلے قول دالوں کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے،

فَمَا تَدْرِي كَيْفَ يَحْكُمُ الْأَمْثَلُ إِنَّ كَرِيمًا هُوَ فَاعْلَمُ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذُنُوبِكُمْ وَأَنَّكَ قَبْرُكُمُ الْمَوْتُ وَرَبُّكُمُ الْحَيُّ الْقَيُّومُ

اس آیت میں بدن سے نکلنے کے بعد روح کی حالت کا ذکر فرمایا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں

۱۔ کتاب التَّائِبِ: ۱۱۲ تا ۱۳۵۔



ذکر ہے، جو بعض صورت کے مطابق جزا اور رقیق اعلیٰ میں ہیں۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ یہ کتنا کم میت کو جنت و عذرا  
میں اس کا مقام پیش کیا جاتا ہے، اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ روح حیثیت کے لئے اللہ عز و جل سے مقرب میں یا حق قبر  
میں ہے بلکہ اس کے یہ مراد ہے، کہ روح کی نظر اس کا قلعن قبر سے رہتا ہے، پس مرث اس اعتبار سے اس  
کا مقام پیش کیا جاتا ہے، اس لئے کہ روح کی کچھ اور ہی شان ہے، یہ رقیق اعلیٰ میں اعلیٰ علیین میں بھی ہے، اور اس  
سے بھی اس کا قلعن قائم ہے، چنانچہ جب کوئی شخص اگر میت کو سلام کہتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کی مدد اُسے فرماتے  
ہیں۔ اور میت سلام کا جواب دیتی ہے حالانکہ مدح اعلیٰ میں ہوتی ہے، اکثر لوگوں کی اس بات کی غلطی لگتی ہے،  
وہ سمجھتے ہیں کہ روح کا حال بھی جسم کا سا ہے، مگر اگر ایک جگہ میں ہو تو دوسری جگہ میں نہیں ہو سکتی، حالانکہ  
ان کا خیال سراسر غلط خیال ہے، صحیح بات یہ ہے کہ روح اعلیٰ علیین میں آسمانوں سے اوپر ہوتی ہے، اور اسے قبر  
میں لوٹایا جاتا ہے، اور یہ سلام کا جواب دیتی ہے، اور اسے سلام کرنے والے کا علم ہوتا ہے، حالانکہ یہ اپنی  
جگہ اعلیٰ علیین میں ہوتی ہے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک بھی رقیق اعلیٰ میں چکر لگاتی رہتی ہے، اور اللہ تعالیٰ اسے  
قبر میں لٹا دیتے ہیں۔ تو یہ سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دیتی ہے، اور اس کا کام بھی سنتی ہے،  
نیز یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھتے دیکھا، اور پھر  
انہیں چھپے یا راتوں آسمان پر بھی دیکھا۔ لہذا اس کی یا تو یہ وجہ یہ ہوگی کہ روح اکھ چھپنے کی طرح نہایت ہی سرسبز  
الحکمت اور ایک جگہ سے دوسری جگہ چلی جانے والی ہے، یا یہ کہ روح میں سے جو حصہ قبر یا حق قبر سے تعلق رکھتا  
ہے، وہ بمنزلہ سورج کی شعاع کے ہے، حالانکہ سورج کا جرم آسمان میں ہوتا ہے، یہ بھی ثابت ہو چکا ہے۔ کہ  
خواہیدہ انسان کی روح بند ہو کر ساتوں آسمانوں کو چر جاتی ہے، اور عرضیں پر پانچ لاکھ اللہ کو گنبد کرتی ہے، مگر  
پھر تھوڑے وقت میں بدن میں لوٹا دی جاتی ہے، اسی طرح میت کی روح کو ایک لاکھ ساتوں آسمانوں سے  
اوپر چڑھ جاتے ہیں، اور اللہ کے حضور میں اسے ٹھہراتے ہیں۔ روح اللہ کو سمجھ کرتی ہے، اور اپنے بارے میں  
فیصلہ سنتی ہے، فرشتے اسے وہ کام پیش دیکھاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے جنت میں تیار کر رکھی ہوتی ہیں  
پھر روح بچے اترتی ہے، اور اپنی تجرہ و تکلیف وغیرہ کا مشاہدہ کرتی ہے،

عبداللہ بن عمرو بن حرام کا واقعہ جیسا کہ ان مندرجہ لے طلحہ سے روایت کیا ہے، اگر ملاحظہ فرمائیں کہ اس طرف جو  
قاب میں تھی جا رہے تھے۔ راستہ میں رات پڑھ گئی اور انہوں نے عبداللہ بن عمرو کی قبر پر قیام کیا، کیا کوکھتا ہوا  
کہ قبر میں سے قرآن پڑھنے کی آواز آرہی ہے، میں نے اس سے بہتر آواز نہ سنی تھی۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
کی خدمت میں حاضر ہو کر اس بات کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا: یہ عبداللہ بن عمر کا تھا، معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی  
ارواح قبض کر کے انہیں زبردیا و یا وقت کی قدریوں میں رکھ کر جنت کے وسط میں لٹا دیتا ہے، جب رات ہوتی ہے  
قرآن کی ارواح انہیں لٹا دی جاتی ہیں۔ رات بھر اسی طرح رہتی ہیں۔ بنا آنگاہ جب فجر طلوع ہوتی ہے کہ ارواح کو ان  
عہ ۲۔ حاشیہ: حافظہ ص ۸۹ (۲۔)





کے لئے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس کی معرفت کا اہل بنا رکھا ہوگا، اور جو شخص اس بات کو ماننے کیلئے تیار نہ ہو، بھلا یہ ماننے کو کیسے تیار ہوگا۔ کہ اللہ تعالیٰ ہر ملت دنیا کے آسمان پر اترے، حالانکہ وہ آسمان کے اوپر عرش پر ہیں۔ وہ ہر چیز سے اوپر ہیں۔ اور بلندی اس کی ذات کا لازمہ ہے، اسی طرح یہ بھی حدیث میں آیا ہے، کہ اللہ تعالیٰ عرش کی ذات اہل معرفت کے قریب آتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ احادیث میں اللہ تعالیٰ کے نیچے اترنے اور اوپر چڑھنے کا ذکر ہے،

**ارواح قوت و ضعف اور صغر و کبر کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہیں،** آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہم نے جو روح کی کیفیت بیان کی ہے، اس میں قوت و ضعف اور صغر و کبر کے اعتبار سے روح عظیم کی جو کیفیت ہوگی یہی کیفیت دیگر ارواح کی جو اس سے ادنیٰ ہیں نہیں ہو سکتی یہ جاننا ہم دنیا کے اندر دیکھتے ہیں کہ ارواح میں لحاظ قوت و ضعف اور سرعت و سستی کے متعدد تفاوت پایا جاتا ہے، مگر جب روح بدن کی قید اور تمام رکاوٹوں اور تعلقات سے آزاد ہو جاتی ہے۔ تو اسے قدرت سرایاں دہمت، قوت اور تصرف وغیرہ اس قدر حاصل ہو جاتا ہے، جو بدن میں محسوس روح کو محال نہیں ہو سکتا جب بدن میں مقید ہونے ہوئے روح کی یہ کیفیت ہے۔ تو بدن سے الگ ہو کر اس کی کیا حالت ہوگی۔ بالحد میں جبکہ روح بلند، پاک جالی بہت اور جبری ہو، بدن سے جدا ہونے کے بعد تواضع اس کی ادنیٰ شان اور ادنیٰ کیفیت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ مختلف لوگوں کو اتنا خواب آئے ہیں جن میں مرنے کے بعد روحوں نے وہ کام کئے ہیں جنہیں یہ ارواح بدن میں رہ کر نہ کر سکتیں تھیں۔ مثلاً ایک یاد دیا بہت کم تعداد کے..... ساتھ بڑی بڑی نوحی کو شکست دینا کئی بار اکثر صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا گیا۔ اور آپ کے ساتھ الیگزادر عمر رضی اللہ عنہما بھی ہوتے تھے آپ کی ارواح نے کفار کی نوحیوں پر حملہ کیا۔ بعد باوجود اس کے کہ یمنین کی فوج کمزور اور ان کی تعداد کم ہوتی۔ کفار کی فوجیں مغلوب اور شکست خوردہ ہو جاتیں، پھر فی الواقعہ میں ایسا ہی ہوتا۔

ابن قیم تمام مختلف اقوال پر بحث کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ اگر قرآن سنیں و آثار پر غور کرے جو اس بارے میں مروی ہیں۔ اور ان میں دلچسپی بھی لے تو کچھ پر بات واضح ہو جائیگی۔ اور کچھ ان احادیث میں تعارض کے پائے جالے کا وہم و گمان بھی نہ ہوگا یہ احادیث سب کی سب صحیح اور ایک دوسری کی تائید ہیں، جمیع کو صرف اتنی کیفیت، نفس اور اس کے احکام کے ہیچانے کی ضرورت ہے، نیز یہ کہ روح کی کیفیت اور جے اور بدن کی اور باوجود اس کے کہ روح جنت میں ہوتی ہے یہ آسمان پر ہوتی ہے اور قبر میں اس کا اتصال بدن کے ساتھ بھی قائم ہوگا ہے، اور دھم ایک نہایت سرخ الحاکت چیز ہے۔ یہ ایک جگہ سے دوسری لئے اور اس بات میں تو کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح عظیم نے موت سے اس لئے جو کیفیت اور قدرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو حاصل ہوگی۔ وہ کسی اور کو حاصل نہیں ہو سکتی۔ بالحدہ ہر خیرہ معارف

جگہ منتقل ہوتی ، اور بڑھتی اور نیچے اترتی ہے ، اور ان کی مختلف قسمیں ہیں ، آزاد ، معیہ ، علوی اور سفلی ، پھر بدن سے جدا ہونے کے بعد روح کو وہ تندہستی ، بیاری ، لذت ، نعمت اور درد حاصل ہوتا ہے ، جو بدن سے اتصال کی حالت میں کبھی حاصل نہیں ہو سکتا ۔ بدن میں عبوس روح کی مثال اس بدن کی ہے ، جو بھی اس کی نظر میں ہو اور بدن سے جدا ہونے کے بعد اس کی وہی حالت سمجھو جو پیٹ سے نکل کر دنیا میں آنے کی ہوتی ہے

### حافظ ابن حجر کا بیان

مومنین کی ارواح علیین میں ہیں اور کفار کی جہنم میں ، مگر ہر روح کا اپنے جسم کے ساتھ معنوی اتصال ہوتا ہے ، یہی اتصال ایسا نہیں ہوتا ، جیسا دنیاوی زندگی میں ہوتا ہے ، مگر اگر کسی چیز میں مشابہت ملتی ہے ، تو وہ خوابیدہ انسان کی حالت کے ساتھ ہے ، اگرچہ جسم کے ساتھ حیثیت کی روح کا تعلق خوابیدہ انسان کے مقابل میں زیادہ مضبوط ہوتا ہے حافظ فرماتے ہیں ، کہ یہ جو وارد ہوتا ہے کہ ارواح کا مقام علیین میں ہے ، یا سجدین میں اس میں اور جریان عبد الباقی نے جہد سے نقل کیا ہے ، کہ ارواح قبروں کے صفوں میں ہوتی ہیں ۔ میرے مذکورہ بالا بیان سے موافقت پیدا ہو جاتی ہے ، پھر فرماتے ہیں ، اس کے باوجود ارواح کو تعذیب کرنے ( فُجِّی مَا ذُوْنَ الْهَکْمِ فِي النَّارِ لَوْنُ الْحَرِّ ) کی اجازت ہوتی ہے ، اور اپنے مقام علیین یا سجدین میں تھرا پاتی ہیں ۔

صیو حلی فرماتے ہیں ، کہ ابن عبد البر کے نزدیک اور مزید یہی ہے ، کہ شہداء کی ارواح قبرت میں ہیں ۔ اور دیگر مومنین کی ارواح قبرستانوں میں ہوتی ہیں ۔ اور جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں ، اس کی دلیل میں وہ ان احادیث کو پیش کرتے ہیں جن میں اموات کو سلام کہنے کا حکم ہے ، اور جن میں یہ ذکر ہے کہ میت کو اس کا مقام پیش کیا جاتا ہے ، حالانکہ ان احادیث میں کوئی ذکر نہیں کہ ارواح جنت میں نہیں ہیں اس لئے کہ روح قبرستان میں ہی رہتی ہے ۔ مگر چونکہ اس کا جوہر کے ساتھ اتصال رہتا ہے ، اس لئے اس کے جسم کو اس کا مقام پیش کیا جاتا ہے ، اسی طرح اہل قبور کو سلام کہنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا ، کہ ان کی ارواح قبرستان میں ہیں ، کیونکہ انبیاء اور شہداء کی قبروں پر بھی سلام کہا جاتا ہے ، حالانکہ ان کی ارواح اعلیٰ علیین میں ہیں ، لیکن ان کے باوجود جسم کے ساتھ ان کا اتصال رہتا ہے ، جس کی کیفیت اور حقیقت کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جان سکتا ، اس بات کی شہادت احادیث سے ملتی ہے ، کہ خوابیدہ انسان کی روح عرش کو لے جاتی جاتی ہے ، حالانکہ اس کا تعلق بدن کے ساتھ قائم ہوتا ہے ، اور جب انسان بیدار ہوتا ہے ، تو یہ نہایت سرعت کے ساتھ لوٹ آتی ہے ، لہذا جو روحیں بدن کی قید سے آزاد ہو چکی ہوتی ہیں ، وہ بدرجہ اولیٰ نہایت سرعت کے ساتھ آسمان کو بھی چڑھ سکتی ہیں ۔ اور قبر کی طرف واپس آ سکتی ہیں ،







اے اللہ ہماری خواہش ہے کہ تمہیں ایک بار پھر دنیا میں بھیج دے تاکہ ہم تیری راہ میں لڑیں اور ایک بار پھر شہید ہوں۔  
وہ پودر خواست اس ثواب والہ نام کو دیکھ کر کریں گے، جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کیا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے  
کہ یہ لڑو یہیں سکتا کیونکہ یہ میرا قطعی فیصلہ ہے کہ انہیں دوبارہ دنیا میں نہ بھیجا جائے گا۔

اس حدیث میں ہے جسے امام احمد نے امام شافعی سے انہوں نے امام مالک سے انہوں نے زہری سے انہوں  
نے عیذ الرحمن بن کعب بن مالک سے انہوں نے اپنے باپ کعب بن مالک سے روایت کیا ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا:-

لَسَمَّاكَ الْمُرَّحِلُ كَلَّا زُوْنَا تَقَاتِي فِي فَجْرِ الْجَنَّةِ حَتَّى يَنْحَلَّ اللَّهُ إِلَى جَسَدِكَ يَوْمَ يَصْعَدُ  
مَنْزِلُكَ مَكِّي حَرْجَ هَدِيٍّ هُوَ، وَجَزَاءُكَ رَحْمَتُكَ كَمَا يَحِلُّ كَمَا تَقِي هُوَ، تَا أَنْكَ اللَّهُ تَعَالَى  
اسے قیامت کے دن اپنے جسم میں کوٹھا دے،

اس حدیث سے عام مومنین کے زندہ ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ اگرچہ قرآن میں شہداء کا ذکر ان کے شرف و تعظیم  
کی وجہ سے خصوصیت کے ساتھ کیا گیا ہے

ابن کثیر و دوسری آیت - وَكَالْحَشْبِ الْكَافِرِ الَّذِينَ قَتَلُوا كَيْفَ تَقْتُلُونَ

اللہ تعالیٰ شہداء کے متعلق بتا رہے ہیں کہ اگرچہ وہ اس دنیا میں قتل ہو چکے ہیں، مگر ان کی روحیں جنت میں ہیں  
اور ان کو وہاں رزق بھی دیا جاتا ہے۔

قد بن حذیر کہتے ہیں کہ ہم سے محمد بن مرتضیٰ نے بیان کیا۔ ان سے محمد بن یونس نے عکرمہ سے روایت کرتے ہوئے  
بتایا کہ ہم سے اسحاق بن ابی طلحہ نے بیان کیا کہ انس بن مالکؓ نے مجھ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان صحابوں  
کا ذکر کیا جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے عقود والوں کے پاس بھیجا تھا۔ انس کہتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں  
کہ ان کی تعداد چالیس یا ستر اس کنوئیں پر حارث بن اظہیل جعفری تھا صاحب رسول اللہؐ کی یہ جماعت نکل کر اس  
غار پہنچی، جو اس کنوئیں کے اوپر تھا۔ یہ لوگ غار میں بیٹھ گئے اس میں سے کہنے لگے کہ ان کنوئیں والوں کو آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم کا پیغام کون پہنچائے گا۔ ابو عثمان انصاری نے کہا: میں پہنچاؤں گا۔ ابو عثمان غار سے نکل کر ان کے گھروں  
کے پاس پہنچے، اور ان گھروں کے سامنے چھپ گئے پوچھا: اے بڑے عقود والو! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا  
انجی ہوں، اور اعلان کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اور یہ کہ محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں اس پر  
خبر کے ایک شے کو اپنے گل نکل کر آیا اور ابو عثمان کے پہلو میں ایسا نیزہ مارا کہ دوسری جانب سے نکل گیا۔ ابو عثمان نے  
اللہ اکبر کا نعرہ لگایا، اور کہا، رب کعبہ کی قومیں تو اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئیں۔ اس کے بعد کنوئیں والے ابو عثمان کے

سے یہ روایت موطا امام مالک کی ہے، نیز ملاحظہ ہو کتاب الرزق: ۱۱۹۔

کے تفسیر ابن کثیر سورہ آل عمران ج: ۱: ۴۲۶-۴۲۷

نشان قدم سے معلوم کرتے کرتے اس خازن تک پہنچ گئے، جہاں ابو لھان کے ساتھی تھے، اور عمار بن الطفیل نے ان سب کو قتل کر دیا،

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے انس بن مالک نے بتلایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان شہیدوں کے بارے میں یہ آیت نازل کی،  
 بَلِّغُوا أَعْيُنًا مَّا كُنَّا لَنَكْفِيَنَّكُمْ فَذَرُونَا وَعَنَا وَرَحْمَتًا عَسَىٰ  
 مگر بعد میں یہ آیت منسوخ ہو گئی اور کچھ عرصہ پہلے جانے کے بعد اٹھائی گئی، اور یہ آیت اناری  
 وَلَا تَحْزَنْ أَلِیَّنَا بَیْنَ (الایہ)

انس بن مالک فرماتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا:۔  
 ان کی روحیں سبز پندسل میں ہوتی ہیں جن کے لئے عرش سے قدر طیں لٹک رہی ہوتی ہیں، جنت میں جہاں  
 جاتے ہیں پھر لے رہے ہیں، اور ان تندریلوں کے پاس آکر آرام لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی طرف دیکھ کر فرماتے ہیں،  
 تمہیں کس چیز کی خواہش ہے؟ وہ جواب دیتے ہیں ہمیں اور کیا چاہئے جبکہ جنت میں ہم جہاں چاہتے ہیں چلے جاتے ہیں  
 اللہ تعالیٰ ان سے اسی طرح نین مار رہا ہے جب دیکھتے ہیں کہ انہیں جب ملک چھوڑنا ہو گئے نہیں چھوڑنا چاہیے  
 تو کہتے ہیں: اسے خلیفہ چاہتے ہیں کہ ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں لے کر لے دیا جائے، تاکہ ہم تمہاری راہ میں ایک بار  
 پھر خلیفہ ہوں جب اللہ تعالیٰ دیکھتے ہیں کہ ان کی کوئی حاجت نہیں ہے تو انہیں چھوڑ دیا جاتا ہے،  
 انس بن ابی موسیٰ نے اسی قسم کی ایک اور حدیث روایت کی ہے،  
 ایک اور حدیث امام احمد فرماتے ہیں:۔

حدثنا عبد الحمید حدثنا حماد بن عاصم عن انس بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے فرمایا: جن لوگوں کو مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے ان بھلائی حاصل ہوتی ہیں ان میں سے شہید کے سوا کوئی بھی دنیا میں  
 وہیں آنا پسند نہیں کرتا، اس لئے کہ جو شہادت کی تفضیلت وہ دیکھتا ہے اس کی وجہ سے وہ چاہتا ہے کہ دنیا میں  
 وہ بارہ جا کر ایک بار پھر اللہ کی راہ میں جان دوں، صرف مسلم نے اس حدیث کی روایت صحاح کے طریق سے کی ہے  
 صحیحین اور دیگر کتب میں ہے، کہ جب ان کے والد عبد اللہ بن عمر بن حرام انصاری غزوہ احد میں شہید ہوئے،  
 بھاری کہتے ہیں، کہ ابراہیم نے غصہ سے اس نے ابن المنکدر سے روایت کی ہے، کہ میں نے چاہا کہ یہ کہتے مند کہ  
 میرا باپ قتل ہوا تو میں اپنے باپ کے چہرہ سے کچھ اٹھا تا اور دھوا جاتا، اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے مجھے اس سے منع کیا، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہ کہا، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مت رو یا یوں فرمایا،  
 کہوں رو رہا ہے، غرض اسے اس کو اپنے پردوں سے سایہ کرتے رہے ہیں، وہاں تک اسے اٹھایا گیا

ایک اور حدیث امام احمد فرماتے ہیں، حدثنا یعقوب حدثنا ابی عن ابی اسحق حدثنا ابو حنیفہ  
 عن ابی آیات میں ہے جن کی طاقت بھی منہ پر ہو چکی ہے،

بن امیہ بن عمر بن سعید عن ابی الزبیر المکی عن ابن عباس عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب احد کے دن تمہارے بھائی مارے گئے تو اللہ نے ان کے انواع کو سبز بندوں کے اندر رکھ کر دیکھ دینے کی تمہاری پہچان کرتے ہیں، اور جنت کے پھل کھاتے ہیں، اور عرش کے سارے میں سونے کی قدیوں کے پاس جا کر آرام کرتے ہیں، جب انہوں نے وہاں کھانے پینے کی عمر و چیزیں پائیں، اور اچھا آرام پایا تو کہنے لگے کاش جمارے بھائی کو علم ہوتا، کہ اللہ نے ہم سے کیا بڑا نوا کیا ہے، نالودہ کہیں جہاد سے روگردان نہ ہو جائیں، اور جنگ سے بچے نہ ہوں، اس پر اللہ نے فرمایا: میں تمہاری طرف سے یہ بات ان تک پہنچا رہا ہوں، اس پر یہ آیات ازل نازل ہوئیں۔

وَلَا تَحْزَنْكَ الْذَنُوبُ قَبْلًا (الآیات)

ام احمد نے اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا ہے، ابن جریر نے یوں روایت کی ہے:-

عن یحییٰ عن ابن وہب عن اسمعیل بن عیاش عن محمد بن الصنفی، البراء بن رزاعہ اور حاکم نے اس کو اسی طرح روایت کیا ہے، عن اسمعیل بن امیہ عن ابی الزبیر عن سعید بن جبیر عن ابن عباس اور یہ سند زیادہ معتبر ہے، اسی طرح سفیان ثوری عن سالم الافطس عن سعید بن جبیر عن ابن عباس، روایت کی ہے کہ یہ آیات حمزہ وراں کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئیں، اس کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث شیخین کی شرط کے مطابق ہے، مگر انہوں نے اس کی روایت نہیں کی، تو وہ، صحیح اور حاکم میں بھی کہتے ہیں۔ کہ یہ آیات مقتولین احد کے بارے میں نازل ہوئیں۔

**ایک اور حدیث** | ابو بکر بن مرثدہ کہتے ہیں:-

حدیثنا شہدا اللہ بن جعفر حدیثنا ہارون بن سیحان اقبان اعلیٰ بن عبد اللہ المدنی اندلسی بن ابراہیم بن کثیر بن بشر بن عبد اللہ الانصاری سمعت طلحہ بن خواف بن عبد الرحمن بن خواف بن الصلت الانصاری کہتے کہ میں نے جابر بن عبد اللہ کو یہ کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک دن رکھ کر فرمایا: جابر تو معلوم کروں دکھائی دیتا ہے؟ جابر کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا:- یا رسول اللہ میرا آپ شہید ہو گیا ہے، اور بہت سا جہنم و دیاں چھو گیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کسی سے ہو اللہ نے بات کی پروردگار کی، مگر تمہارے پاس سے بالمشافہات کی ہے، واللہ نے تمہارے آپ سے کہا:- مانگ کیا مانگ ہے، تمہارے پاس سے جواب میں کہا، خدا! میری بھی درخواست ہے، کہ میں دنیا کو لے لیا جاؤں، تاکہ کیا بھرتہ لے لوں، اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:- جیسا یہ کہ چکا ہوں کہ کسی کو دنیا کی طرف لے لیا نہ جائیگا۔ پھر تمہارے پاس سے عرض کیا:- خدا میری حالت کی اطلاع تمہارے ساتھیوں کو دے دو، اس پر یہ آیات ازل نازل ہوئیں۔

وَلَا تَحْزَنْكَ الْذَنُوبُ (الآیات)

بہتوں نے دلیل التبرہ میں علی الدینی کے طریق سے اسی طرح روایت کی ہے، ابیہی نے اس حدیث کو عن ابی عبد اللہ عیسیٰ بن عبد اللہ الانصاری عن الزہری عن عروہ عن عائشہ روایت کیا ہے، کہ آنحضرت



حسبى اللہ، علیکم وعلیٰکم وعلیٰکم نے جابر سے کہا :- اسے جابر کیا تمہیں میں خوشخبری نہ دوں یہاں تک کہ وہ کہے :- یا رسول اللہ خدا آپ کو خوشخبری دے ضرور دیں، آنحضرت نے فرمایا :- کیا تجھے معلوم ہے، کہ اللہ نے تمہارے باپ کو زندہ کیا اور کہا مانگ کیا مانگتا ہے، تمہارے باپ نے کہا :- اسے میرے پروردگار میں نے تو جیسا عبادت کرنے کا حق تھا، ویسی تمہاری عبادت نہیں کی۔ میری خواہش ہے کہ تجھے پھر دنیا میں بھیج دے تاکہ میں تمہارے نبی کے ساتھ ہو کر لڑوں اور اکیلا پھر شہید ہو جاؤں، اس پر اللہ نے فرمایا کہ میں یہ نہ دیکھوں کہ چکا چول کہ انہیں دنیا میں واپس نہ بھیجا جائے گا،

**ایک اور حدیث** امام احمد کہتے ہیں :- حدثنا یعقوب، حدثنا ابی عن ابن اسحق حدثنا الحارث بن فضیل الا نضاری عن محمد بن عبد بن لہید عن ابی عباس، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :- شہداء بائق پر ہوتے ہیں، بائق جنت کے دروازہ پر ایک کوکب نہر ہے، وہاں سبز رنگ کا ایک گنبد ہے، ان کیلئے صبح و شام جنت سے رزق آتا ہے، اس حدیث کو اکیلے احمد نے روایت کیا ہے، ابن حجر نے اسے اس سند سے روایت کیا ہے :-

عن ابی کریب حدثنا عبد الرحمن بن سلیمان وعبید بن محمد بن اسحق اندلسی سندہ یہ ہے، اس کے بعد ابن کثیر کہتے ہیں کہ شہداء کی کئی قسمیں ہیں، بعض کی روضہ میں توجرت میں پلٹی پھرتی ہیں بعض جنت کے دروازہ پر اس نہر پر ہوتے ہیں، اللہ ہو سکتا ہے، کہ ان شہداء کی انتہا وسیر اسی نہر تک ہو، اور یہ وہاں اکٹھے ہوتے ہوں، اور وہاں ان کا رزق انہیں دن رات آتا ہو، واللہ اعلم،

مسند امام احمد میں ایک روایت ہے جبریل ہر مومن کو بشارت دی گئی ہے، کہ اس کی روضہ جنت میں ہوگی، جہاں سے چاہے گی جنت کے پھل کھا تی پھر گی۔ وہاں کی نعمتوں سے خطا نہائیگی اور جو انعامات اللہ نے اس کے لئے تیار کر رکھے ہیں، ان کا مشاہدہ کرے گی، اس حدیث کی سند نایاب اور بہت جبری سند ہے جس میں اہل سند کے چار اماموں میں سے تین امام جمع ہو گئے ہیں، اس کے لئے کہ اس کی روایت امام احمد نے محمد بن ادیس شافعی سے کی ہے، اور انہوں نے امام مالک بن انس مصبی سے عن الزہری عن عبد الرحمن بن کعب بن مالک عن ابیہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

كَلَّمَ اللَّهُ مَن طَابَ رُوحُهُ فِي نَهْرٍ يَجْرِي حَتَّى يَرْجِعَهُ اللَّهُ فِي جَسَدٍ يَوْمَ يُنْفَخُ  
اس حدیث میں مومن کی نوح کو پرندہ بنایا گیا ہے، لیکن جیسا کہ بیان ہو چکا شہداء کی ارواح سبز رنگ کے پرندوں کے تبدیل میں ہوں گی، لہذا عام مومنین کی ارواح کے مقابلہ میں ان کی ارواح ستاروں کی طرح نہیں کیونکہ یہ نہایت نور آتی پھرتی ہیں،

قاضی ناصر الدین بیضاوی | قاضی بیضاوی متوفی ۷۵۵ھ زیر آیت :-  
كَانَ لَوِ الْإِنُّ لِكَيْفَ لَمْ يَكُنْ فِي سَمِيٍّ اللَّهُ أَهْلًا،  
کاتبان



جنت میں جاتی پھرتی ہیں، پھر ان قندیلوں کے پاس جا کر آرام کرتی ہیں جو عرش کے نیچے ہیں۔

علامہ کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ یہ زندگی شہیدانہ کے لئے مخصوص ہے لیکن میرے نزدیک حق بات یہ ہے کہ یہ زندگی خاص شہداء کے لئے نہیں ہے، بلکہ انبیاء کی زندگی اس سے زیادہ قوی و اعلیٰ ہے اور دنیا میں اس کے آثار واضح ہیں۔ یہاں تک کہ حضرت علیؓ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ازواج مطہرات سے نکاح کرنا جائز نہیں اور یہ بات شہید میں نہیں پائی جاتی۔ صدیقین بھی شہداء سے زیادہ بلند و بزرگ تھے ہیں اور صالحین یعنی اولیاء شہداء سے جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کا ذکر اسی ترتیب سے کیا ہے۔ فرماتے ہیں :-

مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ

اس لئے سو فیائے علی مرتضیٰ فرماتے ہیں، اجماعی ادا جہی جہاں سے جہیم ہیں، اور ہمارے جسم ہماری روحیں ہیں  
کثیر التعداد اولیاء کی نسبت یہ بات حد تو اس پر پہنچ چکی ہے کہ وہ اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں۔ اور جس اللہ کی  
مرضی ہو پڑائیں گے تمہیں۔

عبدالرحمن بن ابی بکر نے ذکر کیا ہے جن لوگوں کو دہشتہ کمالات عورت حاصل ہوئے ہیں وہ نہیں دیکھیں کہ ان شریعت میں صبر و یقین اور مقصد یوں کہا جاتا ہے، یا ایہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک دہم بھی وجود حاصل ہوتا ہے حاکم اور ابوداؤد نے اس بن اسد سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ يَسُرُّ مَنْ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ الْحَبْسَاءُ مِنَ النَّبَاتِ

و اللہ تعالیٰ نے زمین کے لئے انبیاء کے جہموں کو کھانا حرام قرار دیا ہے،

اس سے پتہ چلتا ہے کہ زمین اقبال اور شہید امداد بعض علماء کے جموں کو نہیں کھاتی۔

ابن ماجہ نے ابو داؤد سے بھی یہ روایت کی ہے،

امام صالحؑ نے عبد الرحمن بن صفحہ سے روایت کی ہے کہ اس نے اسے اطلاع دی ہے کہ عربوں نے جمعہ اور  
عید اور شہین نصاریٰ کی قبر سیلاب سے کھد گئی۔ ان کی قبر گزر چکا ہے کہ ساتھی تھی یہ دونوں غزوہ احد  
میں شہید ہوئے تھے، اور انہیں ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا تھا۔ انہیں دوسری جگہ دفن کرنے کی غرض سے نہ لایا گیا  
دیکھا۔ ان میں کسی قسم کا تفریق نہ ہوا تھا۔ یہی معلوم ہوتا تھا۔ کہ بھی کل ہی مرے ہیں اور اس وقت واقعہ  
کہ چھ یا بیس سال لگے تھے

تیسویں نے بیان کیا ہے کہ جب ہوا آریہ نے نہ کھانا نہ چارہ کی فراہم کیا اور وہ کیا قدر اعلان کر دیا کہ جن لوگوں کے شہید  
۱۱۲۱ء میں مارے گئے تھے وہ حاضر ہوں۔ لوگ نکلیں اور اپنے شہیدوں کے پاس آئے دیکھا تو ان کے جسم ترقو مارے ہیں۔ اور  
۱۱۲۱ء میں مارے گئے تھے کسی ریل میں شہید ہوا اور وہ اقداس سے پہلے بیان شدہ واقعہ میں سے  
کوئی واقعہ درست ہے۔ اس کا ہونا کہ دونوں واقعات درست ہیں۔ پہلا واقعہ عمر بن الجوع اور عبداللہ بن جحہ کے مشتاق ہے  
اور دوسرا واقعہ حضرت حمزہ اور دیگر شہیدان کے مشتاق و دو قول اللہ رب العالمین پر حاکم بن جحہ اور عبداللہ بن جحہ  
کی بے جا سرچسپی ہے۔ پھر عیسیٰ نے لاف تو بڑا کیا ہے اور یہ دونوں صاحب





بعد بھی درجات اور عبادت کا ثواب حاصل کرتے ہیں۔ شہید کا جسم قبر میں پڑ سیدہ نہیں ہوتا اور نہ اسے زمین کھاتی ہے، یہ بھی زندگی کے علامات میں سے ایک علامت ہے،

میتہتی نے اپنے طریقہ سے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، اور ابن مسعودؓ نے جابر سے اور طریقہ نقل سے روایت کی ہے، اور محمد بن عمرو نے اپنے شیخ سرخ کی سند سے جابر سے روایت کی ہے، اگر جب معاویہ نے نہر جاری کی تو ہمیں شہداء اور احد کے لئے بٹایا گیا۔ ہم نے اگر ان کو نکالا۔ دیکھا تو وہ ترققازہ میں ان کے اعضا مڑ سکتے تھے،

محمد بن عمرو کے شیخ سرخ کہتے ہیں کہ جابر کے والد کرا نہیں لے اس حالت میں پایا۔ کان کا لہو زخم پر رکھا تھا، جب لہو زخم سے اٹھایا گیا تو خون بہنے لگ گیا۔ لہو کو اپنی جگہ پر لٹا دیا گیا تو خون سہم گیا جابر کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ کو قبر میں دیکھا۔ یہ طریقہ مورثا تھا کہ وہ سوراخ ہے، اور جس دھاری دھاری میں نہیں کھنکا یا گیا تھا دھاری کی دھاری ہی تھی۔ حالانکہ اس پر چھپالیس سال گزرنے لگے تھے۔ اب سیدہ خدیجہ کہتے ہیں کہ ان واقعات کے بعد کسی کو نکال کر کھنکا نہیں رہتی تب وہ مٹی کھود رہے تھے تو جو توروہ خاک مٹی کھودا جاتا اس میں سے کھدکی کی خوشبو آتی،

بغوی کہتے ہیں، عبید بن جریج کہتے ہیں کہ جنگ احد سے واپسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مصعب بن عمیر کے پاس سے گذرے وہ قتل ہوئے تھے آپ ٹھہر گئے۔ اس ان کے لئے آپ نے دعا کی اور یہ آیت پڑھی،

عَنِ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ

مسلمانوں میں ایسے آدمی ہیں، جنہوں نے اللہ سے اپنا وعدہ منع کر دکھایا،

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ لوگ قیامت کے دن اللہ کے ہاں حاضر ہوں گے (شہداء)، ان کے پاس آیا کہہ دو، ان کی زیارت کیا کرو، اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ قیامت تک جو شخص بھی انہیں سلام کرے یا دعا کرے اس کی سلام کا جواب دیں گے۔

خاصی محمد ثناء اللہ زیاریت وَمَا أَذْكَأَ نَفْسًا وَلَا عَيْنًا لَّنْ يَكْتُمُ عَنْكَ رُفُؤُكُمْ يَشْهَدُ الْمَقْرُونُ فرماتے ہیں:-

اور ارجح کہ جنت میں ہم نے اور عرش کے نیچے قتل ہونے والے میں کوئی منافات نہیں پائی جاتی کیونکہ عرش جنت کے لئے بمنزل آسمان کے ہے،

پھر فرماتے ہیں، یہ حکم شہداء کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ انبیاء اور اہل بیت میں ان سے زیادہ بلند مرتبہ ہیں، بلکہ حدیث میں تو مطلق مومنین کے لئے بھی یہ حکم آیا ہے، مالک اور اسحاق نے سند صحیح سے کتب بن مالک سے روایت کی ہے، کہ رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا:-

اَنَّا فَخْصَهُمُ الْمُؤْمِنُونَ يَسْلُكُنِي فِي فَيْحٍ كَثِيرٍ اَلْبَحْرُ حَتَّى تُرْجَى اِلَى الْجَبَلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ  
 مومن کی طرح پرندہ ہے، جو جنت کے درختوں کا پھل کھاتی رہتی ہے، یہاں تک کہ دیامت کے دن یہ  
 اپنے جسم کو گھٹا آئے،

اسی طرح محمد اور علیؑ نے اُمّ مانی سے روایت کی ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
 روئیں پرندے ہی، جو جنت کے درختوں کا پھل کھاتی رہتی ہیں، اوجب قیامت کا دن ہوگا۔ تو ہر طرح اپنے  
 جسم میں داخل ہو جائیگی۔

ابن عباسؓ نے ابو جہش کی بیوی اُمّ ہشیر سے بھی روایت کی ہے،  
 ابن النکاح، مکمل ترجمہ ابن ابی الدنیا اس میں مکرر ہے عن سعید بن المسیب عن سلیمان بن ابراہیم کہ ہے کہ  
 مومنین کی انکاح پرندہ زمین میں ہوتی ہیں، جہاں چاہتی ہیں چلی جاتی ہیں، اور کافر کی عورتیں جہنم میں ہوتی ہیں  
 جہنم میں چلی جاتی ہیں، اور ان کی چار قسم ہیں۔

۱۔ انکاح کی انکاح، یہ اپنے جسموں سے نکل کر اسی شکل کی کسی کسری اور کافرین جاتی ہیں، اور جنت میں کھاتی ہیں  
 یہ جنت میں ہیں، اور عورت میں ہیں، اور عورت کے وقت ان قدر طویل کے پاس جا کر آرام کرتی ہیں، جو عرض سے ہنسکی  
 ہوتی ہیں،

۲۔ انکاح کی انکاح، یہ اپنے جسموں سے نکل جاتی ہیں، اور جنت میں ہنر مندوں کے اندر ہوتی ہیں، یہ بھی کھاتی ہوتی ہیں  
 انکاح کے وقت ان قدر طویل میں آرام کرتی ہیں، جو عرض سے ہنسکی ہوتی ہیں،

۳۔ انکاح کی انکاح، یہ ان کا تیرہ تو جنت میں ہوتا ہے، مگر نہ کھاتی اور نہ لذت اٹھاتی ہیں،  
 عجز و عنت میں، انہیں رکھا جاتا ہے،

۴۔ انکاح کی انکاح، یہ آسمان اور زمین کے درمیان ہوا میں معلق رہتی ہیں، اب یہی کفار کی انکاح تو  
 قریہ ساتویں زمین کے نیچے جہنم میں سیاہ پرندوں کے اندر ہوتی ہیں،

چوتھی صاحب فرماتے ہیں، و شعبی نے انبیاء کی انکاح کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے، کہ یہ اسی طرح کافر و مشک کی  
 صورت بن جاتی ہیں، اس سے یہ مراد ہے کہ ان ان کے بدن جیسا ان کا بدن ہوتا ہے، انہیں مشک و کافور سے ان کا خوشبو  
 کی وجہ سے تیرہ کرکھا گیا ہے، اسی طرح ان کے بدنوں کو سم کو تیرہ سے تعبیر کیا ہے، اور عورت سے پہلے ہی انبیاء  
 اور ان کے تیرہ کے جسم جو ان کے کامل طور پر شیعہ ہوں اسی طرح کے ہوتے ہیں۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ بعض احادیث میں سے تو یہ معلوم ہوتا ہے، کہ مومنین یہاں تک کہ انبیاء کی انکاح اور

۵۔ انکاح کی انکاح، یہ ان کا تیرہ تو جنت میں سیاہ پرندوں کے اندر ہوتی ہیں، اب یہی کفار کی انکاح تو

کافروں کی رعیتوں میں ہوتی ہیں، جیسا کہ براء کی طویل حدیث میں ہے، کہ اللہ تعالیٰ مومنین کے حق میں فرماتے ہیں: "میرے بندے کا احوال اس رعیت میں لکھ دو، اور اسے زمین پر لوٹا دو، کیونکہ میں انہیں اسی سے پیدا کیا اور اسی میں لٹاؤں گا، اور اسی سے ایک بار پھر نکالوں گا۔ اور اس کی توجہ جسم میں لوٹا دی جاتی ہے، وہ دے متعلق بھی اسی طرح فرمایا کہ اس کی توجہ قبر میں لوٹا دی جاتی ہے، ابن عبد البر کہتے ہیں صحیح ترین قول یہی ہے، مگر ساتھ ہی یہی آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کی رات نبی علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے، جو شخص میری قبر پر آکر سلام کرتا ہے، میں اسے سنتا ہوں، اور جو نماز سلام کرتا ہے، وہ مجھے پہنچا دی جاتی ہے، لہذا ان دونوں کتابتیں کیسے درج جاسکیں،

اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ مومنین کی انصاف کا مقام علیین یا اقرن آسمان وغیرہ میں ہے، جیسا کہ ذکر ہوا۔ اور کفار کی ازواج عین میں ہیں، مگر اس کے باوجود ہم توحید کا انصاف قبر میں ملنے کیسے قائم رہتا ہے، جس کی حقیقت اللہ کے سوا کچھ عدم نہیں، اسی کے انصاف کی وجہ سے یہ کہنا درست ہے، کہ انسان جو جسم اور مدت سے مرکب ہے، اسے جزئی یا درجہ کا اپنا مقام نہیں کیا جاتا ہے، اور وہ لذت اور درد کو محسوس کرتا ہے، بعد از موت کتنے کے کام کو مستطاب اور نکیرین کے سوال کا جواب دیتا ہے، وغیرہ وغیرہ جو کتاب وسنت سے ثابت ہو چکا ہے، بعینہ اسی طرح میں طرح قبر میں کی اپنی جگہ تو اس کا ذکر ہے، مگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار میں لکھا تھا کہ اپنے اعدا کو حضرت کی زانو پر رکھ دیتا تھا۔

شعبی بھرا کلام یہ کہتے ہیں: ازواج کا یہ جنہوں سے انصاف ملتا ہے، لہذا زکوٰۃ کو خدا بھوتا ہے، اور جسم اس کا درد محسوس کرتے ہیں، جس امرت مسدود کہ خود آسمان میں ہے، مگر اس کی تعریف زمین پر ہے۔ واللہ اعلم  
قاضی ابوبکر ابن العربی کا بیان اس معنی ابوبکر ابن العربی متوفی ۵۵۵ھ یہ نصیر آیت  
وَلَا تَقْفُ لِمَا يَفْعَلُ الْمُنِفِیُّ یَقْتُلُ النَّفْسَ الَّتِیْ حَبَسَ اللّٰهُ اَمْوَالَتَ فَرَمَاتَ عَلَیْہَا۔

اس آیت سے بعض لوگ لے کر استعمال کیا ہے، کہ شہید کی غسل نہ دیا جائیگا۔ اور شہید زندہ ہیں، امام مالک اور امام شافعی یہی فرماتے ہیں، امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائیگی، جو کہ شہید پر زکوٰۃ کے احکام جاری ہوں گے، اس لئے کہ انہیں غسل دیا جائیگا، اور نہ نماز جنازہ پڑھی جائے گی، کیونکہ غسل دینے کا مقصد قومیت کے پاک کرنا ہوتا ہے، اور مومن شہید کو پاک ہو چکا ہوتا ہے، اسی طرح نماز جنازہ میت کے لئے شفا و رحمت ہوتی ہے، اور شہید کو اسکی شہادت نے شفاعت نے شفاعت کر دیا ہوتا ہے، اس کی فرمائید میں مسکت ہوتی

لے الحکام العمرات: ۱: ۶۰۔ الجمع مرم: ۷۲۔ یاد رہے کہ ابوبکر ابن العربی مالکی الذہب میں لہذا زکوٰۃ مالک کا مسلک بیان کر رہے ہیں، اور مالک کا تائید کر رہے ہیں، لیکن حنیفہ کے اہل بیت کا انہوں نے خبر بیان کیا ہے، شہید کی غسل نہ پڑھ جائیگا، مگر نماز جنازہ ہوگی۔ آگے چل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے اب میں بیان ہو گا کہ آنحضرت کی نماز جنازہ پڑھی، حالہ کا دنیا از زندہ ہیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ اعظم

ہے، مگر جب باوجود قدیمت کے طہارت ساقط ہو جائے تو نماز بھی ساقط ہو جاتی ہے، اس لئے کہ طہارت نماز کی شرط ہے، لہذا جب شرط ساقط ہو گئی تو شرط بھی ساقط ہو گیا۔

**طہرائی کی روایت** | طہرائی نے الاوسط میں ابن عمر سے روایت کی ہے، کہ فرمودہ اقدس سے واپسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر مصعب بن عمیر سے ہوا، آپ مصعب اور ان کے ساتھی شہداء کے پاس آکر ٹھہر گئے، اور فرمایا: میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تم اللہ کے ان زندہ ہوں، لوگو! ان کی زیارت کیا کرو، انہیں سلام کیا کرو، تم سے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، قیامت تک جو شخص بھی انہیں سلام کہے گا۔ یہ اس کا جواب دیں گے اللہ حاکم اور یحییٰ کی روایت | حاکم نے روایت کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے، نیز یحییٰ نے ابوہریرہ سے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم احمرہ سے واپس آئے تو مصعب بن عمیر اور ان کے ساتھیوں کے پاس آکر ٹھہر گئے اور فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اللہ کے ان شہید ہو۔ لہذا لوگو! تم ان کی زیارت کیا کرو، ان پر سلام کیا کرو، تم سے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، قیامت تک جو شخص انہیں سلام کہے گا۔ یہ اس کا جواب دیجئے گے شہید کا بیان | الباقی فی علوم القرآن میں شہید لکھتے ہیں، مگر کوئی یہ سوال کرے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيهِمْ لَئِنْ قُتِلُوا لَأَمْلَأَنَّ مِنْكُمْ آلَافًا مِمَّنْ تَبْلَغُ

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ مرد بھی ہوں اور زندہ بھی،

ہم کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں قبروں میں زندہ کر دیتے ہوں، اور ان کی انواع ان کے باروں کے ایک حصہ میں داخل ہوں جس کی وجہ سے سارا جہنم ناز و نفرت محسوس کرتا ہو جس طرح دنیا میں ایک زندہ انسان کا سارا اس شخص تک باحارارت کو محسوس کرتا ہے جو اس کے بدن کے ایک حصہ میں ہوتی ہے بعض کہتے ہیں کہ ان کے جسم قبروں میں نہ بوسیدہ ہوتے ہیں اور نہ ہی الگ الگ ہوتے ہیں لہذا وہ قبروں میں زندہ کی طرح ہیں،

**ابو حیان کا بیان** | ابو حیان اپنی تقریر میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:-

اس زمزم کے حلقوں لوگوں میں اختلاف ہے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے، کہ ان کی اصلاح باقی رہتی ہیں نہ کہ جسم کو کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان کے جسم فنا بھی ہوئے ہیں، اور اس سے دوسرے کہتے ہیں کہ شہید جسم اور روح دونوں کے ساتھ زندہ ہوتا ہے، اس سے کوئی فرق نہیں ہوتا مگر ہم اسے محسوس کرتے ہیں یا نہیں، کیونکہ ہم دوسرے کی طرح دیکھتے ہیں مگر ان کے زندہ ہیں، جس طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدًا وَهِيَ غَمَامٌ مُّتَحَلِّكٌ

لے شرح الصمد۔ ۱۳۶ ذوقانی: ۸۰: ۱۶۲ ذوقانی میں ہے کہ اس حدیث کی روایت یحییٰ نے ابوہریرہ سے کی ہے، نیز ابوداؤد الزہبائی



اسی طرح ہم سوتے ہوئے انسان کو ایک حالت میں دیکھتے ہیں، حالانکہ خواب میں وہ کبھی نہ سوتے لیتا ہے، اور کبھی  
وہ محسوس کرتا ہے، ہم کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اسی لئے تو فرمایا ہے :-

بَلَىٰ أَحْيَاءٌ قُلُوبُهُمْ لَا تَشْعُرُونَ

مومنین کو ان الفاظ میں خطاب کر کے تیز کر دی ہے کہ تم اپنے شاہد اور احساس کے ساتھ اس زندگی کا اور ایک  
نہیں کر سکتے، اسی زندگی سے شہید اور غیر شہید میں امتیاز نہ ملے، اور اگر شخص رُوح کی زندگی میں رہتا ہو تو پھر شہید اور  
غیر شہید میں کوئی فرق نہ تھا، کیونکہ رُوح کی زندگی میں تو تمام اموات یکساں ہیں، اس لئے کہ مسلمانوں کو معلوم ہے  
کہ تمام ارواح زندہ ہیں، باسی طرح اس صورت میں ہو لکن لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ کہ کوئی مطلب نہیں رہتا، اللہ تعالیٰ  
جس اوقات اپنے بعض اولیاء کو شہیدان کی زندگی کا علم بذریعہ کشف عطا کرتا ہے، زندہ نہیں آنکھوں سے زندہ دیکھ  
لیتے ہیں۔

یہ بھی کتاب کا بیان | یہ بھی کتاب اتفاقاً دین کہتے ہیں، جان تپتے ہوئے کے بعد شیعوں کو ان کی زندگیوں کو ماری جاتی ہیں لہذا  
شہیدان کی طرح وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، اور جب انھیں اسی ہر گاہ تو تمام انبیاء و پیشوا طاری ہو گئے، اور یہ بھی کسی شہید  
کی موت نہیں کہا جاسکتی، صرف شعور ذاتی نہ ہوگا، اگر اس عقیدے سے مومن علیہ السلام کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے، تو ان کے حواس  
اس وقت قائم نہیں، انہیں کوہ طور پر جو وحی طاری ہوئی تھی، اسی کو یہاں حساب میں لے لیا گیا ہے  
سید انور شاہ گجراتی کا بیان | سید العشاء علیہ الرحمۃ آیت رَحْمَةُكَ تَجْعَلُ الْكَاذِبَ قَتِيلًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اَمْثَلًا  
کہ تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

یاد رکھیں کہ ہم پہلے شہیدان اور انبیاء کے زندہ ہونے پر بحث کر چکے ہیں، ان کا حاصل یہ ہے، کہ ان کے زندہ ہونے سے  
مراورہ ہے کہ زندہ ہونے جیسے کام کرتے ہیں، اور شعور میں قوسب کی سب زندہ ہے، خواہ کفار کی رُوحیں کیوں نہ ہوں، مگر  
کفار کی ارواح تو زندگی کے افعال سے معطل ہوتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید اور حدیث میں کہاں کہیں ان کے زندہ ہونے کا  
ذکر کیا ہے، وہاں زندگی کے کسی نہ کسی فعل کا ہی تذکرہ کر دیا گیا ہے، مثلاً آیت میں بھی لکھا گیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ  
فرماتے ہیں،

بَلَىٰ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّكَ هُمْ يُرْكَضُونَ

یہاں فرمایا کہ وہ زندہ حال کرتے ہیں اور مذاق رکھتا، زندوں کے افعال میں سے ہے، لہذا مومنوں میں ہر گاہ گھر  
غیر شہیدان بھی زندہ ہیں، مگر شہیدان کو مذاق تھا ہے، اور وہ زندگی کے افعال کرتے ہیں، لہذا ان کے مقابل میں یہ  
زندہ کہلانے کے زیادہ مستحق ہیں، حدیث میں ہے، کہ شہیدان سبز رنگ کے پرندوں کے معادل میں مائل ہر کوہِ حِزْب  
میں جاتے ہیں، صوفیائے اقطاف سے معلوم ہوتا ہے، کہ شہیدان کو سبز پرندوں سے تشبیہ دی گئی ہے، نہ کہ سبز رنگ کے  
پرندوں میں ان کی ارواح ہوں گی، اور وہ ان کے لئے مخلوق کا کام کریں گے۔

لے شرح الصدور، ۱۳۸ - ۱۳۹، البیور والاسافہ، ۱۵۱ اور شرح الصدور، ۱۳۸ لے شرح الفہرست، ۱۳۱، ۱۳۲

کتاب الجہاد باب فضل قول اللہ وَلَا تَحْزَنْ جَنَّ الْكَافِرِينَ قَتِيلًا اَمْثَلًا

مزید برآں امام مالک نے اپنے مؤطا کے باب الشہداء صحیحہ ذکر کیا ہے،

اَمَّا كَسَمَّةُ الْمُؤْمِنِ حَتَّى يُعْلَى مَنِ الْحَكْمَةِ

اس سے مرعوم ہوتا ہے، کہ رزق مال کو شہداء کے علاوہ عام مومنین کی صفت ہے، شاہ صاحب فرماتے ہیں، کہ میرے نزدیک شہداء کے متعلق اس صفت کا ذکر ان کے عمل کی وجہ سے ہوا ہے، ہو سکتا ہے، کہ غیر شہداء میں کچھ لوگ ایسے ہوں جن میں وہی شہداء والی صفات پائی جاتی ہوں، مزید بلکہ بیان کے مثالی بیان ہوں گے، وہ ان لوگوں کے مجرورہ نہیں ہیں، ممکن ہے کہ قیامت سے پہلے ہی ان کا نطق انہیں ملے دیا جاتا ہو۔ اور غیر شہداء کے لئے ان نعمتوں سے بہرہ اندوز ہونا قیامت ہی کا ہمارا کھانا ہو،

یہی یاد رکھیں کہ مومنین والی حدیث ٹیکھنے کے لئے کہ ستمہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے، نہ کہ حرم و بدن کی طرف اس لئے کہ جسم تو مٹی میں ہے، یہاں سے معلوم ہوا کہ ستمہ اور جسم مختلف چیزیں ہیں، اور وہ روح بھی نہیں ہے، کیونکہ جب تک روح کا اتصال مادی یا مثالی جسم کے ساتھ نہ ہو اس کے ساتھ کھانے پینے کا تعلق نہیں ہو سکتا، اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا،

وَلَا أَرْفَاحَ الْمُؤْمِنِينَ حَتَّى

بَلَد سَمَّةِ الْمُؤْمِنِ فرمایا ہے،

محققین کہ آیت کا مقصد صرف یہ بتانا ہے، کہ وہ زندہ ہیں، اور میں نے یہ بھی بتا دیا ہے، کہ یہاں صرف اتنا مقصد نہیں کہ وہ زندہ ہیں، بلکہ وہ نطق بھی پالے ہیں، کیونکہ اس طرح کا زندہ ہونا مرعوم کیا ہے، اسی لئے حدیث میں فرمایا،

يَعْلَى مَنِ الْحَكْمَةِ، اسی طرح انبیاء بھی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں، چنانچہ حدیث میں زندہ ہو کر نماز پڑھنا،

طواف کیجہ دی گئی، مثلاً کھانا اور نماز پڑھنا، کی تلاوت کرنے اور نماز پڑھنے وغیرہ کا ذکر ہے، وحج اور نماز کا ذکر تو انبیاء کے لئے ہے، اور تلاوت قرآن کا غیر انبیاء کے لئے لہذا مقصود ان افعال کا ذکر کرنا ہے، نہ کہ نفس حیات کا۔ یہاں سے معلوم ہو گیا، کہ ان کے زندہ ہونے سے کیا مراد ہے، یعنی یہی کہ وہ زندہ ہوں جیسے افعال کرتے ہیں اور معطل نہیں ہیں، قرآن نے بھی ان کی نفسیت کا لفظ کیا کہ اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے، اور حدیث نے نفس کی کافظہ کہہ کر، تاکہ تعین ہو جائے کہ حیات سے کیا مراد ہے، اور تاکہ ان کی زندگی اور دیگر لوگوں کی زندگی میں امتیاز ہو سکے۔

شہداء کے زندہ ہونے کے متعلق علماء کے بیانات دینے کے بعد اب میں یہاں اس کے واقعات اور شواہد پیش کرتا ہوں،

پہلا واقعہ ابن ابی الدیالی نے کتاب من غاش بعد الموت اور بعضی نے الدلائل میں عطاء بن خالد سے روایت کی ہے کہ مجھ سے میری خالہ نے بیان کیا کہ میرا ایک شہید کی قبر کی زیارت کے لئے گئی اور میں ان کی زیارت کو اکثر جا کر کرتی تھی،

وہ کہتی ہیں کہ میں حنفیہ کی قبر کے پاس جا کر اترتی ہوں اور نماز پڑھتی ہوں، اس وقت وہاں کوئی اور نہ تھا، نماز سے فارغ ہو کر میں نے اس مقام پر گیا کہ اور میں نے سلام کہا اور جبکہ جواب نہیں دیا میں نے کہے تھے اے ایا تھا، میں نے اس اور ان کو اسی طرح بھیجا جس طرح میں یہ پہچانتی ہوں کہ ان میں داخل ہے، اور جس طرح وہ ان حدیث کو پہچانتی ہوں، میں نے کہیں بل بال کھڑا ہو گیا۔  
 حالہ نے اسی عطا کی سند سے روایت کی ہے، اور اسے صحیح قرار دیا ہے، اور اسے بھی لے دلائل الثبوتہ من عطا  
 ابن خالد کی سند سے بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن جابر نے ابن عمر سے روایت کی ہے، کہ ایک بار  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہداء کے ساتھ زیارت کو آئے، ان کے ساتھ ایک عورت تھیں اور وہی اس بات کی گواہی دیتی  
 ہے، کہ یہ لوگ شہید ہیں، اور قیامت تک جو کوئی بھی ان کی زیارت کو آئے گا۔ اور انہیں سلام کہے گا۔ یہ اس کا  
 جواب دین کے ہے

دوسرا واقعہ عطا کہتے ہیں کہ میری مثالہ نے بتایا، کہ وہ شہداء کی قبروں کی زیارت کیلئے گئیں اور اس وقت  
 ان کے ساتھ دو بچے بھی تھے، جو سواری کا خیال رکھ رہے تھے وہ کہتی ہیں کہ میں نے ان شہداء کو سلام کیا تو میں نے اس  
 کا جواب سنا، اور یہ بھی کہتے تھے کہ ان کی قسم جو تمہیں اسی طرح پہچانتے ہیں جس طرح ہم ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔  
 یہ سن کر میرے رونے لگے، اور یہ نہ جانوں کہ کیا خبر ہوا، اور میں راس میں علی آتی تھی  
 فیصلہ واقعہ ابھی سے روایت ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ میں نے حضرت ابن ابی طالب کو فرشتوں  
 کے ساتھ مل کر دیکھا،

اس حدیث میں احتمال ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خواب میں دیکھا ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ  
 بیدار ہی میں دیکھا ہو، اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے، جس کی روایت داؤد بنی نے ضعیف سند سے ابن عمر  
 سے کی ہے، کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، تو آپ نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا، اور کہا:۔  
 وَ عَلَيَّ كَيْسُ الْكَافِرِ وَ عَلَيَّ الْكَافِرِ

صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ تو ایسا نہ کیا کرتے تھے، اس کے جواب میں آپ نے فرمایا: یہ جعفر بن ابی طالب فرشتوں  
 کی حکایت میں میرے پاس سے گذرنا تھا، اور اس نے مجھے سلام کیا تھا۔ اب یہ روایت والی حدیث کی روایت محمد بن ابی حاتم  
 نے کی ہے، لیکن محمد بن سعد حافظہ شہور کے ان حضرت علی کی حدیث سے اس کی شہادت ملتی ہے۔

۱۳۵: ۲۰۲ اور شرح الصدور: ۱۴۱ عطا لہی علی ہیں، اور ابی بنی، ابی مالک کے عادی ہیں سے تھے ان  
 کی پیدائش اس وقت ہوئی، ابی مالک ان کے علق بھی لے کر گئے تھے، مگر یہ جو فرشتے انہیں تھا اور صلہ اور بیٹ لکھا ہے، وہ تین یا تین تھے۔  
 ۱۴۱: ۲۰۲ نیز صفحہ ۲۰۲: ۲۴۵ اس کی تائید ترمذی کی اس حدیث سے ہوتی ہے، جہاں میں نے ابھی ذکر کیا ہے، روایت کی ہے  
 کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: روایت جعفر بن ابی طالب مع الجماعة مع الملائکہ (البیروانی) ۲۰۶: ۲۰۷ نیز ترمذی ۲۰۶: ۲۷۷  
 ترمذی نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث کی سند مستحکم کی خط کے مطابق ہے۔





گئی تھی جب ان کے ہاتھ کو اس جگہ سے ہٹا دیا جاتا تو اس سے خون بہنے لگتا، مگر جب ہاتھ چھوڑ دیا جاتا تو وہ پھر اسی جگہ رکھ لیتے، اور خون رک جاتا، ان کے ہاتھ میں انگوٹھی تھی جس پر درجہ اللہ کا کندہ تھا، اس شخص نے اس کے متعلق حضرت عمرؓ کو اطلاع دی، حضرت عمرؓ نے جو آپ لکھا، عبد اللہؓ کو اپنی حالت میں رہنے دیا جائے، اور انہیں اسی طرح مدفون کر دیا جائے، چنانچہ یہاں ہی کیا گیا،

عبد اللہؓ بن ثامر کے متعلق ایسی کہتے ہیں کہ عبد اللہؓ کے ہاتھ کی تصدیق اللہ تعالیٰ کے فرمان ہے۔

سید کا بیان

فَلَا تَحْزَنُوا إِنِّي سَيِّئُ اللَّهِ أَصْحَابًا بَلَىٰ أَخْيَارٌ (البقرہ)

سے پہلے ہے، اللہ ابتدا اسلام کے ان شہداء اور خیرہم کے واقعات سے ملتی ہے، جنہیں اسی صحت میں پایا گیا اور ابو عبد اللہ ایک عظیم صحت گذر لے کے ان میں کوئی تغیر واقع نہ ہوا تھا، مثلاً عمرؓ بن عبد المطلبؓ کی تکبیر ہمارے ہاتھ نے نہر جاری کی تھی، تو انہیں بالکل درست حالت میں پایا گیا تھا، ان میں کسی قسم کا تغیر نہ واقع ہوا تھا۔ اس کمال ان کی نگلی پر لگ جانے سے ان کی انگلی سے خون نکل آیا تھا، یہی مال جاڑ کے باپ عبد اللہؓ بن حرام اور عمر بن الجموحؓ کا تھا، اللہ تعالیٰ جن حبیب اللہؓ کی بیٹی عائشہؓ نے خواب میں دیکھا کہ ظلماء اسے کہہ رہے، کہ مجھے نکال کر کہیں اس صفیٰ کو تو عائشہؓ نے تیس سال کے بعد انہیں نکالا اور وہ ویسے کو لیے ہی تھے، اس کا ذکر ابن قتیبہؒ نے کتاب المعارف میں کیا ہے، اللہ تمام واقعات صحت میں دیکھتا ہے یہ کہ حضرت علیؓ اور علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَنْحُسِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْحُسِ

(اللہ نے زمین کے لئے انہی یاد کے جسموں کا کھانا حرام کر دیا ہے،

یہ روایت سلیمان بن اشعث (البعاء) کی ہے، ابو جعفر دارقطنی نے کتاب السنن میں اس حدیث کا ذکر کیا ہے، مگر اس میں شہداء، علماء اور مؤمنین کا بھی ذکر ہے، ذکر زمین ان کے جسموں کو بھی نہیں کھاتی، اللہ اضافہ عجیب ہے، مثلاً اس اضافہ کو کسی سند میں نہیں پایا، مگر چونکہ دارقطنی نے اصل علم میں سے ہے، اس لئے اس کا افادہ مقبول ہو گا۔

مسند میں حضرت سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا تَذْبِيذُ أَجْسَادَ يُصَلُّونَ فِي قُبُورِهِمْ

اس کی روایت نہایت جانی نے انس سے کی ہے، یہ بھی مروی ہے، کہ نہایت جانی کو دفن کرنے کے بعد دیکھا تو وہ قبر میں نہ تھا، جب اس کا ذکر اس کی بیٹی سے کیا گیا۔ تو اس نے بتایا کہ وہ قبر میں غار پڑھ رہا تھا اس لئے تم سے نہ دیکھ سکے، وہ مات کو جب پیچھے لے لئے اٹھ اتر نہ تھا، تو دعا کیا کرتا تھا، کہ اے اللہ مجھے ان لوگوں میں کر دے جو عمر کے بعد قبر میں غار پڑھتے ہیں، اللہ صحت حدیث میں ہے، کہ حضرت علیؓ اور علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میرا لقمہ دوشی کے پاس سے تھا، تو وہ قبر میں غار پڑھ رہا تھا۔

سید نے ان کے بعد ہاتھ سے ناکھرا کر ہاتھ نقل کیا ہے، اور لکھا ہے کہ انہیں قتل کرنے کے بعد دفن کیا گیا، اور جب حضرت

فر کے زمانہ میں انہیں نکالا گیا، توان کی انگلی میں طرح کہ انہوں نے قتل ہونے کے وقت اپنی کینٹی پر رکھی تھی وہاں کی مٹی بڑی تھیں  
(الدرر فی الکفۃ: ۱۱۰، ۳۲۲-۳۲۵)

**الحارث بن مضاض جرجی** | ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی الدردیہ کو دیوال اشعری نے بتایا اودان سے ابراہیم بن محمد  
بن جعفر بن ابی طالب نے بیان کیا، کہ کسی اہل علم نے کہا: اگر کیا اگر جیب (بہوشی) نے صفیان فرغ کیا تو شہر کی ایک دیوار گر گئی، اس  
نے دیوار تعمیر کرادی، وہ پھر گر گئی، پھر بنائی اور وہ پھر گر گئی کسی نے بتایا کہ اس دیوار کے نیچے ایک آدمی مدفون ہے جب  
اس کی بنیادوں کو کھودا گیا، تو ایک آدمی کو ملوار لے کر کھڑا پایا، تلوار پر کھڑا تھا، کہ میں الحارث بن مضاض ہوں اشحاب القدر  
نے مجھ سے دشمنی کی تھی، ابو موسیٰ نے اسے دھال سے نکال لیا، اور پھر دیوار تعمیر کی، اور وہ قائم رہی،

ان کثیر کہتے ہیں، کہ یہ شخص الحارث بن مضاض بن عمر بن مضاض عمر الجرجی تھا، جو جوہم کے بادشاہوں میں سے تھا  
یہی جوہم دی تھے، جو ثابت بن اسفیل بن ابراہیم کی اولاد کے بعد کعبہ کے والی بنے، اسی حادث کا بیٹا عمر بن الحارث بن  
مضاض جوہم کا آخری بادشاہ تھا، وہی خیر عمر نے انہیں مکہ سے نکال کر مین کی طرف بلالوں کر دیا تھا، اسی نے وہ شعر  
کہے ہیں جن کے متعلق ابن ہشام کا خیال ہے، کہ یہ عربی زمان کے قدیم عربی اشعار ہیں،

كَانَ كَرِيمًا بَيْنَ النَّجْمِ إِلَى الصَّهَا  
أَدْبَسُ وَكَلَّمَ كَرِيمًا سَامًا  
سَعَى لِحَنِّ مَنَّا أَهْلُهَا مَا بَادَنَا  
صُرُوفُ اللَّيْلِ إِلَى رَأْسِهَا لَعْنًا  
فَجَلَّ أَصْحَابُ أَخْدُودِكُمْ تَشْرِيبًا  
مِنْ سَبْطِ لَيْسَ نَقْلًا يَا بَكْرَةَ خَنْدَقَيْنِ مَنَّا  
ایک شام میں ادا ایک مین میں،

یہ تو شہر دار کے اجسام کا حال ہے، مگر اللہ تعالیٰ بعین صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ اعزاز بخشے ہیں، کہ ان کے اجسام صحیح و  
سالم رہے ہیں، وچنانچہ ابن الجوزی نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے، کہ سترہ میں ایک ریت کے ٹیلے کے پھٹ جانے سے سات  
قبریں ظاہر ہوئیں جو عرض کی طرح تھیں، ان سات قبروں میں سات شخص تھے جن کے یون بالکل ٹھیک تھے، اور ان کے  
کفنوں کے کٹوری کی خوشبو آ رہی تھی، ان میں ایک لاش نوجوان کی تھی جس کی نین لمبی تھیں، اور اس کے ہونٹوں پر تری  
تھی، یوں معلوم ہوتا تھا کہ اس نے پانی پیا ہے، اور اسکی آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا معلوم ہوتا تھا، اور اسکی کمر پر چوڑی لگی  
معلوم ہوتی تھی، حاضرین میں سے ایک شخص نے اس کے بال لینے چاہے، دیکھا کہ زخمہ انسان کی طرح مضبوط تھے،

لہٰذا یہ کثیر میں بیان عادت کی قطع سے آخر تمام ہوا ہے، اہم الحق جو قطع ہے،  
الحارث بن صاحب اخدود کے خوف سے ہمارا کہہ رہا ہے، اصل کتاب میں کہہ لے بلکہ یہ خط ہے  
لہٰذا کہ اس میں بیان کا لفظ اخدود دیا ہے جو قطع ہے، جو کانت اخدود دیا ہے، شرح الصدور: ۱۳  
(عہ خیرہ و حاطہ و حاطہ جو کتاب کے خاتمہ پر دیا گیا ہے)

# انبیاء کی زندگی اس دنیا میں بھی اہل جنت کی زندگی ہوتی ہے

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زندگی اسی دنیا کے اندر اہل جنت کی زندگی ہوتی ہے، اگرچہ ابتداء سے انتہا تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا یہ مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ اسی دنیا میں اہل جنت کی زندگی بسر کرتے تھے چنانچہ سرید اور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

اُنہو کیم نے علیہ میں روایت کی ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کر جنت کے چالیس آدمیوں کی قوت عطا کی گئی تھی، پھر کر زندگی میں ہے، کہ اہل جنت کے ایک آدمی کی قوت دنیا کے کتر آدمیوں کے برابر ہوگی، چالیس کو ضرب دینے سے چار ہزار بنتے ہیں، اس پیشی نے بھی اسی طرح دیا ہے، سید اور شاہ فرماتے ہیں، کہ الفاظ کے اختلاف اور مذاق

کی تعبیرات سے قطع نظر کے یہ لڑو کی تحقیق مذکورہ امر ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چکر دنیا میں ہی اہل جنت کے مردوں میں سے تھے، اس لئے آپ کو اس دنیا میں نام نہاد اوصاف عطا کئے گئے تھے جو اہل جنت میں سے ہوتے ہیں یا دور وہیں کسی زندگی میں انبیاء اہل جنت کے برابر ہوتے ہیں، انچنانچہ زمین انبیاء کے برابر کو بھی ملتی ہے، اور آنحضرت کی قوت بھراہ اہل جنت کی طرح تھی، جیسا کہ بیان ہو چکا، اور یہ کہ اللہ نے زمین کے لطفان کے حصول کا کھانا

حرام قرار دیا ہے، اور یہ

استمد بن مبارک ابریز میں لکھتے ہیں،

ساتواں بڑو جنیتوں کی اسی زندگی بسر کرنا ہے، اس کا مطلب یہ ہے، کہ ذات رسول علیہ السلام انہی انبار سے میرا ہوتی ہے، جن سے اہل جنت جنت میں دلی ہونے کے بعد میرا ہل گئے، اور اس سرسین علیہم السلام کی ذات ایسی ہی ہوتی ہے، جیسے جنتی کی جنت میں اس کی شریح یہ ہے، کہ عالم زمین، دارقضا اور دارالقیام پر ایک کی کیفیتیں ہیں، اعلیٰ اور قدرتی، دارالقیام کی زندگی قسم جنت اور اعلیٰ کی قسم دوزخ ہے، جب حجاب زائل ہو جائے تو دارالقیام کی برترہ اپنی موافق نوع کو مدد پہنچاتی ہے، چنانچہ نورانی زندگی اور اعلیٰ کی طمانی کو مدد پہنچاتی ہے، پھر یہ بات بھی ہے، کہ حجاب کے زائل ہونے کا عمل مختلف ہوتا ہے، چنانچہ سرسین علیہم السلام میں یہ حجاب اسی دنیا میں پہلے ہی سے

۱۰۰۵۱: ۳۵۵-۵۶ کتاب النحل، باب انہما صخرہ عاذا قوا قوا ثلاثین اور فیض المبارکی: ۱۰۷، ۱۰۸

ہو حافظ ابن حجر مسلم کی حدیث لکھ کر کہتے ہیں، کہ شاید یہ حدیث کا اختصار ہے دوسرا سکی ہیں آئی ہے۔ کہ زید بن انم نے بیان کیا کہ اہل کتاب میں سے ایک آدمی آیا۔ اور کہا اے ایمان اسم آپ کہتے ہیں کہ اہل جنت کھانا نہیں کھاتے آپ نے فرمایا اہل جنت کو کھانے پینے اور بھلا میں سوادی کی قوت دی جائے گی۔ فتح المبارکی: ۶: ۲۳۸، ۱۰۸-۱۰۹

زائل ہو چکا ہوتا ہے، جیسا کہ چھ جہڑ میں مذکور ہو چکا۔ اور مسلمان اس دنیا میں ہر روزانی سے بڑھ کر زندگی ہو گئے ہیں، اور ان کی ذات شریف دار تھا، کے روزانی جتنے بھی عزت سے مدد ملتی تھی ہے، لیکن عاتقہ اللہ تعالیٰ کے لئے حجاب صرف قیامت کے دن زائل ہو گا۔ اور اسی دن انہیں مدد بھی حاصل ہو گی، چنانچہ جبرائیل والا ہو گا وہ انوار عزت سے مدد حاصل کرے گا، اور سرکش نافرمان سے مدد حاصل کرے گا۔ خدا میں اپنے فضل و کرم سے مدد سے پناہ دے، جتنے بھی کہ مستعدہ کا انحصار زوال حجاب پر ہے، اور یہ حجاب مسلمان علیہم السلام سے زائل ہو چکا ہوتا ہے، اس لئے ان کی زندگی اگلی کی زندگی کی طرح ہوتی ہے،

**مرکاۃ المستغنی** | اس کا تالیف زمانہ کا سب سے طاقتور بہرہ وران تھا، نسخہ مکہ کے دولہان کی ملاقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملک پہاڑوں میں ہوئی، اس لئے کہ اگر آپ مجھے گرا لیں تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ آنحضرت نے ایک منٹ میں اسے زین پر سے مارا اور وہ اسلام لے آیا۔

اس کے دل میں غالباً یہ خیال تھا کہ یہی کچھ بھی لکھا تا پتا نہیں، اس لئے کبھی کبھی گہری نہیں کی اور نہ ہی اس فن سے آشنا نہیں، پھر قوت کے اعتبار سے قریب میں یہ الزام لگایا جاتا ہے اور یہ مقابلہ کا کوئی نقص نہیں اس لئے اول تو آپ مجھے سگریز کریں گے اور اگر کشتی پر آمادہ ہو میں گئے، تو ان کو اگر لانا ایک معمول بات ہے،

سورۃ قصص میں مومن علیہ السلام کا ذکر فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

فَوَكَزَهُ مُوسَى فَقَضَى عَلَيْهِ،

(موسیٰ علیہ السلام نے اسے مار مارا اس کا کام تمام کر دیا،)

یعنی اس قوت سے مار مارا کہ وہ ختم ہو گیا۔ حالانکہ مارنے کا نہ ارادہ تھا، نہ خیال کہ چونکہ قوت عام لوگوں کی ہی رہتی، اس لئے قبلی اسے برواشت ذکر کیا، اور مر گیا،

اسی طرح جب موسیٰ علیہ السلام عین پہنچتے ہیں، اور شعیب علیہ السلام کی بیٹیوں کی بکریوں کو پانی پلایا، جیسا قرآن مجید سورۃ قصص میں ہے،

فَكَفَىٰ لَهُمْ

جہاں پر مختلف روایات ہیں، ایک روایت یہ ہے، کہ چونکہ شعیب علیہ السلام کی قوم میں شر پر لگے تھے، انہوں نے اپنے بیٹیوں کو پانی پلا کر کوئٹہ کے منہ پر تک پتھر رکھا جسے اس آدمی بشکل پلا سکتے تھے، مگر موسیٰ علیہ السلام نے اکیلے اس پتھر کو مار کر ان بیٹیوں کو پانی پلایا، دوسری روایت میں ہے کہ وہاں ایک کشتی تھا جس کے منہ پر بہت بھاری پتھر پڑا تھا، جسے موسیٰ علیہ السلام نے اکیلے اٹھا دیا تھا، ہر صورت میں موسیٰ علیہ السلام کی نبوی قوت کا پتہ چلتا ہے، اسی وجہ سے ان لوگوں نے اپنے آپ سے کہا،

لَئِنْ خَلَوْا مِنَّا لَأَقْتُلَنَّكَ الْفَرَسِيُّ لَكُم مِثْلُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام زندگی خرق عادت سے بھری پڑی ہے، آپ کی زندگی کا کوئی شعیب نہیں جس میں خدائی عاتق

سے غلط ہو کہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ترجمہ اصحاب اور تہذیب التہذیب میں،



امور نہ نظر کرتے ہوں، بچپن ہی کو لیجئے آپ کو کبھی نہ گے کہ آپ ایک ایسے بڑے شخص تھے کہ ادھر بچے ایک سال میں اتنا بڑھ نہیں سکتے، آگے چل کر ہم ملا سبب قیام کی مکمل عبارت نقل کریں گے، جس میں وہ فرماتے ہیں،

لَکِنِّ لَکُمَا کَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ فِیْ مَقَامِ عَزَّوَجَلَّ الْعَوَارِثِ  
حَتّٰی شَقَّی بَطْنُہٗ وَهَوَّی حَتّٰی لَا یَبْقٰی لَکُمَا بَلَدٌ ۝

عجب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مقام ہو کہ ہر دم فراقِ عادت امور کا آپ کی نگاہ پر ہوتا رہتا ہو، یہاں تک کہ زندہ ہوئے جوئے پیٹ چاک کیا گیا، مگر انہیں درویشوں نہ ہوا۔

پھر صوفی ہجرت کے واقعہ کو لیں اور دیکھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح کفار کو اندھا بنا کر گھر سے نکلتے ہیں، اور ان کے درمیان میں سے ہو کر مکمل جہالت میں آغا و شور برپا کرتی ایک رات کے اندر حال اتنا بھڑاں کے اور کچھ پوری لاکھڑے دینا مسلمانوں کو، کفار کو اور کفرین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے سڑک کو گھیر لیا، اجماع کے بموجب قیام کے دوران آپ کی برکات، اذکار و ذکر، عجزات صاحبِ بصیرت کی چشم بھائے دل کو دکھا کر لے گئے، کافی ہیں، عوام میں نوبت کا دار و مدار بن چکا ہے، ہر شخص صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر آمادہ ہو گیا، ہمہ کس طرح عادت سے مہینوں پر مہینے گذر جاتا تھا، آپ کے ہاں آگ نہ جلتی تھی، ہوتا تو زندہ جلتا، جھپٹا لیا، آنحضرت کو گھیر کر تھوڑے سے رکھنے شروع کر دئے، مگر چند دنوں کے بعد ان کے رنگ زرد اور چہرے پوک گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سب کی یہ کیفیت دیکھی تو فرمایا

اَنُکَلِّمُ عِشَّتَیْیَ لِیُحْیِیَ رَجُلًۢی ۝ وَ یُحْیِیَ عِشَّتَیْیَ

مگر میں سے کون سیوں جیسا ہے مجھے کہ اللہ کھاتا پاتا ہے،

ابن جبر فرماتے ہیں، بعض محدثین اسے حقیقت پر محمول کرتے ہیں، یعنی یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان دنوں کی راتوں میں آپ کی تعظیم کیلئے اللہ کی طرف سے کھانے اور پینے کی شے آتی تھیں۔

مگر ابنِ بقال نے اس پر اعتراض کیا ہے، کہ اگر یہی بات ہو تو آپ کا روزہ صوم وصال نہ تھا، نیز نہ لکھ حدیث میں یُظَلُّ ..... کا لفظ ہے، جب کے یعنی جسے کہ دن کے وقت آپ کھاتے اور پیتے، اشیاء آتی تھیں، اس صورت میں تو آپ روزہ داہمی نہیں ٹھہرتے۔

اس کا جواب یوں دیا گیا ہے، کہ راجح روایت میں آپ کی یہ کلام کا لفظ ہے، اُظَلُّ نہیں مگر ان میں لیا جائے، کہ اُظَلُّ کا لفظ بھی ثابت ہے، تو پھر یہی ہے، کہ اُظَلُّ کے لفظ کو یہاں سمجھا جائے، وہاں اس کے کہ کر کھانے اور پینے کو مجازی کہیں۔ چنانچہ ہم یہ بھی مان لیتے ہیں، کہ اُظَلُّ کا لفظ اپنے حقیقی معنوں میں ہے، اس لئے کہ جو جنت کا کھانا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کیا، اس حدیث کا روایت مختلف الفاظ میں ہوئی ہے، مگر بال حسب کا ایک ہے، بخاری کے الفاظ ہیں کُلْتُمْ کَمَنْ یُکَلِّمُکُمْ فِیْ اٰیَاتِہٖ فِی مَطْعَمٍ یُّطْعَمُہٗی وَ سَاکِنٍ لَا یُخْرِجُہٗی، یہ اہمیب رضی اللہ عنہ سے، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں آتی، اُنْیَہٗ یُطْعَمُہٗی وَ یُکَلِّمُہٗی ہے،

خدا م واکرام کے عطا ہو، اس پر عام مکلفین کے احکام جاری نہیں ہو سکتے ہیں طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک کے مولے کی طہارت میں دھوا گیا، حالانکہ دنیا میں مولے کے برتنوں کا استعمال حرام ہے،

نیز حدیث معراج میں ہے، **اُمِّیَّتٌ لِّطَهْرَتٍ مِنْ خُتْبَیْہَا** میرے پاس مولے کا ایک طہنت لایا گیا واللہ اعلم واللہ اعلم ۶۶: ۱۲۲ یہاں تو آپ نے خود مولے کا طہنت استعمال کیا، حالانکہ اہل دنیا کے لئے اس کا استعمال حرام ہے،

ابن القیث ج ۱ میں فرماتے ہیں، **وہ جس کھانے سے شرعی طور پر روزہ ٹوٹتا ہے، وہ تو ہمارا وہ کھانا ہے جو حلال و معلول ہے،** لیکن جو کھانا حرقی حالت کو برسرِ شلاہہ جو جنت سے آیا ہو، اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اور اس کا کھانا اہل ایمان میں شمار نہیں بلکہ یہ تو قراب میں شامل ہے، جیسے جنت میں جنسیوں کا کھانا تھا نیز دیگر کرامت سے غیارات باطل نہیں ہوتی،

دگر محمد ثانی کہتے ہیں، اس بات کے کوئی مانع نہیں کہ جو کھانے اور پینے سے حقیقی کھانا اور پینا قرار دیں، اس سے بھی لازم نہیں آتا کہ اس صورت میں آپ مومل نہ رہے، بلکہ صحیح روایت تو اجماع ہی ہے، اگر بات کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس طعام و شراب کو کھانی میں جو آپ کے لئے جنت سے آتا ہو تو اس سے آپ کے مومل ہونے میں نقص نہیں آتا، اس لئے کہ یہ تو آپ کی خصوصی صفت تھی، مطلب یوں ہوا کہ جب آپ سے یہ عرف کیا گیا، کہ آپ تو صوم وصال کھتے ہیں، تو آپ نے فرمایا: میں اس معاملہ میں تمہارے جیسا نہیں ہوں، کہ تم میں سے اگر کوئی کھانا یا پانی لے تو اس کا وصال قوت جاتا ہے، مگر مجھے تو میرا رب کھانا اور پلاتا ہے، اور اس سے میری موملت نہیں ٹوٹتی لہذا میرا کھانا اور پینا ہی بڑی

طور پر بھی اور حقیقی طور پر بھی تمہارے کھانے اور پینے کی طرح نہیں ہے،

زین ابن المیزان فرماتے ہیں: اس کی یہی توجیہ ہو سکتی ہے، کہ اس حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے اور پینے کی مثال ایک سے پہنچان کی سی ہوگی، کہ خواب میں وہ کھاتا ہے اور پیتا ہے، اور جو کھانا اور پیاں رفقہ ہو جاتی ہے، اور جب تک وہ بیدار نہیں ہوتا، اس کی یہی کیفیت ہوتی ہے، اور اس سے نہ تو اس کا روزہ ٹوٹتا ہے، نہ اس کی موملت صوم منقطع ہوتی ہے، اور اس کا اجر کم ہوتا ہے،

مختصر یہ کہ ہے کہ اس حکم کو اس حالت میں چھوڑ دیا جائیگا، جبکہ آپ طہنت مستغرق میں ہوتے تھے، تاکہ آپ کے بشری حالات کا آپ پر اثر نہ ہو۔

لے جنت میں مولے اور عیاذی کے برتنوں کا استعمال جائز ہوگا، اس سے ہی اس بات کا ثبوت ملتا ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی دنیا میں اہل جنت کے آدمی تھے، لے کہ وہ اعمال میں شمار نہ ہوگا، بلکہ ان میں سے پہلے یہاں پر ان حجرات کا بیان ختم ہوتا ہے

ما ظہر من فتح الباری: ۴: ۱۶۸ — ۱۶۹ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کے مولے کے طہنت میں دھوا لے کیلئے، فتح الباری: ۶: ۲۳۲ ز: ۶: ۲۸۹ اور ۴: ۱۶۱

عے ثم اہت بطست من ذهب (قال الحافظ: ۱۶۱) ینظر لہما مناسبات: حناہ من اوراق الجنة۔۔۔ وعن ذاک قبل ان یجوز استعمال الذہب فی هذه الشریعة۔ ولا یکن ان یقال ان المستحل لہ کان ثم لم یحرم علیہ ذالک من المثلثة لانه لو کان تکدر حرم علیہ استعمالہ لفرق ان یستعملہ غیرہ فی امر متعلق ببدنہ المکرم۔ ویکن ان یقال ان تحمیر استعمالہ مختص بہ باحوال الدنیا وما دنیع فی طلب اللیلة کان الغالب انہ من احوال الخیب فیحقق باحکام الآخرة ۱۶

عے ثم اہت بطست من ذهب (قال الحافظ: ۱۶۱) ینظر لہما مناسبات: حناہ من اوراق الجنة۔۔۔ وعن ذاک قبل ان یجوز استعمال الذہب فی هذه الشریعة۔ ولا یکن ان یقال ان المستحل لہ کان ثم لم یحرم علیہ ذالک من المثلثة لانه لو کان تکدر حرم علیہ استعمالہ لفرق ان یستعملہ غیرہ فی امر متعلق ببدنہ المکرم۔ ویکن ان یقال ان تحمیر استعمالہ مختص بہ باحوال الدنیا وما دنیع فی طلب اللیلة کان الغالب انہ من احوال الخیب فیحقق باحکام الآخرة ۱۶

عے ثم اہت بطست من ذهب (قال الحافظ: ۱۶۱) ینظر لہما مناسبات: حناہ من اوراق الجنة۔۔۔ وعن ذاک قبل ان یجوز استعمال الذہب فی هذه الشریعة۔ ولا یکن ان یقال ان المستحل لہ کان ثم لم یحرم علیہ ذالک من المثلثة لانه لو کان تکدر حرم علیہ استعمالہ لفرق ان یستعملہ غیرہ فی امر متعلق ببدنہ المکرم۔ ویکن ان یقال ان تحمیر استعمالہ مختص بہ باحوال الدنیا وما دنیع فی طلب اللیلة کان الغالب انہ من احوال الخیب فیحقق باحکام الآخرة ۱۶

عے ثم اہت بطست من ذهب (قال الحافظ: ۱۶۱) ینظر لہما مناسبات: حناہ من اوراق الجنة۔۔۔ وعن ذاک قبل ان یجوز استعمال الذہب فی هذه الشریعة۔ ولا یکن ان یقال ان المستحل لہ کان ثم لم یحرم علیہ ذالک من المثلثة لانه لو کان تکدر حرم علیہ استعمالہ لفرق ان یستعملہ غیرہ فی امر متعلق ببدنہ المکرم۔ ویکن ان یقال ان تحمیر استعمالہ مختص بہ باحوال الدنیا وما دنیع فی طلب اللیلة کان الغالب انہ من احوال الخیب فیحقق باحکام الآخرة ۱۶



محفوظ رکھیں گے۔ آپ کا جنگوں میں جانا جہاد کہلائے گا،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم | اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت سے کھانا آتا تھا تو  
کا پیٹ پر پتھر باندھنا اور پیٹ پر پتھر باندھنے کی کیوں ضرورت تھی، جبکہ اگر احادیث میں آنحضرت  
چنانچہ غزوہ خندق میں جب آپ صحرا کے ساتھ خندق کھود رہے تھے، تو آپ نے ایک کی بجائے دس پتھر باندھ  
رکھے تھے،

اس سوال کا جواب واقعی شفاء اللہ رحمہ اللہ کے بیان میں ضمناً آچکا ہے، یعنی یہ کہ اس حالت میں آپ مقام نزول  
پر نہ تھے، یا وہ جہن کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیگر انبیاء کے لئے مقام نزول پر تانا نہایت ضروری تھا۔ جب انبیاء  
ہیہم الصلوات والتسلیمات اس مقام پر ہوئے تو امت آپ سے احکام شریعت حاصل کرتی، اور ان کے لئے مسنون طریقہ  
کی تعلیم کیجاتی تھی، امت کے عوام میں انبیاء کو کیا اولیاء اللہ کے علاوہ اور کون کون سے اور بدوشت کرنے کی قوت نہیں، اور  
پھر خاص طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کا مقام عروج اس قدر بلند ہے کہ عقلمندان کا احاطہ کرنے سے عاجز  
اسی مقام نزول کا دوسرا نام قبرت ہے، اور اسی مقام کو مد نظر رکھتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم  
ہوا کہ :- **قَدْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلَكِنَّ خُشْيَ الْاَلٰی**

اس مقام پر ہونے کے بعد تمام احوال بشریت آپ پر طاری ہونے، بھوک لگتی، پیاسا ہونے اور کسی حد تک  
درد کا تجربہ ہوا، اگر آپ پر خداوند ہر وہ مقام ضرورت پر رہتے تو افادہ و استفادہ کی راہ جو انبیاء کو دینا میں  
ہیچے کا مفقودہ نقصی ہے، بالکل مفقود ہو جاتا، لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھوک کو محسوس کرنا آپ کے  
اہل جنت میں سے ہونے کے منافی نہیں بلکہ اگر یہ بات نہ ہوئی تو پھر آپ کے بشر ہونے کے منافی ہوتی،  
بخاری میں حضرت ابن عباس کی ایسی حدیث دی ہے جس میں ہے

قَالَ اَبُو سُوَيْبَةَ اَنَّ اَمَّا لَكَ مَنَّا وَلَكُنَّ مَنَّا فِي مَقَامِكَ لَمْ نَرَ اَمَّا لَكَ كَعَلَمَتْ  
قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّي نَزَيْتُ لِحُجَّتِهِ قَتَلْتُ وَلَكُنَّ مَحْطُوًّا وَاَوْكُوْا صَبِيْثَةَ  
لَكُنَّ مَنَّا مَنَّا بَقِيَّتِ السَّكَنَاءُ

صحابائے میں کیا، یا رسول اللہ ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ کوئی چیز لینے لگے، پھر ہم نے دیکھا کہ آپ پیچھے  
ہٹ گئے، آپ نے فرمایا: میں نے جنت دیکھی تھی، پھر میں انگوڑی کا خوشہ لینے لگا تھا، اور اگر  
لے لیتا تو حسب تک دیا رہتی تم اس میں سے کھاتے رہتے؟

لے احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیٹ پر پتھر باندھنے کا ذکر آیا ہے، مگر اس پتھر باندھنے کی کیفیت کیا تھی، اس کا  
جھگڑا تھا۔ اور اس طرح باندھا جاتا تھا، ان سب امور پر بھی بحث کرنے کی ضرورت ہے، اس لئے میں نے یہاں اس بحث  
کو جہیں چھیڑا۔ ۳۳۳: ۲: بحاری صحیح البخاری



تقریباً ہی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

وَأَيُّكُمْ جَعْفَرٌ يُطْعِمُ فِي الْجَنَّةِ مَعَ الْمَلَائِكَةِ  
(میں نے جعفرؓ کو جنت میں فرشتوں کے ساتھ اٹھنے دیکھا،

اسی طرح دیگر عادیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ جنت آنحضرتؐ کی سیرگاہ تھی، اور اسی بنیاد پر رہتے ہوئے آپؐ کا ذکر آیا جاتا رہتا،

**اہل جنت کا پسینہ** | بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک حدیث مروی ہے، جس میں جنت کا ذکر کیا گیا ہے، اور جس کے آخر میں ہے، رَضِيعُهُ الْمِسْكُ (وہاں کا پسینہ کستری کی طرح خوشبودار ہوگا)

آپ دیکھتے ہیں کہ دنیا میں اور بالخصوص گرمی کے موسم میں ہمارے پسینہ کی کیا کیفیت ہوتی ہے، اور کس قدر بدمعاش سے نکلنے لگتی ہے، مگر اہل جنت کے پسینہ میں تو نہ ہونگی، بلکہ خوشبو ہوگی، اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ کونساں تو ہم دیکھتے ہیں، کہ اس کی خوشبو مشک وغیرہ کرات کرتی تھی،

ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ کے متعلق حوالہ عادیث آئی ہیں انہیں جمع کر دیا ہے، میں انہیں یہاں نقل کرتا ہوں،

**پہلی حدیث** | قَالَ الْأَسَمَامُ أَحْمَدُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اللَّيْثِ تَنَاوَعُوا عَنِ الْحَرِثِيِّ وَهِيَ ابْنُ أَبِي سَلَمَةَ أَلَهَا جَشُونٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي حَلَفَةَ عَنْ أَبِي خُرَيْجٍ قَالَ

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ بَيْتَ أُمِّ سَلِيمٍ فَيُنَامُ عَلَى فِرَاشِهَا وَذَلِيقَةُ فَيْمٍ قَالَتْ فَجَاءَتْ عَلَى فِرَاشِهَا فَذَلِكَ هَذَا أَرْسَلَهُ اللَّهُ تَائِدًا فِي بَيْتِهِ عَلَى فِرَاشِهِ قَالَتْ فَجَاءَتْ وَرَدَّ مَرَقًا وَاسْتَقْبَحَ عَرَقًا عَلَى يَدَيْهِمْ عَلَى الْأَرْضِ فَفُتِحَتْ عَيْنُهَا فَجَعَلَتْ تَنْشِفُ ذَلِكَ الْعَرَقَ فَفُتِحَتْ فِي فَرْجِهَا فَفُتِحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا تَصْنَعِينَ يَا أُمُّ سَلِيمٍ؟ فَقَالَتْ يَأْتِيكِ مِنْ لَدُنِّي بَرَكَةٌ لِيَصْبِيَا نِيَا، قَالَ أَمْ صَبَرَتْ لَكَ،

قول اہل البیاتی اللہ علیہ وسلم تم سلیم گھر میں داخل ہوتے جب وہ ملان نہ ہوتی، اور اس کے بستر پر سو جاتا ایک رہنما پتھر تشریف لائے، اور اس کے بستر پر لیٹ گئے، جب وہ آئی تو کسی نے اسے بتایا کہ وہ لیٹا تھا، تمہارے بستر پر سو رہے ہیں، وہ آئی آپ کے پسینہ آیا ہوا تھا، اور بستر کے آگے پرچے کے ایک ٹکڑے پر آپ کا پسینہ جمع ہو رہا ہے، اس کے پرچے سے میذب کر کے اچھے شیشی میں ڈالنا شروع کر دیا

ابن ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَرْثَدَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھر آکر اٹھے، اور کہا اے ام سلمہ کیا کر رہی ہو؟ اس نے عرض کیا یا رسول ہم اپنے بچوں کے لئے اس کی برکت کے امیدوار ہیں، آپ نے فرمایا تو شکایت کہتی ہے،

**دوسری حدیث** | وَقَالَ أَحْمَدُ: سَمِعْتُ هَاشِمَ بْنَ الْقَاسِمِ سَمِعَ سَلِيمَانَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: عِنْدَنَا كَعْرَتٌ أَجَاءَتْ أَتَى بِهَا رَجُلٌ فَجَعَلْتُ كَسَلْتُ الْكَعْرَةَ فِيهَا قَدْ سَبَقَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا أُمَّ سَلِيمٍ مَا هَذَا الَّذِي تَصْنَعِينَ؟ قَالَتْ: عَرَفْتُكَ يَجْعَلُكَ فِي رُطْبِي بِنَا وَهَرَمَ مِنْ أَكْثَرِ الطَّيِّبِ لَهُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جانے اسی نشہ میں لائے، اور یہیں قیلولہ فرمایا، آپ کو پسینہ آیا، میری والدہ شیشی لے آئیں اور انگلی سے پونچھ کر آپ کا پسینہ شیشی میں ڈالنے لگیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو گئے اور فرمایا، اے ام سلمہ یہ کیا کر رہی ہو؟ اس نے عرض کیا یہ آپ کا پسینہ ہے جسے ہم اپنی خوشبو میں ڈالتے ہیں، اور یہ بہترین خوشبو ہے

مسلم نے اسی حدیث کو: عَنْ زُهَيْرِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ ابْنِ النُّظَيْرِ هَاشِمِ بْنِ الْقَاسِمِ، رَوَيْتُ كَيْفَ هُوَ، **تیسری حدیث** | وَقَالَ أَحْمَدُ: سَمِعْتُ اسْحَقَ بْنَ مَنْصُورٍ، يَحْيَى السُّرَّوْجِي، سَمِعَ عَائِدَةَ، يَحْيَى

أَبْنُ زَادَانَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: - كَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقِيلُ عِنْدَ أُمِّ سَلِيمٍ وَكَانَ مِنَ أَكْثَرِ النَّاسِ عَرَفًا فَاتَّخَذَتْ لَهَا نِطْعًا كَانَ يَقِيلُ عَلَيْهِ، وَحَطَّتْ بَيْنَ رِجْلَيْهِ حِطًّا وَكَانَتْ تَبْسِطُ الْخَرَقَ فَتَأْخُذُكَ فَقَالَ: مَا هَذَا يَا أُمَّ سَلِيمٍ؟ قَالَتْ: عَرَفْتُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ اتَّخَذْتُكَ فِي رُطْبِي، قَالَ: فَكَانَ لَهَا مِدْقًا وَحَسَنًا،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام سلمہ کے ہاں قیلولہ فرمایا کرتے تھے، آپ کو بہت پسینہ آیا کرتا تھا، ام سلمہ نے آپ کے لئے ایک چڑ بنایا، جسے آپ کے پاؤں کے درمیان رکھ دیا۔ . . . . . وہ آپ کا پسینہ پونچھ کر لے لیتی، آپ نے پوچھا، اے ام سلمہ یہ کیا ہے؟ اس نے عرض کیا، یا رسول اللہ آپ کے پسینہ کو اپنی خوشبو میں ڈالتی ہوں، اور آپ نے اس کے لئے دیکھ کر،

اس طریقہ سے صرف احمد نے روایت کی،

**چوتھی حدیث** | وَقَالَ أَحْمَدُ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ سَمِعَ سَلِيمَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: - كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نَامَ ذَارِبًا عَرَقًا فَاتَّخَذَ عَرَقًا يَطْلُوهُ فِيهِ قَانِطَةً يَجْعَلُهَا فِي مَسْكَاةٍ

لے ابن خیر اس کے بعد لکھتے ہیں، دروداک مسلم عن زھیر بن حرب عن ابی النضر، ہاشم بن القاسم یہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مرنے کو پہنچے، آپ کے سینہ کو روٹی کے ذریعہ سے مس کیا ایک  
شیشی میں ڈال لیتی، اور پھر اسے اپنی خوشبو میں ڈالتی تھیں،

یہ ثانی اسناد ہے، پر محدثین کی شریکے ملاتے ہیں، اور دونوں میں سے کسی ایک نے بھی اس کی روایت نہ کی،  
**پانچویں حدیث** | وَقَالَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، الْحَافِظُ حَدَّثَنَا أَبُو عُمَرَ وَالْمَغْرِبِيُّ ...  
أَبُو الْحَسَنِ بْنُ سَفْيَانَ مَنَا ابْنُ بَكْرٍ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ،

وَقَالَ مُسْلِمٌ مَنَا ابْنُ بَكْرٍ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، عَنْ ثَعْلَبَانَ، عَنْ أَبِي هَبِيبٍ، عَنْ أَبِي يُوْبَ عَنْ  
ابْنِ قَلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنْ أُمِّ سَلِيمٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْتِيهِمْ  
فَيَقِيلُ بَيْنَهُمْ هَذَا ذِكْبِ سَلَمَةَ، كَطَعًا فَيَقِيلُ عَلَيْهِ، وَكَانَ كَثِيرًا ۱۱۱ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ  
عَلِيٍّ بْنِ الْحُسَيْنِ وَالْقَاسِمِ بْنِ وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أُمَّهُمُ صَلِّتُمْ مَا هَذَا  
فَقَالَتْ: عَمْرُؤُكَ أَذْوَاقُ يَدِ حَبِيبِي، نَفْظُ مُسْلِمٍ

اُمّ سلمہ بیان کرتی ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ہاں آکر قیلولہ فرمایا کرتے تھے، اور آپ  
کیا کہہ کر کے اسے ایک چمڑا بچھا، یا کرتی، آپ کو پسینہ بہت آتا تھا، اور آپ کا یہ جمع کر کے خوشبو اور  
بوتلوں میں جمع کر لیا کرتی تھیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اُمّ سلمہ یہ کیسے؟ اس نے جواب دیا  
تھا آپ کے سینہ کو اپنی خوشبو میں ملاتی ہوں،

یہاں سے آپ نے یہودیہ ہو گا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ کی کیا کیفیت تھی، اور پسینہ یعنی اسی  
قسم کا پسینہ تھا جس قسم کا اہل جنت کا جنت میں ہو گا،  
اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی چیز بھی غیر طیبہ نہ تھی، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات  
کے اب میں حضرت علی کا قول نقل کیا ہے: میں نے فرماتے ہیں: طِبَّتْ حَيَاتًا وَمُتًا  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تنگی لگوا یا کرتے تھے، ایک بار سینگی لگوائی تو علی رضی اللہ عنہ نے  
کو حق پسینہ لگنے کے لئے را، مگر وہ اسے لگے جب وہ اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی  
خدمت میں پہنچے تو پوچھا اے عبد اللہ اس خون کا کیا کیا خبر؟ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ میں نے اسے

لے اس مقام پر ایک فقرہ وارد ہوتا ہے، کہ یہاں تریہ بیان کیا گیا، کہ آپ کی کوئی چیز ناپاک نہ تھی، اور آپ کا پسینہ بھی خوشبو دار  
تھا، پھر کیا وجہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں میں جوڑیں ہوتی تھیں، چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ کافرانہ فطرت تھی،  
اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ترسیلینگی کی خاطر پیریم کے لوگوں سے جدا ہوتا، ان میں نشست و برخاست ہوتی، ان میں  
میں بعدی بھی ہوتے، اہل صلو بھی، اور سائیں بھی، جن کے پاؤں میں جوڑیں ہوتیں، اور ان سے آپ کے پاؤں میں آجاتی، اس لئے  
آپ کو اپنے کپڑے دھونے کی ضرورت پڑتی تھی، یہ بھی ذاتی جوڑیں نہ تھیں، اور بدل کے بدل سے آتی تھیں، تنگی کی خاطر آپ  
لے الباری والہنا: ۸: ۳۱۲ - ۳۱۳

یہی جگہ پر رکھا ہے، جہاں سے وہ لوگوں سے مخفی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معلوم ہوتا ہے تو نے اسے  
 جی لیا ہے میرے عرض کیا، ہاں، آپ نے فرمایا: تجھے خون پینے کو کس نے کہا؟ **قَالَ لَكَ مِنَ النَّاسِ وَذِيكَ لِلنَّاسِ وَمِنْكَ**  
**بِكَمٍ مَرْتَبَةً سَلَامَانَ** فَاذْكُرْنِي صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عبداللہ بن زبیر وہیں پر کھڑے ہاتھ میں  
 طشت لئے اس میں سے پی رہے تھے، پھر سلمان اللہ چلے گئے، اور عبداللہ بھی اندر آئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:  
 فادرس مجھے؟ عرض کیا: ہاں سلمان نے عرض کیا: یا رسول اللہ کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا: میں نے اس کو سنگھریوں کا جوڑی  
 پھینکے گا کیا تھا، سلمان نے عرض کیا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کیساتھ بھیجا۔ اس نے تو وہ پی لیا ہے، آنحضرت  
 نے پوچھا کیا آنے پی لیا ہے، عرض کیا ہاں، آپ نے فرمایا: کیوں؟ عبداللہ نے جواب دیا میں جانتا تھا، کہ رسول اللہ کا  
 خون میرے پیٹ میں جائے، آنحضرت نے اپنا ہاتھ عبداللہ بن زبیر کے سر پر رکھا اور فرمایا: **وَذِيكَ لَكَ مِنَ النَّاسِ وَ**  
**ذِيكَ لِلنَّاسِ مَنَاقِبُ لَا تَحْشَاكَ النَّارُ وَلَا تَحْزَنُكَ الْقَتْمُ**

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہل جنت جس طرف چاہیں گے دیکھ سکیں گے، ان کیلئے بھیجے گی طرف دیکھنا یا کھلایا  
 بھیجے سے بھی اسی طرح دیکھ ہی ہوگا جس طرح سامنے کی طرف دیکھنا، ہم دنیا میں صرف ایک ہی جہت یعنی  
 سامنے کی طرف دیکھ سکتے ہیں، ہمیں کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ ہمارے پیچھے کی طرف کیا  
 ہو رہا ہے، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے سامنے اور پیچھے کی جہت دونوں ایک جیسی تھیں، چنانچہ فرماتے  
 ہیں: **اِنِّي كَاذِبٌ مِّنْ خَلْقِي كَمَا اَرَاكُمْ مِنْ اَمَانِي فَلْيَقُلْ**  
 میں تمہیں پیچھے کی طرف سے اسی طرح دیکھ سکتا ہوں جس طرح سامنے کی طرف سے،

ان تمام امور کے بیان کرنے سے میرا مقصد یہ بتانا ہے، کہ انبیاء و دنیا کے اندر اہل جنت کے آدمی ہوتے  
 ہیں، دنیا میں بشریت کا لبا زہ اور دھڑکے اور جب وہ مقصد جس کے لئے انہیں بھیجا گیا ہوتا ہے، پورا ہو جاتا  
 ہے، تو انہیں اپنے اصلی مقام کی طرف واپس بلایا جاتا ہے، اور یہی واپس جانا ان سق میں موت کہلاتا ہے  
 ترجمان السنہ میں ہے: **وَقَدْ طَرِقْنَا: اَنَا مَعَا شَرِكَايَا كُنْتُ احْسَبُ اَنَّا عَلٰى اَدْوَالِجٍ**  
**اَصْلُ الْجَنَّةِ**

وہ یعنی انبیاء کے اجسام اہل جنت کی ارواح کی طرح نشوونما پاتے ہیں،



# رفیق اعلیٰ سے ملاقات کی تیاری

حضرت عائشہؓ سے صحیح حدیث میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری کوئی اور آخرت میں سے ایک کو اختیار کر لیتے کا اختیار دیا جاتا ہے،

اور عید غدیری سے نہایت پہلے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر بیٹھ کر فرمایا :-

”اے ایک بندے کا اختیار دیا کہ وہ ان دو میں سے کسی ایک کو اختیار کرے یا دنیا کی زیباں یا وہ انعام جو اس کے لئے آخرت میں اللہ کے ہاں ہوگا، اس بندے نے ان نعمات کو اختیار کر لیا جو اللہ کے پاس ہیں۔“

اس میں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سنا اور کہا : یا رسول ہمارے ال باپ آپ پر ایمان بولے۔

ابوبکر صدیق کا ان الفاظ کے کہنے سے یہ مطلب تھا کہ آپ یہ کیا فرماتے ہیں اور آپ آپ ہی چھوڑ کر کیوں چلے جاتے ہیں جو سب کچھ کہتے ہیں کہ آپ کی رونے پر ارمان کیا ان الفاظ پر خوب ہوا، لوگوں نے کہا اس بندے کو دیکھو آخر کھٹ

تو کسی ایک بندے کا ذکر فرما رہے ہیں کہ اللہ کے لئے دنیا اور آخرت میں کسی ایک کو اختیار کر لینے کا اختیار دیا ہے، اور ابوبکر نے بدستہ ہی کہا آپ پر ہمارے والدین قرآن ہوں، حالانکہ یہ الفاظ رونے والے کیلئے استعمال کیے جاتے ہیں۔

ابو سعید خدریؓ کے دور میں کہ رسول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ بندے تھے جنہیں یہ اختیار دیا گیا تھا، اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس بات کو کم سے بہتر سمجھ رہے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپی ذات کا علم سب سے پہلے اس وقت ہوا جب سونہ ہذا آجاء حضرت ملائکہؑ اور ملائکہؑ آئی، اس صورت میں یہ بتایا گیا تھا کہ اسے ہمارے پیارے نبی جب اللہ آپ کو فتوحات نکالے گا اور لوگ جو حق دیکھیں

اسلام میں داخل ہونے لگ جائیں، تو سمجھیں کہ میں خود کے لئے ہم نے آپ کو بھیجا تھا، اور خود ہو چکا اور آپ نے اپنا قول نبیاداکر دیا، اب آپ ان تمام نکالیفت و مضامین کا جو آپ کے تبلیغ حق میں جمیلی ہیں، اصلہ لیتے کے لئے تیار

ہو جائیں، کیونکہ دوسری انعام مثلاً مسکراتی و جہانمائی سے وہ نعمات جو اللہ کے ہاں ہیں، یہ خود ہوا بہتر ہیں، اور وہ نعمات آپ کو کسی صورت میں حاصل ہو سکتے ہیں، جب آپ اس جہان میں پہنچ جائیں، وہاں وہ نعمات تیار

پڑے ہیں، لہذا صبر و استقامت کے ساتھ ہماری ملاقات کے لئے آمادہ ہو جائیں۔

اس صورت کے نازل ہونے کے بعد آپ کتنے دن زندہ رہے، اس میں پہلی اختلافات ہے، اس لئے میں اس

۱۔ علامہ سید محمد بن ابی حنیفہ (مات: ۸۰ھ) اور ۱۱۲ھ ابن سعد جز و تاریخ، ص: ۴۰۰، ترمذی مع تفسیر حذری

۲۔ ۳۰۹۔ اور زرقانی: ۸: ۲۵۱

۳۔ زرقانی: ۸: ۲۴۹

بحث میں نہیں پڑتا۔

دائیں نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے، کہ جب سورتہ اذ جاء نصر الله والفتح مازل ہوئی تو آنحضرتؐ نے اپنی بیٹی فاطمہ الزہراءؑ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلایا اور فرمایا: بیٹی! مجھے اپنی موت کی اطلاع دی گئی ہے، یہ سن کر تیرے روبرو میں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بیٹی! موت دو، میرے گھر والوں میں سے سب سے پہلے تو میرے پاس پہنچے گی، میں کر آپ سے کہوں گا، اور بالآخر ایسا ہی ہوا، کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چھ ماہ بعد آنحضرتؐ سے جا ملے گی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو متعدد طریقوں سے یہ بتا دیا گیا تھا، کہ آپ کی وفات کا وقت قریب آگیا ہے، انبیاء شوالہ دنیا کے آدمی ہوتے ہیں، اور دنیا میں رہنے اور آرام و آسائش کے لئے آئے ہیں، وہ تو ایک مشن تکمیل کے لئے آئے ہیں، جب اس مشن کی تکمیل ہوگئی، تو وہ بھی کوئی طرح کی نشان دہی لیتے ہیں، اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی فاطمہ الزہراءؑ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا:-

جب تیرا سال رمضان میں ایک بار میرے ساتھ قرآن دہرایا کرتے تھے، اگر رب کے انجول نے دوبار قرآن دہرایا ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ میری وفات کا وقت قریب آگیا ہے، اسی طرح جبۃ الوداع کے موقع پر کہتے:-

اَلْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاعْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمِي وَرَخِيتُ لَكُمْ اِلْسَانَهُمْ دِينًا  
 داناں ہوئی تو صحابہؓ نے بڑی خوشی منائی، محمدؐ رزق دار جناب محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو سمجھ گئے، اور زار و  
 قطار رونام شروع کر دیا، یہ ایسا قسم کی دیگر آیات کا پس ایک قسم کی مقصد تھا، اور وہ یہ کہ اسے ہمارے حبیبؐ آپؐ نے  
 اپنا کام بہ تمام حسن و خوبی سلجھام دیا، اب ہماری طرف واپس چلے آؤ،  
 جب متعدد طریقوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بات واضح ہوگئی، کہ اب فقیہ اعلیٰ سے ملاقات کے لئے تیار  
 ہونا ہے تو اس سال پہلے آپؐ نے بجائے دس دن کے میں دن احکامات کیا، اور آپؐ اٹھتے بیٹھتے میں حُجَّانِ اللہ و رَحْمَتِ اللہ  
 اسْتَعْفُو اللہ وَاللَّعْنَةُ عَلَیْہِمْ پڑھتے تھے۔

شیخین نے عقبہ بن عامرؓ سے روایت کی ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہداء حد تک زیارت کے لئے تشریف لے  
 گئے، ان کیلئے دعا کی اور انہیں الوداع کہا، اس کے بعد منبر پر چڑھ کر فرمایا:-

لے فتح الباری: ۸: ۱۱۰-۱۱۱ اور زرقانی: ۸: ۲۵۰۔ لکھ میں دن کی روایت بخاری میں ابوہریرہؓ سے ہے، یہ نہ ملاحظہ ہو زرقانی،  
 ۸: ۲۵۱، ملاحظہ ہو فتح الباری: ۸: ۲۸۰، یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے، کہ جب شہداء از دنیا میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو  
 بھی وفات کے بعد مدفنہ رہنا تھا، تو پھر اس الوداع کہنے سے کیا مقصد اس کا جواب یہ ہے کہ ان کو الوداع کہنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 لا مقصد یہ تھا کہ ان کے میں اس صورت میں از دنیا رفتہ ہو جائے کہ ان کی وفات کیلئے دعا کی گئی ہو، نیز انہیں یہ اطلاع دینا تھا کہ اب میں  
 (ترجمہ صفحہ ۱۲۳ پر ملاحظہ ہو)







مذکورہ بالا حدیث کے تحت حافظ ابن حجر اور رد المحتار لکھتے ہیں کہ ایک شخص جس کا شمار اہل علم میں نہیں ہوتا کہتا ہے،  
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا: **لَيْسَ خَلْقُ آيْمِيكَ كَرْمٍ بَعْدَ عِلْمِ الْيَتِيمِ**، کہ انفا اس لئے استعمال کئے گئے تھے،  
کہ آپ کو اس بات کا علم تھا کہ آپ کی وفات کے بعد مسرت ہی اختلافات اور فتنے پامال کئے گئے جس سے کمزور شریعت  
جوتی تھی، اس شخص کا یکینا بالکل اچھل اور لغو ہے، کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر آپ کے وفات پا جائے تو آپ کی وہ  
شفقت جو آپ کو امت کے ساتھ ہے جاتی رہی ہے، حالانکہ ایسا نہیں، امت سے آپ کی شفقت توفیق موت تک باقی رہی  
امت کے حال آپ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں، اگر ان کے حال اچھے ہیں تو آپ ان کا کھانا کھاتے ہیں، اور اگر برے  
ہوتے ہیں تو ان کے لئے استغفار کرتے ہیں۔

عجائی نے بن عبد اللہ سے دعا کی تھی کہ اگر کما الموت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کی مرض الموت میں آیا۔ آپ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا سر رکھتے تھے، غزرائیل نے اس کا حکم دیکھ کر رحمۃ اللہ اور برکت لے کر کہا اور اللہ نے اس کی اجازت چاہی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا، واپس چلے جاؤ کیونکہ تم تو اپنے غریب سبطائے میں، اس کو برا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو غزرائیل ہے، آجاء، غزرائیل کے لئے دعائیں پڑھ کر کہا، آپ کلب آکر کلام کہتے تھے،

اللہم ویرثنا وحقارکے لئے صحیح حضرت عائشہ سے روایت کی کہ ہم اکثر آپ کے کلمات میں یہ دعا پڑھتی تھی یہ

نور ہوئی کہ کسی نہ کسی شخص پر ہے

یہ حدیث نقل کرنے کے بعد ان کی شریعت میں کونسا حدیث کی اسناد صحیح ہے۔ اشعین کی شرط کے مطابق ہے، اگر اس کے باوجود صحاح ستہ کے مصنفین میں سے کسی نے بھی اس کی روایت نہیں کی، یہ پیشی نے اس کی روایت سے علی بن اسحاق بن عثمان کی اسناد سے کی ہے۔

رسولِ نبیؐ نے اہلِ اسلام سے روایت کی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں، رونا نہ اٹھنے پر علیؑ علیہ السلام کی وفات ہوئی، میں نے اپنا ہاتھ اُٹھاپ کر سینہ پر رکھا، اس کے بعد کوئی مجھے گھٹائے نہیں کھائی کہ اتنی ہی صحت میں رہوں جو کربلا کی، اگر آپؐ کی خوشخبری میرے ہاتھ سے نہ جاتی تو؟

پہیلی کہتے ہیں کہ میں نے والدہ کی کسی کتاب میں دیکھا ہے کہ جب آپ علیہ السلام کے مال و روپے بچے تھے تو آپ سے پہلے علم و ادب کے علم فرمایا۔ وہ اللہ اکبر تھا، اور آخری کلمہ جو ہر لفظ فی الرضی الاعلیٰ تھا۔ (بقیہ حاشیہ ص ۱۱۳) لَعَنَ الْكُفْرَ وَاجْلَدَ: اَسْمَاءُ اللّٰهِ الْعَظِيمِ سَبَّ الْكَرْبُشِ الْعَظِيمِ اَيُّ الْفِيْلِ - سبع عشر ایت روز قیامت: ۸ : ۳۰) فتح الباری (۱ : ۱۰۶) روز قیامت: ۸ : ۳۰ سے نقالی: ۸ : ۲۶۳ اور فتح الباری: ۸ : ۱۱۱

(حاشیہ مضموناً) اے نسخہ ایباری : ۸ : ۱۲۱ اور نورقانی : ۸ : ۴۹۳ اے نورقانی : ۸ : ۶۷۶ اے نورقانی : ۸ : ۶۰۵ =

١٥٠ : ١٤٩ : ١٤٨ : ١٤٧ : ١٤٦ : ١٤٥ : ١٤٤ : ١٤٣ : ١٤٢ : ١٤١ : ١٤٠ : ١٣٩ : ١٣٨ : ١٣٧ : ١٣٦ : ١٣٥ : ١٣٤ : ١٣٣ : ١٣٢ : ١٣١ : ١٣٠ : ١٢٩ : ١٢٨ : ١٢٧ : ١٢٦ : ١٢٥ : ١٢٤ : ١٢٣ : ١٢٢ : ١٢١ : ١٢٠ : ١١٩ : ١١٨ : ١١٧ : ١١٦ : ١١٥ : ١١٤ : ١١٣ : ١١٢ : ١١١ : ١١٠ : ١٠٩ : ١٠٨ : ١٠٧ : ١٠٦ : ١٠٥ : ١٠٤ : ١٠٣ : ١٠٢ : ١٠١ : ١٠٠ : ٩٩ : ٩٨ : ٩٧ : ٩٦ : ٩٥ : ٩٤ : ٩٣ : ٩٢ : ٩١ : ٩٠ : ٨٩ : ٨٨ : ٨٧ : ٨٦ : ٨٥ : ٨٤ : ٨٣ : ٨٢ : ٨١ : ٨٠ : ٧٩ : ٧٨ : ٧٧ : ٧٦ : ٧٥ : ٧٤ : ٧٣ : ٧٢ : ٧١ : ٧٠ : ٦٩ : ٦٨ : ٦٧ : ٦٦ : ٦٥ : ٦٤ : ٦٣ : ٦٢ : ٦١ : ٦٠ : ٥٩ : ٥٨ : ٥٧ : ٥٦ : ٥٥ : ٥٤ : ٥٣ : ٥٢ : ٥١ : ٥٠ : ٤٩ : ٤٨ : ٤٧ : ٤٦ : ٤٥ : ٤٤ : ٤٣ : ٤٢ : ٤١ : ٤٠ : ٣٩ : ٣٨ : ٣٧ : ٣٦ : ٣٥ : ٣٤ : ٣٣ : ٣٢ : ٣١ : ٣٠ : ٢٩ : ٢٨ : ٢٧ : ٢٦ : ٢٥ : ٢٤ : ٢٣ : ٢٢ : ٢١ : ٢٠ : ١٩ : ١٨ : ١٧ : ١٦ : ١٥ : ١٤ : ١٣ : ١٢ : ١١ : ١٠ : ٩ : ٨ : ٧ : ٦ : ٥ : ٤ : ٣ : ٢ : ١ : ٠ : ١ : ٢ : ٣ : ٤ : ٥ : ٦ : ٧ : ٨ : ٩ : ١٠ : ١١ : ١٢ : ١٣ : ١٤ : ١٥ : ١٦ : ١٧ : ١٨ : ١٩ : ٢٠ : ٢١ : ٢٢ : ٢٣ : ٢٤ : ٢٥ : ٢٦ : ٢٧ : ٢٨ : ٢٩ : ٣٠ : ٣١ : ٣٢ : ٣٣ : ٣٤ : ٣٥ : ٣٦ : ٣٧ : ٣٨ : ٣٩ : ٤٠ : ٤١ : ٤٢ : ٤٣ : ٤٤ : ٤٥ : ٤٦ : ٤٧ : ٤٨ : ٤٩ : ٥٠ : ٥١ : ٥٢ : ٥٣ : ٥٤ : ٥٥ : ٥٦ : ٥٧ : ٥٨ : ٥٩ : ٦٠ : ٦١ : ٦٢ : ٦٣ : ٦٤ : ٦٥ : ٦٦ : ٦٧ : ٦٨ : ٦٩ : ٧٠ : ٧١ : ٧٢ : ٧٣ : ٧٤ : ٧٥ : ٧٦ : ٧٧ : ٧٨ : ٧٩ : ٨٠ : ٨١ : ٨٢ : ٨٣ : ٨٤ : ٨٥ : ٨٦ : ٨٧ : ٨٨ : ٨٩ : ٩٠ : ٩١ : ٩٢ : ٩٣ : ٩٤ : ٩٥ : ٩٦ : ٩٧ : ٩٨ : ٩٩ : ١٠٠ : ١٠١ : ١٠٢ : ١٠٣ : ١٠٤ : ١٠٥ : ١٠٦ : ١٠٧ : ١٠٨ : ١٠٩ : ١١٠ : ١١١ : ١١٢ : ١١٣ : ١١٤ : ١١٥ : ١١٦ : ١١٧ : ١١٨ : ١١٩ : ١٢٠ : ١٢١ : ١٢٢ : ١٢٣ : ١٢٤ : ١٢٥ : ١٢٦ : ١٢٧ : ١٢٨ : ١٢٩ : ١٣٠ : ١٣١ : ١٣٢ : ١٣٣ : ١٣٤ : ١٣٥ : ١٣٦ : ١٣٧ : ١٣٨ : ١٣٩ : ١٤٠ : ١٤١ : ١٤٢ : ١٤٣ : ١٤٤ : ١٤٥ : ١٤٦ : ١٤٧ : ١٤٨ : ١٤٩ : ١٥٠ : ١٥١ : ١٥٢ : ١٥٣ : ١٥٤ : ١٥٥ : ١٥٦ : ١٥٧ : ١٥٨ : ١٥٩ : ١٦٠ : ١٦١ : ١٦٢ : ١٦٣ : ١٦٤ : ١٦٥ : ١٦٦ : ١٦٧ : ١٦٨ : ١٦٩ : ١٧٠ : ١٧١ : ١٧٢ : ١٧٣ : ١٧٤ : ١٧٥ : ١٧٦ : ١٧٧ : ١٧٨ : ١٧٩ : ١٨٠ : ١٨١ : ١٨٢ : ١٨٣ : ١٨٤ : ١٨٥ : ١٨٦ : ١٨٧ : ١٨٨ : ١٨٩ : ١٩٠ : ١٩١ : ١٩٢ : ١٩٣ : ١٩٤ : ١٩٥ : ١٩٦ : ١٩٧ : ١٩٨ : ١٩٩ : ٢٠٠ : ٢٠١ : ٢٠٢ : ٢٠٣ : ٢٠٤ : ٢٠٥ : ٢٠٦ : ٢٠٧ : ٢٠٨ : ٢٠٩ : ٢١٠ : ٢١١ : ٢١٢ : ٢١٣ : ٢١٤ : ٢١٥ : ٢١٦ : ٢١٧ : ٢١٨ : ٢١٩ : ٢٢٠ : ٢٢١ : ٢٢٢ : ٢٢٣ : ٢٢٤ : ٢٢٥ : ٢٢٦ : ٢٢٧ : ٢٢٨ : ٢٢٩ : ٢٣٠ : ٢٣١ : ٢٣٢ : ٢٣٣ : ٢٣٤ : ٢٣٥ : ٢٣٦ : ٢٣٧ : ٢٣٨ : ٢٣٩ : ٢٤٠ : ٢٤١ : ٢٤٢ : ٢٤٣ : ٢٤٤ : ٢٤٥ : ٢٤٦ : ٢٤٧ : ٢٤٨ : ٢٤٩ : ٢٥٠ : ٢٥١ : ٢٥٢ : ٢٥٣ : ٢٥٤ : ٢٥٥ : ٢٥٦ : ٢٥٧ : ٢٥٨ : ٢٥٩ : ٢٦٠ : ٢٦١ : ٢٦٢ : ٢٦٣ : ٢٦٤ : ٢٦٥ : ٢٦٦ : ٢٦٧ : ٢٦٨ : ٢٦٩ : ٢٧٠ : ٢٧١ : ٢٧٢ : ٢٧٣ : ٢٧٤ : ٢٧٥ : ٢٧٦ : ٢٧٧ : ٢٧٨ : ٢٧٩ : ٢٨٠ : ٢٨١ : ٢٨٢ : ٢٨٣ : ٢٨٤ : ٢٨٥ : ٢٨٦ : ٢٨٧ : ٢٨٨ : ٢٨٩ : ٢٩٠ : ٢٩١ : ٢٩٢ : ٢٩٣ : ٢٩٤ : ٢٩٥ : ٢٩٦ : ٢٩٧ : ٢٩٨ : ٢٩٩ : ٣٠٠ : ٣٠١ : ٣٠٢ : ٣٠٣ : ٣٠٤ : ٣٠٥ : ٣٠٦ : ٣٠٧ : ٣٠٨ : ٣٠٩ : ٣١٠ : ٣١١ : ٣١٢ : ٣١٣ : ٣١٤ : ٣١٥ : ٣١٦ : ٣١٧ : ٣١٨ : ٣١٩ : ٣٢٠ : ٣٢١ : ٣٢٢ : ٣٢٣ : ٣٢٤ : ٣٢٥ : ٣٢٦ : ٣٢٧ : ٣٢٨ : ٣٢٩ : ٣٣٠ : ٣٣١ : ٣٣٢ : ٣٣٣ : ٣٣٤ : ٣٣٥ : ٣٣٦ : ٣٣٧ : ٣٣٨ : ٣٣٩ : ٣٤٠ : ٣٤١ : ٣٤٢ : ٣٤٣ : ٣٤٤ : ٣٤٥ : ٣٤٦ : ٣٤٧ : ٣٤٨ : ٣٤٩ : ٣٥٠ : ٣٥١ : ٣٥٢ : ٣٥٣ : ٣٥٤ : ٣٥٥ : ٣٥٦ : ٣٥٧ : ٣٥٨ : ٣٥٩ : ٣٦٠ : ٣٦١ : ٣٦٢ : ٣٦٣ : ٣٦٤ : ٣٦٥ : ٣٦٦ : ٣٦٧ : ٣٦٨ : ٣٦٩ : ٣٧٠ : ٣٧١ : ٣٧٢ : ٣٧٣ : ٣٧٤ : ٣٧٥ : ٣٧٦ : ٣٧٧ : ٣٧٨ : ٣٧٩ : ٣٨٠ : ٣٨١ : ٣٨٢ : ٣٨٣ : ٣٨٤ : ٣٨٥ : ٣٨٦ : ٣٨٧ : ٣٨٨ : ٣٨٩ : ٣٩٠ : ٣٩١ : ٣٩٢ : ٣٩٣ : ٣٩٤ : ٣٩٥ : ٣٩٦ : ٣٩٧ : ٣٩٨ : ٣٩٩ : ٤٠٠ : ٤٠١ : ٤٠٢ : ٤٠٣ : ٤٠٤ : ٤٠٥ : ٤٠٦ : ٤٠٧ : ٤٠٨ : ٤٠٩ : ٤١٠ : ٤١١ : ٤١٢ : ٤١٣ : ٤١٤ : ٤١٥ : ٤

اور الرقى الثانی: ۲: ۳۷۱-۳۷۲ (الرحمن الرحیم) ومن تابعکم بعدا لى رضى فاقتر وقره معى السلام لای تسجد لکم

انى قد سلمت على من تابعتنى على دينى من اليوم الى يوم القيمة [

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دن ٹی ہانڈھ کر مسجد میں تشریف لائے اس وقت ابو بکر نماز پڑھا رہے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آتے دیکھ کر اسی نماز بند چھوڑنے لگے اس سے ابو بکر مجھ گئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ لہذا انہوں نے بھی اپنی جگہ سے بچھے بیٹھا جالا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پشت پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ نماز جاری رکھو، آپ نے حضرت ابو بکر کی دائیں جانب بیٹھ کر نازاں کی نماز سے فارغ ہو کر آپ نے مختصر سا طہیہ دیا۔ جب آپ خطبہ سے فارغ ہوئے تو ابو بکر نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ مجھ کو اللہ بہتر معلوم ہو رہے ہیں اس لئے اگر اجازت ہو تو سچ جاکر اپنی بیوی بنت خاریجہ کے پاس سے جو آؤں، آپ نے اجازت دے دی۔

یہی دوران میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو یہ کہنے میں کہ آنحضرت فوت ہو گئے ہیں، تو تلبیذ نکال لی اور کہا جو شخص یہ کہے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما گئے ہیں تو میں اسے قتل کر دوں گا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فرمان **وَبَشِّرِ الصَّالِحِينَ** کے ساتھ دعا

سے استنباط کرتے ہوئے یہ فیجہ نکالا کہ یہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام امت کے اعمال کی گواہی دیں گے اس لئے جب تک آپ تمام امت کے اعمال کا شاہد نہ کریں گے آپ کی وفات نہ ہوگی۔ اور اگر آپ آنحضرت کو نبی اللہ علیہ السلام سے ہیں طرح موزی علیہ السلام کو چاہیں تو ان کے لئے نبی بھیجا تھا، اور مجھے آپ سے کہہ کر قرب اگر نبی انہوں کے فائدہ اور فائز کیاں گے۔

ادھر جب ابو بکر رضی اللہ عنہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر ہوئی تو وہ مسیح سے تشریف لے آئے سیدھے حضرت عائشہ کے حجرہ میں آئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک سے پکارا اٹھایا، اور گھٹنے ٹیک کر آنحضرت کو بوسہ دیا اسے بوسہ دیا اور بکھڑ کیا۔

**حَقَّقِي وَافْقِي كَهْنِي بِمَدِيَّةِ، دَعَاكَ اللَّهُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَطْيَبُكَ حَيًّا وَبَيِّنًا**  
ما خطبہ جو ابین طہری نے الرضا النضر قفا و فدا مل الحسن میں اس کا ذکر کیا ہے؟  
بخاری نے اپنی تئیں مسلم نے وفات نبوی میں اور ابن ماجہ نے جہانگیر میں روایت کی ہے کہ آنحضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ابو بکر گھوڑے پر سوار ہو کر مسیح سے آئے گھڑے سے اتر کر مجھ میں گئے، اور کسی سے بات کہنے کے لئے حضرت عائشہ کے پاس پہنچے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے دروازہ میں لپٹا سوار کیا، ابو بکر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ سے پکارا اٹھایا۔ اور پیچھے جھک کر آپ کو بوسہ دیا۔ اور بکھڑ کیا۔

**رَبِّ اجْبُرْنِي وَأَجْزِ وَأَلْهِمَّ اللَّهُ عَلَيْكَ مِنْ تَقِيٍّ أَعَا الْمُؤْتَةِ الَّتِي كُتِبَتْ عَلَيْكَ وَقَدْ مَتَّهِ**

۵۲: ابن ہشام: ۳۳: ۲-۳۰۱۲۰۳۳: ۸۰: ۲۰۰

عہ طہر کا ہی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو بکر نے بوسہ دینے سے شتاب نہ کر کے کہینت کو خطمہ اور تبرک کی عرض سے روک دیا جائز ہے۔ اس لئے کہ کسی صحابی نے ابو بکر کے اس فعل کو برا نہیں پایا۔ اگر اس کے بعد زہرہ و جاح ہو گیا۔ دیکھتے انا قرطی صلی جامع ترمذی۔

۲: ۱۲۸ طہرہ مجددی پیرس دہلی، وقال الحافظ ابن حجر: في حيز القبر الميث عظيما وتبركا وفتح الباني: ۲: ۸۹

آپ پر میرے والدین قربان ہوں، خدا کی قسم اگر آپ پر جو موتیں آئیں نہ کرے گا جو موت آپ کے لئے کھلی گئی تھی وہ آپ پر آگئی۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما کی شاعری ابو بکر کے قول لا یجمع اللہ علیک موتین کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں، کہ قبر میں جس طرح اور لوگوں کو موت آتی ہے، اس طرح آپ کو پھر موت نہ آئیگی، اس لئے کہ لوگوں کو تو سوال کیلئے کے لئے زندہ کیا جائیگا۔ اور پھر مر جائیں گے پھر

بخاری نے مناقب صدیق اکبر میں حضرت عائشہ سے روایت کی ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر حضرت عمرؓ نے کہا: اللہ کی قسم اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں مرسے اس کے بعد لوگوں آئے اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک سے کیرا اٹھا کر بے سدیا اور کہا۔

يَا بَايَ اُمَّتٍ رَاٰ حَيًّا حَيًّا وَصَحْبًا كَاذِبًا قَتَلْتُمُو بَيْدًا لَا يَدْرِيَنَّكَ اللَّهُ مَتَى تَكُونُ اَبَدًا

حضرت ابو بکر صدیق کا یہ قول نقل کرنے کے بعد زرقانی لکھتے ہیں، کہ حضرت ابو بکر صدیق نے یہ الفاظ اس لئے کہہ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں زندہ ہوں گے، اور پھر موت نہ آئے گی۔ یہاں کہ اب ابن عمر رضی اللہ عنہما کی شاعری کا قول ابو بکر صدیق کے چہرہ مبارک سے کیرا اٹھا کر بے سدیا اور کہا، اس سے مراد وہ شہر و مدینہ و ہر جگہ ہوں گے، جہاں انہوں نے کیرا اٹھا کر بے سدیا اور کہا، ان کا پرہیزگار ہونے کی، تاہم ابن عمر نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے قبر میں زندہ رہنے سے انکار کیا ہے۔ ان کا یہ استدلال باطل ہے، انہی صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں زندہ ہونے کے بعد زندہ رہیں گے، اور پھر ان کے لئے موت نہ آئے گی۔ وَالْاَشْيَاءُ اَحْيَا وَفِي قُبُورِهَا طَيْرٌ (اور ان قبور میں تو پھر بھی زندہ رہیں گے)۔

ابو بکر صدیق کا ایک اور قول ابن مینہ نے اپنی کتاب معراج میں بیان کیا ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر بعض صحابہ کے حواس جماتے رہے، بعض کی عقل میں خلل پیدا ہو گیا، کوئی جگر بگیا، اور انہیں کھانے کا بل نہ ملا۔ کوئی ٹھنکا ہو گیا، اور بل نہ سکتا تھا، پھر پھر حضرت عمرؓ کی عقل میں خلل آ گیا، حضرت عثمانؓ آتے جاتے تھے، مگر بول نہ سکتے تھے، حضرت علیؓ جاکر نہ گئے، اور ہر کس نہ کر سکتے تھے، اور عبداللہ بن ابی اسحاقؓ نے غم سے لاغر ہو کر مر گئے، ورنہ ابو بکرؓ مذہب و طول رہے، جب آئے تو اسو جاری تھے، روتے روتے چکی بندھ گئی تھی، اور ابی بکرؓ رہے تھے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے، آپ کے چہرہ مبارک سے کیرا اٹھا یا اور کہا۔

لَقَدْ بَدَا لِي الْفَاطِمُ ۖ ۳۰ خطبہ فتح الباری، ۸: ۱۱۸-۱۱۹، ۳: ۸۹ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ، ۵: ۲۲۲ ص ۲۲۲ وَاَللّٰهُ لَا يَجْمَعُ اِلَیْكَ مَوْتَانِ بَلْ رَاٰهُ ۚ ابْنُ هِشَامٍ ۴: ۳۰۶ پر بولے ہے۔ اَلْحَا اَلْمَوْتَةُ اَلَّتِیْ لَا یَجْمَعُ اِلَیْكَ اللّٰهُ عَلَیْكَ فَهَلْ ذَا اَمْتَا تَكْتُمُ اَنْ تَجْعَلْ بِیْ یَدِیْ هَا مَوْتَةً ۚ اَمَّا اَنْزِلَ مَا خَطَبَ ابْنُ سَعْدٍ جَزْءًا مِنْ مَخْطَرِ ۸۰ اور زرقانی ۸: ۲۴۹ سے زرقانی ۴: ۲۴۹ سے فتح الباری ۷: ۲۱۱-۲۱۲ اور طبقات ابن سعد جزو رابع صفحہ ۸۱ اور زرقانی ۸: ۲۴۹ سے فتح الباری ۷: ۲۱۱-۲۱۲ اور زرقانی ۸: ۲۴۹ سے زرقانی ۸: ۲۴۹

”طِبَّتْ حَتَّى وَ مَيِّتًا ذَا قَطْعٍ لَوْ نَبَاكَ مَا لَمْ يَنْقَطِعْ لَوَاتِ أَحْمَدُ مِنْ غَلَاذِيئِهِ  
فَقِيلَ وَلَكِنَّ أَيْ مَوْتِكَ كَانَ اخْتِيَارًا لِحَدِّ نَابِلُوكَ بِالْمَقْرُونِ، اذْكَرْنَا يَا مُحَمَّدُ  
عَدُوَّكَ وَبَلَاكَ وَلَكِنَّ مِنْ بَالِكَ“

آپؐ زندگی میں بھی پاک تھے، اور مرنے کے بعد بھی پاک ہیں، آپؐ کی وفات سے وہ چیز رحمت و رحلت  
منقطع ہو گئی، جو آپؐ سے پہلے کسی نبی کی وفات سے منقطع نہ ہوئی تھی، اگر آپؐ کی وفات میں ہمارے  
افتخار کو دخل ہوتا، تو ہم آپؐ کے بدلے کئی چاہیں دے سکتے، اسے محمدؐ! اپنے رب کے پاس  
ہمارا ذکر کریں، اور ہمیں دل میں یاد رکھیں،

آپؐ نے دیکھ لیا ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر باوجود عظیم صدر اور صیبت کے ابو بکرؓ کس قدر  
ثابت و متبرک اور ثابت القہر رہے، اگر اس وقت آپؐ کی ذات نہ ہوتی تو نہ معلوم امت محمدیہؐ کی کیا حالت ہوتی،  
ان کی زبان سے کوئی لفظ نہ نکلے نہ عمل اور نہ ضرورت نہ نکلا، اور نہ کوئی مہمل بات کہی نہ کمرہ بالا قہر میں ان کا یہ کہنا۔  
اَذْكَرْنَا يَا مُحَمَّدُ عَدُوَّكَ وَبَلَاكَ وَ لَكِنَّ مِنْ بَالِكَ

ایک نہایت اہم اور ضروری مسئلہ کی طرف میں ہدایت کرتا ہے حضرت ابو بکرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب  
کرنے پر الفاظ کہہ رہے ہیں۔ وہ رازدار اور سرافروزی اور دامنہ شکاف معطفوی تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے  
ان کا یہ کلام اس وقت ہو رہا ہے جبکہ آپؐ اس دنیا سے رحلت فرما چکے ہیں، انہیں جو تکلیفیں تھا کہ آپؐ میں ہے  
ہیں۔ انہیں میں پہنچ کر زندہ ہوں گے۔ اسی لئے یہ الفاظ کہے،

اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ حجرہ اقدس سے باہر آئے ہیں حضرت عمرؓ کی ٹیجہ جالے کو کہتے ہیں، اگر وہ نہیں مانتے، ابو بکرؓ  
انہیں اسی حالت میں چھوڑ دیتے ہیں، اور خود منہ پر چڑھ کر فرماتے ہیں۔

”أَمَّا بَعْدُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُعْبِدُ مُحَمَّدًا فَإِنِّي مُحَمَّدٌ أَقْدَسُ مَا كَانَ وَمَنْ كَانَ يُعْبِدُ اللَّهَ  
فَإِنَّ اللَّهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ“

دعویٰ میں سے جو لوگ محمدؐ کی عبادت کرتے تھے انہیں معلوم کرنا چاہیے، کہ وہ تو قوت ہو چکے اور جو اللہ کی  
عبادت کیا کرتے تھے، اللہ زندہ ہے، وہی نہیں مرے گا، اس کے بعد قرآن مجید کی یہ آیات تلاوت کریں،  
وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ

لے زندہ رہے، ۸: ۲۸۲، حجاجی: ۱: ۴۴۴، ۳: ۸۹، ۸: ۱۱۹، مکتبہ ماباں سے کوئی کرنا چاہیے۔ لے کر  
صحابہؓ میں بعض لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتے تھے، اس کا یہ مطلب نہ کہ انہیں سے، بلکہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی  
مراد ہے، کہ ہم تو اللہ کی پرستش کرتے تھے، و آنحضرتؐ کی توحید کرتے تھے، اور اللہ زندہ ہے، اس لئے ہمیں اپنے دین پر ثابت  
تقدم رہنا چاہیے، اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے اس میں کوئی فرق نہ آنا چاہیے،



اَنْتُمْ كُنْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلٰى قَعْبِهِ فَلَنْ يَصْرِفَهُ اللّٰهُ شَيْئًا وَرَحْمَةً  
اللّٰهُ الشَّامِتُ الْعَلِيمُ

محمد تو اللہ کے رسول ہیں، اس سے پہلے اور رسول بھی ہو چکے ہیں۔ کیا اگر ان کی موت واقع ہو جاتی تو تم بچھلے پاؤں واپس چلے جاتو گے۔ اور جو ایسا کرے گا۔ وہ اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ اللہ شرمگنا لوگوں کو جزا دے گا،

جب صحابہ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی زبانی یہ آیات سُنیں، اور چونکہ یہ عمل پہلے ہی گئی تھیں، اس سے صحابہ کو یوں معلوم ہوا تھا کہ یہ آیات پہلے نہ آئیں تھیں، اب کیا تھا، شخص کی زبان پر یہ آیات تھیں، حضرت عمر کہتے ہیں، کہ ان آیات کو ابو بکر کی بنائی سن کر میری نو انگشت گئیں۔ اور میں کھڑا ہونے کے قابل نہ رہا۔ اور یہ سن کر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واقعی فوت ہو گئے ہیں، میں زمین پر گر پڑا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر میرے دن زوال کے قریب ہوئی، اور مکمل کے دن زوال کے بعد، مٹن کیا جائے گا،

آنحضرت کی تجزیہ و تکفین | جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا جانے لگا۔ تو سوال یہ پیدا ہوا کہ کیا آنحضرت کو کپڑے میں سمیت غسل دیا جائے گا یا دیگر اموال کی طرح کپڑے اتار دے جائیں، اس پر اختلاف رائے ہو گیا۔ تو سب کو اذکار آگئی۔ پھر حجرہ مبارک کی ایک جانب سے آواز آئی مگر یہ معلوم نہیں کہ وہ کس کی آواز تھی، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑوں میں سمیت غسل دے، اس پر بحث ہونے لگی، آنحضرت کو کپڑوں میں سمیت غسل دیا۔ پانی انھیں کے چہرہ دلاتے اور قیاس سے آپ کا بدن ملے تھے،

اس حدیث کی روایت آتی ہے، دلائل النبوت میں کی ہے، اصل روایت ابو داؤد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

صنعانی کا بیان | محمد بن یحییٰ الامیری یعنی صنعانی متوفی ۱۸۷ھ غیر متقلدین کے نام سبب اسلام شروع بلوغ المرام میں اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔

اسے اس نواز کے متعلق کہا جاتا ہے کہ حضرت کی آواز تھی، میں کہتا ہوں کہ ہو سکتا ہے کہ یہ آنحضرت کی آواز ہو، میں اس سے پہلے صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق گھر چکا ہوں، کمرے کے بعد انھیں کھولیں، کسی نے وہاں لٹکے ہوئے یا غیرہ کو نظر نہ لیا، اس کا انھوں نے ذکر کرتے، یہ اہل بیت کی رہنمائی کیلئے کام تھا تھا۔ پھر کھلم کھلا یہ بات نہ کی کہ آپ کی وفات کے متعلق شک نہ ہو، ہر جہے جیسا کہ پہلے ہی ہو چکا تھا، اس صورت میں آپ کے انتقال میں تردد ہو جائے، اور ابن ابی الحدادی نے وفات میں مذکور ہو جاتی۔ اسی طرح اس میں اور راوی بھی تھے، جن کا یہاں ذکر نہیں ہو سکتا، حد ایک حدایت میں ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بدرہ کی رات دفن کیا گیا جس زمانے ان وہ دفن روایات میں یوں تطبیق دیا ہے، کہ دفن کی ابتدا مکمل کر دینے کے آخری حصہ میں ہوئی، اور پھر چلے جاتے رات کا کھٹہ بھی گند گیا،

وَفِي هَذِهِ الْقُصَّةِ كَلَامٌ عَلَى أَنَّكَ صَلَّيْتَ اللَّهُ عَلَيْكَ وَتَكَلَّمَ لَيْسَ كَقَوْلِهِمْ مِنَ الْمَوْتِ

اس قصہ سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیگر اموات کی طرح نہیں ہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تین غسل دئے گئے پہلا غسل خالص پانی سے کیا گیا۔ دوسرا پانی اور سیر کے پتوں سے تیسرا پانی اور کافور سے

حضرت علیؓ کو کرم اللہ وجہہ نے آنحضرت کو غسل دیا حضرت عباسؓ اور ان کے بیٹے فضلؓ حضرت علیؓ کی مدد کر رہے تھے، فقم، اس سترین آیت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آزاد کردہ غلام شقرانؓ پانی ڈال رہے تھے۔ ذرا علیؓ کے سوا باقی تمام حضرات کے آنکھوں پر کچی بندھی ہوئی تھی،

بہار اور یزیدی نے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا: کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ تمہارا کہہنا کہ تمہارے سوا مجھے کوئی غسل نہ دے اس لئے کہ جو کوئی میرے سر کو دیکھے گا اندھا ہو جائے گا۔ آنحضرتؐ کے فرمان کا یہ مطلب تھا کہ مجھے یقین ہے کہ اگر کوئی نگاہیں اٹھائے رکھیں گا، اور وہ میرے ستر پر نہ پڑے گی، اس لئے تمہارے متعلق مجھے خطرہ نہیں ہے، چنانچہ ایک روایت میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت علیؓ نے آنحضرتؐ کو غسل دے رہے تھے تو آزاد آئی اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھائے رکھیں، ایسا نہ ہو کہ آپ اپنی نگاہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جمائے رکھیں

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں کسی عضو کو بھی غسل دینے کے لئے لینا تو بیل معلوم ہوتا تھا، کہ اگر باتیں آدمی میرے ہمراہ، سنا لیتے ہیں، یہاں تک کہ میں آپؐ کے غسل سے فارغ ہو گیا۔  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بیان میں حضرت جابرؓ کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو فرمایا کہ میرے سر لے کے بعد تم مجھے غسل دینا اور عباسؓ پانی ڈالیں اور تیسرے جبریلؑ مل جائیں گے، مجھے تین نئے کپڑوں میں لپیٹنا پھر مجھے مسجد میں رکھ دینا،

فَاتَى أَزَلَّ مَنْ يُصَلِّيَ عَلَى الرَّبِّ عَمْرًا وَجَلَاءَ مِنْ فِرَاقِ عَمْرِئِكَ

(اس لئے کہ جس سے پہلے اللہ رب العزت عرش پر سے مجھ پر صلوة پڑھیں گے،

جب غسل دیا جاوے گا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدہ کے اعضاء و جواروں اور وضو کے اعضاء مثلاً دوڑن بازو، چہرہ، دونوں ہاتھ اور بطن قدموں پر خوشبو لگائی گئی۔ اور گود اور نعلی دھونی دی گئی تھی ابن الجوزی بیان کرتے ہیں کہ جعفر الصادقؑ بن محمدؑ الباقی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے زرقانی: ۸: ۸۰ اور خفای: ۱: ۴۳۳ سے زرقانی: ۸: ۲۸۹ حضرت علیؓ کو آسمان کی طرف نگاہیں اٹھا رکھنے کا حکم

ہے، دیگر حضرات کو آنکھوں پر کچی باندھنے کا حکم ہے، دنا ان امور پر نظر کریں کہ اس میں کیا اسرار تھے، ان اسرار کو

ارباب بصیرت ہی سمجھ سکتے ہیں، انکے بیان کے مطابق ان حضرات کے کھینچنے سے ناسرین، طبقات ابن سعد جز ۱ ص ۱۰۹

صفحہ ۱۰۹ البدرایہ والہابیہ: ۵: ۲۶۱، اجتماع الجیش صفحہ ۲۴ ۵ زرقانی: ۸: ۲۸۹

کی آنکھوں کی گہرائی میں غسل کا پانی جمع ہو جاتا تھا، جسے حضرت علیؓ مٹا کر پانی جالتے تھے، ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ نے آنحضرت صلی اللہ وسلم کو غسل دیا جو پانی آنحضرت کی آنکھوں کی گہرائی میں جمع ہو جاتا تھا اسے حضرت علیؓ نے جالتے تھے یہی وجہ تھی کہ انہیں علم الایمان اظلاک آخرین حاصل ہوا، مگر اس روایت کے متعلق فوری دیکھتے ہیں کہ صحیح نہیں ہے، لیکن زرقانی کہتے ہیں کہ صحیح ہے، رد دیگر محدثین نے اس حدیث کو صحیح مانا ہے۔

ابن ماجہ نے عارفہ سے روایت کی ہے، کہ جب مشکل کے دن آپؐ کی تجویز و کفین ہو چکی تو آپؐ کے لئے لحد والی یا شق والی قبر کھدوانے میں اختلاف ہوا، گفتگو کرتے کرتے آؤز میں بلند ہو گئیں تو حضرت عمرؓ نے فرمایا:

لَا تَخْشَعْنِي اَيْدِي رَسُولِ اللّٰهِ حَتّٰى تَكُوْنُوْا مَعِيْ

”رسول اللہ کے ہاں کسی حالت میں بھی سوز نہ مچاؤ خواہ آپؐ زندہ ہوں یا وفات پا چکے ہوں۔“ ابن ماجہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے، کہ جب مشکل کے دن آپؐ کی تجویز و کفین ہو چکی تو آپؐ کو چار پائی پر آپؐ کی گماندہ رکھ دیا گیا، لوگ گردہ گردہ گروہ ہو کر آتے جاتے اندھا دھڑکتے جاتے، مرد قمارت ہو چکے تو مرد کی باری آئی، عورتیں فارغ ہوئیں تو بچوں کی باری آئی لیکن امامت کسی نے نہیں کر لی، واپس کثیر کہتے ہیں کہ اس پر سب کا اجماع ہے، حضرت علیؓ نے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ

عَمُوْا مَسْكُكُمْ حَتّٰى وَصِيَّتَا

(زندگی میں بھی وہی تمہارے امام ہیں اور مرے کے بعد بھی)

اختلاف اس میں ہے، کہ آیا آپؐ کی نماز جنازہ میں کسی امام نہین امرتے دیں تھا، جو ہماری عقلوں سے باہر ہے یا نہیں، علیحدہ علیحدہ نماز اس لئے ادا کی گئی، کہ ہر شخص جس خود انفرادی طور پر آپؐ پر نماز پڑھے چنانچہ سب سے پہلے کہتے ہیں کہ اللہ نے میں بتایا ہے، کہ اللہ اور اس کے فرشتے آپؐ پر صلوات کہتے ہیں اور اس طرح ہر مومن کو بھی آپؐ پر درود بھیجے گا حکم دیا گیا ہے، لہذا ہر شخص پر واجب ہو گیا، کہ اسے بنفس طور ادا کرے اور آپؐ کی وفات کے بعد بھی آپؐ پر صلوات کا وہی حکم تھا، جو آپؐ کی زندگی میں تھا۔

علماء میں اس بارے میں بھی اختلاف ہے، کہ آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ اسی طرح ادا کی گئی، جس طرح امامت المسلمین کی ادا کی جاتی ہے، یا یہ عروت و محامی تھی، شیخ زین الدین بن العین المرانی اچھی کتاب الصغریٰ فی تاریخ الدار الجبرۃ میں کہتے ہیں، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ اس طرح ادا نہیں کی گئی جیسا کہ عام ہستندہ ہے، بلکہ وہاں کسی گئی چنانچہ جب آپؐ کے اہل بیت نماز پڑھنے لگے، تو سوجا کر کس طرح پڑھیں، ابن مسعودؓ سے پوچھا گیا، تو انہوں نے حضرت علیؓ سے دریافت کرتے ہوئے کہا، حضرت علیؓ نے فرمایا یوں کہو،

لے زندگانی: ۸: ۱۹۸، لے البدایہ والنہایہ: ۵: ۳۶۶، لے زرقانی: ۸: ۲۹۱ اور البدایہ والنہایہ: ۵: ۲۶۵۔

اور مشارقی الاذکار: ۶۳، لے زندگانی: ۸: ۲۹۱ اور البدایہ والنہایہ: ۵: ۲۶۵ اور الروض المثلث: ۲۸۷۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى الْمُنْبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّواْ عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا  
تَسْلِيمًا وَلَئِنْ لَّدُنِّيْكَ الْكُفْرُ رَبَّنَا سَعُدْ بِكَ صَلَّوْتُ اللّٰهِ الْبَرِّ الرَّحِيْمِ وَ الْمُلْكَةُ  
الْغُرَبَاءِ وَالْيَتَامَى وَالصَّدَقَاتِ وَالشُّهَدَاءِ وَالضَّالِّينَ وَمَا سَجَّكَ لَكَ  
مِنْ شَيْءٍ يَا سَرَّكَ الْعُلَمَاءُ عَلِيٌّ عَلِيٌّ عَلِيٌّ عَلِيٌّ عَلِيٌّ عَلِيٌّ عَلِيٌّ عَلِيٌّ  
سَيِّدُ الْمُرْسَلِيْنَ وَ اِمَامُ الْمُتَّقِيْنَ وَ رَسُوْلُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ الشَّاهِدُ الْكَبِيْرُ  
الْمُعَاضِي الْاَكْبَرُ يَا وَكِيلُ الشَّرَافِ الْمُنْتَوِّلِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
لیکن تاحی عیاض کہے ہیں اگر صحیح بات میں یہ بھی محمد میں ہیں وہی ہے کہ آپ کی نماز جائزہ محض و عاقبتی  
بلکہ حقیقی نماز جائزہ تھی،

نماز جائزہ اور کی جا چکی تو یہ سوال پیدا ہوا کہ آپ کو کہاں دفن کیا جائے کسی نے کہا کہ کربلا کی ایک کھدائی  
پیدا کی تھی کسی نے بیت المقدس، اس لئے کہ جنتہ انبیاء وہیں دفن ہیں، اور کسی نے مدینہ میں دفن کرنے کو کہا۔  
اور جنت البقیع نظر نہ کیا، مگر ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ کو نہ لے سنا ہے،  
مَا خَلَقَ شَيْءٌ قَطُّ اِلَّا يُدْفَنُ حَيْثُ يُخْلَقُ رُوْحُهُ  
جس مقام پر نبی کی وفات ہوتی ہے، اُسے وہیں دفن کیا جاتا ہے،

حضرت علیؓ نے اس کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ میں نے نبی اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سنا ہے، اس حدیث  
کی روایت ابن ماجہ اور دیگر محدثین نے کی ہے، ترمذی کے الفاظ یہ ہیں،

مَا خَلَقَ اللّٰهُ شَيْءًا اِلَّا فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي يُحِبُّ اَنْ يُدْفَنَ فِيْهِ  
مَوْضِعُ يَوْمِ الْفَتْحِ، مَا دُفِنَ نَبِيٌّ اِلَّا فِي مَكَانٍ الَّذِي تَوَقَّعُ فِيْهِ  
لِهَذَا اِسْمِي مَقَامٍ بِرِجَالِ اَبِي كَابَلَسْتُمْ، اور جہاں آپ کی روح قبض ہوئی تو کھدائی گئی کہ  
مَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَ وِثْقَايَ | بخاری الاسلام و غیرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا:-

مَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَ وِثْقَايَ رُخَصَتْ رِجَالُ الْجَنَّةِ وَ مَوْتَايَ عَلَى الْخَوْصِ  
(یہ گور و قبر کے درمیان جو جگہ جنت کی ایک کیا رہی ہے۔ اور میرا منبر جس پر ہے)۔  
دوسری روایت میں مَا بَيْنَ يَدَيْهِ کی بجائے مَا بَيْنَ قَبْرِي ہے اور آیات ایک ہی ہے،

لَا تَقْبَلُ : ۸ - ۲۹۱ - ۲۹۲ عہد محمدی صحیحہ الاحمدی : ۲ : ۱۳۹

عہد مظاہم مالک محدث شرح ترمذی الحوالک : ۱ : ۱۴۹

عہد زرقانی : ۸ - ۲۹۱ - ۲۹۲ عہد زرقانی : ۸ - ۳۱۹



ابن ابی حمزہ کہتے ہیں کہ بعینہ اس حکم سے جو جس کی لمبائی تقریباً ۳۵ فائدہ ہے منتقل کر کے جنت میں رکھ دیا جائیگا  
 لہذا یہ جگہ جنت کی کیاریں میں سے ایک کیاری ہوئی، ہم کہتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ شخص یہاں عمل کرے گا۔ اسے  
 جنت کی کیاری ملے گی۔ پھر کہتے ہیں صحیح بات تو یہ ہے کہ اس حکم سے میں دونوں وصف پائے جاتے ہیں  
سید الورشاد کا بیان اسناد اور شاہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص دیکھتا ہے، مگر اہم  
 بخاری لے کر جوئی کا عنوان دیا ہے، حافظ بن حجر نے ایک دعائیت دی ہے کہ میں میں قرآن لفظ ہے، چونکہ حضرت کو  
 علم تھا کہ آپ کے گھر میں کچھ قرآن ہوگا، اس لئے اخبار الغیب کے طور پر قرآن کا لفظ استعمال کیا۔ میرے نزدیک اس کی صحیح  
 ترین تشریح یہ ہے کہ یہ قطعہ جنت کا ایک ٹکڑا ہے، اور اسے اسی طرح جنت میں رکھ دیا جائے گا۔ لہذا یہ تحقیق  
 جنت کا ایک ٹکڑا ہے، نہ مجازاً مزید برآں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا ہے کہ میرے مہربانوں پر ہے، اس سے  
 شامین نے یہ سمجھا ہے کہ میرے گھر سے لاکر حوض پر رکھ دیا جائے گا۔ مگر میرے نزدیک یہ ہے کہ میرے مہربانوں پر قائم  
 رہے گا۔ اور حوض یہاں سے شام تک پھیلا دیا جائے گا۔ لہذا یہ میرا ہی حوض پر ہے۔

## انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تسلیات اپنی قبروں میں زندہ ہیں

گفتہ شدہ ابواب سے یہ بات آپ پر مباح ہوگئی ہوگی کہ ارواح کے لئے خواہ وہ کافر ہی کی کید نہ ہو موت نہیں۔ مومن کی روح جنت کے پہلے کھاتی ہے، مرنے کے بعد امورِ زیارت کنندگان کو پہنچاتے ہیں، اور اُن کے سلام کا جواب دیتے ہیں، ارواحِ آپس میں ملاقات کرتی ہیں، یہ تمام باتیں ان لوگوں کے متعلق ہیں، جن کے زندہ ہونے کے متعلق کوئی شکری حکم موجود نہیں،

اس کے بعد اولیاء کا مرتبہ آتا ہے، ان میں سے کئی ایک نے مرنے کے بعد کلام کیا یا حرکت کی جس سے ان کی ایک قسم کی حیات کا پتہ چلتا ہے۔ یہ بھی آپ پر عہد ہے۔ کھانا پینے میں نماز پڑھتے ہیں،

ان کے بعد شہداء کا مرتبہ آیا جن کے متعلق قرآن مجید میں واضح الفاظ میں حکم دیا ہے، کہ انہیں ہر وقت کھو۔ احادیث میں ان کا جنت میں چلنا پھرنا ثابت ہے، قرآن مجید نے بھی بتا دیا ہے کہ انہیں رتق بھی دیا جاتا ہے، جو زندگی کی علامات میں سے ایک علامت ہے، اس پر ہم نے شاید بھی پیش کردئے ہیں سے ان کا زندہ ہونا ثابت ہو جاتا، شہداء کے بعد انبیاء کا مرتبہ آیا۔ کیونکہ شہداء و انبیاء کی امت کے افراد ہونے میں، لہذا وجہ ایک ہی تھی۔

گو یہ مرتبہ حاصل ہو، گو زندہ ہو، گو نبی بدیع، گو نبی زندہ ہونا چاہئے۔ بالخصوص سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کماں میں دونوں صفات موجود ہیں، چنانچہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اس زہر کی وجہ سے ہوئی۔ جو خیر میں زہر نہ تھی ایک یہودی عورت نے آپ کو اوسا آپ کے ساتھیوں کو دیا تھا۔ لہذا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں نبوت اور شہادت کے دونوں اوصاف پائے گئے، تو آپ کا زندہ ہونا اور نبی قوی اور واضح ہو جاتا ہے، اب ایں یہاں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تسلیات کے زندہ ہونے کے دلائل پیش کرتا ہوں، علامہ جلال الدین سیوطی اپنے رسالہ انبیاء الاذکیاء میں فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء و کائناتی

قبروں میں زندہ ہونا میں قطعی طور پر محرم ہے، اور دلائل سے ثابت ہے، اور اس بارے میں حدیث میں تو قریباً اچھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اچھا ہے اب میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت شہادت کی موت شہادت کی موت تھی، اس لئے کہ خیر میں ایک عورت زہر نہ تھی، آپ کو زہر نہ تھا، اس وقت آپ کا کچھ صحابہ بھی موجود تھے، اور ان کو بھی بتایا، یہ اس قدر قائل نہ رہا، کہ اس سے کھانے والے کی فوری موت واقع ہوتی، کچھ صحابہ نے ابھی کھانے میں ہاتھ ڈالا تھا، آنحضرت نے فقرہ منہ میں لیا، تو نے کھانے کو بتا دیا کہ اس میں زہر ہے، بشیر بن البرزخ نے کچھ کھانے سے اس لئے اس زہر سے اُن کی موت واقع ہوگئی، آنحضرت نے فقرہ منہ سے نکال پھینکا، اوسا آپ کے فرما پنے حضرت ابو کرکے بھی ایسا ہی کیا۔ اس واقعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

لے ہاتھ پر رسالہ انبیاء الاذکیاء کی حیات انبیاء و جبرائیل کے آخر میں دے دیا گیا ہے، صفحہ ۲۳۳ تا ۲۳۴

کا پنج ٹکٹا مجھ کو تھا کہ جب یہ سوسے دریافت کیا گیا۔ تو اس نے اقرار کیا کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی غرض سے زہر دیا ہے، زہر نہ تیرے بیوی لگا کر اسے جان لی بھی کہ اگر آپ نبی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی اطلاع دے دیں گے، مگر نبی نہ ہوں گے تو لوگ آپ سے نجات پاجائیں گے، اب چونکہ آپ نبی تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کی اطلاع کر دی، واللہ آپ سچے نکلے، مگر چونکہ زہر ہمت قاتل قسم کا زہر تھا۔ اس لئے اس کا اثر باقی رہا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی وجہ سے بھی رمد کا دردہ چڑھتا، تاہم آپ کی وفات اسی زہر کے اثر سے ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے :-

مَا ذَاكَ أَكَلَتْ خَبِيرٌ تَعَادَى حَقِّي كَانَ الْإِنْفَاطَعَتْ أَهْرَئِي

میں نے جو لطف خیر میں کھایا تھا اس کا اثر بھی خود کو آتا تھا۔ اور اب تو اس نے میری رگ ابھرناٹ دی ہے  
دہلیزوں و درگزیں میں، ویران سے نکلتی ہیں، اور انہی سے شرابین نشتب ہوتی ہیں، اس طرح مرتبہ نبوت اور مرتبہ  
شہادت دونوں آپ کو محال ہو گئے۔

امام احمد اور حاکم وغیرہ نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں قریب  
قسم کھا کر اس بات کے کہنے کو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہوئے، بہت بھگتا ہوں بہ نسبت اس کے کہ کبھی  
بھی قسم کھا کر کہوں کہ شہید نہیں ہوئے، وَذَلِكَ لَأنَّ الْكَلَّةَ الْخَذَّةَ قَدِيمًا وَالْخَذَّةَ شَهِيدًا اَللّٰہ  
یہاں سے معلوم ہو گیا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات و نماز شہادت بھی شہداء کے متعلق  
پہلے بیان ہو چکا ہے، اگر وہ زندہ ہیں، اور خود خدا نے انہیں گمروہ کہنے سے منع کیا ہے، و آنحضرت میں دوسرا نصف  
مرتبہ نبوت تھا جس کے متعلق مزید بحث آگے آئے گی،

سیوطی نے اپنے رسالہ انباء الاذکیا میں لکھا ہے، کہ شاید یہی کوئی نبی ہو گا جس میں نبوت اور شہادت کے دونوں  
پائے نہ گئے ہوں، اس صورت میں تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلامات اس قرآنی آیت کے تحت آجائے ہیں  
جو شہداء کے متعلق ہے۔

زمین ایندیا کے حصوں کو نہیں کھاتی | سیوطی انباء الاذکیا میں لکھتے ہیں، کہ ابو داؤد اور ترمذی نے اس  
بن اویس ثقفی سے روایت کی ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کا دن سب سے افضل دن ہے  
لہذا تم اس دن چھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو، تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جائیگا، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ  
نے نہ دیکھا : ۸ : ۳۱۳، کہ سیوطی اب انباء الاذکیا میں لکھتے ہیں، کہ ابو یعلیٰ طبرانی اور حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے  
دلائل النبوة میں اس حدیث کی روایت کی ہے، مزید برآں خصائص الکبریٰ ج ۲ : ۲۶۰ میں ہے کہ احمد و ابن مسعود نے بھی اسی  
حدیث روایت کی ہے،

کہ نسائی : ۸ : ۳۱۲

ہمارا دودھ آپ پر کیسے پڑا یا جانیگا جبکہ آپ برسیدہ ہو چکے ہوں گے، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْمَرْءِ أَنْ تَأْكُلَ حَلَا حَسْبَ الْوَلَدِ حَلَا حَسْبَ الْوَلَدِ

و اگر تعانی نے زمین کے لئے انسٹیا کے جھول کا کھانا حرام کر دیا ہے،

دوسری روایت | محمد بن سعد کہتے ہیں، کہ مجھے حدیث خالد بن ولید نے عقیقہ بن ابی القیس سے روایت کرتے ہوئے بتایا، کہ عقیقہ نے حسن کو یہ کہنا کہ نہ کہ نہت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

وَأَكْرَمُوا لِي فَطَبِقَةً فِي الْمَدِينَةِ وَتَأْكُلُ حَلَا حَسْبَ الْوَلَدِ حَلَا حَسْبَ الْوَلَدِ

دینی لحد میں چار بچیا دینا اس لئے کہ زمین کو انبیاء کے جھول پر مسلک نہیں کیا گیا۔

دانیال شبی کا جسم | ابو الحسن علی بن ابی المکرّم محمد بن محمد بن عبد المکرّم الشیبانی المعروف بابن الأثير الخزازي الملقب بـعز الدين متوفى ۴۳۵ھ اپنی کتاب الکامل میں لکھتے ہیں:-

جب ابو بکر نے سب سے پہلے فتح کیا تو وہاں کے لوگوں نے انہیں بتایا کہ اس شہر میں دانیال کا جسم ہے، انہوں نے جواب میں کہا کہ مجھے کیسے معلوم ہے، کہ واقعی یہ دانیال کا جسم ہے، لہذا ابو بکر نے اسے ان کے پاس رہنے دیا۔ دانیال کو نبی تحت لفظ کے بعد فارس کہا میں رہا کرتے تھے، جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا، اور انہیں وہاں کوئی شخص اسلام پر نظر نہ کیا تو انہوں نے ان کی کتاب کا احترام کرتے ہوئے وہاں کے لوگوں سے اسے محفوظ رکھنا چاہا، یہ لوگ ایمان نہ لائے تھے، اس لئے انہوں نے کتاب الہی کو اللہ کے سپرد کیا، اپنے بیٹے سبک کو سامعہ مندر پر جا کر اس کتاب کو مسند میں پھینک دو، بیٹے نے کتاب کو لیا مگر کتاب کو پھینکنے کو دل نہ چاہا، اور دوسری دور جا کر واپس آیا، اس کا کہیں پھینک آیا ہوں، دانیال نے پوچھا جب کتاب نیچے گئی تھی تو مسند کا کیا حال ہوا تھا؟ بیٹے نے جواب دیا، کچھ نہیں، اس پر دانیال ناراض ہوئے، اور کہا اللہ کی قسم میں نے تو کام بھی کر کے لو کہا تھا، تو نے نہیں کیا۔ بیٹے پھر باہر نکل گیا، اور پہلے کی طرح پھر واپس آگیا۔ دانیال نے پوچھا جب کتاب نیچے گری تو مسند کا کیا حال ہوا تھا؟ اس نے کہا مہجن رہا، اور ایک دوسرے سے مل گیا، اس پر دانیال کو پہلے سے بھی زیادہ غصہ آیا، اور کہا میں کچھ کام تمہیں کہا تھا تو نے وہ کام نہیں کیا، اب کچھ مسند کی طرف آیا، اس کا کہیں پھینک دیا، پھر دیکھ لیا، اور زمین صاف نظر آنے لگی، پھر زمین پھٹی، اور اندر سے ہی کتاب اس میں گری اور اسے یہ نظر نہ پڑا کہ جس شخص کا کتبہ ہے، ۲: ۲۵۹-۲۸۰، شرح الصدور: ۲۱۳، البدایہ والنہایہ: ۵: ۲۴۵-۲۴۶، روایت احمد

ابن عساکر اور دلائل النيرة: ۲۹۶، حنفی: ۳: ۵۵۴، اور زرقانی: ۵: ۳۳۲-۳۳۴، اس حدیث کے نقل کرنے کے بعد زرقانی لکھتے ہیں:- وَلَا تَكُنْ قَوْلًا لَا يَتَغَيَّرُ بَلْ يَتَقَلَّبُ مِنْ حَالَةٍ إِلَى حَالَةٍ، انبیاء کے احیاء قدیم ہیں، اور فرس تغیر نہیں آتا، ایک حالت سے دوسری حالت میں متقلب ہوتا ہے، ۵: ۲۵۹، البدایہ والنہایہ: ۵: ۲۵۹، چار دوسرے رنگ کا طے نامہ تھا، جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زرقانی کا ذکر کرتے ہوئے، ملاحظہ ہو البدایہ والنہایہ: ۲: ۲۵۹، حنفی: ۳: ۳۳۲، قولہ جعل فی قبرہ صلی اللہ علیہ وسلم قطبہ حمراء، بعضی گویند کہ اس خواص نبوت است زرقانی صلی اللہ علیہ وسلم زرقاء است و زرقاء: زرقاء، ۵: ۲۵۹، حنفی: ۳: ۳۳۲، ۲: ۲۸۶-۲۸۷





دعویوں کا گوشت نہ زمین کھا سکتی ہے، نہ درندے۔

اس کے بعد ان کثیر کتب میں کیا احوال اللہ تک یہ اسناد صحیح ہے، مگر ان کی تاریخ وفات اگر ان کے ہاں ہی طرح محفوظ ہے، کہ اس پر تین سو سال گزر چکے ہیں، تو پھر پریشانی کی نفس نہیں ہو سکتی بلکہ کسی صالح انسان کی ہوگی، کیونکہ حضرت علی علیہ السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسبائیں کوئی نبی نہیں ہوا، جیسا کہ بخاری کی حدیث میں ضرور مذکور ہے، حضرت علی علیہ السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درمیانی زمانہ چار سو سال ہے، پس چار سو سال اور بعض چھ سو سال کہتے ہیں،

جو سنہ چار سال کی تاریخ وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تاریخ زانیال کے زمانہ کے قریب ہو جاتی ہے، یہ طریقہ بعض حقیقت دانیاں کی نفس ہو، اور یہ بھی ممکن ہے، کہ کوئی اور ہو، یا غیبی میں سے یا صالحین میں سے مگر غرض غالب یہ ہے کہ زانیال ہی ہوں گے، اس لئے کہ ان کے بادشاہ نے زانیال کو گرفتار کر لیا تھا، اور اسے اپنے پاس قید میں رکھا تھا، جیسا کہ بیان ہو چکا،

الحوالہ تک صحیح سند سے یہ بھی مروی ہے، کہ ان کی تک ایک بائنت لمبی تھی، اور ان بن مالک سے جبر سند سے مروی ہے، کہ ان کی تک ایک لمبی تھی۔ اس سے یہ احتمال ہوتا ہے، کہ وہ نفس کسی توحید پر کی ہو، جن کا زمانہ اس سے پہلے کا ہو، والا اعلم،

ابو مکین ابی الدنیا نے کتاب اساطیر الفویر میں بیان کیا ہے، کہ

حدثنا ابو بکر محمد بن الحارث بن عبد اللہ بن ابی بکر بن ابی موسیٰ  
الکافور عن ابی عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن ابی الاشعث الکافوری  
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کہ زانیال نے خدا سے دعا کی کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے پیدا ہوں جب ابو موسیٰ اشعری نے قسم فرمائی کہ زانیال کو تابوت میں پایا۔

فَقَبْرُ بَشَرٍ مَرْتَدٍ وَ قَرْدٌ  
ان کی کتب اور روایات ابھی تک حرکت کر رہی تھیں،

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا،

مَنْ خَلَّ عَلَى هَذِهِ يَالِ قَبْرِ بَشَرٍ مَرْتَدٍ

جو زانیال کا پتہ ملے اسے جنت کی خوشخبری دو،

جن شخص نے ان کا پتہ پایا، اسے حق تعالیٰ کہا جاتا تھا، ابو موسیٰ نے اس کی اطلاع حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمائی  
نے جواب میں کہا کہ زانیال کو دفن کرو اور حق تعالیٰ کو میرے پاس بھیج دو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جنتی  
ہونے کی نشاندہی دی ہے،

یہ حدیث اس طریق سے مرسل ہے، اس واس کے قائل ہونے میں خود کمر لے کی ضرورت ہے۔ واللہ اعلم، اس کے بعد ابن ابی الدنیا کہتے ہیں۔

حدثنا ابن بزل حدثنا قاسم بن عبد اللہ عن عیسیٰ بن سعید وکان عالماً کر ابو موسیٰ کے وانیل کی نقش کے ساتھ ایک صحیفہ، ایک مٹکا جس میں چربی اور دوسرے تھے۔ اللہ انیل کی انگوٹھی پائی ہو موسیٰ نے حضرت عمرؓ کو لکھ بھیجا حضرت عمرؓ نے جواب میں لکھا۔

”صحیفہ میرے پاس بھیج دو، چربی میں سے کھوٹا سا حصہ بھی مجھے بھیجو اور جو مسلمان تمہارے پاس میں نہیں کہو کہ اس سے دعا کہ ظہر پر استعمال کریں، (یَسْتَحْضُوْنَ بِهَا) اور دوسروں کو آپس میں تقسیم نہ کریں، اور انگوٹھی میں نے نہیں عطا کر دی،

ابن ابی الدنیا نے کئی اور طریقوں سے بھی روایت کی ہے کہ جب ابو موسیٰ نے وانیل کی نقش کر لیا، اور لوگوں نے آپ کو بتایا، کہ یہ وانیل ہیں، تو ابو موسیٰ انہیں بکت گئے، لکھ لکھایا اور بھر دیا۔ اور حضرت عمرؓ کو لکھ بھیجا، یہ بھی لکھ بھیجا کہ ان کے ساتھ تقریباً سبز اندر پائے گئے ہیں جس کی ضرورت ہماری ان دوسروں میں سے قرض لے لیا کرتا۔ اور اگر بعد میں واپس کر دیتا تو بہتر ورنہ تیار چڑھایا۔ ان کے ساتھ ایک خط روانہ بھی تھی،

حضرت عمرؓ نے جواب میں لکھا کہ نہیں بری اور پانی سے غسل دیا جائے اور کف کر لیا جائے انسان کی قبر کو خفی رکھا جائے، تاکہ کسی کو اس کا پتہ نہ چلے، دوسرے بیت المال میں دے دینے کو کہا، خط روانہ کے ساتھ لکھا کہ اگر میرے پاس بھیج دو، اور انگوٹھی ابو موسیٰ کو عطا کر دی۔

ابو موسیٰ سے یہ بھی مروی ہے، کہ انہوں نے چار قیدیوں کو نہر پر بند لکھنے کا حکم دیا۔ اور جب پانی بند ہو گیا تو نہر کے وسط میں قبر کھود کر انہیں دفن کیا گیا، اس کے بعد ابو موسیٰ نے ان چاروں قیدیوں کی گزروں اڑا دیں اور انہیں ابو موسیٰ کے سر ان کی قبر کا کسی کو علم نہ تھا، ابن ابی الدنیا کہتے ہیں۔

حدثنی ابراہیم بن عبد اللہ حدثنا احمد بن حنبل ومن الشرح حدثنا ابن وهب عن عبد الرحمن بن ابی الزناد عن ابيہ۔ کہ

میں نے ابو زہرہ بن ابو موسیٰ کے ہاتھ میں انگوٹھی دیکھی جس کے گیندوں پر یہ شیریں کی شکل کندھ تھی۔ ان دونوں شیریں کے درمیان ایک آدمی کی شکل تھی، جسے شیریںان سے چاٹ رہے تھے ابو زہرہ کہتے ہیں، یہ اسی میت کی انگوٹھی ہے جسے وہاں کے گاؤں والے۔ وانیل خیال کر لے تھے، جب ابو موسیٰ نے انہیں دفن کیا۔ تو انگوٹھی انہوں نے لے لی تھی،

ابو زہرہ کہتے ہیں، کہ ابو موسیٰ نے اس گاؤں کے علماء سے اس انگوٹھی کے نقش کے متعلق دریافت کیا، تو انہوں نے حدیث واضح ہے کہ یہ چاروں قیدی راجب القتل ہوں گے تھے تو ابو موسیٰ نے انہیں قتل کیا،





اسی طرح سالم بن دارہ کا یہ قول (صغائی، عباب ترکیب: ج ۱ ب)۔

خلیلی ان حانت بجمع منیتی  
وسرا علی اهل الجناب باعظمی  
فقطہ خدائی وارفائی الی نجد  
وان لم یکن اهل الجناب علی القصد

یہاں شاعر نے اعظم کا لفظ استعمال کیا ہے اور اقسام بیان کیا ہے، اسی طرح برصیری رحمہ اللہ تصدیق بردہ میں  
کہے ہیں **مَعْرُوفٌ یَعْبُدُ تَرْبًا ضَمَّ الْخَطْمَ** **مَعْرُوفٌ یَعْبُدُ تَرْبًا ضَمَّ الْخَطْمَ**  
یہاں برصیری نے خطم کا لفظ استعمال کیا ہے، اور اور اقسام بیان ہے،

فروہ بن عمرو مسلمان ہو گیا، اور جب عیسائی اسے قتل کرنے لگے، تو اس نے شعر پڑھا،

**بَلَّغْ سَرَّاءَ الْمُسْلِمِينَ بِأَنْتَنِي** **سَلِّمْ لِي كَرِي أَعْطَيْتَنِي وَمَقَامِي**

یہاں بھی فروہ نے اعظمی سے سارا بدن ملو لیا ہے، (المیزان والہائیر: ۵: ۸۴)

**ایک اور اعتراض (الاعت)** حضرت عباسؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا:-

**إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ يَا سَنُّ كَمَا يَا سَنُّ الْكُفَرُ**

رسول اللہؐ میں اسی طرح بڑے جالے، جس طرح اور انہوں کے جموں میں پڑتی ہے،

(ج) یہ بھی روایت ہے، کہ حضرت علیؓ نے اس وقت دفن کیا گیا جب آپؐ کا بدن پھول گیا تھا، کہ  
یہ بھی ہو گئی تھی، اور زمانہ سنہ ہو گئے تھے، تاکہ لوگوں کو آپؐ کی وفات کا یقین ہو جائے،

**جواب** پہلی روایت جو حضرت عباسؓ سے منقول ہے، صرف ابن سعدؒ میں دی ہے، اور ابن سعدؒ نے اس کی کوئی...

..... سند نہیں دی اس لئے اس قول کو صحیح نہیں سمجھا جاسکتا، یا خصوصاً جبکہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں،

**عَسَلْتُ الْمَدْيَ حَلِيَّ اللَّهُ عَلَيْهِ مَا سَلَّمَرَفَدَ هَبَّتِ الْظُّرُ مَا كُنْتُ مِنَ الْكَيْتِ قَدْ لَمِعَتْ**

**سَيِّئًا فَكَلْتُ حَيْثُ كَرَمِيْنَا قَالُوا وَكَطَعْتُ مِنْهُ حَرِيْرِي طَبَقَتْ كَرَمِيْنَا فَكَلْتُهَا**

قطہ، میں نے علیؓ کو مل کر کھل دینے لگا، تو میں نے دیکھا جانا، کہ میں وہ آگ لائیں جو میری گولہ سوات میں پانی

جاتی ہیں، آپؐ میں تو نہیں، مگر میں نے کئی چیز نہیں پائی اور کہا آپؐ زندگی میں بھی پاک تھے اور مرے کے بعد بھی پاک ہیں، پھر

فرمایا آپؐ سے ایسی خوشبو نکلی کہ میں نے ایسی خوشبو کبھی نہ پائی تھی

حضرت ابوبکرؓ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بھی اسی طرح کا ہے، جسے خود ابن سعدؒ نے نقل کیا ہے، کہ

کہ آپؐ حیات میں بھی پاکیزہ تھے، اور وفات میں بھی،

میں اس سے پہلے حضرت امام رضاؓ کا قول نقل کر چکا ہوں، انہوں نے کھلایا جائے اور دیکھا جائے، کہ

ان مسلمہ روایات کے ہونے کے بعد ابن سعدؒ کی اس روایت کی کیا وقعت ہو سکتی ہے، بالضرر اس قول کو صحیح تسلیم بھی کر لیا

جائے تو اس سے مدد ملتی جا سکتی ہے، کہ حضرت عباسؓ کا اپنا خیال تھا کہ میں آپؐ کے بعد ماک میں لڑنے چلائے اس لئے

دفن کرنے میں جلدی کرنے لگا، علامہ ابوالبرکات اوسیؒ نے الجواب الفیض صفحہ ۱۲ پر اس قسم کا اعتراض علیٰ عبد الباقیؒ کا نقل کیا

بجانب ہم (ص ۳۱، ۳۲) (۱) مستقیم (۲) ابوالبرکات (ج) عبادت اللہ کیسے لکھتے، (۳) المرافقہ (۴) زعفر اللہ (۵) اعطاد قنہوا صحت و صفة

الطعامات، یہاں اعطاد قنہوا کا ہے، (۶) ہم کو اس کی کیا ہے، ذکر ہو کر

لے طبقات ابن سعدؒ و ترجمہ از مولانا محمد امجد اللہ العلامی جز دوم ص ۴۹ طبع جید آبادہ کن، (۷) شہید حضرت ابن سعدؒ، حمزہ ربیع: ۸۵،

مجموعہ شیعہ ائمہ میں: ۱: ۵۴۲

ہے اس پر ناپ فرماتے ہیں، ثم ما ذكره المصنف في من انزل عليه الصلوة والسلام تغيبت واسمته بعد وفاته  
 فقد اكدت صرف بيل الاخر بالعكس ولم يظهري في جسمها الشريف تغيبا ابداً وادشم جميع  
 الحاضرين من غير ان يذكروا المسئلة وعرف الله مدني الحادي عن علي رضي الله عنه انما قال ما تغيبت  
 بعد وفاته اصاب من رجب ولا من ايت اخذ من وجهه حينئذ ظهر امره وصار فاه ما يغيبه الله في  
 نغري بايكنا كهات كيعا حضرت علي رضي الله عنه وسلم في يومين غير اني تاهم من جوشه، انك من طريخه، اب له  
 جسم من تعلق كوني تغيبه انهم هماء، اردت انما حاضرين له اب له سترى اور من كسي غريبو سونجي  
 طري لغت غريبه سے ثابت ہے میں نے اپنے اہل بیت کے بعد جو غریب سونجی اس شہر کوئی خوشبو نہیں سونجی اور اس وقت میں  
 نے آپ کے ہم و مبارک سے کوئی اور سونجی نہ چھو نہ دیکھا۔ جو تو عام اموات کے چھو ہوں میں ہوتا ہے وہ اب کے ہم و مبارک  
 اب، دوسری روایت کے بقیہ بن الجراح کے ہے، جسے انہوں نے اسمعیل بن ابی خالد سے روایت کیا ہے، کہنے اور اسمعیل کو شہر میں  
 مگر کہیں اکثر غلطی کا جائز تھے، چنانچہ ان بھجرتے ہیں،

وقال لابي عبد الله بن احمد عن ابي عبد الله في موضع آخر ابن مهدي انك تروني غيباً من وكيع  
 وكيع انك تخطأ أصداً، وقال في موضع آخر الخطأ وكيع في موضع آخر حديث  
 وقال محمد بن نصر المروزي كان يحدث بالخرقة من حفظه فيغير الفاظ الحديث  
 كانه كان يحدث شيئا المعنى ولم يركب من اهل اللسان،  
 عبد الله بن احمد بن حنبل سے روایت کرتے ہیں ایک اور روایت کہتے ہیں، ان ابن مہدی کہتے ہیں یہ تہیغ کیا کرتے  
 تھے، اور کہتے ان سے زیادہ غلطی کھاتے تھے، ایک اور جگہ پر کہا ہے، کہ کہنے لیا تجھ سے میں غلطی کھاتی ہے،  
 اور محمد بن نصر المروزی کہتے ہیں، کہ کہنے آخری عمر میں حافظہ سے حدیث بیان کیا کرتے تھے، لہذا الفاظ حدیث کو بدل دیتے  
 وہ اپنے خیال میں روایت بالمعنی کرتے تھے، حالانکہ اہل زبان میں سے نہ تھے،  
 مزید دلیل یہ کہ اس روایت کی بنا پر جو سنی دریا جانے کا تھا، مگر وہ ملک سے بھاگ نکلتے ہیں کامیاب ہو گئے ہیں یا  
 اس روایت کے حلق شہاب الدین خفاجی کا بیان نقل کرتا ہوں،

وقد حرم الله جسده على الارض، انما انفي قبرا كسا نركا نبيها، عليهم الصلوة  
 والسلام، قد رايت في بعض الكتب ان الشافعي اختلفوا في كنه من قال ان انكس  
 صلى الله عليه وسلم، لما اتفقنا روحاً للملأ، الا اهل تغريبه، وروى ان وكيع  
 ابن الجراح حدث عن اسمعيل بن ابی خالد ان رسول الله عليه وسلم لما اتقوا  
 لم يدفن حقاً بما بطننا، وانثى خصره واخضرت اظفاره لانه صول الله عليه وسلم

لے تھذیب التھذیب : ۱۱ : ۱۳۵ - تھذیب التھذیب : ۱۱ : ۱۶۱

تھذیب التھذیب : ۱ : ۳۹۰

توفی یوم الاربعین وکذا لیسلة الاربعاء لا شغل الیهم بامر الخلافة واصلح امر الامم  
رحمته ان یجمعهم من الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم قالوا العربیت قأ ما حال اللہ  
ان یرجمهم آیت الموت فیہا

ولما حدث وکیع بعدہ بالجمعة دفع الی الخاکم العثماني فادار دصلاً علی خشبة  
نصبہا لہ خارج الحرم فشق فیہ سفتان بن عدیة فاقبلہ خضر دم علی طرک  
ثم ضعب وکبج الی المدینة فکذلک الخاکم الی اہلہا ان اقام الیکوف وادھم حتی یفصل  
فابعدہ لئلا یفعل الناس بولہا انہما لا یزالک لیس جرم الی الکوفۃ خيفة من القتل و  
فکان المفتی یقتلہ عبد المجید بن سراجہ وقال سفیان لا یجب علیہ القتل و  
انکر هذا الناس قالوا سراجہ بعض الشہد انما من قولہ بعد اربعین ہ نوافیہ  
مرطبا لمرتیفہ من شئ فکف بیدہ السنہ لا لایب وکلیہ وعلی ہر الصلح والصلح  
ہذہ ذلک فبیہ لا یجب الخورث ہا

قریباً اللہ تعالیٰ نے میں کے لئے آپ کے جرم کو کھانا حرام کر دیا ہے اور آپ میں دیکھنا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف انہیں نہ  
کرمیہ اس لئے کہ آپ میں شہد ہے کہ صاف کا ہر شے کو فاسد کہنے یا اذہن ہے جرم کے کہ آپ انہیں علی الطہ  
کہ جس میں کہ وہ اللہ کو مستقل ہوگی تو آپ کا بیان شیخ جرم کیا تھا وہ لایہ کیا کرتی ہے کہ کہ یہ لایہ الخورث فاسد ہیں ان کی طرف  
سے ولایت کی کہ جب رسول اللہ نے وفات پائی تو آپ کو اس وقت دفن کیا گیا بیکڑی کا پیٹ پھول گیا تھا کہ کڑی کی ہوا کی  
اونٹن میں نہ چکے تھے اس لئے کہ آنحضرت علی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر کے دن پہلی امد پہلی رات تک آنکھوں میں نہ  
گیا کیونکہ اس کا قہر خلافت اور اصلاح امت میں کیے ہوئے تھے اس میں محنت یہ تھی کہ لایہ کی ایک جماعت کہتی تھی کہ آپ کی  
وفات نہیں ہوئی واللہ اللہ فیما لہم میں آپ کے جرم میں موت کی علامات دکھا دے

جب وکیع نے دیکھیں یہ ولایت بیان کی تو اسکی شکات حاکم عثمانی کے پاس کی گئی حاکم نے کہنے کو سنا لہی دینے سے  
ارادہ کیا یہ یعنی جرم کے باوجود کہنے کے لئے تیار کی گئی تھی مگر سفیان بن عیینہ کی مسافر ویش پر اسے چھوڑ دیا لیکن بعد میں حکم  
کو نہایت ہوئی اس وقت وکیع مدینہ کی طرف روانہ ہو گیا حاکم نے اہل مدینہ کو کہہ دیا کہ جب وکیع مدینہ میں آئے تو اسے  
مشکد کر کے مار ڈالو کسی نے قاصد کے ذریعہ سے اس بات کی اطلاع وکیع کو دی دی اور قتل کے جس سے کو فوج لایا  
وکیع کو قتل کرنے کا فتویٰ عبد المجید بن زکوان نے دیا تھا مگر سفیان کہتے ہیں کہ وہ واجب القتل نہیں ہے وکوان نے وکیع  
کی ولایت کو سنا لیا لیکن کہا کہ ہم نے بعض شہد اور دیکھا ہے کہ انہیں چالیس سال کے بعد قبر سے منتقل کیا گیا تو ان کا  
جسم تر و تازہ پایا گیا اس میں کوئی تغیر نہ تھا چہ جائیکہ سید الشہداء اور انبیاء کا جسم یہ بہت بڑی آخرت ہے اسے کہی  
کے سامنے بیان نہیں کرنا چاہیے

لے اہل کتاب میں متزلہ چھپا ہے جو غلط ہے اسلئے صحیح نام عبد المجید بن عبد الرحمن بن ابی القاسم ہے انہیں تہذیب ۱۶: ۱۳۸۱

سہیلی کا بیان

سہیلی ابن ہشام کا یہ قول نقل کر کے کہ بعد کعبہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے کے لئے اسحاب نے آبی تمیز، آگے لے کر اڑا دیا۔ قناب آواز آئی جسے سب نے سنا۔ مگر کوئی شخص نہ دکھائی دیا۔ کہتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کعبہ کی بنوت کا ایک معجزہ تھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرات زندگی میں، ملاوت سے پہلے اور ملاوت کے بعد بھی نماز پڑھنے والے ہوتے۔ وفاق کے بعد کعبہ میں ایک معجزہ یہ ہے جس کا ذکر ابو جعفر ابن عقیل نے کتاب التعمید میں صحیح سند سے کیا ہے، کہ کعبہ آپ کی قبر سے ڈھائی ہزار تھا تو کھرواروں نے یہ کہتے ہوئے سنا، اَللّٰہُ لَاحِقٌ عَلَیْکُمْ رَاحَتُہُ اللّٰہُ وَرَاحَتُہُ یَا اَہْلَ البیتِ اِنَّ فِی اللّٰہِ عَوْضًا مِنْ کُلِّ تَالِفٍ وَخَلْقًا مِنْ کُلِّ هَالِكٍ وَعِزًّا مِنْ کُلِّ مُضْیِبٍ فَاَصْبِرُوا وَاحْتَسِبُوا اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ وَحَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ، ابومحمود کہتے ہیں، کہ ان الفاظ کا کہنا وہاں حضرت ایک معجزہ یہ تھا کہ کعبہ کی طرف سے افضل بن عباسؓ آپ کو غسل دے رہے تھے، وہ فضل پائی دالنے لگے تو انہوں نے کہا۔ ”اَنْجِنِیْ اَوْ جِنِّیْ فَاِنَّیْ اَحَدُ شَیْءٍ یُّبْذَلُ عَلَی ظَہْرِیْ“ مجھے بچانا مجھے بچانا، مجھے یوں معلوم ہوا ہے، کہ یہی نتیجہ میری فی چیز اثر رہی ہے،

ایک معجزہ یہ تھا کہ آپ سے کوئی ایسا علامت ظاہر نہیں ہوئی جو دیگر موات میں ظاہر ہوتی ہے۔ اور نہ آپ کی قبر میں تغیر پیدا ہوا، حالانکہ دفن سے پہلے آپ کو گھر میں باقی رہے تک رکھا گیا۔ پھر آپ کی وفات اٹھائی، کعبہ میں پہنچی، ورنہ یہ نہ ہوتا کہ عرب میں گری کا ہینہ ہوتا ہے، وہ آپ زندگی میں بھی اور وفات کے بعد بھی پا کر رہے تھے، اگر عبادت کے چچا عباسؓ نے علیؓ کو کہا کہ میرا بھتیجا یقیناً فوت ہو چکا ہے، ورنہ وہ بھی ایک انسان تھا اور گناہ کرتا تو اس میں بھی بڑھ کر سکتی ہے، لہذا انہیں دفن کر دو،

سہیلی کے اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ یہ عباسؓ کا اپنا خیال تھا، کہ کہیں ایسا نہ ہو جائے مگر وہ حقیقت یہ تھا کہ کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ (الروض الاثرف: ۲: ۲۷۴)

مولانا اشرف علیؒ مولانا اشرف علیؒ نے تھانوی صاحب سے اسی روایت کے متعلق استفسار کیا گیا تھا، میں سہیلیؒ نے تھانوی کا فتویٰ

سوال ۱ سوال نمبر ۹۳۶۷۔ اجماعاً اختیار کے تغیر سے معجزہ نہ رہنے کے بارے میں صرف ایک روایت نظر سے گذرنا کہ وہ ماسلطت الارض علی احیاء اھل کعبہؓ اور کھانا آگلی، لیکن آپؐ کی وفات کے بعد حجاز میں انظر سے گذرے اس میں ایک روایت یہ ہے، کہ آپؐ کے اٹھنے کے ناخن سبز ہو گئے تھے، ایک یہ کہ اٹھنا دشوار تھا، آپؐ کی وفات معلوم ہوئی، ایک روایت یہ ہے، کہ آپؐ اس وقت دفن نہ ہوئے، حتیٰ کہ قادیانہ اور ایک میں سے کہ حق کو بتا بظنہ اور اسی تغیر سے حضرت صدیقؓ نے منافقین دفن و حجت تمام کی کہ وہ کھوتے تھے اسے بھی کی وفات ہو گئی۔ یہ ضرور حضرت عباسؓ نے بھی فرمایا، سان رسول اللہ یا سنان کما یا سنان الجشتر، میں نے اس تغیر حیدر سے غیثی نکالا



کہا لعین دفن کیلئے ایسا خفیہ تغیر کیا گیا کہ وہ دفن ہو جائے میں اور مہربان روتی سے باز آئیں، وادعہ عظم ورتہ  
 : یقیناً آپ کا پس و پیش یہ کہ تیرے شریف کی اصلی حالت میں محفوظ و مصون ہے، زیادہ تعجب یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ کے زمانہ میں  
 امد میں پہنچا دی گئی تھی، بہرہ قبور شہداء مانع تھیں، تو ماہرین نے حضرت معاویہؓ کو کھسکا کر اس کے قبور پر سے نکالنے کے کہیں اور  
 کوئی راستہ نہیں تھا، تو انہوں نے اجازت دیدی، جب یہ کہنے لگے کہ قبور کھودی گئیں تو روایت بابر بن عبد اللہ شہداء کی یہاں  
 اس طرح بتا رہے ہیں کہ معلوم ہوتا تھا سورہہ یس پھر انیس کندھوں پر لا کر وہاں سے ٹھونچ کر لیا گیا اور اسی سلسلہ میں حضرت  
 حمزہؓ کے پاؤں پر بچاؤ نہ کرنا تو خونِ نکل آیا حالانکہ یہ واقعی شہادت کے چالیس سال بعد کا ہے مجھے جہاں تک معلوم ہے  
 ایسی کوئی روایت نہیں ہے کہ جرم میں اجساد شہداء کے محفوظ نہ رہ سکا و نہ وہ موجب شہداء کے جہانم محفوظ نہ رہ سکا تو انبیاء  
 کے جہاد و بدرجہ اولیٰ محفوظ نہ رہ گئے کیونکہ ان کے لئے تو وعدہ ہی ہے،

**الجواب** فی التفسیر المظہری:۔ اخرج الحاکم والبیہقی وابن ابی شیبہ وابن ماجہ عن ابن عمر عن ابن مسعود عن  
 صلی اللہ علیہ وسلم:۔ ان اللہ حرّم علی الابرار ان یأخذوا جثث الابرار و یأخذوا جثث الابرار و یأخذوا جثث الابرار  
 ابن اللہ زاد نخوع، اس باب میں اودامانہ شہیدی ہیں اور برکاتِ نبویؐ کے مال میں نقل کے ہیں وہ اقراۃ ارضی نہیں،  
 اس لئے لغات میں، بلکہ غیرت خاصہ موت سے بھی نہیں، ایسے تغیرات احیاء میں بھی ممکن کے سبب ہو جاتے ہیں، حضرت  
 عباسؓ کا قول ایسے ہی تغیرت، پھیل گیا، امارات ثلاث اقرب فہم لیکر چکا، اور یہ سبب سبب ہے، مگر ان روایات کے بحالی  
 لغات میں، نہ وہ روایات ہی قیامت نہیں ہیں انما فی جہنم باقی شہداء کے لئے بھی وعدہ کی احادیث اور وہیں،  
 فی التفسیر المظہری:۔ وروایۃ الطبرانی عن قتادہ بن دینار عن ابن عمر عن ابن مسعود عن ابن عمر عن ابن عمر عن ابن عمر  
 المروئی عن الحسن بن علی بن عبد اللہ عن عبد اللہ بن مسعود عن عبد اللہ بن مسعود عن عبد اللہ بن مسعود عن عبد اللہ بن مسعود  
 (وہ روزانہ بعض ارباب کی خاطر افغان، قیام میں کی مثال اس شہید کی ہے جو خون میں انغمس رہا ہو چنانچہ سبب وہ  
 مرے گا۔ اسے قمر کی کیر سے نہ پڑیں گے)

واخرج ابن مسعود عن سید بن جبش بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 اذا مات حامل القرآن احی اللہ تعالیٰ الی الابرار ان یأخذوا جثث الابرار و یأخذوا جثث الابرار و یأخذوا جثث الابرار  
 یارب کیف اکل اللحم و کلامک فی جوفہ (یہ ایک حاذق قرآن مر جاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ زمین کو حکم دیتے ہیں  
 کہ اس گوشت نہ کھائے، زمین کہتی ہے، اے رب میں اس کا گوشت کیسے کھاؤں جبکہ تمہارا کلام اس کے پیٹ میں ہے)  
 قال ابن مسعود فی الباب عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ و ابن مسعود رضی اللہ عنہ  
 و اخرج المروزی عن قتادہ قال بلغنی ان الابرار لا یسئل علی جسد الذی لہ یعدل خطیئہ  
 لہ بل انما یسئل علی ما فی جوفہ، کہ انہوں نے ان ذلیلت کو تسلیم کر لیا ہے، کہ واقعی ایسا ہے، حضرت  
 علیؓ پر غلط ہے، یہ تغیرات نہ مادی واقعہ نہیں ہوتے، یہی وجہ کہ کوئی کہ اس روایت کی بنا پر واجب اقل تک قیام نہ کیا، انیل لہ  
 کا واقعہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں، جب اٹھریس سال کے بعد بھی ان کا جہنم تازہ تھا تو کیا وہ ان کے جہنم انصرفت (باقی ۱۴۶) اچھا علم ہے

مجھے معلوم ہوا ہے کہ زین کو ان لوگوں کے خیوں پر مسلط ہونے نہیں دیا جاتا جنہوں نے کوئی گناہ نہ کیا ہو (اور انھیں کو ان روایات کی صحت میں کی تحقیق نہیں لیکن قدر و خود اسباب تقویت سے ہے اور کوئی دلیل مخالف نہیں اس لئے قبول کرنا ضروری ہے،

حضرت مختاری کے نزدیک صاحب | اور صاحب روح المعانی کا یہ قول :-

روح المعانی کا قول واجب الروی | وما یحیی من مشاہدۃ بعض الشہداء الذین قتلوا

منذ مات ستمین و ۱۶۴۸ الی الیوم تغیب جبروحہم دما اذا سرفت العصا بآیۃ فذلک مہما

ہوا لا ھیات بین بلیات و ما ہوا الا حداثۃ خرافۃ و کلام یشہد علی مصدقہ تقدیم الصحابۃ و اہل

واجب الروی ہے، لہذا نہ مخالفانہ شہادت المتواترۃ فیہا مافی المظہری اخریہ مالک عن عبد الرحمن

بن صعصعۃ انک بلغذ ان عمرو بن الجوح و عبد اللہ بن جبیر لا انصاری کان قد حضر السبل فخرج

الی قولہ، فوجدہ امر یتغیرا کاتھما ما قبا بالامس و کان بین احد و بین حفصہ فھما استنار

اربعین سنۃ، و اخریہ البیہقی ان معادیۃ لہما اودان یحیری کظامۃ نادى من کان لد قتل

بأحد فلیشہد فخرہم الناس الی قتلہم فوجدہم رطابا یتشرون فاصابت المصحفہ برجل رجل

منہم فامعشدا مآ، و اخریہ البیہقی عن جابر و فیہ اصوات المصحفۃ قدیم جھڑکا فانہض دما و آء

اور اگر کوئی واقعہ اس کے خلاف پایا جائے اس کا جواب بیان القرآن کے متن و مراد العزیز میں مذکور ہے الحاشیہ علی

اور یہ یہ جب ہے کہ روایات کے رجال ثقات ہوں، و مراد روایات ہی حجت نہیں اور اس احتمال میں مخمور نقل ہے

اور قوت ہو گئی۔

مولوی محمد الحق برودانی کا تمحیص | اس کے بعد مختاری صاحب نے مولانا محمد اسحق برودانی کا یہ پریمیہ دیا ہے،

وہ لکھتے ہیں :-

تقریر کے متعلق کتب میں الجراح نے تحلیل بن خالد سے روایت کی ہے، اور تحلیل اور وکیل کتب سے پائے کے ہیں اور تحلیل

یہ بھی ہے، مگر بعد ان کے کہ ہے، اس کا ترجمہ نہیں اور کتنے راوی بخیر و فہم ہیں اس کا ترجمہ نادر نہیں اور اس روایت پر اس فرق میں

(حقیقہ حاشیہ ۱۴۵) ۵۴۸ نمبر قرآن کریم ہوا ہے، لہ ترجمہ میرا کیا ہے، اصل کتاب میں مگر نہیں دیا،

دحاشیہ صفحہ ۱۵۱ سے صاحب روح المعانی کے ان الفاظ پر توجہ دینا ہے کہ بار جو صاحب علم و فضل ہونے کے سرفہ

مخفیہ الفاظ استعمال کرتے ہیں حالانکہ خود سراسر غلطی ہیں، ملاحظہ ہوا کہ کتاب کا صفحہ ۱۰۹-۱۰۸ لکھ دیکھیں ہر طار ۱۰۱۳

لکھ امداد الفتاوی: ۵۰۹ عہ اصل کتاب میں اسی طرح دیا ہے، بشا و اربعین سنۃ چاہیے۔

جو قرن تالیفین کا ہے، ہجرت انکار کیا، اور معد ثانی میں جب بعد انکار یہ جواب معلوم ہوتا ہے، کہ یہ روایت محض بے  
اصل ہے، اور قاطعاً غلط ہے،

و نیز چهارشنبه که شب تک لاش مبارک کو بعد از ظهر است و در طبقات کافین سعد  
ج ۳ ص ۳۳ :- و توفی صلوات الله علیه یوم الاثنين (چهارشنبه) زاعت الشمس ص ۳۳ ج ۲ مؤلف  
یوم الثلاثاء و حین زاعت الشمس چو من گشتل میں مولی لاش میں تیر نہیں بتا۔ فکیف یسید المرسلین  
اس وقت سے مقصود یہ ہے کہ اگر حضرت والا پہنچ فرمائیں تو تیر جواب فرما کر شل کو کئے کا حکم دیں (الفرقہ بین الدلائل ص ۱۲۵)  
تیسرے شامیہ از مولوی اعجاز نزل میرت ابن شام میں بل گئی غسل کے بعد تیرا۔

عبداللہ ماجد دریا دایہ

اس سے بڑھ کر ایک صراحت ہوگی..... پھر ہی سیرت ابن ہشام میں بھی مذکور ہے کہ حضرت علیؑ جیسے جاتے اور دیر الفاظ کی تہا جاتے تھے۔

[illegible]

ابن قیم کا بیان ابن قیم کہتے ہیں کہ ہمارے استاد احمد بن حنبل نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ اشکال اس طرح حل ہو جائیں گی کہ ہر شخص کو معلوم ہو جائے گا کہ ہر حالت سے یہ ہماری حالت میں منتقل ہونے کا نام موت ہے، اس کی تائید یہ ہے کہ اگر مشابہہ اشکال ہو جائے اور مر جائے گا بعد ازاں ہے رب کے ہاں زندہ ہیں، اندک پالنے میں اور عرض ہوتے ہیں، دنیا میں زندہ رہنے کی یہ صفات ہیں، وہ ان کے مشابہہ لڑکے یا حال ہو، تو انبیاء و مریدان الہی اس کے متعلق ہوں گے مریدان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات صحیح طور پر ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:-  
 اِنَّ الْاَكْمَرَيْنِ الْاَقْمَرَيْنِ الْاَقْمَرَيْنِ الْاَقْمَرَيْنِ (زمین انبیاء کے جسموں کو نہیں کھاتی)

اور یہ کہ مراجع کی رات بیت المقدس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتماع انبیاء سے ہوا۔ اور اس موقع پر انکی ملاقات جبرئیل الخضر میں ہوئی علیہ السلام سے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے علی رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا جو شخص آپ کو سلام کرے آپ اس کی عروج آج کو لوٹا دیتا ہے۔ تو آپ اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ امور جن سے یہ قطعی ہوا ہے کہ اس کے بعد بخاشی کی کوئی عبارت نقل کی ہے۔ جس میں یہ پتہ دے چکا ہوں۔ اس کے لیے میں نے ان الفاظ کو یہاں جوہر نامہ کی کتاب لکھا۔ اللہ عزوجل کو دعا ہے کہ جگر پر نقل لگا دے۔

نہیں یہاں پر عبادت کا غلطی سے اہل کتاب میں اسی طرح ہے، اپنی اُلفت اُچھی چاہئے،

نتیجہ نکلتا ہے، مگر انبیاء کی موت کا مطلب صرف یہ ہے کہ وہ ہم سے غائب ہو گئے اور ہم انہیں پانہیں سکتے اگرچہ وہ زندہ اور موجود ہیں، ان کا حال ملاکر سہا ہے۔ نیز یہ بھی زندہ اور موجود ہیں۔ مگر ہم ان کی کچھ نہیں سکتے۔  
ابن تیمیہ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:-

یہ بھی قطعی طور پر معلوم ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد مبارک زمین میں ترقن تازہ ہے، و طری مطریٰ انہی جب صحابہ نے آپ سے پوچھا کہ ہمارا درود کیسے آپ پر پیش کیا جائے گا جبکہ آپ پر سپردہ ہو چکے ہونگے۔ تو فرمایا:-  
اِنَّ اللّٰهَ حَزَنَ عَلٰی الْاَنْفُسِ اَنْ تَاْكُلَ الْاَحْبَابُ اَوْ اَنْ تَاْكُلَ الْجَسْمُ مَبْرُکَ اَنْفِکُمْ مِّنْ بَعْدِ تَوَاتُ  
یہ جواب نہ دیتے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قبر پر فرشتے مقرر کر رکھے ہیں، چڑاؤ کو آپ کی امرت کا سلام پہنچاتے ہیں،

ابن کثیر کا بیان ابن کثیر کہتے ہیں، مگر متاخرین اصحاب شافعیہ میں اس بارے میں اختلاف ہے، کہ کیا صحابہ کے علاوہ کسی اور کو لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر آپ کی نماز تہجد پڑھنا جائز ہے یا نہیں، بعض کہتے ہیں جائز ہے اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک تہجد کو کھانا حرام قرار دیا ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے،

مذکورہ بالا بیانات سے آپ پر یہ بات واضح ہو گئی ہوگی کہ انبیاء کے جسد مقدس میں کچھ سالہ اور ترقن تازہ رہتے ہیں۔ جس کی شہادت میں مانیال کا واقعہ تین مستند علماء یعنی ابن الاثیر، ابن کثیر اور حافظ ابن حجر کی سند سے بیان کیا گیا۔ ایسا کیوں نہ ہو جبکہ شہداء کے جسد ترقن تازہ پائے گئے۔ یہ تو ان کے جموں کا حال ہے، اب ہمیں یہ بھی بتانا ہے کہ یہ اجسام بے جان نہیں ہیں۔ لہذا اب ان کے زندہ ہونے کے متعلق بھی بحث کریں۔

انبیاء زندہ ہیں اور انہی آپ اور پڑھ چکے ہیں کہ غیر انبیاء اپنی قبروں پر نماز تہجد پڑھتے ہیں جب غیر انبیاء کا جبکہ قبروں میں نماز پڑھتے ہیں زندہ ہونے کے متعلق کوئی تصریح حکم موجود نہیں۔ یہ حال ہے ان انبیاء جن کے زندہ ہونے کے متعلق صریح حکم موجود ہے، ان کا حال ہوگا۔

پہلی کتاب میں مسند میں آیا ہے جس نے حیاۃ الانبیاء میں اس سے روایت کی ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ عَرَفِیْ قُبُورِہُمْ یُصَلُّوْنَ

(انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اور نماز پڑھتے ہیں)

لکھنؤ، ۱۳۰۵ھ، کتاب الوصیہ: ۵۲، البیہار والنہار: ۵: ۲۶۶، ۵۲، نظم مہمانانہ القرآن: ۱۲۱، حیاۃ الانبیاء، پہلی جلد، ص ۱۰۰، یہ دونوں رسائل کے بک انہیں سے لے ہیں۔ نیز دیکھیں انصاف اکبری ص ۲۵: ۲۸۱ زندہ تعالیٰ ۳۲۷: ۵، تفسیر الباقی: ۲: ۶۳، الجامع للنفیر: ۱: ۱۰۳ اور تہذیبی: ۱: ۱۲۷



وَرَدِي أَحْمَدًا وَصَلِّمْ وَانْشَأْنِي ابْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ -  
 قَرَرْتُ عَلَى مَوْحِي لَيْلَةً أُسَرِّحُ فِي عَهْدِ الْكُتُبِ الْأَحْمَرِ هَوَافِئَهُمْ يَصِلُ فِي خَبَرِهِ  
 مَطْلَعُ كِيَلَتِ مَرْثَ ثِيَابِ كُتُبِ مَيْمُونِ عِلْمِ الشَّامِ كَيْسَ سَافِرُ تَوَدُّ قَبْرِي كُفْرَ سَنَابِرِ هَرَبِ عَمِي  
 سَيِّدُ الْوَرَشَةِ رَحِمَهُ اللَّهُ كَمَا بَيَّانِ | سَيِّدُ الْوَرَشَةِ رَحِمَهُ اللَّهُ فَرَمَانِي بِشَيْءٍ -  
 مَرَقَاتُ جِلْدِهِ (مکہ پھر) میں بلند آواز کرنا خواہاں ہو کر انہی ہی کیوں نہ ہو تمام ہے امام مالک سے منقول ہے کہ حضرت  
 کا احترام ان بات کے بعد بھی بعینہ اسی طرز واجب ہے جس طرح آپ کی حیات میں واجب تھا یعنی اس حضرت ان کے لئے روایت  
 ہے اور انہوں نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور ان کا (ابن حجر) نے بھی جلد میں ان سے اتفاق کیا ہے کہ

### انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں

گوئی کہ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ ان کی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور اس سے منکر نہیں خواہ  
 کافر کی روح ہو خواہ مومن کی، لہذا جب کہ ہم میں زندہ نہیں ہوا تو انبیاء کے زندہ ہونے کا کیا مطلب ہوا؟  
 یاد رکھیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی قبروں میں زندہ ہونے کے لئے دعا پڑھی تھی کہ وہ زندہ ہوں کہ وہ زندہ ہوں  
 زندہ ہونے کا تو پہلے ہی فیصلہ ہو چکا ہے، بلکہ ان سے اس حدیث کا افعال سے مدخل جنایا نہ ہو سکتا ہے، لہذا اس حدیث کا مطلب  
 یہ ہو گا کہ انبیاء کی ارواح پاکیزہ عبادات اور مبارک افعال کرنے سے مدخل نہیں ہیں، بلکہ یہی قبروں میں بھی ان افعال کے کر لیں  
 بعینہ اسی طرح مشغول ہیں جس طرح دنیاوی زندگی میں تھے، چنانچہ وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور حج بھی کرتے ہیں، یہی حال ان کے  
 متبعین کا ہے، اپنے اپنے مرتبہ کے مطابق، ماں البتہ جو لوگ دنیا میں ان افعال سے مدخل ہیں آخرت میں بھی مدخل ہوں گے،

وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ الْعَالَمِ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَكْمَلًا،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث کا لفظ و کراہی بات کی طرف اشارہ کیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی عبادت  
 کا ذکر کیا ہے، تاکہ مسلمان برصغیر کر دیں کہ ان کے زندہ ہونے سے یہی مراد ہے، لہذا وہ اپنی قبروں میں نماز بھی پڑھتے ہیں، اس سے  
 بھی کہتے ہیں، اور زندہ لوگوں کے سے افعال کرتے ہیں، ان کے زندہ ہونے سے یہی مراد ہے، چنانچہ ہم بالعموم کہتے ہیں کہ ان افعال سے مراد  
 ۲ مراد دراصل زندہ لوگوں کے افعال ہیں، مادنی موت سے مدخل ہونا ہے جس طرح کہتے ہیں کہ زندہ ہونا ہے، اور حالت موت پر یا  
 سے ایک اور حدیث میں صریح ہو چکی ہے، اور ان کے افعال کے لئے مراد ہے، اور وہ یہ ہے کہ جب بھی کوئی شخص آپ پر سلام بھیجتا ہے تو آپ  
 کو آپ کی حالت کو نماز ہی جاتی ہے، اور آپ سلام کا جواب دیتے ہیں، اور ان کے لئے مراد ہے کہ جب بھی آپ پر سلام بھیجتا ہے تو آپ  
 ہے، بلکہ اس سے مراد ایک جانب سے دوسری جانب توجہ منعطف کرنا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں حالتوں میں زندہ ہیں  
 باقی طور پر کسی کی حالت میں بھی مدخل نہیں ہوتے، مگر اس میں ایمان کی طرف توجہ میں تفریق ہوتی ہے، اور جب کوئی شخص سلام کرتا ہے  
 تو آپ کی حالت کو نماز ہی جاتی ہے، یعنی چونکہ سبب مشریت تھا تو آپ کی توجہ اس طرف توجہ تھی، اس لئے اس طرف توجہ دیتی ہے

لے انباء الانبیا، اور حیا الانبیا، اور صفاتی، ۵: ۳۲۲، ۲: ۶۴، کتاب النور، باب ریح الصورت،  
 (حاشیہ ۱۱ صفحہ ۱۱۱)

میں بلند آواز کرنا خواہاں ہو کر انہی ہی کیوں نہ ہو تمام ہے امام مالک سے منقول ہے کہ حضرت



اَكْفُو الصَّلَاةَ عَلَى يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْتَهْوِدْ تَسْبِيحًا مِثْلَكَ فَإِنَّ أَحَدًا  
يُفْعَلُ عَلَى الْإِخْرَاجِ عَلَى صَلَاتِكَ حَتَّى يَفْرَغَ مِنْهَا ،

قال قلت : .. وبعد الميت ؟

قال : .. إِنَّ اللَّهَ حَنَّ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ  
نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى وَتُزْرَقَ ،

وهذا من أجل ما جاء ذكره ، الله ،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اگر جمعہ کے دن کثرت سے حجر پور و زوہبیا کوڑھ کیلکاس دن لاکھ بار پڑھ لے ، اور توہم سے بچ کوئی شخص حجر پور و زوہبیا سے ، تو اس کا درد بھی چلی گیا جاتا ہے ، یہاں تک کہ وہ  
خارج ہو جاتا ہے ،

البلد دار کہتے ہیں میں عرض کیا : میرے لئے یہی ؟

تو حضرت نے فرمایا : .. اللہ تعالیٰ نے زمین کے لئے انبیاء کے جہول کو کھانا حرام قرار دیا ہے ، اللہ کا نبی زندہ  
ہے رتق پاتا ہے ،

حیات انبیاء کے متعلق دارالافت و دارالعلوم دیوبند کے کسی صاحب نے مسئلہ حیات انبیاء کے متعلق  
استفسار کیا ، خیال میں میں سوال اختیاب دونوں کو نقل کر رہا ہوں ،

سوال :- رسالہ ۴۵ ، انبیاء علیہم السلام اچھا اندہ ، این پر معنی ، اردو اقام حیات نیز  
تحریر یافتہ ،

الجواب :- انبیاء علیہم السلام در قبور خود زندہ اندہ ، الباقی قد از حدیث متبر ثابت است کہ فرمودہ حضرت علی رضی  
علیہ وسلم کہ سلام کردہ است حق تعالیٰ چنان گئے انبیاء و ائمہ زین و امتثال آن ، و این قول اعلیٰ در شریعت اللہ و عرفی  
احوال مرئی ، القبر سیل بی باستی عیاب آورده است ، لیکن اس حیات از حیات غنی و مختلف است ،

موسوی علیہ السلام کا  
قیامی غنی و مختلف سندوں سے حضرت انس سے روایت کی ہے ، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
قبور میں نماز پڑھتے تھے ،

جَرَدَتْ عَلَى مَوْبِیٍّ وَهُوَ قَائِمٌ یُحْیِی رُوحَ کَبْرِهٖ

میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گذرا جبکہ وہ کھڑے قبر میں نماز پڑھ رہے تھے

۱۔ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد اول صفحہ ۳۶۶ ۲۔ مکتب کتاب کے آخر میں حیات الانبیاء از بیہقی اور تفسیر مظہری :  
۳۔ ۲۹۵ - سورہ الحجۃ زیارت کلا تک فی مریۃ مری لقاریہ ،

حیات انبیاء کے متعلق | محمد بن عبدالباقی الزرقانی المالکی شرح موابب اللہ فیہ میں فرماتے ہیں۔  
 زرقانی کا بیان ہے

ابو یعلیٰ امرضلی نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مئی علیہ السلام کے پاس سے گذرے اور وہ قبر میں نماز پڑھ رہے تھے، پھر انہوں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ رسول اللہ ہیں۔ یہ حدیث مسلم، نسائی وغیرہ میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں رات مجھے بھارت کو گئی تھی ریت کے ٹھیلے کے نزدیک مری علیہ السلام کے پاس پہنچتا ہوں تو وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، حسن بن عرقہ دم بخود ملایا کہ میں نے حضرت ابراہیمؑ کو دیکھا وہ دے ڈال ابن مسعود کی حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام کا قہر ہا کہنے والے اور گندمی رنگ تھا۔ وہ قبیلہ راندہ شہزادہ کے آدمی معلوم ہوئے تھے، اور وہ آواز بلند کر کے کہتے تھے کہ محمدؐ اللہ کا کریم ہے اور محمدؐ اللہ نے غنیمت دی، ہم اس طرف ہوئے ہم نے انہیں سلام کہا تو انہوں نے سلام کا جواب دیا، اور جبریلؑ اسے پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبریلؑ نے جواب دیا: یہ احمد ہیں، اس پر نبی علیہ السلام نے کہا:

نبی امی عربی کو سلام کہتا ہوں جس نے لوگوں تک اپنے رب کا پیغام پہنچایا، اور اپنی امت کی خیر خواہی کی، پھر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حرکت کی دعا کی اور کہا:۔ خدا سے اپنی امت کے لئے سہولت کی دعا کرنا، پھر ہم سے دور رہنا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا: جبریلؑ یہ کون ہیں؟ جبریلؑ نے جواب دیا: یہ یحییٰ بن مریم ہیں۔ میں نے کہا: یہ کسے خطاب کر رہے ہیں؟ جبریلؑ نے کہا اپنے رب کو میں نے کہا: کیا اپنے رب کے سامنے زور زور سے بول رہے ہیں۔ جبریلؑ نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ کو ان کی تیری طرح کا علم ہے، پھر اتنی حدیث بیان کی کہ اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ انسؓ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ابراہیمؑ علیہ السلام سے ہوئی۔ پھر یہی اقصیٰ میں گئے۔ اور انبیاء کی امت کی غنائی کہتے ہیں۔ اس میں غرابت ہے!

اور اس میں کوئی مخالفت بھی نہیں۔ کہ انبیاء اپنی قبول میں نماز پڑھتے ہیں یعنی وہی شرعی نماز جو وہ دنیا میں پڑھا کرتے تھے اس لئے کہ وہ تو اب بھی دنیا میں ہیں، اور دنیا عبادت کا گھر ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ یہاں صلوت سے نفوی صلوت مراد ہے یعنی یہ کہ اللہ کو پکارتے، اس کا ذکر کرتے اور اس کی تعریف کرتے ہیں تو طبیعت ہے۔ کہ انبیاء کی مانگ سے حقیقی نماز مراد ہے، نہ کہ نفوی کیونکہ حدیث کے ظاہر ہی الفاظ سے یہی مستفاد ہوتا ہے نیز اس لئے کہ انبیاء اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور رزق پاتے ہیں، یعنی ان کی زندگی حقیقی زندگی ہے، لہذا خواہ ہم شرعی نماز مراد ہیں خواہ نفوی ہر صورت میں نماز کے لئے زندہ جسم کا ہونا ضروری ہے، حقیقی نماز مراد لینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ بدن روح کیسا تھا جیسا ہی طرح زندہ ہو جس طرح دنیا میں تھا کہ اسے کھانے پینے وغیرہ دیگر جسمانی صفات کی ضرورت



ہو جیسا کہ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ یہ خبریں جاری عادت بن چکی ہوتی ہیں۔ اس لئے ضرورت محسوس ہوتی ہے، ورنہ عقلی طور پر ان کی کوئی ضرورت نہیں چنانچہ یہ ہم دیکھتے ہیں کہ فرشتے زندہ ہیں۔ مگر انہیں ان چیزوں کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ انبیاء کا عبادت کرتا اپنے نفس کی خواہش کو پورا کر کے لے لے ہے۔ لہذا انہیں اس سے خوب لذت محسوس ہوتی ہے، اور یہ حاکمیت ان پر لازم و واجب نہیں۔ کیونکہ اگر لازم ہوتی تو اس سے لازم آتا کہ مرنے کے بعد بھی وہ مکلف ہیں (حالانکہ ایسا نہیں)۔ جس طرح اہل حیات کے دل میں ذکر الہی کا خیال ڈال دیا جائے گا۔ اور انہیں اس سے بہت لذت حاصل ہوگی۔

حسن بن عرفہ اور ابو نعیم کے ہاں ابن مسعود کی روایت میں بھی اسی طرح وہاں ہے مگر ابن مسعود کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت علیؑ اور علیہ وسلم نے فرمایا ہے

پھر میں جس داخل ہوا اور میں کو چھپانا کوئی قیام نہیں، کوئی رکوع نہیں اور کوئی سجود نہیں۔ اس کے بعد وہ ان ہوئی۔ زرقانی کہتے ہیں کہ یہ ابن مسعود کی روایت نہیں۔ بلکہ ان کی روایت ہے، فتح الباری میں اس کے بعد ہے کہ پھر انہوں نے کہا کہ اقامت کہی گئی تب میں نے امامت کی اور ان کے ہاتھ کے ہاں حضرت انسؓ نے بیڑ بنائی تاکہ اس کی نیت ہے۔ کہ کوئی شخص ہی میری گدڑی حتیٰ کہ بہت سے لوگ آئے ہو گئے۔ پھر وہ ان میں سے ایک شخص نے ہاتھ دے کر نماز کے لئے کھڑے ہو گئے پھر منظر دے۔ کوئی امامت کرنے کو قبول نہیں کیا تو پھر مجھے آگے کر دیا مابین نے نماز پڑھائی تاکہ اس کے ہاں ابن مسعود کی حدیث میں بھی ہے کہ نماز کا وقت آگیا۔ تو میں نے نماز پڑھائی۔

اگرچہ ان کے ہاں ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے کہ جب آنحضرتؐ رضی اللہ علیہ وسلم میرا اعضاء میں آئے تو آپؐ نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ تو انبیاء علیہ السلام نے بنی آپؐ کیا تھا پھر بھی۔

جیسا کہ اس سے پہلے حدیث میں ہے۔ حدیث کے الفاظ سے یہ مراد نہیں ہے کہ آپؐ اکیلے نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے تو انبیاء نے آپؐ کی اقتداء کی، کیونکہ احادیث ایک دوسری کی تفسیر کرتی ہیں۔

سوال :- انبیاء تو مکرر نماز آخرت میں پہنچ چکے ہیں۔ اور وہ آخرت وارکٹ نہیں۔ پھر ان کی نماز کیسی ؟  
جواب :- رفیق خود ہی یہ سوال کہ خود ہی اس کا جواب بھی دیتے ہیں کہ اس سوال کا جواب تمام عیاض نے دیا ہے، اور سبکی نے اس کی پیروی کی ہے۔ کافیا علیہ السلام شہداء کی طرح ہیں۔ بلکہ ان سے بھی افضل ہیں۔ اور شہداء اللہ کے ہاں زندہ ہیں۔ اور ذوق پا لے ہیں۔ لہذا انبیاء کا بیچ کرنا اور نماز پڑھنا کوئی بیجا بات نہیں۔ اور نہ ہی یہ بعید ہے۔ کہ وہ جس عبادت سے بھی ہو کہ اللہ کا قرب حاصل کریں۔ کیونکہ انبیاء اگرچہ وفات پا چکے ہیں۔ مگر پھر بھی وہ دنیا میں ہیں اور دنیا دار عمل ہے چنانچہ جب مدت دنیا ختم ہو جائیگی۔ اور اس کے بعد آخرت خود راجعاً ہے۔ یعنی اس وقت ان کا عمل بھی منقطع ہو جائیگا۔ محض یہ کہ وہ ان کے انبیاء کے اسکا عمل اور اپنے اس جو کر دے اس کا تعلق ہے، ورنہ خود دنیا کے احکام ہی جاری ہونگے۔ نیز وہ ان آخرت میں عبادت بطور فریضت کے نہ ہوگی، مگر پھر بھی لذت و انکساری کے طور پر اعمال جاری رہیں گے۔ اسی لئے زیادت

اہل جنت تسبیح بیان کریں گے۔ عا کر کے اے اسقرآن پڑھیں گے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ اہل جنت کو قبلہ الہام تسبیح بیان کرنا اسی طرح سکھایا جائے گا جس طرح سانس لینا سکھایا جائیگا۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان:

حَسْبُكَاهُمْ فِيهَا مَسْجِدًا تِلْكَ الْاَلْفُ

کا یہ مفہوم ہے،

خدا انہیں کوئی مسجد عبادت کے وقت انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مسجد پر لے جانا کیا یہ عبادت اور محل نہیں

بہر دو صورت: نہ درخ میں ان اعمال سے کوئی چیز نافع نہیں،

تھا نہ میتانی کا قبر میں نماز پڑھنا۔ انہی باتوں کی تائید صحیح روایت میں یہ بھی ثابت ہے کہ انہوں نے دعا کی کہ اے خدا اگر تو نے کسی کو یہ فضیلت عطا کر ہے، تو مجھے بھی یہ فضیلت عطا کرنا۔ یہاں تک وفات کے بعد بھی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا گیا۔

اس کے ثبوت کیلئے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مرضی علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھنا کافی ہے۔ پھر یہ بات بھی ہے کہ سب کچھ کرنا اور آخرت میں اختیار نہیں دیا گیا۔ اس وقت تک ان کی مروت قبول نہیں کی گئی۔ مادہ ایک لغتیں امر ہے کہ اگر وہ دنیا میں زندہ رہتے تو وہ ایک محل بدستور کئے جاتے اور اس کے بعد جنت میں جاتے۔ اگر انہیں یہ معلوم ہوتا کہ اللہ کے پاس منتقل ہوجاتے ہیں تو کیا ان کو یہ حال نہ ہو گا۔ تو وہ آخرت کو اختیار نہ کر کے دنیا کرینا سے محتاج ہو جاتے ان سے وہ اعمال چھوٹ جاتے ہیں، انہیں اللہ کا اور قرب حاصل ہوتا، جس سے وہ آخرت کو اختیار نہ کر لیتے۔

نورقانی کا ایک اور بیان [انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خفا میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ قبر میں زندہ ہیں۔ یہی کہتے ہیں اس لئے کہ دنیا و کون کی روح قبض کئے جاتے ہیں پھر انہیں فراموش ہوجاتی ہے، البتہ وہ شہداء کی طرح اپنے رب کیسے اپنے نظر ہیں۔ ماسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کی ایک جماعت کو دیکھا اور آپ نے نمازیں ان کی امامت کی۔ آپ نے یہ بھی بتلایا ہے۔ اس آپ صادق القل ہیں۔ کہ ہمارا دعو آپ پر میں کیا جاتا ہے اور ہمارا سلام آپ کو پہنچتا ہے۔ ..... مادہ بھی بتلایا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کیلئے انبیاء کے رسول کو کھانا خواہم فراہم فرمایا ہے، یہی کہتے ہیں کہ کشمیری کوئی نئی قوم ہو گا جس میں نبوت اور شہادت کے دونوں بھروسے چائے گئے ہوں گے، لہذا انبیاء اللہ تعالیٰ کے فرمان :-

وَلَا تَحْزَنْكَ بَيْنَ الْاَلَمَيْنِ فَتَرْكُوا (الایہ)

کی سخت کا جاتے ہیں۔

احمد انور لیلی، طبرانی، حاکم اور بیہقی نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ میں قربا ترم کھا کر کہنا زیادہ پسند کرتا ہوں

یہ نیزہ خطہ نمبر ۷۰۰۰ پر ثبت ہیں اسلمانی پھر تھامی۔ مام الدہ اور تافہیل تھے۔ ایک دن ایک رات میں ترقن مجید ختم کیا کر کے تھے، ایک کفر فی اللہ ہم نے ان سے پوچھا کہ کوئی عاید میں دیکھا ہے تو انہی نے ۵: ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ نیزہ خطہ نمبر انبیاء (۲۴۷) کے نیزہ خطہ نمبر انبیاء (۲۴۷) دیکھا (۲۵۳)



کے لئے موت کا لفظ استعمال کرنے پر اتفاق ہے۔ حضرت عمرؓ نے پہلے تو یہی کہا۔ مگر جب ابو بکرؓ سمیت ہو چکی تو انہوں نے حضرتؓ کے منبر پر چڑھ کر کہا :-

کل میں نے ایک بات کہی تھی مگر یہ حقیقت وہ بات نہ تھی۔ اللہ کی قسم زندگیاں قرآن میں تھی۔ اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایسا فرمایا تھا۔ لیکن میں امید کرتا تھا کہ آپؐ زندہ نہیں گئے اور سب سے کفر آپؐ کی وفات ہو گئی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے وہ انعامات و اکرامات پسند فرمائے جو اللہ کے پاس تھے،

**جو آگ :-** تقی الدین سبکی نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وفات تو ضرور پا چکے۔ مگر یہ موت مستقل اور جاری نہ رہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات کے بعد زندہ کر دیا گیا تا آپؐ کے اٹاک وغیرہ کو اور اس کی طرف سے ضرورت میں منتقل کیا جاسکتا تھا۔ اگر یہ موت جاری رہتی مگر نہ دوسری زندگی آنحضری زندگی ہے اور یہ زندگی شہداء کی زندگی ہے۔ شہداء کو شہداء علی وکمل ہے۔ اس لئے کہ انکی موت شہداء سے افضل ہیں۔ اول مسکن کے ہاں روح کے زندہ ہونے میں قطعاً اختلاف نہیں ہے۔ یہی ثابث شدہ امر ہے، کہ انبیاء کے بدن پر سیدہ نہیں ہو سکتے مگر یہی شہداء کا تو یہ انہی کیا تمام امت کے بدن کے بدلے میں روح کا دیا جانا صحیح احادیث میں ثابت ہو چکا ہے۔ اور انبیاء تو شہداء کے بدن سے بھی افضل تھے۔ یہ بحث صرف اس بات میں ہے، کہ کیا یہ روح بدن میں بدستور رہتی ہے، اور کیا بدن اسی طرح زندہ ہو جاتا ہے، جس طرح خدا میں تھا۔ یا روح کے بغیر زندہ رہتا ہے۔ اور روح وہاں ہوتی ہے جہاں اللہ کے چاہا۔ اس لئے کہ زندگی کے لئے روح کا ساتھ ہونا ضروری ہے۔ عقلی جیس ہے، اور عقل موت کے بغیر زندہ ہونے کو جائز قرار دیتی ہے۔ لہذا اسب صحیح روایت مل جائے۔ تو اسکی پیروی کی جائیگی۔ چنانچہ خدا کی ایک بھانوت نے ایسا ذکر بھی کیا ہے، اور موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنا اور اسکا شہداء قبر میں بھی اسی طریق اختیار کیا ہے، چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ حدیث کے ظاہری الفاظ سے کوئی معلوم ہوتا ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرشتے علیہ السلام کو بیداری کے عالم میں حقیقی طور پر دیکھا۔ اور یہ کہ حضرت موسیٰ قبر میں زندہ ہیں۔ جن طرح دنیاوی زندگی میں نماز پڑھا کر کے اسی طرح اس میں پڑھتے ہیں۔ اندیہ ممکن ہے۔ کیونکہ نماز کے لئے زندہ جسم کا ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح انبیاء کی تمام وہ صفات ہیں، جن کا ذکر معراج کے بیان میں آیا ہے۔ اس لئے کہ یہ صفات تمام کی تمام جسم کی صفات ہیں۔ اس زندگی کہ حقیقی طور پر زندہ ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ بدن کو بعینہ اسی طرح کھائے پیئے کی ضرورت ہو جس طرح دنیا میں ضرورت پڑتی تھی۔

خدا ہی مرتبہ میں ہے کہ انبیاء و شہداء اور علماء کے اجسام پر سیدہ نہیں ہو سکتے۔ اور انبیاء اور شہداء اپنی قبول میں کھائے ہیں، پیتے ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں۔ روزے رکھتے ہیں۔ اور حج کرتے ہیں۔ انہیں ان کی نماز اور حج وغیرہ کا ثواب بھی ملتا ہے۔ مگر وہ ان اعمال کے کمرے کے متکلف نہیں بلکہ وہ ان سے لذت حاصل کرتے ہیں۔ ان کے جسموں کی کچھ بھی کیفیت ہماری ہے، ان کے حقیقی طور پر زندہ ہونے میں کوئی ایسی بات نہیں جسے عقل محال قرار دے،

اب رہے اولاد کا مثلاً علم یا معاشقہ و شہداء و شہداء کے بدن میں باقی جاتی ہیں۔ نہیں بلکہ ہر بات میں



پائی جاتی ہیں۔ جیسا کہ احادیث میں آیا ہے،

**قرطبی کا بیان** [قرطبی نے مذکورہ میں اپنے شیخ سے بیان کیا ہے، کہ موت عیسیٰ یعنی کلی قاتر کا نام نہیں، موت و ایک حالت

سے نکل کر دوسری حالت میں جلنے کا نام ہے، اس کی دلیل یہ ہے، کہ شہداء قتل ہو جانے کے بعد اپنے رب کے پاس زندہ ہیں

کھاتے ہیں اور خوش ہیں۔ اور یہ تمام صفات وہی ہیں جو دنیا میں زندہ لوگوں میں پائی جاتی ہیں۔ جب شہداء کا یہ حال ہے

تو انبیاء و اوصیاء سے کہیں زیادہ کی توقع میں ہیں۔ یہی صحیح حدیث میں ہے، کہ زمین فیضاً کے حصول کو نہیں کھاتی اور ایک شخص

صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات معراج کی رات بیت المقدس میں انبیاء سے ہوئی اور آپ نے عیسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز

پڑھتے دیکھا۔ اور آپ نے یہ بھی فرمایا، کہ جو شخص آپ کو سلام کہتا ہے، آپ اس کا جواب دیتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ معلوم

امور اچھے ہیں۔ جن سے قطعی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے، کہ انبیاء کی موت صرف اسی قدر ہے کہ وہ ہم سے غائب

ہو کر الہی جگہ چلے گئے کہ اب ہم ان کو نہیں پا سکتے، اگرچہ وہ موجود اور زندہ ہیں۔ اور مولے ان انبیاء

الذکر کے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص عنایات سے فرالے۔ جو میں سے کوئی شخص ان کو نہیں دیکھ سکتا، انتہائی

سوال :- معراج والی حدیث میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا

اور پھر آسمان میں بھی دیکھا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

جواب :- انبیاء و صفیہ نہیں ہیں۔ جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں۔ اور پھر واپس چلے آتے ہیں یا یہ کہ انبیاء کی مدد میں جن

سے جہاں چاہیں کہیں جاتی ہیں۔ مگر روح کا دیمان اور طاق بدن سے قائم رہتا ہے، لہذا وہ ایک دوسرے کو

پہچاننے اور قریب و بے پر قادر ہیں۔ تاکہ اسلام کرنے والے کا جواب دے سکیں۔ اسی بات کی بناء پر آپ نے عیسیٰ علیہ

السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔ اور آسمان پر بھی دیکھا۔ اسی طرح دیگر انبیاء کو بیت المقدس میں بھی دیکھا اور کہنا

پر بھی۔ جن طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم رفیق اعلیٰ کے ساتھ ہیں اور آپ کا بدن آپ کی قبر میں ہے، اور آپ سلام

کرتیوں کی سلام کا جواب دیتے ہیں۔

**حافظ ابن قیم کا بیان** اس سوال کے جواب میں حافظ ابن قیم نے نہایت عمدہ بحث کی ہے، جس سے اہل ہدایت میں

کرتا ہوں۔ اس کے بعد ترجمہ پیش کروں گا۔

وقد نقل ابن الصق عن عائشة ر معاوية ثمهما قال الا انما كان الاسلام بمرورهما

ولم يفقد جسداً ۱ و نقل عن الحسن البصري نحو ذلك ولكن ينبغي ان يعلم الفرق بين

ان يقال كان الاسلام متامراً وبين ان يقال كان بمرورهم دون جسدہ ۲ و بينهما فرق

عظیم ۳ و معاوية لم يقول ان متامراً و اضاعا لا امري بمرورهما ولم يفقد

جسداً ۴ و فرق بين الامرین ۵ فان ما يرا لا التام قد يكون امتناعاً مضررةً للمعلوم في الضم

المحسنة فيرى كانه قد خرج به الى السها وذهب به الى مكة و انقطاع الاخرين و روحهما

لن تجد بعد ولم تذهب وانما ملك الرب يضرب له المثال.

والذين قالوا اخرج برسل الله صلى الله عليه وسلم طائفتان ، طائفة قالت اخرج بروحهم ويدنوا وطائفة قالت اخرج بروحهم ولم يفقد يدنا وهو الام لم يريد وان العراج كان منا ملوا انما اداوا ان الروح ذاتها اسرى بها واخرج بها حقيقة وباشرت من جلس ما تباشر بعد المقارفة وكان خالفا في ذلك كحالها بعد المقارفة في صحتها الى السموات سماؤنا حتى يفتل بها الى السماء السابعة فتقف بين يدي الله عز وجل فيما هو فيها بما شاء ، ثم تقول الى الارض ، قال لبي كان لرسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن الا سكره اكل مما يحصل به روح عند المقارفة ومعلوم ان هذا امر كوني ما يراه الكافر لكن لما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم في مقام خرق العوايد حتى شق لبطنا وهو حج لا ينال لم يبدل المخرج بان روحه المقدسة حقيقتا من قبل اماته ، ومن يروا ان كان بان روحه الصعود الى السماء الا بعد الموت والمقارفة ، فالانبياء والاشيا استقرت اراهم هناك بعد مقارفة الايمان وروحهم رسول الله صلى الله عليه وسلم صعدت ، ذلك في مجال الحياة ثم قادت وبعد وفاته استقرت في القبر الا على مع ارواح الاشياء ورفع هذا احكاما استراحت على اليقين واشراقا وتعلق به بحيث يترك السلام على من سلم عليه ويمنع التعلق راي قولي فاما يتصل في قوله وراوه في السما والسادسة ومعلوم انه لم يخرج من شيء من قديم ثم ردا اليه ، وانما ذلك مقام روحه واستقراره الى يوم معد الان يروح الى اجسادها ، فراه يصعد في قديم وراوه في السما السادسة كما ان الله صلى الله عليه وسلم في ارفع مكان في القبر الا على مستقرهم هناك ويبدل في حيزا يحترق عليه موقوف قد اسلم عليه السلام ربه الله عليه روحه حمدا عليه السلام ولم يبق في الملا الا على ، ومن كثرت احواله وصلت طباة عن اذراك هذا فليسظم الى الشمس في حلق غلها ، وتلقها ، تانها في الارض وحياة النبات والحجر بانها ، هذا ، وشان الروح فوق هذا اقلها قاتل ، وللكون ان شاء وهذا النار تكون في محلكا وحرارها لم يبق في الجسم العجيب عنها مع ان الارض باطال الشعل التي بين الروح والبدن اكلوا واذراك واكثر كفسك السور اكل من ذلك والطف ، فقال للغيوب السرور انك ان تروى ، هذا الشمس ما شغشى خلائم الليل

ترجمه : ان بعض نے حضرت عائشہ اور معاویہ سے نقل کیا ہے ، کہ انہوں نے فرمایا کہ عراج من انحرث کی طرح کہی ہے  
 لہذا ملاحظہ فرمائیے کہ انحرث فعل الفعل ہے ، وعاویہ اسم بری ہے ، عراج اسم بری ہے ، انحرث کی معنی ہے  
 ۱۵۸







کرتے ہیں کہ کدہ ہو سکتا ہے، اگر جب بد اعمال کو ایسا معلوم ہو جائے کہ میرے اعمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش نہ آتے ہیں، تو وہ ان اعمال سے باز آجائے، یہ حدیث اس حدیث کے مخالفت نہیں جس کی روایت حکیم ترمذی نے کی ہے، کہ اعمال پر اور جھوٹ کے دن اللہ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں، اور انبیاء اور والدین کے سامنے جو کدہ وہ لکھی نیکوں سے خوش ہوتے ہیں یا بد ان کے لیے ہر سال زیادہ و مفید اور پیکار میں جاتے ہیں، لہذا اللہ سے ڈرو اور اپنے مرگاں کو کدہ دو، کیونکہ جو کدہ ہے کہ ہر روز تو یہ اعمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تفصیلی طور پر پیش ہو گئے ہوں، اور تمام انبیاء و جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں، ہر کدہ دن اجمالی طور پر پیش کئے جاتے ہوں، لہذا میں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امتیاز یا ایسا کہ ہر روز تو آپ کی امت کے اعمال آپ پر تفصیلاً پیش ہو گئے ہیں اور کدہ کو اچھا۔

ایک بدوی کا واقعہ بدوی کا واقعہ بہت سے گروں نے بیان کیا ہے ان میں سے ایک امام ابو نعیم النعمانی ہیں جنہوں نے اس واقعہ کو اپنی کتاب میں محمد بن عبد اللہ بن عمر بن معاویہ بن عمرو بن عبسہ بن ابی سفیان بن خثیمہ بن عبد المصنوع بن قحطی بن متنی <sup>۲۳۳</sup> سے روایت کیا ہے، نیز ابن اسحاق، ابن عساکر، ابن الجوزی نے مشیر القوام میں محمد بن حرب الباقی سے نقل کیا ہے، مگر میں یہ نہ معلوم کی زیارت کے لئے آیا، متنبہ کے سامنے بیٹھ گیا، اتنے میں ایک بدوی بھی زیارت کیلئے آیا، اس کا کہنا۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ  
وَلَوْ أَنَّهُمْ رَأَوْا ظِلْمَهُ إِذْ ظَلَمُوا أَفَعَبَهُمْ جَاءَ ذَلِكَ وَاسْتَعْظَمُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرُوا لَهُمُ الْبُشْرَى  
لَكِنْ جَدَّ اللَّهُ تَوَّابًا رَحِيمًا

میں نے گریز لوگ اپنے نفسوں پر غلام کرنے کے بعد تمہارے پاس آجائیں، اور اللہ سے معافی چاہیں، اور آپ بھی ان کیلئے استغفار کریں، تو یہ اللہ کو توباب و رحیم پائیں گے،

انہیں آپ کی خدمت میں اپنے کان ہول کی نفرت چاہتے کیلئے آپ کی شفا، ت کا علاج کا دم کرنا ہے، اہل اللہ پھر اس لیے شکر پڑے،

يَا خَيْرُ مَنْ دُنِيَ بِالْإِقْعَاعِ أَعْظَمُ  
فَكَسَى الْعَدْلَ لِمَقْبَرَتِكَ سَكَتُ  
فَقَابَ مِنْ طَبِيبِ بَيْتِ الْقَاعِ وَالْحَكَمُ  
فِيهَا الْعَفَاكَ وَفِيهَا الْجُودُ وَالْعُكْرُ

پھر استغفار کرنے کے بعد وہ بدوی چلا گیا، جہاں کہتے ہیں کہ مجھ اور گیارہ لاکھ آدمی اس حالت میں  
میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، انہیں نے مجھ فرمایا، اے عقی اسے جا کر زیارت کر، یہ وہ اللہ تعالیٰ نے میری سفارش کی وجہ سے اسے بخش دیا ہے، میں بیدار ہوا، انہیں کی لاش میں نکلا، اس شخص کا میں تیرہ دن چلا،

محمد بن ابی الدین ابن الصری قنوجات کی روایت: ۱۹۳ باب ۵۵۲، آیت وَلَوْ أَنَّهُمْ رَأَوْا ظِلْمَهُ إِذْ ظَلَمُوا أَفَعَبَهُمْ جَاءَ ذَلِكَ وَاسْتَغْفَرُوا لَهُمُ الْبُشْرَى، کے تحت

دیفنا حاسہ، ص ۱۶، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفارشی کتب کے جملے کے متعلق ہے، یہ روایت حدیث میں ملے، بعض مسندین میں یہ

کے قریب آتے ہیں کہ ان میں اس کا بھی انکار کریں، (نقد) حاشیہ صفحہ ۵۰: ۳۳۲-۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱



گیا۔ نیز کتاب کی مدح کبھی بھی آج سے صحابہ نہیں کرتے

بخاری کے تاریخ میں، بطریق احمق، ابن ماجہ اور ابوالقاسم ہما علی بن محمد بن عیسیٰ (م ۳۵۰ھ) نے تخریب و تہریج کا  
کار بن یا سر سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

اِنَّ لِلّٰهِ مَلَكًا اَعْطَاهُ سَمْعَ الْعِيَادِ كُلِّهُمْ فَمَا مِنْ اَحَدٍ يُصَلِّيْ عَلٰى رَاٍ وَّابِلٍ فَيَقُولُ

اللّٰهُ اَكْبَرُ فَرَضَ جَسَدُ الشَّيْءِ تَامِمٌ مُّطَوَّقٌ كَيْ سَمْعِ كِي سَاعَتِ رَاٍ هِيَ، لہذا جب کہ شخص جو پروردگار پر یہ کہتا ہے،  
تو وہ اپنے جسد تک پہنچا دیتا ہے۔

بطریق نے عمار بن یاسر سے یہی روایت کی ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

اِنَّ لِلّٰهِ مَلَكًا اَعْطَاهُ سَمْعَ الْخَلْقِ كُلِّهَا وَهُوَ قَائِمٌ عَلٰى الْاُتْرَاقِ اِذَا امْسَتْ اِلٰى يَوْمِ  
الْقِيَامَةِ فَلَيَسِّرُ اَحَدٌ مِنْ اُمَّتِيْ يُصَلِّيْ عَلٰى صَلَوةٍ اَلَا سَمَاعُكُم بِاَسْمَاعِہِ وَاَسْمِہِ اَمِيْرُكُمْ وَكَلِمَتُہِ  
يَا اَلْهَمُّ سَدِّ صَلَاتِكَ فَلَا اَنْ اَبْنُ فَلَانُ قَبَضَ الرِّبَّ قَبْلَ اَنْ يَكُنَّ رَاٍ وَّابِلٌ وَاِحَادَةٌ عَشْرٌ  
اللّٰهُ اَكْبَرُ فرشتہ ہے، جسے اللہ نے تمام مخلوق کے سامنے کے کان دئے ہیں، میرے سر کے بعد میری قبر پر میرے  
تک کھڑا رہیگا۔ چنانچہ میری امت میں سے جو بھی پروردگار کو بھیجے گا مگر وہ اس کا اور اس کے باب کا نام لیکر مجھے بتائے گا  
اور کہتا ہے اسے فلان بن فلان نے آپ پروردگار بھیجا ہے، اور اسے تبارک و تعالیٰ پروردگار کے فضل میں اس پر دسترس  
حرمین بھیجے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-  
دُرود بھیجے والے کا درود سننے والے

مَوْصُوْلٌ فَلَنْ يُّعْذَرَ قَابِلٌ مِّنْهُ وَمَنْ صَلَّى عَلٰى قَائِمٍ وَّابِلٍ اَللّٰهُمَّ  
مَدِّكَ يَبْلُغُ عَنِّيْہِ "جو شخص میری قبر پر آکر مجھے پروردگار بھیجتا ہے، اور جو زندہ نہ ہو وہ بھیجے اس  
کے لئے اللہ نے ایک فرشتہ مقرر کر رکھا ہے اس درود کو جو تک پہنچا دیتا ہے،

القول القائل میں ہے، کہ جب درود پہنچنے والا قبر پر آسے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ اس درود  
کو سننے میں بنو اہ جمعہ کی رات ہر ایک کوئی اور بات،

یہ بھی کہ شعب الایمان اور حیاۃ الانبیاء میں ابن سوطی نے انہما والآفریاء میں حضرت انس سے روایت کی ہے۔  
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

اِنَّ اَفْرَیْہِمْ حَتّٰی یَوْمَ الْقِيَامَةِ تَنْفِیْ كُلِّ مَوْطِنٍ اَلْاَفْرَیْہِ عَلٰی صَلَوةٍ فِی الْکُتُبِ اَخْرَجُوْا عَلٰی اللّٰهِ

لے انہما ذلک اور سنائی : ۵ : ۳۲۲ - ۳۲۴

لے انہما ذلک اور سنائی : ۵ : ۳۲۲ تا ۳۲۴ لے انہما ذلک اور سنائی : ۵ : ۳۲۲ تا ۳۲۴ لے انہما ذلک اور سنائی : ۵ : ۳۲۲ تا ۳۲۴

۳۲۲ - ۳۲۴ لے انہما ذلک اور سنائی : ۵ : ۳۲۲ تا ۳۲۴ لے انہما ذلک اور سنائی : ۵ : ۳۲۲ تا ۳۲۴

بِذَلِكَ مَكَّا يَدْخُلُكَ فِي قَبْرِى كَمَا يَدْخُلُ عَلَيْكُمْ الْهَدَايَا يُخْرِجُنِي مِنْ صَلَاتِي عَلَى يَأْسَمِهِمْ  
وَسَيَسِبُّ إِلَى عَشِيرَتِي تَمَّ قَاتِلَتُهُ عِنْدِي فِي حَقِّقَتِهِ مَيْضًا  
انباہ الاذکیا۔ میں بجائے قاتلتہ عندی فی حقیقتہ میضہ کے اور علی بعد موتی کو لے  
فی الحیوة ہے۔

قیامت کے دن ہر مقام پر مجھ سے قریب تر کی شخص وہ ہوگا۔ جو دنیا میں مجھ پر رب سے زیادہ درود بھیجتا ہوگا۔ پھر اس  
نفاہی نے ایک فرشتہ کو مقرر کر رکھا ہوگا جو اس درود کو میرے پاس اس طرح لائے گا جس طرح تمہارے ماں گھنے پیش کئے  
جاتے ہیں۔ فرشتہ مجھے بتائے گا کہ فلاں شخص نے آپ پر درود بھیجا ہے۔ اس کا نام اور اس کے قبیلہ کا نام بھی بتلایا گا۔ میں  
اسے ایک سفید جبرئیل میں روح کر لوں گا۔  
انباہ الاذکیا میں ”و میں اسے ایک سفید جبرئیل میں روح کر دوں گا“ کی بجائے یہ ہے۔ ”موتے کے بعد مجھے بطرح  
علم ہوگا جس طرح دنیا میں ہے“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ: | جلال الدین سیوطی انباہ الاذکیا میں لکھتے ہیں کہ احمد نے مسند میں ابو داؤد نے  
مسند میں اور یحییٰ نے شعب الایمان میں ابو ہریرہ سے روایت کی ہے، کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ (صحیحہ الصفوۃ: ۱۱۰)

مَا مِنْ أَحَدٍ يَسُبُّكُمْ عَنِّي إِلَّا كَسَرْتُ لَكَ اللَّهُمَّ إِلَى كَرْنِي حَتَّى أَسْرُكَ عَلَيْهِ الشَّكَاةَ  
جو شخص بھی مجھے سلام بھیجتا ہے۔ تو چونکہ اللہ نے مجھے میری روح واپس دے دی ہوتی ہے اس لئے میں اس کے  
سلام کا جواب دیتا ہوں،

سوال ہے۔ اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے، کہ جب کبھی کوئی شخص اپنے مومن بھائی کی زیارت کو جاتا ہے اور سلام کرتا ہے تو  
وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے، لہذا اس میں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا خصوصیت پائی گئی،  
جواب ہے۔ انبیاء اور بالخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سلام کرنے والے کے سلام کا جواب حقیقی طور پر جو سلام دے دوں  
کے ساتھ دیتے ہیں، انبیاء و اہل بیت ہمارے کے علاوہ اور لوگ کا جواب دینا نہیں ہوتا، اس لئے کہ وہ حقیقی جواب نہیں  
ہوتا۔ اور لوگوں میں چونکہ روح کا جسم کے ساتھ ایک قسم کا اتصال ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ جواب دے سکتے کے قابل ہوتے  
ہیں، حالانکہ ان کی ارواح ان کے اجسام میں نہیں ہوتیں اور اس میں بعضیہ غیر مجرب کی کوئی تخصیص نہیں۔ البتہ اتصال بہت  
اس سے ایک دن پہلے اور ایک دن بعد نسبتاً زیادہ قوی ہوتا ہے۔

حضرت علیؑ کا آنحضرتؐ کی قبر پر احکم لے روایت کی ہے، اوسا سے صحیح قرار دیا ہے، وَلَيَقْبِضَنَّ ابْنُ مَرْثَمٍ حَكْمًا  
سَلام کہنا اور آنحضرتؐ کا جواب دینا | حَدِّثُوا مَنَا مَفْطُطًا وَلَيْسَ لَكُمْ حَاجًا أَوْ مُعْتَرٍ أَوْ لَمَّا بَيْنَ عَاثِرٍ  
لے زرقلی: ۸: ۳۸ و تفسیر تفسیر میں شعب الایمان کی بجائے پہنچی کی عثرات گیر کا حوالہ دیا ہے، و لفظہ ہرگز

متنبی: ۴: ۳۱۳ سورۃ احزاب زیر آیت اِنَّ الدِّلَّةَ وَمَنْ لَّمْ يَكُنْ يَصِلُوْنَ عَلَى الْاَيِّدِ الْاَيِّدِ لَمْ يَكُنْ تَقَاتِي: ۸: ۳۱۸،



حَقُّهُ مُسَلِّمٌ عَلَىٰ ذَكَرِهِ ذِي عِلِّيَّةٍ مَا هُوَ مُنْصِفٌ إِذَا مِيقَاتُ الْحُجَّهِ بَعَثَ فِي كُلِّ مَسْجِدٍ رَسُولًا لَا يَخْلِفُ عَنْهُ أَحَدٌ مِّنَ الرُّسُلِ أُولَٰئِكَ ذِي الْقُدْرَةِ الْعَظِيمَةِ  
 سَاحِلُ مَعْنَى آئِنِے اور یہ میری تقریر اگر مجھے سلام کریں گے اور میں ان کے سوال کا جواب دوں گا یہ  
 میضاج کی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انبیاء سے ملاقات  
 آپ کے ساتھ نماز پڑھیں گے

خاصی عیاض کہتے ہیں ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس میں تمام انبیاء کے ساتھ نماز پڑھی  
 ہو، پھر ان انبیاء میں سے وہی انبیاء آسمان پر گئے جن کے متعلق آنحضرت نے فرمایا ہے، کہ آپ نے انہیں آسمان پر نہ بھیجا  
 اور ابھی ہو سکتا ہے، کہ آسمان سے ایسی پروہ آپ کے ساتھ اڑ کر آئے ہوں، اور آپ نے ان کے ساتھ نماز پڑھی ہو۔  
 کسی اور نے کہا ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آسمان پر انبیاء کو روک دینے سے مراد ان لوگوں کی روحوں کو روک دینا ہے  
 سوائے عیسیٰ علیہ السلام کی تین بی بیوں کی، یہ ثابت ہے، کہ انہیں جمع کے ساتھ اٹھایا گیا۔ اسی طرح حضرت ابراہیم کے  
 متعلق کہا گیا ہے، انبیاء نے بیت المقدس میں آپ کے ساتھ نماز پڑھی تھی، ان کے متعلق بھی دونوں احتمال ہیں، ہو سکتا ہے  
 کہ وہیں ہوں اور ہو سکتا ہے، کہ وہیں مع اجماع کے ہوں، ظاہر بات ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان پر جانے  
 سے پہلے بیت المقدس میں انبیاء کیساتھ نماز پڑھی، واللہ اعلم  
 حدیث معراج کے متعلق صحیحین میں مالک بن انس رحمہ اللہ اور ابو ذر سے روایت ہے، کہ معراج کی رات آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات انبیاء سے ہوئی، اور آپ نے ان سے بات چلی گئی،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے علیہ بھی بیان فرمائے، چنانچہ مسلم میں ہے،  
 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 وَقَدْ رَأَيْتُنِي فِي سَجَاعَتِهِمْ أَوْ كُنْتُ أَسْبَا، فَأَذْأَمُونِي فَأَلَحُّ يَصْلِي فَأَذْأَجَلُ حَرْبٍ كَانَتْ  
 مِنْ رِجَالٍ شَعْرَةً، فَأَذْأَعِيضِي مِنْ فَرْجِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَلَحُّ يَصْلِي أَسْبَا لَكَابِ بَهْمِغَهَا  
 عَمْرَةً بِنِ مَسْعُودِ التَّقِي قُلَادِ الْبُرَاهِيمَ قَالِحِي يَصْلِي أَسْبَا لَكَابِ بَهْمِ صَاحِبِكُمْ يَفْقَهُنَّ  
 فَكَانَتْ الصَّلَاةُ فَأَمَقْنَهُمْ

میں نے آپ کو انبیاء کی جماعت میں دیکھا، دیکھا تو میری کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ وہ چپٹ و چالاک آدمی ہیں  
 اور قبیلہ شعوہ کے ایک آدمی معلوم ہو رہے ہیں، پھر میری کمرے نماز پڑھتے دیکھا۔ غزوہ بنی معوذہ سے ان کا علیہ  
 بہت ملتا ہے، پھر ابولہب علیہ السلام کو کمرے نماز پڑھتے دیکھا، ان کا علیہ میرے جیسے ہے، بہت ملتا ہے، پھر  
 نماز کا وقت آیا، تو میں نے امامت کی،

لے ترجمان السنہ : ۳ : ۵۹۲ بحوالہ درمنثور : ۶ : ۶۲۵ نیز ملاحظہ ہو انباء الاذکار، صفحہ ۴۴، ۲، فتح الباری : ۱۶۳،  
 ۱۶۴، ۴ : ۱۶۴،

اس حدیث کی شرح میں نو ذی کھتے ہیں :-

تہنی عیاض کہتے ہیں کہ جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے طواف کا ذکر کیا تھا، تو وہاں ان کی نماز کے متعلق جواب دے دیا تھا۔ پھر کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ یہاں نماز سے مراد ذکر اور دعا ہو۔ اور یہ آخرت کے اعمال میں سے تہنی عیاض کہتے ہیں اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کو تہنی عیاض پرستے دیکھا ہو، اور پھر انبیاء کے ساتھ بیت المقدس میں نماز پڑھی ہو، اور پھر انہیں اپنے اپنے مرتبہ پر آسمان پر بھیجا ہو، اور انہیں نے آیت کو سلام اور مرجا لیا ہو، اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرثیٰ علیہ السلام کو آیت کے پاس بیت المقدس کی طرف جاتے ہوئے آسمان کو چڑھنے سے پہلے دیکھا ہو، اور پھر موسیٰ علیہ السلام ان پہلے ہی آسمان پر پہنچ گئے ہوں، یہ بھی احتمال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اس وقت دیکھا ہو، اور ان کے ساتھ نماز پڑھی ہو، جبکہ آپ کی ان سے پہلی ملاقات ہوئی ہو، اس کے بعد انہوں نے آپ کو سلام اور مرجا لیا ہو یا سدرۃ المنتہی سے واپسی پر آپ کا ان کے ساتھ اجتماع ہوا ہو، اور ان کے ساتھ نماز پڑھی ہو، اور موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا ہو، واللہ اعلم۔

آنحضرت کا موسیٰ علیہ السلام صحیح مسلم میں ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حج کرتے نہ دیکھا، فرمایا :-

كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ هَذَا بَطْنُ الشَّيْئَةِ ذَكَرُوا جِوَارِيَ إِلَى اللَّهِ بِالنَّبِيَّةِ  
میں موسیٰ علیہ السلام کو گھاٹی سے اترتا ہوا دیکھ رہا ہوں، اور وہ گڑ گڑاتے ہوئے تعبیر کہہ رہے ہیں، اور اس پر نو ذی فرماتے ہیں :-

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ یا وجود اس کدو اموات میں اور دار آخرت میں میں بعد وہ کیسے کہتے ہیں، اور تعبیر کیسے کہتے ہیں، اس کے کئی ایک جواب ہیں، ایک جواب یہ ہے کہ انبیاء شہداء کی طرح ہیں، جنہں جہان سے ہی انتقال ہیں، اور شہداء اللہ کے ہاں زندہ ہیں، لہذا ان کا حج کرنا ان کیسے کہنا کوئی بے بیات نہیں، اور نہ ہی اس میں کوئی بعد ہے کہ ان سے جہان بھی سکا اللہ کا قرب حاصل کریں، اگرچہ وفات پا چکے ہیں، مگر پھر بھی وہ اس دنیا کے اندر ہیں، اور دنیا دار اہل ہے، جب دنیا فنا ہو جائے گی اور آخرت آجائے گی، جو دار جزا رہے، تو عمل بھی منقطع ہو جائے گا۔

حافظ ابن حجر کا بیان | اعتراض | یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبیاء کو آسمانوں پر دیکھا ہو، حالانکہ ان کے اجسام قبول میں ہیں؟

جواب :- اس کا جواب یہ ہے کہ ارواح مختلف اشکال اختیار کر سکتی ہیں، چنانچہ یہاں ان کی ارواح نے ان کے جسم کی شکل اختیار کر لی، یا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کی وجہ سے انبیاء کے اجسام کو اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے لئے حاضر کیا گیا ہو، اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے،

لے مسند ترمذی : ۲ : ۲۳۸ لے مسند ترمذی : ۲ : ۲۳۸ لے مسند ترمذی : ۲ : ۲۳۸ لے مسند ترمذی : ۲ : ۲۳۸ لے مسند ترمذی : ۲ : ۲۳۸

جسے عبدالرحمن بن اٹم نے ان سے روایت کیا ہے، کہ

وَرَبِّتْ لَنَا اِذَا مَرَمْنَا دُرُوبَنَا مِنَ الْاَنْبِيَاءِ

آدم اور دیگر انبیاء کو آنحضرت کی خاطر مبعوث کیا گیا۔

بلقیسی کا بیان | تاقی القضاۃ جمال الدین بلقیسی سے پوچھا گیا کہ قیامت کے دن آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجود میں پڑ جائیں گے، تو کیا اس وقت آپ کا وضو ہوگا یا نہیں،

سجدہ میں پڑ جائیں گے، تو کیا اس وقت آپ کا وضو ہو گا یا نہیں،

بلفیضی نے جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل موت دیا گیا تھا اور وہ غسل اب تک قائم رہا۔

باقی ہے، اس لئے کہ آپ قبر میں زندہ ہیں، اور آپ کے حضور، ٹوٹنے کی کوئی وجہ موجود نہیں ہے۔

[illegible]

## الَّذِي دَعَا إِلَى دُرُوحٍ... پر بحث،

منکرین حیات اُتیا، چونکہ انکار کا بہانہ دُعوئے تے رہتے ہیں، اس لئے انہوں نے اپنے انکار پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ دُعوئے موت کہتا ہے کہ یہ ایک شکل حدیث ہے جس کے حل کرنے کی متعدد علماء نے کوشش کی ہے، مگر ان کے نزدیک انبیاء کا زندہ ہونا ایک امر حقیقی نہ ہوتا تو پھر اس حدیث میں بھی کوئی اشکال نہ ہوتا اور حل آسان تھا، مگر چونکہ ان کے پاس امتیاز کے زندہ ہونے کا مسئلہ ایک مسئلہ مسلمہ ہے، اس لئے اس حدیث کے حل کرنے میں اشکال پیدا ہوا، اب میں اس حدیث کو حل کرنے کی کوشش کرتا ہوں، اس قسم کے الفاظ میں مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال کئے ہیں،

(۱) عَامَّةُ الْمُؤْمِنِينَ كَيْفَ . میں اس سے پہلے بن عبد البر کی روایت پیش کر چکا ہوں جس کے الفاظ یہ ہیں،  
مَا رَأَيْتُ أَحَدًا يَقُولُ أَجِبْهُ الْمُسْلِمُ كَانَ يُعْرِضُ فِي الدُّنْيَا فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ الْأَوَّلُ اللَّهُ عَلَيْهِ دُرُوحًا حَتَّى يَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۲) شہداء کے لئے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مصعب بن عمیر کے پاس سے گزرتے تو فرمایا :-  
اَسَلِّمُكَ اَنْ هُنَا كَوْنُ شَهَدَاةٍ اَوْ عِنْدَ اللَّهِ يَكُونُ الْقِيَامَةُ فَاتُخَوِّمُهُمْ دُرُوحًا وَهُمْ وَالَّذِي تَلْفَنِي بِيَدِهِ لَا يُسَلِّمُ عَلَيْهِمْ أَحَدًا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ اَلَا مَرَدُّوا عَلَيْهِ .  
(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعلق فرمایا ہے،

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا يُسَلِّمُ عَلَى الْأَوَّلِ إِلَّا دَعَا إِلَى دُرُوحٍ حَتَّى ارُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ ،  
پہلی حدیث میں عامۃ المؤمنین کا ذکر ہے، ہمیں کوئی رقت پیش نہیں آتی اس لئے کہ مرنے کے بعد ان کے زندہ ہونے کا کہیں نہ کہیں، البتہ بدن کے ساتھ روح کا حلق قائم رہتا ہے، لہذا جب کوئی آکر انہیں سلام کہتا ہے، تو اللہ تعالیٰ ان کی نذر خواہیں لوٹا دیتے ہیں، تاکہ وہ سلام کا جواب دے سکیں، لہذا یہاں پھر دُروح کو اپنے حقیقی معنوں میں لیں گے مجازی معنی لینے کی یہاں کوئی ضرورت نہیں، کیونکہ مجازی معنی کی طرف ہم اس وقت جاتے ہیں۔ جبکہ حقیقی میں کوئی بات مانع ہوا، مگر یہاں کوئی مانع بھی نہیں،

دوسری حدیث میں جو شہداء کے متعلق ہے دُروح کے لوٹنے جانے کا ذکر نہیں ہے ہر وقت اس وقت کہہ کر وہ مرام کا جواب دیتے ہیں اور یہاں دُروح کے لوٹنے جانے کا ذکر نہ کیا ضرورت بھی نہیں ہے اس لئے کہ شہداء تو زندہ ہیں، جیسا کہ اپنے ذکر ہو چکا، لہذا یہاں بھی حدیث کے الفاظ اور معانی سے ہر طرح کی طرف جانے کی کوئی ضرورت نہیں، تیسری حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص مجھے آکر سلام کرتا ہے، تو دُروح لوٹا جاتی ہے، تاکہ میں اس کے سلام کا جواب دوں۔ یہاں اشکال پیش آگیا۔



یاد رکھیں کہ حیاتِ انبیاء کا مسئلہ ایک مسلمہ مسئلہ ہے، انبیاء کے زندہ ہونے کو جہاں تک تاریخ پر گیا ہے، اگر علماء صحابی کی تعریف میں بھی اس مسئلہ کو لے کر تھے ہیں، چنانچہ قرآنی صحابی کی تعریف پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں صحابی کا اطلاق اس شخص پر ہو گا جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا کی زندگی میں دیکھا ہو، مگر کسی نے آپ کو وفات کے بعد گریخت ہونے سے پہلے دیکھا ہو، مثلاً ابو ذریب غلبی شاہر جیسا کہ احباب میں ہے، تو اس کے متعلق امر واقعہ یہ ہے کہ وہ صحابی نہیں ہے، اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ زندگی آخری زندگی ہے جس کے ساتھ دنیاوی احکام کا کوئی تعلق نہیں، جیسا کہ آئندہ بیان ہو گا، ورنہ وہ شخص جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مبارک کو توہم منظم میں دیکھنے کا اتفاق ہوا ہو، خواہ اس وجود زمانہ میں بھی کیوں نہ ہو صحابی شمار کیا جاتا، حالانکہ علماء نے اسے صحابی شمار نہیں کیا۔ یہ باخلافین حج کا بیان ہے۔

اسی طرح ان اولیاء اللہ کو بھی صحابی شمار کیا جائیگا جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قبل از مدینہ کشف و کرامت کے دیکھا ہو، کہ اس سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں ذکر کیا گیا، اس لئے کہ ان کو ان کے اس شخص کے لئے کہ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن ہونے سے پہلے دیکھا، ان کا صحابی ہونا ثابت کیا ہے، مثلاً سراج البقیہ، ان کی دلیل یہ ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دستورِ زندہ ہیں، مگر یہ کم زور دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ زندگی آخری زندگی نہیں بلکہ آخری زندگی میں ہی دنیا کے احکام مرتب نہیں ہو سکے۔

یہ احکام ان لوگوں کے متعلق ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد از مدینہ کشف و کرامت میں دیکھا۔

شہاب الدین حجر مکی فرماتے ہیں،

قَدْ رَأَيْتُ بَيْنَ الْعَرَبِيِّ حَضْرَتَهُ يَخْلُفُ مَا كُنَّا نَعْبُدُ مِنْ أَنْبَاءِ الْيَهُودِ وَبَنِي إِسْرَءِيلَ وَالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوهُمْ وَجَسَدُهُ لَا يَمُوتُ سَأَلَ الْأَنْبِيَاءَ أَحْمَدًا عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ أَخْبَرْتُ بَعْدَ مَا قَضَيْتُ زَاوَنَ لَهُمْ فِي الْحَرَمِ مِنْ قُبُورِهِمْ وَالْمَصْرُوفِ الْمَذْكُوتِ الْعِلْمُ وَالسُّلْطَانُ وَالْمُطْلَقُ أَنَّ مَا رَأَوْهُ كَقَبْرِهِمْ فِي وَدَّتْ رَأْيِي وَكَانَتْ كَالشَّيْءِ وَإِنْ كَانَ الْقَطْبُ يَمْلَأُ الْكَوْنُ فَكَمَا قَالَ اللَّهُ ابْنُ عَبَّاسٍ عَطَاءُ اللَّهِ فَمَا بَالُكَ بِالْحَبَشِيِّ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا إِلَيْهِمْ مِنْ ذَلِكَ أَنْ الرَّبَّ الرَّبُّ خَلَقَ لَا قُوَّةَ لَهَا فِي الْحَقِيقَةِ الرَّبُّ تَعَالَى تَعَالَى الْمَلِكُ الْمُتَكَبِّرُ وَهُوَ لَا يَقْبَلُ مَخْلُوقًا وَلَا رَأْيًا لَكَيْتَ يَجْمَعُ أُمَّتُكَ وَهُمْ عَرَبٌ بَيْنَ ذَلِكَ الْعَالَمِ كَرَاهَهُمْ سَأَلْتُ عَنْ كَلْبَاءُ وَتُفْهِمُ الْأَحْكَامَ

لہ تفصیل: ۲۸ - ۲۹۔ پورے صحابی ہونے کے لئے دیکھنا ضروری حالت ایمان کی ہے، مگر جبکہ ایمان

کو ہی مومن کا رہنا ہے اس لئے حالت ایمان کی تہ کا کوئی اثر نہیں۔ لہ القادوسی الحدیث: ۲۵۶۔ لہ ابن العربی سے مراد وہی ابو العباس

ہے ان کی وفات ۵۴۰ھ میں ہوئی، یہ امام غزالی کے شاگرد ہیں، یہ ابن عربی ابن عربی سے مشہور رہے ہیں۔

لہ تاج الدین عطار اللہ شہداء ہوئے ہیں، شیخ ابوالعباس مرقی کشادہ ہے، ان کی وفات ۵۸۰ھ میں ہوئی۔

الغزالی اسقاط التبریر، الحكم اور طائفت المؤمن ان کی تصانیف ہیں، دلائل الاحوال: ۳: ۱۶۔

میں نے دیکھا کہ ابن العربی نے صراحتاً وہی بات بیان کی ہے جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو روح اوجہم کے ساتھ دیکھنے سے کوئی بات مانع نہیں، اس لئے کہ آپ اور باقی تمام انبیاء و زندہ ہیں، وفات کے بعد انکی ارواح ان کو لٹا دی گئی ہیں، اور ان کو ایذازت عریضی نہیں ہے، کہ وہ قبروں سے نکل کر مطلق اور مطلق ملکوت میں تشریف لے کر اور یہ بات بھی ناممکن نہیں کہ ایک وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کثیر التعداد لوگ دیکھ سکیں، اس لئے کہ آپ کی وفات کی مثال سورج کی سی ہے، جسے قطب تمام دنیا کو بھیج سکتا ہے، جیسا کہ التابع بن عطاء اللہ نے کہا ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال ہوگا، اس سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح دیکھنے والا صحابی ہو گیا، اس لئے کہ صحابی ہونے کے لئے اس دنیا میں ہر عالم الملک ہے، دیکھنا شرط ہے، اور یہ دیکھنا تو ایسا ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ملکوت میں دیکھ چکے ہیں، اس سے کوئی صحابی نہیں بن سکتا، ورنہ ساری امت صحابی ہو جاتی، اس لئے کہ ساری امت آنحضرت کے ساتھ اس عالم میں پیش کی گئی، اور آپ نے ان کو لکھا اور انہوں نے بھی آپ کو دیکھا، جیسا کہ احادیث میں آیا ہے، جب یہ بات واضح ہو گئی کہ انبیاء و علیہم الصلوٰۃ والسلامات زندہ ہیں، اور ان کی ارواح ان کو لٹا دی گئی ہیں، یہاں تک کہ اس سے پیشتر دلائل و شواہد سے واضح کر دیا گیا، تو اب میں اس حدیث میں ان کے لئے اس قدر اذیت نہ کرنا چاہتا ہوں کہ اس کے معنی تلاش کر لے ہوں گے، علامہ جلال الدین سیوطی نے بھی اس حدیث کے معانی کو حل کرنے کی کوشش کی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اس حدیث کے الفاظ ہی پر شہر پیدا ہوتا ہے، کبھی اوقات آپ کی روح مبارک آپ کے جسد اطہر سے جدا ہوتی ہے، حالانکہ یہ مذکور بالا حدیث کے خلاف ہے، میں نے اس حدیث پر غور کیا ہے، اور مجھے مندرجہ ذیل جوابات ہو گئے ہیں،

**پہلا جواب** اور یہ جواب بہت ہی کمزور جواب ہے، کہ راوی کو حدیث کے کئی الفاظ پر غلطی لگی ہے، جس کی وجہ سے یہ امکان پیدا ہوا ہے، علماء نے اس قسم کی غلطی کا ذکر کئی ایک احادیث کے سلسلے میں کیا ہے، مجھے جو کچھ تحقیقی بات نہیں اس لئے اس بخاری پر اکتفا نہیں کیا جاسکتا،

**دوسرا جواب** یہ بہت قوی جواب ہے، اور اسے وہی شخص سمجھ سکتا ہے جسے عربی زبان میں دسترس ہو، جواب یہ ہے کہ حدیث کا جملہ حلیہ یہ ہے، اور توافقی عربی کے مطابق جب حال جملہ ہو اور فعل ماضی ہو، تو وہاں "فعل" مقدم ہوتا ہے، جس طرح اس آیت میں، "وَجَاءُوا وَكَفَّ خُصْرُثَ صَدًّا وَرُفُّهُمُ"۔

اسی طرح یہاں بھی چونکہ جملہ حالیہ میں فعل ماضی واقع ہوا ہے، اس لئے "فعل" کا لفظ مقدم کرنا ناجائز ہوگا۔ نیز یہ کہ "حق" یہاں پر تعلیل نہیں ہے، بلکہ محض غلطی کے لئے ہے، اور یہاں پر وہاں کے معنی دے رہا ہے، حدیث کا مطلب یہی ہوا۔

جو شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے، تو چونکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سے ہی یہی ارادہ کر لیا ہوتا ہے، اس لئے میں نے ان کو بھیج دیا، واللہ اعلم، اسی طرح اس آیت میں "وَأَمَّا إِذَا مَا كَانَ لَهُ الْوَلَدُ فَآوَاهُ"۔

اس کے سلام کا جواب دتا ہوں ،

اشکال صرف صورت میں پیدا ہوتا ہے کہ ہم کہہ کر "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" کو بعضی حال یا مستقبل کے لیے ، اور حقیقی "کو تعظیہ" مانیں ، حالانکہ ایسا نہیں ہے ، اس تقریب سے اشکال فطری طور پر نہ دھو جاتا ہے ، اور بعضی کے اعتقاد سے بھی اس کی تائید اس طرح ہوتی ہے کہ اگر اسے حال یا مستقبل کے معنی میں لیا جائے تو سلام کرنا لوگوں کے سزاوارکے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کا بار بار پانا یا جاننا لازم آتا ہے ، اور روح کے بار بار لوٹنے والے سے یہ لازم آتا ہے کہ روح بار بار چاہے اور جسم سے روح کے بار بار جدا ہونے سے نہ درجہ ذلیل امور لازم آتے ہیں ،

نکتہ :- روح کے بار بار نکلنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کو تکلیف ہوگی ، اور اگر بالضرر ان یا جانے کو تکلیف نہ ہوگی ، تو کم از کم ایسی بات تو ضرر ہوگی کہ جو آپ کی زندگی کے منافی ہے ،

جواب :- یہ بات مشہورہ وغیرہ کی شان کے خلاف ہے ، کیونکہ ان کے مشفق کہیں جی یہ بات نہیں آئی کہ قبر میں لکھا ہو کہ بار بار جسم سے جدا ہوتی ہے ، اور پھر بار بار ایسا آتی ہے ، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ حنفی ہیں ، کہ آپ کی روح ہر لمحہ کے لئے جس کے جسم کے ساتھ رہے ، اور یہی اعلیٰ مرتبہ ہے ،

جواب :- روح کا بار بار جدا ہونا اور دوبارہ جسم میں داخل ہونا نفس قرآنی کے خلاف ہے ، اس لئے کہ قرآن میں فرمایا گیا ہے کہ انسان کے لئے صرف دو بار عزرا اور دیا بیٹھا ہے ، (وہ کہ بار بار) اور اس بار اس کے لئے چلنے سے قریب سلام آتا ہے ، کہ اگر بار بار عزرا (دیکھنا) ہو ، اور یہ باطل ہے ،

جواب :- یہ مکررہ بالامتزاج اور احادیث کے منافی ہے ، اور جو حدیث قرآن اور متواتر احادیث کے خلاف ہو ، اسے لائق اعتبار نہیں کیا جاتا ، اس لئے ضروری ہے کہ احادیث کے وہی نسخہ ، راوی ، سند ، جامع ، جو کچھ نہ ہو ، کر کے بے

تجسس و تحقیق اس پر ضرورت ہے کہ اس کا صحیح روح کے بار بار جدا ہونے کے لئے کیا ہے ، بلکہ اس سے ظنی طور پر مراد ہے ، جیسے کہ حدیث میں ہے : "یَا عَلِیُّ لَوْ أَنَّ قُلُوبَنَا كُنَتْ كَقُلُوبِ الْفَرَاسِ لَفُتْنَا إِلَيْكَ نَبَاً يَوْمَ تَبَايَعْنَا عَلَى الْكُفْرِ بِكَ" ،

ترجمہ : "اے علیؑ ! اگر ہمارے دل فراس کی طرح ہوتے تو ہم نے تجھے اپنے پاس سے لے لیا ہوتا ، اور یہ ہے کہ اس لئے کہ شریعت علیہ السلام کو کسی جی ان کی طاعت میں نہ تھی ، اور یہاں تو اس اتفاق کے آثار میں ایک غریبی پائی جاتی ہے ، اور یہ ہے کہ اس سے فطری مناسبت کی رعایت کے خیال سے لیا گیا ہے ، کہ اس کے لئے کوئی اور ذریعہ سلام فرمایا ہے ، لہذا ابتداء حدیث میں "سُبْحَانَكَ" کا لفظ اس لئے لایا گیا ہے ، کہ حدیث کے متن میں "سُبْحَانَكَ" کا لفظ آیا ہے ، اس سے مطابقت ہو جائے ،

پھر عقلاً جواب :- اور یہ بہت قریب جواب ہے کہ ان کے لئے یہ مراد ہے کہ اگر وہ ان سے جدا ہو کر کبھی آپ سے

آتی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو برزخ میں احوال ملکوت میں مشغول اور مشاغلہ الہی میں بعینہ اسی طرح مشغول ہیں جس طرح کہ دنیا میں بحالت وحی یا دیگر اوقات میں ہوتے تھے، لہذا اس مشاہدہ اور تفریق کی حالت سے اتفاق کرنا زیادہ صریح تعبیر کی ہے، بعض احادیث میں احوال غلامی کے طور پر آئے ہیں، ان کے تعلق علماء کا یہی قول ہے، مثلاً (معراج کی حدیث میں) اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا :-

فَمَا سَمِعْتُ حُطَّتْ فَأَذَا أُنَا بِالْمُحِبِّ الْخُحَامِ

میں ہوش میں آیا تو اپنے آپ کو سجد حرام میں پایا،

یہاں خواب سے بیدار ہونا مراد نہیں ہے، کیونکہ معراج خواب میں نہیں ہوئی، بلکہ بیداری میں ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مابین عجاوب ملکوت کے مشاہدہ سے اتفاق ہے،

(سیوطی نے فرمایا ہے کہ) لفظ سَکَّہ کی تاویل میں میرے نزدیک یہی جواب زیادہ قوی ہے،

پانچواں جواب | لفظ "سَکَّہ" سے بھی یہی لازم آتا ہے، کہ آپ کی رحمت ہمیشہ کے لئے آپ کے پاس رہے، کیونکہ کوئی وقت ایسا نہ تھا جبکہ دنیا میں کوئی نہ کوئی شخص آپ پر درود نہ بھیجتا تھا، لہذا آپ کی رحمت کا بدن میں ہر وقت ہونا ضروری ہے،

چھٹا جواب | یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے بذریعہ وحی ہی بتلایا گیا تھا، مگر بعد میں یہ وحی کی گئی کہ آپ قبر میں ہمیشہ زندہ رہیں گے، لہذا دونوں حدیثوں میں کوئی منافات نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ دونوں خبروں میں

تذکرہ نہ آیا ہے،

۷۔ خاک کابی کا جواب | اگر کہاجملات میرے جمع زاد ہیں، اس سے پیشہ کسی سے یہ آیات نقل نہیں ہوئے، ان جوابات کے لکھنے کے بعد میں نے تاج الدین خاک کابی، اگلی کتاب الفجر المینو فیما ذکر فضلہ بالبشریہ التذکرہ

کا مطالعہ کیا چنانچہ فرمایا ہے :-

"تو صدی میں روایت کی گئی ہے، کہ جب بھی کوئی شخص جو پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر لٹا دیتا ہے تاکہ میں اس کے سلام کا جواب دوں،"

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کیلئے زندہ ہیں، اس لئے کہ یہ محال ہے، کہ دنیا میں کوئی ایسا وقت ہو کہ آپ کی ہڈی نہ کوئی زبردست سلام نہ بھیجے، مگر جو خواہ رات،

اگر کوئی یہ اعتراض کرے، کہ کراس آیت اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے "ان لا تحزن علی اللہ علیہ وسلم کے ہمیشہ کیلئے زندہ ہونے سے مطابقت نہیں کھاتا، اس سے فرمایا کہ آیت کے اندر کوئی ایسا زندہ حوالہ دینا کہ کوئی بارگاہی بارگاہی

اس لئے کہ کائنات میں کوئی ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی نہ کوئی شخص سلام نہ بھیجے، مگر جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، بلکہ ایک ہی لمحہ کے درمیان وہ سلام بھیج رہے ہوتے ہیں،

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں جو زندہ ہونے سے نفقہ مار لی گئی ہے، اس کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہے "اللہ سداً لا ینفک علی اللہ علیہ وسلم" یا کوئی طعن نہ زندہ ہیں، اور آپ کے زندہ ہونے سے



یہ لازم نہیں آتا کہ آپ گویا بھی ہوں، اللہ تعالیٰ اسلام کو خدا کے اسلام کی وقت آپ کو نطق عطا کر دیتے ہیں، یہاں پر روح سے عجزی طور پر نطق مراد لینے کی دلیل یہ ہے کہ نطق کا بار و مداد روح پر ہے، جیسا کہ نطق کے بارے میں روح کا ہونا لازم آتا ہے، خواہ نطق بافضل ہو یا نطق بالقوۃ، اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لازم و ملزوم میں سے ایک کا ذکر کیا، بار و مداد مراد لیا، اور یہ بات تو ایک تحقیق شدہ امر ہے، کہ مدت دو بار سے زیادہ لوگ کرنا آئے گی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، وَتَبَيَّنَ أَهْلُ الْاُخْرَىٰ أَنَّكَ اَنْتَ الَّذِي اَمَرْنَا بِكَ اَنْ تَكُنْ رَسُوْلًا مِّنْ اَمْرِ رَبِّكَ، خدا یا تو نے دوبار میں موت دی اور دوبار زندہ کیا،

فیض تاج الدین کا بھی بیان ہے، ان کا یہ جواب میرے بیان کردہ حجت سے مختلف ہے، لہذا یہ سائلان جواب دہ، مگر یہ جواب میرے نزدیک درست نہیں، کیونکہ اس کی بنا بری عبارت سے ہوں معلوم ہوتا ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہونے کے باوجود بعض اوقات نہیں بول سکتے اور یہ نطق اسی وقت آپ کو عطا کیا جاتا ہے جب کوئی سلام کرنے والا آپ کو سلام کرتا ہے، اور یہ قید لگانا بہت قبیح بلکہ ممنوع ہے، اس لئے کہ عقل و نقل دونوں اس کے خلاف گواہی دیتے ہیں، نقل اس لئے وجود روایات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء و کبریاء کے کلمات کے متعلق وارد ہوئی ہیں، وہ اس بات کی تصریح کرتی ہیں کہ انبیاء و برزخ میں جیسا چاہیں بولتے ہیں، انہیں کسی قسم کی رکاوٹ نہیں، بلکہ عام مؤمنین اور شہداء بھی برزخ میں چوچا ہیں بولتے ہیں، اور انہیں کسی بات سے روکا نہیں جاتا کسی روایت میں یہ نہیں آیا، کسی کبریت میں بولنے سے منع کیا جاتا ہے، سوائے اس شخص کے جو بغیر وصیت کے نہ ہے چنانچہ ابو بکر بن عباس نے کتاب الوصیاء میں قس بن قیس سے روایت کی ہے، کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ جو شخص وصیت کئے بغیر مر جائیگا۔ اس سے رسول سے بات کرنے کی اجازت چھٹی رہی جائیگی،

اس کیسی نے عرض کیا:۔ یا رسول اللہ! کیا مرنے بھی بولتے ہیں؟

فرمایا: ہاں بلکہ ایک وجہ سے کی زیارت کے لئے بھی جاتے ہیں،

بعضی الدین سبکی کا بیان | شیخ تقی الدین سبکی فرماتے ہیں، کہ انبیاء و اہل شہداء و قہروں میں اسی طرح زندہ ہیں، جس طرح وہ دنیا میں تھے، موسیٰ علیہ السلام کا چنی قبر میں پانا نیز عیسا کی دلیل ہے، اس لئے کہ نماز کے لئے زندہ جسم کا ہونا ضروری ہے، (ورد نماز کیسی؟) اسی طرح معراج کے بیان میں جو صفات انبیاء و اہل بیان کی گئی ہیں وہ سب کی سب جہان کی صفات ہیں، ان کے حقیقی معنوں میں زندہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس طرح انہیں دنیا میں کھلے پیئے کی ضرورت تھی، اسی طرح وہاں بھی ہو، البتہ اروا کا مثلاً علم اور قوت سمیع وغیرہ انہیں یقیناً حاصل ہیں، اور یہی حال باقی مرنوں کا بھی ہے، (انتہی،)

عقلی طور پر اس طرح کہ بعض اوقات انہیں نطق سے روک دینا ایک قسم کی قید اور عذاب ہے، یہی وجہ ہے کہ تارک وصیت کو یہ سزا دی جاسکتی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس قسم کی باتوں سے منزہ ہیں، لہذا آئیکہ کو نطق سے روک دینا آپ کے مناسب حال نہیں، اور نہ ہی وفات کے بعد آپ کی کسی قسم کی ممانعت کی جاسکتی ہے، جیسا کہ آپ نے جن الموت میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کہا:۔ لَا كُفْرَ مَعَنَا عَلَيَّ اَيُّهَا بَعْدَ الْيَوْمِ آج کے بعد تمہارا سے ابا کو کوئی تکلیف نہ ہوگی،



پسند کرتے ہیں، اور یہ خوشی آپ کو اس کا جواب دینے پر آمادہ کرتی ہے،

**بارضوال جواب** روح سے وہ رحمت مراد ہے، جو روح کے ثواب کے طور پر اس پر مشرب ہوتی ہے،  
ابن کثیر نے نہایت خوبصورتی سے یہ کہ غالب خیال ہی ہے کہ روح سے وہی نفع مراد ہے جس سے جسم قائم رہتا ہے اور  
روح کا لفظ قرآن، وحی، رحمت اور جبریل کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے، انتہی

**تیرضوال جواب** اس کا بعد مجھ ایک اور تیرضوال جواب یہاں آیا کہ روح سے مراد وہ فرشتہ ہے جو  
آپ کی قبر پر نقرہ کیا گیا ہے، اور جو اللہ کا واسطہ بن کر پہنچا تا ہے۔ اور روح کا لفظ جبریل کے علاوہ دیگر کلمہ کیلئے  
بھی استعمال کیا گیا ہے۔

روح سے کہتے ہیں کہ اشارت ملائکہ کو بھی روح کہا جاتا ہے۔ انتہی

**لہذا** ان کا اطلاق الٰہی کتب کی لئے معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس فرشتے کو میری قبر پر مشین چہرہ میری طرف  
بجلیج بھیجتا ہے تاکہ وہ مجھے سلام پہنچا دے۔

اس لئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو یہ کہے ہیں، **وَجَاءَكَ رَبُّكَ**، **وَدَعَاكَ إِلَىٰ**  
**وَدَعَاكَ إِلَىٰ** یعنی میں نے فیصلہ کر لیا کہ یہ آیا۔ یا فلان یہ حضور یا پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، **وَدَعَاكَ**  
**وَدَعَاكَ إِلَىٰ** **وَدَعَاكَ إِلَىٰ** **وَدَعَاكَ إِلَىٰ** **وَدَعَاكَ إِلَىٰ** **وَدَعَاكَ إِلَىٰ** **وَدَعَاكَ إِلَىٰ** **وَدَعَاكَ إِلَىٰ** **وَدَعَاكَ إِلَىٰ** **وَدَعَاكَ إِلَىٰ**  
رسول محمد ص، **وَدَعَاكَ إِلَىٰ** **وَدَعَاكَ إِلَىٰ** **وَدَعَاكَ إِلَىٰ** **وَدَعَاكَ إِلَىٰ** **وَدَعَاكَ إِلَىٰ** **وَدَعَاكَ إِلَىٰ** **وَدَعَاكَ إِلَىٰ** **وَدَعَاكَ إِلَىٰ** **وَدَعَاكَ إِلَىٰ**  
پہنچا دے،

**تیرضوال جواب** یہاں سے اس حدیث کا جو حصہ اب جواب میں آیا کہ **وَدَعَاكَ إِلَىٰ** **وَدَعَاكَ إِلَىٰ** **وَدَعَاكَ إِلَىٰ** **وَدَعَاكَ إِلَىٰ** **وَدَعَاكَ إِلَىٰ** **وَدَعَاكَ إِلَىٰ** **وَدَعَاكَ إِلَىٰ** **وَدَعَاكَ إِلَىٰ** **وَدَعَاكَ إِلَىٰ**  
کہ اللہ تعالیٰ سلام کرے گا کہ سلام کا جواب دینا آخرت میں اللہ علیہ وسلم پر حضور دیتے ہیں اور روح سے مراد  
رحمت ہے، اور الٰہی طرف سے صورت کے کلمہ بھی رحمت کہیں گے۔ گویا جو سلام پہنچ رہا ہے۔ وہ اللہ کی رحمت کا بیان ہے  
جو دے گا ہے، تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس فرمان کی تحقیق ہو جائے کہ جو شخص ایک بار محمد ص پر دیکھے گا اللہ  
اس پر خوش رہے گا، اور اللہ کی طرف سے صوفیہ کے معنی رحمت کے ہیں، لہذا اللہ تعالیٰ نے اس  
رحمت کو جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجا ہے تاکہ آپ سلام بھیجنے والے کیلئے دعا کریں تاکہ آپ کی دعا قطعی  
قبر پر مستجاب ہوگی۔ اور اس طرح جو رحمت سلام بھیجنے والے کے قابل ہوگی۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا  
اور سلام کی برکت کی وجہ سے ہوگی اور یہ ایک لحاظ سے سلام بھیجنے والے کے سلام کو قبول کرنا اور اس کو ثواب  
دینے کی سفارش ہوگی، اس طرح "تیرضوال جواب" میں جو اضافہ ہے، وہ اضافہ باری تعالیٰ کی رحمت ہے، یہ اسی طرح  
ہے، اس طرح شفاعت والی حدیث میں آیا ہے، کہ انبیاء، شفاعت کے معاملہ کو ایک دوسرے پہنچا دے  
گے یہاں تک کہ ان کی دعا صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جائے گی۔

میرزا جاج والی حدیث میں ہے کہ جس رات مجھے معراج کو لائی گئی۔ تو مجھے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام





احادیث کے ہے اور کسی طرحت بھی ان کے منافع نہیں، (وَدَلِيلُ الْحُجَّاتِ وَالْمَلِكِ)

یہاں پر جلال الدین سیوکی کا بیان ختم ہوتا ہے میرے خیال میں پہلے شخص میں جہنم نے مرتفعیہ سے اس حدیث کے اشکال کو رفع کرنے کی کوشش کی ہے، ان کے علاوہ اور لوگوں نے اس حدیث پر بحث کی ہے، مگر ان کے بیانات سیوکی کے بیان کے اندر آجاتے ہیں، اس کے باوجود میں ان کا بیان بھی یہاں پیش کرتا ہوں۔

ترغی قانی کا بیان ازرقانی لکھتے ہیں کہ میں کوئی ایک شخص کو انبیاء کا زندہ ہونا ثابت اور حرم ہے، اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہیں، اسلئے اتنی تمام انبیاء کے مقابل میں آپ کی زندگی زیادہ کامل ہوئی ہے، اب اگر کوئی متعلقہ خودی الختم شخص یہ کہے کہ اگر آپ کا ہمیشہ کے لئے زندہ ہونا ثابت ہے، تو پھر اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی رخصتی اور روح کیوں کہا گیا ہے کہ یہاں سے تو ان علوم کے لئے کھنڈ کا بھی ہوا ہے، اور نہ اس کا جواہر ماحوت ہے، اس کے کئی ایک جوابات ہیں۔

۱) اس میں بتایا گیا ہے کہ انھوں نے اس کے لئے ہمیشہ کے لئے زندہ ہونا ثابت ہے، اس لئے کہ نامکمل ہے، اگر کائنات کوئی ایسا وقت یہ جلد کوئی نہ کوئی آپ پر درود نہ بھیجے، تاہم، اور آپ جواب نہ دے رہے ہوں، البتہ اس کا جواب دینے سے آپ کا زندہ ہونا لازم آیا، گویا کہ آپ کیوں فرمایا، کہ اگر کوئی بھی مجھے سلام کھائے، مجھے زندہ رہے گا، جو یہ شخصیت کی سیالی کا ایک نمونہ ہے،

۲) یہ ان دونوں سے عداوتہ خاص توجہ اور التفات ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم دنیا اور اس کے اندر کی طرف حاصل ہوتی ہے، اور آپ مستمعد عروج سے باز کرنا اور ایشیہ کی طرف واپس نہ رہے، اور وہ لازم کا جواب دیتے ہیں، اور آپ کی یہ توجہ عام اور صریح پرشال ہوتی ہے، چنانچہ اللہ وقت میں کہو کہ انھیں ہی آپ کو سلام کہیں تو انہیں کی توجہ ان سب پرشال ہو جائیگی میں نے خود اس کا تجربہ کیا ہے، اور وہ اموادیکھتے ہیں جن کے بیان کرنے کی عمر نہیں رہی،

نتیجہ الیاری میں ہے، کہ کائنات اس حدیث کے کئی ایک جواب دے رہے ہیں،

۱) "مناہ دوسرے سے اور یہ ہے کہ موت پہلے سے ہی ممانوی ملتی جاتی ہے، یہ مراد انہیں کہ اسے فرمایا جائے، پھر کھینچا جائے پھر لٹایا جائے،

۲) اگر آپ بھی کر لیا جائے تو میں یہاں مراد موت نہیں ہے، بلکہ جس کسی قسم کی حلیف و شقت نہیں،

۳) موت سے مراد وہ فرشتہ ہے جو درود پر مقرر کیا گیا ہے،

۴) موت سے مراد لفظ ہے، آپ نے ہماری فقہ کے مطابق یہاں مجازی معنی دے رکھے ہیں،

۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہما اعلیٰ کے امور میں متفوق ہونے میں، البتہ یہ کہ وہ اس کے لئے آپ کی فہم فرم آتی ہے، تاکہ آپ کے سلام کرنے والوں کا جواب دے سکیں،

اب اس میں ایک اور لحاظ سے مشاغل پیدا ہوگی، اس طرح کہ جب لائقہ والوں کی اطاعت و انکسار میں متوازن ہو

پڑھتے رہتے ہیں۔ تو اس سے لازم آیا کہ آپ ہر لحظہ اور ہر آن انہی کی طرف مستغرق رہیں۔ اور حق سبحانہ کی جانب سے توجہ نہ ہوتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آخرت کے معاملات کچھ اور طرح کے ہیں۔ عقل انہیں سمجھنے سے قاصر ہے اور ہر ذرخ کے حالات آخرت کے حالات سے بہت مشابہت رکھتے ہیں۔

**شہاب الدین خفاجی کا بیان** [شہاب الدین خفاجی نسیم الزیاض شرح شفاء عیاض میں لکھتے ہیں، کہ اس حدیث میں اس بات کی دلیل پائی جاتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدستور زندہ ہیں۔ اس لئے کہ کائنات میں کوئی وقت ایسا نہیں جبکہ کوئی نہ کوئی شخص آپ کو سلام نہ کہہ رہا ہو۔ اور صحیح احادیث سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء شہداء کی طرح حقیقی متول ہیں زندہ ہیں، اگرچہ ہم ہر ذرخ کے حالات کا قیاس دنیا کے حالات سے نہیں کر سکتے۔

ابن العلام کہتے ہیں کہ ”ما نہ ندرح“ اس بات کی متقاضی ہے کہ موت واقع ہو اس کے کوئی ایک جواب دئے گئے ہیں حضرت خدیج بن خویلد والہ نے اس کا جواب دیا ہے، یہی کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح آپ کو زندہ رکھ دیا ہے، نہ کہ آپ کو سلام کرنا اس کے سلام کا جواب ہے۔ یہی بدستور مذکور ہے۔ حضرت امام حسنؑ کے استاد عبداللہ بن الحسینؑ کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ کیا حقیقی مسئلہ نہ مراد نہ ہو بلکہ معنوی مسئلہ مراد ہو اس طرح کہ آپ کی روح عالم دنیا سے توجہ نہ کر رہی ہے سچا نہ اور عالم اعلیٰ میں مستغرق ہو اور جب کوئی سلام کرنا ہو تو آپ کی روح جس طرف متوجہ ہو جاتی ہو، نہ کہ آپ اس کے سلام کا جواب دے سکیں۔

سخاوی اپنی کتاب **الخصولۃ الکیلی فیہ** میں کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس کے اٹھائے جانے سے یہ لازم آتا ہے کہ نہایت ہی کم مدت کے اندر کوئی بار آپ زندہ ہوں، اور کوئی بار وفات ہو اس لئے کہ دنیا کی کوئی وقت ایسا نہیں جبکہ کوئی نہ کوئی شخص آپ کو سلام نہ کہہ رہا ہو۔ بلکہ ایک ہی آن میں متعدد اشخاص سلام کہہ رہے ہوتے ہیں تو کھڑکی اور کھجور اور لوگوں نے اس کا یہ جواب دیا ہے، کہ یہاں روح سے مجازی طور پر نطق مراد ہے، گویا کہ آنحضرت نے یوں کہا کہ **ہوئی خطقی** اور روح کے لئے نطق کا ہر نامزدی ہے۔ خواہ بالفضل ہو یا بالقدر لہذا **خطقی** نے لازم کیا، نہ کہ کوئی مراد ایسا ہے، اس کی تائید آیات سے ہوتی ہے کہ زندگی محدود ہے۔ دربار ہے اور میں گویا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

قُلْ مَن مِّنْكُمْ مَّرَدٌّ فَاُولَٰئِكَ مَرَدٌّ

یعنی کہتے ہیں کہ اس حدیث سے ظاہری غی مراد میں مگر آنحضرت کو اس سے کوئی مشقت نہیں ہوتی بعض کہتے ہیں کہ روح سے مراد وہ فرشتہ ہے، جو سلام پہنچانے پر مقرر ہے، مگر یہ امر غور طلب ہے، انھوں نے

اس کے بعد خفاجی کہتے ہیں کہ اگر روح سے مراد مراد لی جائے تو معنی بہت قریب ہو جاتے ہیں اس لئے کہ ہم







ان دونوں شخصوں کو کچھ لڑائی میں انہیں لے آیا حضرت عمرؓ نے انہیں پوچھا، تم کئی ہزار کہاں سے آئے ہو، انہوں نے جواب دیا کہ ہم طائف کے ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر تم مدینہ کے ہونے والے ہو تو میں تمہیں کوڑے لگاتا کیا تم مسجد رسولؐ میں آؤ اور بن کر رہو۔

حافظ ابن حجر اس حدیث پر لکھتے ہیں،

وَمِنْ هَذِهِ الْحُجَّةِ بِتَبَيُّنِ كَوْنِ هَذَا الْمَعْدُودِ لَمْ يَكُنْ حَكْمُ الرَّفْعِ كَانَتْ عُمَرُ لَا يَقُولُ خَدَا بِأَجْدَلِ الْأَعْلَى خَلْفًا أَوْ خَوْفًا،

یہاں سے معلوم ہو گیا کہ یہ حدیث مرفوعہ شاذ کہلائی کیونکہ حضرت عمرؓ انہیں کوڑے لگانے کی سزا کا حکم اسی صورت میں لگا سکتے ہیں۔ جبکہ یہ امر قوی ہو،

ابو بکرؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: نبی کے پاس اس کی زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی آواز بند کرنی مناسب نہیں ہے۔

دلیل میں میخ کاٹنے سے آنحضرت ﷺ حضرت ہارثؓ سے مروی ہے، کہ جیسے کبھی انہیں اس پاس کے گھروں سے میخ کاٹنے کی آواز آتی تو وہ کسی کو بھیجا کہ انہیں منہ کر میں۔ اور کہتے کہ رسول اللہؐ کو اذیت نہ پہنچاؤ۔

حضرت علیؓ کو مہاجر و انصار کے درمیان سے کی چوکھٹ بنوائی تو انہوں نے اس خیال سے کہ مہاجر کے کام اور انصار کے کام کی آواز سے آنحضرت ﷺ کو تکلیف نہ ہو، وہاں چوکھٹ نہیں بنوائی۔ بلکہ منافقین سے جو ہتھکنڈے بیرون تھے ان میں ایک کھلا بیان تھا۔ وہاں بنوائی، اس روایت کو بھی ابن الحسن المعروف باین زبیلہ نے نقل کیا ہے، البتہ انہیں طرہ آپؐ کی حیات میں آپؐ کا ادب کیا جاتا تھا۔ اسی طرہ اب بھی کرنا چاہئے، کیونکہ آپؐ تو نبیؐ نہیں اور وہاں نماز، اور قنات کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔

سید احمد رضاؒ کے لئے سید ابوالعباس احمد بن ابی الحسن علی بن ابی العباس المعروف باین زرقانی، متوفی ۵۵۰ دست مبارک کا ظاہر ہوا۔ اسوفا، کہا میں سے بچے ہیں۔ اور آپؐ کے متبعین کو احیاء کیا جاتا ہے، آپؐ کی منہ پر تیری کیا امت ہے، کہ ۵۵۰ھ میں حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر مدینہ مقدسہ کی زیارت کے لئے گئے، گنبد خضراء کے قریب پہنچے آپؐ نے کہا: از بند کہا، اللہ لا ھم حکمیک باحدی زنا جان الہ لا ھم علیک، فوراً مدینہ اطہرہ سے آواز آئی وَ عَلَیكَ السَّلَامُ یا وَلَدَیْ اِس نداء کو سن کر آپؐ پر وجود طاری ہو گیا۔ آپؐ کے علاوہ جتنے آدمی وہاں موجود تھے

(بقدر صفحہ ۱۸۰) اور اگر طائف آواز سے انہیں جانتے تو خود ہی جرم کے مرتکب ہوتے، جہاں پر ان دو بددلوں کو زجر کرنا چاہتے تھے،

وحاشیہ صفحہ ۱۸۱: الفتح الباری: ۱: ۴۴۴-۴-۴۵۴، زرقانی: ۸: ۴۰۴، اور وفای: ۸: ۴۸۵

۱۸۱ زرقانی: ۸: ۴۴، ۱۸۲ زرقانی: ۸: ۴۰۴، اور وفاد الوفا: ۱: ۴۱۸، ۱۸۳ زرقانی: ۸: ۴۰۴، اور وفاد الوفا: ۱: ۴۱۸

سب نے آواز کو سنا، تھوڑی دیر بعد بحالت گریہ آپ نے یہ دو شعر پڑھے، ۷

فِي حَالٍ قَدْ كُنْتُ مُرَوِّجِي كَلْبَتُكَ أَذْهَبُكَ  
تَقْبِلُ الْكَلْبَ مَنْ عَقَى وَهِيَ تَا مَشْبُو  
وَهَذَا كَذُّ لَتَا الْأَسْتِنَاجِ قَدْ سَخَّطَتْ  
قَا مَدَّ دِيْمِدَكَ كِي تَحْطِي بِهَا شَفَقِي

” دوری کی حالتوں میں اپنی رنج کو اپنے نائب بنا کر زمین بوسی کے لئے بھیجا کرتا تھا، ”  
” مگر اب تو احجام کی باری آگئی، لہذا آپ دایاں ہاتھ نکالیں تاکہ میرے ہونٹ (ان کو روک دیکر) مسحا و تندی حاصل کریں!“

اسی وقت در خدمتِ مطہر سے دست مبارک نکلا اور آپ نے اس کو بوسہ دیا، اس وقت در خدمتِ مطہر پر لوگوں کا ایک جم غفیر جمع تھا جن میں حضرت محبوب بھائی شیخ عبدالقادر جیلانی (دم ۷۶۰ھ) شیخ عدی بن مسافر اموی (دم ۵۵۵ھ) شیخ عبدالرزاق خسینی و اہل بھی تھے ہلے

میں نے اس کتاب میں حتی المقدور خواہاں کا ذکر کر کے سے اجتناب کیا ہے، اگرچہ بعضین کے اہل خواہاں پر بہت حد تک ہتھ دکر لگتا ہے، بالخصوص جبکہ جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے متعلق ہو، چنانچہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں علی بن ابی حمزہ زبائت نے ابان (بن ابی عیاش م ۱۳۱ھ) سے سنا تھا تقریباً پانچ سو احادیث روایت کیں، اس کے بعد سنی طاقتِ عمر سے وہ ۱۲۱ھ میں مجھے دکھایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور میں نے یہ احادیث آپ کے سامنے پیش کیں، آپ نے صرف تین ایک اور اعتراض کیا، پانچ یا چھ کا اور باقیوں کے متعلق فرمایا کہ میں نے نہیں کیں، اس پر ہم نے ابان سے روایت کرنا چھوڑ دی،

مسلم نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں اس کی روایت سببیت کی ہے، اور حقیقی کہتے ہیں کہ احمد بن علی الابان نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، تعرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ ابان بن ابی عیاش کو پسند کرتے ہیں تو فرمایا:۔ نہیں،

آپ نے دیکھا کہ صلواتِ امت خواہاں پر بھی کس قدر اختیار رکھتے تھے، یہاں پر حمزہ نے صرف اس لئے ابان سے حدیث کی روایت ترک کر دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ میں فرمایا کہ بہت سی احادیث میں کی روایت ابان نے کی ہے، میری ذمہ دہ نہیں ہے، اگر میں اس قسم کے خواہاں کو یہاں درج کرنے لگوں تو ایک مکتبِ نقل کتاب بن جائے، مگر میں صرف چار خواہاں کا ذکر کروں گا جن سے معلوم ہو جائے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اعجاز اور تصرف ابانک جاری و ساری ہے

صلواتِ ابنِ المحسن الصوابی اہل بن یحییٰ بن ابراہیم ابو الیہ کاتب پہلے سنی مذہب رکھتے تھے، ان کا دادا ابو یحییٰ صابی کے ایمان لانے کا واقعہ مشہور رسائلِ اربعہ میں ہے، ان کا باپ بھی صابی مذہب تھا، اور دونوں اکٹھے مسلمان ہوئے،

لے مذاق (الاور: ۵۸۰ و الفہم: ۱۰۰ - ۹۱) بخوارزمیر الملک فی الملکان مدینۃ النبی والملک از سیرجی، اسمعیل ابن ۳۰۹: ۲۸۹ خفاجی نے دولتِ اکملیہ سحر کی بجائے کو صحتِ کلامتِ سحر دیا ہے، مگر ذی قیاس کوئی ذوق نہیں چڑھا،

۲۸۹: ۱۰۰ - ۹۱ بخوارزمیر الملک فی الملکان مدینۃ النبی والملک از سیرجی، اسمعیل ابن ۳۰۹: ۲۸۹

حلال لے کر فی حالات میں بہت سے شیوخ حدیث سے حدیث ثنی۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ لیکن کیا اس علم ادب سمجھتے جاتے تو حدیث بھی سننے پھر جب سلمان ہو گئے، تو ان احادیث سے انہیں بہت فائدہ ہوا۔ انہوں نے نوے سال کی عمر پائی جس میں سے تقریباً آدھی عمر فکری حالت میں گزری، اور باقی آدھی ایمان کی حالت میں، ان کی وفات ۳۷ھ میں ہوئی، ہاں ان کے کثیر لے ان کے ایمان لانے کا قصہ بہت مختصر بیان کیلئے ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خواب میں بہت سے معذات دکھائیں جنہیں بیدار ہونے کے بعد ویسا ہی پایا۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے اے کہا کہ تمہاری بھری خاطر ہے، اور تم کو پیدار ہو گا جب پیدا ہو تو اس کا نام محمد رکھنا۔ یہ یزید بن اس محمد کو غرض الغنم کہتے ہیں، اُس نے کہہ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انعام کا طور پر لگایا ہوا تھا، ہاں نے ایک کہہ کر سن کر بکھڑا ہوا ہے۔  
 محقق ابن الجوزی نے ان کے ایمان لانے کا مفصل واقعہ بیان کیا ہے، جسے میں ذیل میں درج کرتا ہوں،

**پیشلا خواب** | حلال کہتے ہیں کہ میں نے ۳۹ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ میری قیام گاہ پر لشکر لائے ہیں، یہ جاڑے کا موسم تھا، اور کڑا کھل مہری پڑی تھی، یہاں تک کہ پانی بھی گرم کیا تھا، آپ نے مجھے بٹھلایا، جب میں نے آپ کو دیکھا تو میں لرز اٹھا۔ آپ نے فرمایا دور نہیں میں رسول اللہ ہوں، آپ مجھے گھونکی نالی پر لے گئے، جس کے اوپر میں کو لٹکا پڑا تھا اور فرمایا، جس طرح نماز کیلئے وضو کیا جاتا ہے، اسی طرح وضو کرو، میں نے منہ میں مائتہ دلا، لگایا تھا بھرا تھا، میں نے ملنے کو قبول کیا اور اس میں سے اس قدر پانی لے لیا جتنے میں اپنے چہرے، بازو اور پاؤں پر بیا سکوں، اور آپ جو ترسے پر کھڑے ہوئے اور مجھے بھی کچھ ترسے پہلو میں کر لیا، اور نماز پڑھی اور نمازیں سورۃ فاتحہ اور انا محمد و آلہ کے فضائل کا اذکار پڑھی، پھر رکوع اور سجود کیا۔ میں آپ کی کمرہ خاصی طرح کرتا ہوں، پھر دوسری رات کے لئے کھڑے ہوئے اور سورۃ فاتحہ اور کئی اور سورت پڑھی جس میں مجھے علم نہیں، پھر سلام پھیرا اور میری طرف متوجہ ہوئے، اور فرمایا کہ تو قہقہہ نہ ابرو بڑھا لکھا آؤی ہے، اور اللہ تعالیٰ تجھ سے بھلائی کرنا چاہتا ہے، پھر قرآن اسلام کو کیوں چھوڑ رہے ہو، حالانکہ اہل صافقت پر دلائل قائم ہو چکے ہیں، اور اس کفر پر کیوں قائم ہو، لا قدر نکال اور مجھ سے صاف کر دو، میں نے آپ کو اپنا ہاتھ دیا، آپ نے فرمایا کہ ہو۔

اٰمَنَّا بِكَ وَبِجَنَّتِ لِلّٰهِ وَاسْتَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ الْوَاحِدَ الْحَقَّ الَّذِي لَا يُشْرِكُ لَكَ صَاحِبٌ وَلَا  
 وَلَدٌ وَقُلْ يَا نَحْمَدُكَ كَمَا نَحْمَدُكَ اِلٰى حَيْثُ دَخَلَ الْكِبَرُ تَنَاتٍ وَالْهَيْدَىٰ

میں نے اے اللہ تجھ پر ایمان لیا، اور میں بھی وہی رہا، اور میں شہادت دیتا ہوں کہ تو ایک اور میرے پاس آگے میرے والد نے بھی شہادت دینا، تو پوچھا کیا بات ہے، میں نے والد کو آواز دی وہ بھی آگے، ہم نے پھر آواز بنایا، اور میں نے سارا قصہ کہہ سنایا۔ قصہ میں کہیں پر خاموشی چھا گئی، لیکن میرا آپ قصہ سن کر مسکرایا، اور کہا یا سو جا، جس طرح کہات کریں گے، ہم نے شک کو دیکھا تو شک کے لئے کہہ کر سر سے سر تھک جاس میں تھی اور ہر آواز پر کچھ ہی پڑی تھی، میرے والد نے لکھ والوں سے کہی کہ

کو تھپائے رکھنے کو کہا اور کہا بیٹا یہ ایک پتہ خواب ہے، اور اچھی نصیحت ہے۔ مگر اچانک اسے غلام نہیں کیا جاسکتا۔ ایک شریعت سے دوسری شریعت میں جانے کے لئے کچھ تیاری اور ساز و سامان کی ضرورت ہے، جس عقیدہ کے رکھنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے وہی عقیدہ رکھو۔ میں بھی یہی عقیدہ رکھتا ہوں۔ اپنی نماز اور دعا ہی مذہب کے احکام کے مطابق رکھو۔ کچھ یہ خبر لوگوں میں پھیل گئی۔ اور اس پر کچھ عرصہ گزر گیا۔

صحابی کا دوسرا خواب اس بات پر کہ میں نے دوسری بار دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دریائے وابل پر بار الہیٰ علیہ السلام کی پریں میں آئے تھے بڑے کمرے کے ساتھ کمرہ دیا۔ آپ نے فرمایا: جو عہدہ قرار تھے اچھے سے کیا تھا۔ تو نے یہ رائے کیا۔ میں نے عرض کیا کہ رسول اللہ میں نے پورا تو کیا ہے۔ کیا میرا عقیدہ وہی نہیں ہے جس کا آپ نے حکم دیا تھا اور کیا میں نے اپنی نماز و دعا ہی کے مطابق ارادہ نہیں کی؟ آپ نے فرمایا: نہیں میرا گمان ہے کہ کبھی تمہارے دل میں شک باقی ہے۔ اس کے بعد آپ مجھے گھاٹ والی مسجد کے دروازے پر لے گئے، وہاں ایک خراسانی چت لیٹا ہوا تھا۔ استمطار کی باری کیوجہ سے اس کا میٹھ ایک قبر سے کی طرح پھولا ہوا تھا۔ اور اس نے اٹھارہ پاؤں پر دم چڑھا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس کے پیٹ پر پھیرا اور کچھ پڑھا اور وہ شخص صحیح اور تندرست ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کے حشمت کی تصدیق کیا خوب ہے۔ اور آپ کے افعال کیسے معجز سماں ہیں اور میں بیدار ہو گیا۔

صحابی کا تیسرا خواب اس پر کہ میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اس شخص کے دروازے پر سوار ہوئے ہیں۔ میں نے کہا: آپ پر بیٹھ بیٹھ تھکا پھوٹا چلا جا رہا ہے، کیا یہی نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، آپ گھڑ پر سوار ہوئے ہیں۔ میں نے کہا: آپ کے ساتھ تمکید رکھ دیا۔ اور آپ اس پر بیٹھ گئے اور فرمایا: اب تک تجھے کسی بات کا حکم دیا ہوں گا۔ جس میں تمہاری ہلاکت ہے، اور تو کب تک اس میں توقف کرتا رہے گا؟ میں نے عرض کیا: اسے میرے آگے کیا میں اس کے مطابق عمل نہیں کرتا، آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے، مگر ظاہر ہے کہ ہر بڑے باطن جیل کا کوئی قائد نہیں اگر تجھے کسی ایک بات کا لحاظ نہ ہے، تو پھر دیکھو اللہ کا لحاظ رکھنا بہت بہتر ہے، ابھی اٹھو اور جیسا تمہیں کرنا چاہئے دیا ہی کرو، اب اس کے خلاف نہ کرنا۔ میں نے عرض کیا بے رحمیت،

میں بیدار ہو کر حجام میں گیا۔ اور میں میں جا کر نماز پڑھی۔ اس کے بعد حضرت الملک نے مجھے بلا بھیجا۔ اور مجھ سے پوچھا: مجھے کیا خبر ملی ہے؟ میں نے کہا میرا عقیدہ تو یہی ہے کہ اب تک میں نے اسے چھپائے رکھا تھا۔ کہ کل رات میں نے خواب میں البیابا دیکھا، اس نے کہا میرا سہا جباب مجھ سے ڈر کر کیا کرتے تھے کہ تو میری طرح نماز پڑھتا ہے اور وہاں کرتا ہے، حضرت اللہ نے مجھے کہیں کا جوڑا اور سو زینا دے کر میں نے یہ کہہ کر اپنے سے ہٹا کر دیں میں عمل میں دینا کو داخل کرنا نہیں چاہتا۔ یہ بات سن کر حضرت اللہ بہت خوش ہوا۔ پھر میں نے قرآن مجید کھنے کا ارادہ کیا۔ حاضرین میں سے اسے میں نے کسی پر پڑھا ہے مگر اس وقت یاد نہیں کہ کس کتاب میں پڑھا تھا۔ کہ اس کے اللہ نے کہا کہ مجھے بھی خواب میں حکم دیا گیا ہے، کہ اسلام لے آؤ، اور وہ اسی لئے مکرایا تھا۔۔۔۔۔ نیز اس کتاب میں بھی تھا کہ تم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کر رکھا تھا۔ اے خیر الملک نظام الملک طلحی جو رحم کا بیٹا تھا۔ یہ اس وقت گھر تھا،



ایک شخص نے رسول اللہ کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے اسے فرمایا: اس نو مسلم کو کہہ دو کہ قرآن لکھنے کا ارادہ کیا ہے، تو یہ فرمایا: اس سے تمہارا معاملہ مکمل ہو گیا۔

صالحی کہتے ہیں کہ اسلام لانے کے بعد میں نے جن عورت سے نکاح کیا۔ اس نے مجھے بتایا کہ شادی کے بعد مجھے کسی نے کہا کہ اگر ابھی پہلے دین پر ہی ہو۔ لہذا میں نے تم سے الگ ہو کر اراو کر لیا۔ پھر میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا جس کے کتھن کیا گیا کہ یہ رسول اللہ ہے۔ آپ کے ساتھ ایک جہادوت بھی تھی جن کے متعلق کہا گیا کہ وہ شاخہ ہیا، اور ایک آدمی تھا جس کے پاس بڑے لوگوں نے تھیں وہ علی بن ابی طالب تھے، اور ایسا معلوم ہوا کہ نوافل اور کیا ہے حضرت علیؓ نے ایک تیلدار اپنے گلے سے انار کر تہا ہرے گلے میں زال دی۔ اسکا تیلدار یہاں پہنچا ہے۔ اور رسول اللہؐ نے تم سے مصافحہ کیا۔ امیر المؤمنین حضرت علیؓ نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا۔ اور میں بلافاصلہ سے جھانک رہی تھی۔ اور نہ پایا کہ کیا تو اسے نہیں دیکھتی؟ شخص اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک تمہارے اور بہت سے لوگوں کے مقابلے میں زیادہ باغزت ہے، ہم اکی لے آئے ہیں کہ تمہیں اس کے مرتبہ کا پتہ چل جائے اور تمہیں بتا دیں کہ تم نے صحیح طریقہ پر کیا شادی اس سے کر دی ہے۔ اب تمہیں اطمینان اور خوشی ہونی چاہئے۔ تمہیں اس شخص سے خیر سہی حاصل ہوگی۔ اس پر میں بیدار ہوئی، اور تمام حکموں کو جان لے رہی تھی۔

اس قصہ کو یہاں لکھنے کے بعد علی بن ابی طالب نے اپنا نام ابو الحسن کا تب سے روایت کر کے میں کہ تم میری بارگاہ حضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا، تمہارا سہرا اب کی سچائی کی دلیل ہے۔ کہ تمہاری سیوری سحر طے اور زور، ہر گاہ جب  
برید آکر محمد نام رکھنا اور لایا ہے، اب جب تمہارا کو کا کھنا تمام رکھا، اور اب اس گنیت رکھی۔

نور الدین زکی کا روضہ الطہر

سید محمود علی ہجرت، مکر میں نے عالم محال الدین انوری کی کتاب نصیحت  
اولی الاہباب فی منیٰ مستخدم النصارتی میں پڑھا ہے کہ سلطان نور الدین  
زکی کے جہد میں انہوں نے ایک بہت بڑے کام کی خواہش کی، اس خیال سے کہ وہ اس میں کامیاب ہو جائیں گے  
وَبَايَ اللّٰهَ اِلَّا اَنْ تُبْتِحَ نُوْرًا وَّلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ

وَيَا أَيُّهَا اللَّهُ إِلَّا أَنْ تُبَدِّلَ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ

فقہ جوں میرا کہ سلطان نور الدین رات کی تہجد ادا داروں کے لئے اٹھا کرتا تھا۔ ایک رات تہجد کے بعد سو گئے تو خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ ابراہیمؑ نے یہ دیکھ کر سڑک کے آدمیوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا میری مدد کرو ادا ران جو غفلت سے مجھے چھوڑ لو، نور الدین گھبرا اٹھا پھر مضبوط کیا نماز پڑھی اور سو گیا۔ پھر خواب میں پہلا اس فقہ میرا۔ پھر اٹھا ادا ران پڑھ کر کچھ سو گیا۔ پھر میری بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا وہی بات فرما رہے ہیں۔ پھر اٹھا اور کہا اب تو سونے کا وقت نہیں ہے۔ نور الدین کا درمیر جمال الدین موصی ایک مرد صالح

۱: ۳۶۶ تا ۴۰۰، وجوب القرب: ۱۴۹ تا ۱۸۱، شیخ عبدالحق فیما قالہ  
کاتاریخ ۳۵۴ ھ دی ہے۔ فراراج العقبۃ: ۲: ۵۵۸، الجواب للشیخ: ۳۳۳ - ۳۳۵، منصف نے اپنے والد راہب  
ردح العافی کی کتاب الطراز الذهب کا حوالہ دیا ہے، گرامر کی نئی سے تیار کی ہوئی اس اند کو نقل کیا ہے،

تھا۔ اسے بلا بھیجا اور اسے تمام قلعہ سنا یا جمال الدین موصلی نے فرالین سے کہا: اب آپ کس لئے یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ ابھی درجن جاؤں، اور کسی شخص سے خواب کا ذکر نہ کریں۔ اسی وقت روانگی کی تیاری کرنی اور سب آدمیوں اور زینہ کے اپنے ہمراہ لیا۔ اور نہایت تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے اور ۱۲ دن کے اندر مدینہ پہنچ گئے۔ سلطان نے شہر کے باہر ہی قتل کیا۔ پھر مدینہ میں داخل ہوا۔ اور روضہ اطہر کے پاس پہنچ کر نماز پڑھی پھر زیارت کر کے بیٹھ گیا۔ مگلاں کی کھچھ میں نہ تھا تھا۔ کیا کرے سلطان کو دیکھ کر بہت سے لوگ بھیڑیوں میں جمع ہو گئے تھے، وزیر نے نہیں کہا کہ سلطان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے آئے ہیں۔ اور زیارت کے لئے اپنے ساتھ بہت سامان لائے ہیں۔ لہذا تمام اہل مدینہ کے نام کو بلو۔ سلطان انہیں ایک ایک کر کے بلانے لگا اور زیارت دیتا گیا۔ اور ہر شخص کو غرض سے دیکھنا آیا، اس کا علیہ اس کے مطابق ہے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شخصوں کا بیان کیا تھا، لوگ آئے اور صدقہ لے کر چلے جاتے۔ یہاں تک کہ سب ختم ہو گئے۔ سلطان نے دریافت کیا: کیا کوئی رہ کر نہیں گیا، جو صدقہ لینے نہ آیا ہو؟ اس پر لوگوں نے کہا: صرف دو غوثی شخص رہ گئے ہیں، وہ کسی سے کچھ نہیں لیتے۔ اور وہ دونوں تنیک احمد الدار آدمی ہیں، غریب اور محتاج لوگوں پر صدقہ اور زیارت کرتے رہتے ہیں، اس کو نہ ملے سو خوشی ہوئی، اور کہا انہیں میرے پاس لاؤ، جب انہیں لایا گیا تو کچھ اور بعض دوسرے شخص بھی بنی طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا تھا۔ سلطان نے پوچھا: تم کہاں کے رہتے والے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ بلاد مغرب کے رہنے والے ہیں۔ حج کے لئے آئے تھے، ہم نے جانا کہ یہ سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گذر گیا سلطان نے کہا: صحیح کہو، مگر وہ اپنی بات پرتوٹے ہوئے ہیں، اس پر سلطان نے دریافت کیا: کہ یہ کہاں رہتے ہیں، لوگوں نے بتلایا، کہ حجرہ شریف کے قریب جو مراٹے ہے، وہاں رہتے ہیں، سلطان ان کو لے کر ان کے گھر آیا، اس نے وہاں بہت مال و دولت رکھی۔ اہل مدینہ نے ان کی بہت تعریف کی، اور کہا کہ دونوں صائم اللہ ہیں۔ روضہ اطہر پر بوقت درود پڑھتے رہتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرتے اور ہر روز اہل بیت کی زیارت کو جاتے ہیں۔ اور ہر وقت اہل قبائلی زیارت کرتے جاتے ہیں، انہوں نے کبھی کسی سائل کو رد نہیں کیا۔ اور اس خطہ مالی کے زمانہ میں انہوں نے بہت سے حاجتمندوں کی مدد کی ہے، یہ تمام باتیں سن کر سلطان نے کہا: سبحان اللہ، اس سے زیادہ کسی بات کا ذکر نہیں کیا سلطان نے گھر کے اندر چکر لگانے لگا۔ ہوتے ہوئے سلطان نے ایک چٹائی اٹھائی اور کہا کہ مرنگ کھڑی ہوئی ہے جو حجرہ شریف کی طرف جاتی ہے۔ یہ دیکھ کر لوگ کا پتہ اٹھے،

سلطان نے کہا: صحیح بتاؤ۔ انہیں جب خوب مارا گیا، تو انہوں نے اعتراض کیا۔ کہ وہ دونوں عیسائی ہیں اور عیسائیوں نے انہیں مغربی حاجیوں کے لباس میں بہت سامان زیکرہ واد کیا ہے، اور انہیں ایک بہت بڑی بات کا حکم دیا ہے، جو ان کے مانع میں آئی تھی۔ اور ان کا یہ خیال تھا۔ کہ وہ یہ کام کر لیں گے۔ بات یہ تھی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کو نکال کر لے جانا چاہتے تھے، اس غرض سے وہ حجرہ شریف سے قریب تیس میل کے ہیں، اترے اور انہوں نے وہ بات کہی، کہا کہ تم چکا۔ یہ لوگ رات کو مرنگ کھڑے ہو کر ایک کے پاس مغربی لوگوں کے طرز پر ایک چترے کا تعین ہوتا۔ جو مٹی صودی جاتی ہے، وہ ان قصبوں میں رات کو ہر بیت اہل بیت کی زیارت کے رہا لے والے قبروں

کے درمیان ڈال دیتے، ایک مدت تک وہ یہی کرتے رہے اور جب جگر شریف کے قریب پہنچے تو آسمان سے سخت کڑک اور بجلی بجی اور سخت زلزلہ آیا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ چار کھڑیاں گئے، اسی رات کو سلطان مدینہ منورہ پہنچا اور انہیں گھٹا کیا اور انہوں نے اپنے جرم کا اعتراف ہی کیا جب نور الدین ان دونوں شخصوں کا حال ظاہر کرنے میں کامیاب ہو گیا تو انہوں نے دیکھا کہ اللہ نے سزا کا اہل بنایا ہے، تو وہ خوب دیکھا کیا، اور اس نے ان کی گردن اڑا دینے کا حکم دیا، چنانچہ انہیں اس جالی کے باس قتل کیا گیا جو جھوٹے شریف سے متصل ہے، اس کے بعد اس نے سطح آب تک خندق کھدائی اور بہت سا سیمہ جمع کیا، اور سیمہ کو چھلکا کر پانی کی سطح تک ایک دیوار آٹھ سہ شریف کے گرد بڑا دی گئی، جب ان امور سے فارغ ہوا تو اپنے دارالحکومت کو واپس چلا آیا۔ اور حکم دیا کہ کسی کا ذکر کوہِ کاری کا مہر نہ لگایا جائے،

سبھوہی اس واقع کی دیگر روایات نقل کر کے بعد لکھتے ہیں، سن ۵۷۶ھ کے بعد نور الدین کے خواب کی تمام کاپیاں داغ و پیش کیا تھا۔ جیسا کہ زین الدین مارغی نے ابن السخار کی تاریخ بغداد سے نقل کیا ہے۔

واقعہ یوں ہے کہ کسی زندیق نے مصر کے حاکم عبیدی کو مشورہ دیا کہ جو جم مبارک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صاحبین کے جرم کو مدینہ سے نکال کر کوہِ کاری کے اس نام کا نام کر کے لے کر اربع الفتح کو مقرر کیا۔ جب اربع الفتح مدینہ پہنچا اور لوگوں کو اس کے عزائم کا علم ہو چکا تھا۔ ایک مجلس میں ایک قادی تھے، جو زلیانی کے نام سے مشہور تھے، انہوں نے مجلس میں یہ آیت پڑھی۔

وَأَنْتَ كَذَّبْتُمْ أَهْمَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدٍ هُمْ  
إِلَى قَوْلِهِمْ كَذَّبْتُمْ مِنْهُمْ  
اس پر لوگوں میں جو شہر پیدا ہو گیا، اور اربع الفتح کو مار ڈالنے کو کہتے، مگر چونکہ اس وقت حکومت مصر کی انتہی اعلیٰ وہ اسے قتل کرنے سے باز رہا، اس کے بعد شہر میں ایک تندہوا چلی جس کی وجہ سے اونٹن یا لالوں سمیت اور گھوڑے زمین سمیت اس طرح لڑکھٹے جس طرح گیند زمین پر لڑکھٹے ہے، اور اس طرح بہت سے لوگوں کی موت واقع ہوئی، اور میں نے اسی بات کو بیان بنالیا اور واپس چلا گیا۔

عجیب واقعہ | عجیب طبری الزیاض النضرۃ فی فضائل العشرۃ میں لکھتے ہیں کہ ناون ایک عابد و زاہد نقاد و جواد صالح تھا۔ وہ اپنے باپ شیخ کو سب روایت کرتے ہیں، اگر میں مدینہ میں مقیم تھا۔ ان دونوں خدام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رئیس شمس الدین صراب المصلی تھا۔ شمس الدین صراب بہت دیک آدمی تھا۔ فقروں کے ساتھ محبت اور ان پر بہت احترام کیا کرتا تھا۔ ہم میں آپس میں بہت انس و محبت تھی،

اس نے ایک روز کہا کہ تم سے ایک عجیب قصہ بیان کرتا ہوں۔ میرا ایک دوست تھا جس کی شہرت و بر خاست حاکم شہر سے تھی، وہ ایک دن آیا اور کہنے لگا کہ ایک بہت بڑی بات واقع ہوئی ہے، میں نے تمہارا وعدہ کیا ہے، اس نے کہا حلیت سے کچھ لوگ آئے ہیں، اور انہوں نے حاکم شہر کو بہت سا زر مال دیا ہے، اور اس سے درخواست کی ہے کہ وہ حجہ شریفہ کو کھلا دے تاکہ وہ ابو بکر اور عمرؓ کو نکال کر لے جائیں۔ حاکم نے وعدہ کر لیا۔ صواب کہتا ہے کہ میں کہنے انتہا درجہ کا غم لاحق ہو گیا، اسی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ حاکم کی طوط سے بھالنے کے لئے آؤی آگیا، جب میں حاکم کے





علاج کیا، مگر کوئی فائدہ نہ ہوا، بالآخر خیال کیا، کہ مرنے سے پہلے ایک اور قصیدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں کہہ ڈالوں  
چنانچہ اسی حالت میں میں نے ایک قصیدہ تیار کیا اور رات کو بار بار اسے پڑھتا رہا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل سے  
بازگاہ رب العزت میں رو کر دعائی اسی حالت میں میری آنکھ لگ گئی اور شراب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، تو آپ  
نے پوچھا: یہ نصیحت کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا: حضور آپ رکھ رہے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا درسد مبارک  
میرے بدن کے مفلوج حصّہ پر رکھا اور اپنی چادر مبارک اڑھائی، جب آنکھ کھلی تو کیا کہتا ہوں کہ میں بالکل صحت اور تندرست  
ہوں، میں نے اس قصیدہ کا ذکر کسی شخص سے نہ کیا تھا۔ مگر ابھی صبح کو گھر سے نکلا ہی تھا۔ کہ ایک درویش نے جہیز لے مجھے کہا  
کہ جو قصیدہ تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں کہا ہے وہ مجھے عنایت فرمائیے۔ میں نے جواب دیا کہ حضور انور کی مدح  
میں میں نے بہت سے قصیدے کہے ہیں، آپ کی ہر ایک قصیدے سے ہے؟ ہولے کہ جو قسم نے بیاری کی حالت کیا ہے اور  
جس کا مطلع یہ ہے،

۵

اَمِنْتُ نَدَاكَ رَبِّ جِيْزًا يَذِي سَكْمٍ مَرَجْتَ دَمْعًا حَزَنِيْ مِنْ مَّقْلَةٍ يَدِيْمْ  
اور پھر کہا بخدا رات کو یہی قصیدہ میں نے دربار نبوی میں سنا ہے، جب یہ پڑھنا چاہا تھا، تو حضور علیہ الصلوٰۃ  
والسلام اس کو سن کر یوں تھکوم رہے تھے جیسے باقرِ سیم کے جھوٹکوں سے میوہ ناز و رحمت کی شاخیں تھوڑا کر رہی ہیں۔  
حضور نے اس کو پس منفرمایا۔ اور پڑھنے والے کو اپنی چادر مبارک اڑھائی، میں کہیں نے اس درویش کو یہ قصیدہ  
دے دیا ہے۔

## علماء دیوبند کا حیات انبیاء کے متعلق عقیدہ

میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ حیات انبیاء کا مسئلہ کوئی اختلافی مسئلہ نہیں ہے امت محمدیہ کا آج تک اس پر اتفاق چلا آیا ہے، اس لئے ضرورت تو نہ تھی کہ کسی ایک جماعت کا خاص اثر برز کر کیا جاتا، مگر چونکہ بعض لوگ اپنے وصل و فربہ کو ترجیح دینے کے لئے لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو دیوبندی کہہ پیش کرتے ہیں، حالانکہ علماء دیوبند ان کے کلمات کفریہ اور عقائد باطلہ سے قطعاً مبرا ہیں، اس لئے مناسب خیال کیا گیا کہ لوگوں پر واضح کر دیا جائے کہ مسئلہ حیات انبیاء کے متعلق علماء دیوبند نے کس وضاحت سے اپنا عقیدہ پیش کر دیا ہے، اس کے باوجود اگر کوئی اپنی ڈھٹاہٹ سے اپنے آپ کو دیوبندی کہتا رہے، تو اس کا میں یہی جواب ہے، **وَإِذَا الْمُسْلِمُ تَلَحَّى خَاخِصًّ** چہائشہئت مگر جہاں تک علماء دیوبند کا تعلق ہے، **فَصَحَّحْنِي ذَاوَدَ وَآدَمَ بْنَ دَاوُدَ** میں کتاب کے دوران میں سید افریقاہ صاحب رحمہ اللہ اور مولانا تھانی کے بیانات پیش کر چکا ہوں اس لئے ان کے دہرائے کی ضرورت نہیں،

مولوی بدر عالم صاحب | مولوی بدر عالم صاحب نے ترجمان المسلمین میں حیات انبیاء پر ایک الگ باب کا بیان کیا ہے، میں یہاں انہی کے الفاظ میں احادیث کا ترجمہ اور تشریح پیش کرتا ہوں

۱۰۴۱، السنن روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: **النبیاء علیہم السلام زندہ ہیں قبروں میں نماز پڑھتے ہیں**

۱۰۴۲، ابوالقادر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا جمعہ کے دن مجھ پر کثرت کے ساتھ درود بھیجا کرو کہ **مَنْ كَانَتْ رَأْسُهُ كَالْقَبْ مَشَتْهُ سُبْحًا** "بہر گوئی کہ میں میں فرشتوں کی کثرت آمد ہوتی ہے، اور شخص اس دن مجھ پر درود بھیجتا ہے، اس کی دو وجہ تک وہ اس میں مشغول رہتا ہے، میرے سامنے پیش ہوتی رہتی، اور یہی کہتا ہے کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا موت کے بعد بھی؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پر پر بات حرام کر دی ہے، کہ انبیاء کے جہول کو گلا شراسے، لہذا خدا کا نبی زندہ ہی رہتا ہے، اور اس کو رزق بھی دیا جاتا ہے،

اس حدیث کی تشریح میں مولوی بدر عالم صاحب لکھتے ہیں، -

اہل جنت کی حیات اور دائمی عبادت تو کہ حدیث سے ثابت ہے، حدیث مذکور سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پر ایسا تسلیم و سکرام اپنی وفات کے بعد بھی عبادت اور تک اعمال سے معطل نہیں رہتے، بلکہ دوسروں کی درود بھی ان کے سامنے پیش کی جاتی ہے، ان کے جہول کو زمین لغضائے نہیں پہنچاتی، اور ان کو رزق بھی ملتا ہے، یہ جملہ صفات حیات کی صفات ہیں، اس لئے ان کی حیات اور عبادت اس عالم میں بھی اہل جنت کی حیات اور عبادت کی شان رکھتی ہے، لہذا جب اس مسئلہ پر ضرورت کرنا پڑے تو احادیث کی روشنی میں کرنا چاہئے۔ یہاں صرف اتنی ہی باتوں کو سامنے رکھنا حیات کی حقیقت

سمجھنے کے لئے کافی ہے، اس سے زیادہ اپنی جانب سے محض قیاس آرائیاں کرنا بے وجہ عقائد کو خطرہ میں ڈالنا ہے، اور ان کی موت کو بالکل عام انسانوں جیسی موت سمجھنا بھی محدثین علماء کے خلاف ہے، جبکہ حدیث میں ان کے غسل، انکے فن ان کی نماز، ان کے ترکہ اور ان بیویوں سے حرمت نکاح کے مسائل صاف صاف موجود ہیں، قرآن کے حق میں بالکل عام موت کا عقیدہ رکھنا بھی کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟

اس کے بعد حدیث غیر ۴۰۰ کے تحت لکھتے ہیں کہ جو لوگ خود حاضر ہو کر آپ پر درود پیش کرتے ہیں وہ آپ بغیر غرض خود سنتے ہیں، اور جو درود سے درود و سلام پڑھتے ہیں، اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرشتے معین فرما دئے ہیں، وہ اس کو آپ کی خدمت میں پیش کر دیتے ہیں، یہی طریقہ وہاں میں ہے، اپنی موجودگی میں سلام کی سنت آپ خود ادا کرتے ہیں، اور غائب ہو کر کسی دوسرے آدمی کی معرفت اپنا سلام بھیجتے ہیں، چونکہ وفات کے بعد یہ طریقہ قائم نہیں رہ سکتا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا علم سے اس خدمت کے لئے یہاں ہرگز مقرر فرما دئے ہیں، جو اس خدمت کو سرانجام دیتے ہیں، اگر انبیاء علیہم السلام میں اس حمار حیات نہیں تو پھر کیسے لئے ہوتا ہے، اور اگر یہاں حضور و عقیبت کا کچھ فرق نہیں تو پھر فرشتہ کیا یہ تقریر کس لئے ہے؟

ان احادیث صحیحہ سے یہ اندازہ کر لینا چاہیے، کہ انبیاء علیہم السلام کی شان رفیعہ کیا ہوتی ہے، ان کی موت کیا عام بشری کی موت کی طرح ہے، یا جس طرح وہ بحالت حیات حج و نماز میں مشغول رہا کرتے ہیں، اسی طرح وہ اپنی وفات کے بعد بھی ان میں مشغول رہتے ہیں۔

مولانا خلیل احمد صاحب السلام علیک اے اللہ تعالیٰ پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

کابیان

لَقَدْ اَتَىٰ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَاتِلِهِ كَمَا أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ أَحْيَاءُ فِي قُبُورِهِمْ وَلَا تَمُوتُ إِلَّا تَكُونُ قَوًى لَا تَمُوتُ وَلَا تَحْيَا هَلْ كَمَا لَا تَمُوتُ فِي حُصُونِهِمْ وَغِيْبَتِهِمْ فِي تَرْتَمَانِ حَيَاتِهِمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۝

مزید برآں نبی صلی اللہ علیہ وسلم دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرح اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ آپ زمین کا دوسرا یا اس کے برابر کی طرح آپ کی تعلیمات میں آپ کی موجودگی اور عدم موجودگی میں کوئی فرق نہیں پڑتا، علماء و دیوبند کے عقائد کے متعلق مدنی صاحب کا بیان

مولا نا امین احمد مدنی اپنی خود نوشت سوانح عمری میں علامہ دیوبند کے عقائد کے متعلق لکھتے ہیں،

”بہر حال اگر علماء دیوبند کو بھی اسی وراثت نبوی سے عظیم انسان حیدر مدنی تھا، چنانچہ حکمران۔ اور ایسا کھلا ہوا جھوٹ ان کے خلاف استعمال کیا گیا، کہ جس کی نظر نہیں ملتی۔ اور ان کو اس رسالہ میں وہابی ظاہر کیا گیا، حالانکہ محمد بن عبد کرباب اور ان کے فرقہ سے ان حضرات کو دور کا بھی تعلق نہ تھا، وہ عقائد و اقوال علامہ مدنی کے مشہور اور ماہر لائبریری بن ابی السد و بیہوش ہیں، ان کے خلاف ان حضرات کی تصانیف بھری ہوئی ہیں۔

۱۱) وہ انبیاء علیہم السلام کی حیاتِ حجازی اور بقا و علاقہ میں الریح و البحر کے بعد وفاتِ خلافت کے منکر ہیں، اور یہ مختار صرف اس کے قائل ہی نہیں، بلکہ مثبت بھی ہیں، اور بڑے زور شور سے اس پر دلائل قائم کرتے ہوئے متعدد رسالے اس بارہ میں تصنیف فرما کر شائع کر چکے ہیں، رسالہ آنحضرت نہایت مبسوط رسالہ خاص اس مسئلہ کے لئے لکھا گیا، نیز ہدیۃ الشیعہ، ایوہ اربعین حصہ دوم اور دیگر رسائل مطبوعہ مصنف حضرت نازقوی قدس اللہ سرہ العزیز اس مضمون سے بھرے ہوئے ہیں۔

۱۲) ولایتِ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے سفر کرنے کو ممنوع قرار دیتے ہیں، اور کہتے ہیں، کہ فقہاء مجذبی میں نماز پڑھنے کے لئے سفر کرنا چاہئے، مگر بالکل بے چارہ زیارت بھی کر لی جائے، ہمارے اکابر زیارتِ شہرہ کے لئے سفر کرنے کو صرف جائز بلکہ افضل و مستحب قرار دیتے ہیں، اور جب قرار دیتے ہیں، بلکہ محض زیارت کے لئے سفر کرنا جس میں اور کوئی دوسری توفیق منوی اور ملحوظ نہ ہو، افضل اور اعلیٰ قرار دیتے ہیں، چنانچہ رسالہ زبدۃ المناقب مصنف حضرت گنگوہی قدس سرہ العزیز زیارتِ زیارت المدینہ اس پر شاہ عدل ہے۔

۱۳) وہ گائیہ ترسل بالانبیاء والادایا علیہم الصلوٰۃ والسلام لیدلواک الوفاۃ ممنوع اور حرام قرار دیتے ہیں، یہ حضرات نہ صرف جائز بلکہ "الاجابات" اور مفید قرار دیتے ہیں، شجراتِ حضرتِ بیعتِ ربہم اللہ قللی اور آدابِ زیارت و از قید مدینہ منورہ اس پر شاہ عدل ہیں، مگر حضرت نازقوی اور حضرت گنگوہی اور حضرت مولانا بقرب صاحب اور حضرت حاجی امداد اللہ رحمہ اللہ اس پر ہم کے متعدد تصانیف میں شائع ہیں،





میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں، جن میں سے بعض کا ذکر حاضر دوری کے حصہ میں

(۱) تحفۃ الطالب المستہام فی روایت النبی علیہ السلام مؤلف شمس الدین ابو عبد اللہ محمد ملاطاف الدینی،

(۲) تہذیب القینی فی روایت النبی مؤلف شیخ محمد یوسف بن البیضا خلیفہ شیخ الحرم النبوی (ترکی زبان میں)

(۳) حور الخلیم و حقداء و ذوی البیان فی روایت خیر الانام فی البیضا لکافی النام مؤلف محمد بن ابراہیم المعروف بکتابی زادہ تنویری

(۴) غایۃ الاعلام فی روایت النبی علیہ السلام مؤلف شیخ جمال ۱۰۷۰ھ، مطبوعہ

(۵) الکواکب الزاہرۃ فی اجتماع الاولیاء بسید الدین والاخوہ مؤلف شیخ ابو الفضل عبدالقادر بن حسین بن علی شافعی ۸۹۴ھ  
شیخ عبدالحمید کا بیان شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں

اما بعد ان انحضرت زادہ لیلۃ بعد از وفات امیر عالم بعضی محدثین نے کہا کہ نقل اس از شیخ یکے از صحابہ و تابعین فرماید

وگفتہ بچند شد جز من فاعلم الزہر اسلام علیہا لیم و محنت فراق انحضرت و در مدت شش ماہ تا جان دادہ و بچہ خانہ سے

رضی اللہ عنہا ہمارے صریح شریف، و مجلس نقل نہ کر کہ میں مدت فاطمہ رضی اللہ عنہا انحضرت زادہ لیلۃ دید

نعم از بعضہا لحن و حکایات در باب آمدہ و بھوت رسیدہ و حکایات و روایات شیخ بسیار است نہ کہ یک بحد

تو تہرید بہ و منکر اس حال تصدیق کیا مات اولیاء دار و یادار و اگر تہرید و ساقط شد بحث باوی زیرا کہ منکر است چیز را

کہ ثابت کردہ اند کہ ب و سنت و اگر واد اس از جملہ کلمات است انکار صحت

و امام حجت الاسلام قرانی در کتاب المنقذ من الضلال گفتہ کہ ارباب کرب مشاہدہ میکنند و لیلۃ طالعہ را و اوار لایا

و بی شوق و از ایشاں اموات و کلمات واقعات اس گفتہ فرماید

و در مرآۃ المہذب لکھن مؤلف در رسالہ خود نوشتہ کہ در آمد شیخ ابو العباس قسطلانی بہا حضرت پس دعا لکھن

اوراد و فرمود اخذ اللہ بید لک یا سجد

و از شیخ ابو السعود مدہ کہ مصافحہ می کردہ انحضرت را بعد از نماز

و از قلب الوقت البراس شاذلی آوردہ کہ انحضرت را دیدم، فرمود

یا علی طهر قلبک من الکفر

و از سید نور الدین بخانی آوردہ کہ اندک شنیدہ جواب سلام از داخل قبر شریف کہ علیک السلام یا و لدی

و از شیخ ابو العباس مری آوردہ کہ می فرمود ہر یک ہنرمند و زین جمال سید المرسلین از من محبوب گروہن خود را مسلمان

لہ انتہی الامانات شرح مشکوٰۃ ۳، ۳۵۲ ھ از احمد بن محمد بن علی کہ کا فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا یا کوئی ان صحابی انحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کہ بر ایمنی، بلکہ ایستادہ فتہ جو انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ وفات کہ وقت بسیار تھا۔ پھر پوچھا کہ کیونکہ

انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ اس دنیا سے روانہ ہو جانا، اور دوسری دنیا میں منتقل ہو جانا ایک عینی امر تھا۔ مگر پھر بھی صحابہ میں آپ کو تھا

کہ وقت اس پر شک گنہا ابھی اس واقعہ گذشتہ نہ ہوئی تھی، اور اگر بپاوری کہے عالم میں صحابہ کو پیدا و زہری عطا ہو جاتا تو از سر نو ہفتہ

بپا ہو جاتا، مزید برآں یہ غنیمت تو صرف ان کو گنہے جنہوں نے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا سے زندگی میں نہ رکھا ہو

صحبہ کے لئے کیا یسوف کہ تھا، کیا انہوں نے انحضرت کی صحبت حاصل کی، لہذا انہیں اس حقیقی صحبت بخیر و برکت

معنی صحبت کی ضرورت تھی، لہذا نظر مرآۃ المہذب اللہ فیہ: ۵، ۲۹۶ ھ جو السعود بنی الدین از علی صاحب کلمات ہر کہ



فَمَنْ يَنْتَظِرْ فِي هَذِهِ الدَّارِ الْآثِلَةَ ۖ يَبْرِي الْمُصْطَفَىٰ حَقًّا فَقَدْ آتَاهُ مَسْخَطًا  
وَلَكِنْ بَيْنَ التَّوَكُّلِ وَالْمَقْطَعَةِ التَّحْتِیٰ نَبَاشَةُ هَذَا الْكَمَرِ تَرْسَبُهُ وَتُسْطَلِیٰ  
جس نے یہ بخوشی کیا کہ دنیا میں اس نے حقیقی معنوں میں آنحضرت کی نذارت کی تھاس نے اپنی مدد سے ہر حکمران  
کی لیکن یہ حالت ایسی حالت تھی ہے جو خواجہ بیلک کے لئے والی حالت ہو، اور حقیقت بھی یہی ہے، اگر اس وقت  
رائی پر ایک قسم کی غیبت طاری ہو جاتی ہے، اور جو اس ظاہرہ بڑا اور نہیں رہتے، اور میرے خیال میں یہی اعتدال  
پسندانہ عقیدہ ہے، البتہ قطب ثوث کے لئے ممکن ہے، کہ وہ غیبت کے بغیر یہ دیدار حاصل کر لے جیسا کہ شیخ  
عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا مذکورہ بالا واقعہ ظاہر کرتا ہے،

شیخ احمد سرہندی | شیخ احمد معرفت یہ مجدد الف ثانی ترقی فرماتے ہیں،  
کام بیان | مختصر نو در لباس سرفراں کہ بہ بد، اعتقادی مبتلا بوداں فقیر و محتاج و دور

واحدت، اتفاقاً میں نے یہ کہ انبیاء صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جمع اندر ہر زبان واحدی فرمایا کہ در  
حق آن شخص کہ نصیب تھا۔ رہیں آنا بخاطر رسیدن شخص دیگر کہ فقیر و محتاج و دور استفسار فرمایا  
اور فرمودند گانا صدکا، حقو ذرا بدہ سبھا اندر میں سنو غلو حقیقتاً د و من دلعن انبیاءیکہ لکھا تھا،  
یہاں حضرت محمد علیہ الرحمۃ نے انبیاء کے ساتھ بیداری کے عالم میں اپنی ملاقات کا ذکر کیا ہے،  
مجدد و صاحب کی حضرت الیاس | مجدد و صاحب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

اور حضرت سے ملاقات | یا ربعت سے حضرت خضر علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے احوال کی  
نسبت دریافت کیا کرتے تھے، چونکہ فقیر کو ان کے حال پر پوری پوری اطلاع نہ ہو گئی تھی، اس لئے جواب میں توقف  
کیا کرتا تھا، آج صبح کے حلقہ میں دیکھا کہ حضرت الیاس اور حضرت خضر علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام روحانیوں  
کی صورت میں حاضر ہوئے، اور تعلق روحانی یعنی روحانی ملاقات سے حضرت خضر نے فرمایا کہ ہم عالم ارواح میں  
ہے ہیں، حق سبحانہ تعالیٰ نے ہماری ارواح کو ایسی قدرت کا ملکہ عطا فرمایا ہے کہ اجسام کی صورت میں متشکل  
ہو کر وہ کام جو جسموں سے وقوع میں آئیں یعنی جسمانی حرکات و سکنات اور جسمی طاعات و عبادات ہماری اوضاع  
سے صادر ہوتی ہیں، اس آئنا میں پوچھا کہ کیا آپ امام شافعی رحمہ اللہ کے مذہب کے موافق نماز ادا کرتے ہیں،  
فرمایا کہ ہم شریعت کے ساتھ مکلف نہیں ہیں، لیکن جو کچھ قطب مدار کے کام ہمارے سر پر ہیں، اور قطب مدار امام  
شافعی کے مذہب پر ہے، اس لئے ہم بھی اس کے پیچھے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے موافق نماز ادا کرتے ہیں  
اس وقت یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کی طاعت پر کوئی حرج اور تردد نہیں ہے، صرف طاعت کے ادا کرنے میں اہل  
طاعت گیا تھا موافقت کرتے ہیں، اور عبادت کی صورت کو مدنظر رکھتے ہیں،

اور یہ معلوم ہوا کہ علویات کے کمالات فقیر شافعی کے ساتھ موافقت رکھتے ہیں،  
لے مبداء: ۴۳ - ۴۴ گہ مکتوبات، مکتوب: ۲۸۲ ج اول صفحہ ۵۰۲ - ۵۰۵ نیز غلطی ہر صفحہ کی کتاب: ۴۲







ترجمہ: لہذا تمام مخلوق کے لئے موت کا آنا ضروری ہے، تاکہ نفوس سے نفوس ہوجائیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ زندگی میں ہی اپنے نفوس سے اپنے نفوس پر چکے تھے، جب موت آئی تو آپ کی حالت یہ تھی کہ موت سے پہلے ہی اس مقام پر پہنچ چکے تھے، لہذا جب موت آئی تو موت کے بعد ان کی وہی حالت تھی جو موت سے پہلے تھی چنانچہ آپ دیکھتے کہ آپ کی انوار کے لئے عدت نہ تھی، اگر آپ کی موت انواروں کی طرح ہوتی تو آپ کی انوار چہرے ہی احکام جاری ہوتے جو انواروں کی انوار پر ہوتے ہیں، نیز یہ کہ اگر آپ کی موت انواروں کی موت کی طرح ہوتی تو وفات کے بعد رسالت کا ثابت کرنا محال ہوتا، کیونکہ مردہ وصل کیسے پرستار ہے، اس لئے قیامت کے دن یوں کہتے کا حکم آیا ہے، اَسْتَفْهِمُ اِنَّكَ اَللّٰهُ اَلَا اَللّٰهُ اَلَا اَسْتَفْهِمُ اِنَّ عَجْمًا مِّنْهُمْ يَرْسُلُ مِنَ اللّٰهِ يَدْعُوْنَ بِكُمْ لَا تُعَذِّبُوهُمْ وَلَا تَجْعَلْ لِّهٖمْ سُلٰكًا ۝۱۰ اور چونکہ امت کے اعمال نامے تمہیں آپ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں، اور ہر ایک اعمال سے خوش ہوئے ہیں، اور ہر اعمال پر آپ کو انوس ہوئے ہیں، اور آپ ان کے لئے استغفار کرتے ہیں، لہذا یہاں سے بھی ثابت ہوا کہ آپ کی موت حیات ہے لہذا آپ کی زندگی موت تھی، اور موت حیات، جب تک آپ زندہ تھے تھے بعض کی خبر تھی بعض کی نہ تھی مگر مرے کے بعد آپ کو امت کے تمام احوال کی خبر ہوگئی، اگر آپ کی موت موت ہوتی، تو انہوں کی طرح وفات سے علم میں کمی ہوتی تو زیادتی، جب تک زندہ تھے خود زندہ تھے، اور جب مر گئے تو زندہ تو رہ گئے، آپ کی زندگی میں موت کی صفات تعین نفوس زخا کیہ لکیر میت کو نفوس سے کوئی سروکار نہیں رہتا، اختیار تھا، اس لئے کہ میت کو کوئی اختیار نہیں ہوتا، خلافت نہ تھا، کیونکہ میت میں خلافت نہیں ہوتا، کوئی مراد نہ تھی کیونکہ میت کی کوئی مراد نہیں ہوتی تب ہی نہ تھی اس لئے کہ میت کے لئے تیار نہیں ہوتی یہی وجہ تھی کہ حق تعالیٰ نے فرمایا: وَمَا دَعَا كَيْفِيَّةَ اَوْ مَا كَيْفِيَّةَ (جب آپ نے لکھا ہے بیکا، تو آپ نے تو نہ چھپایا تھا)۔ اللہ تعالیٰ نے دَعَا كَيْفِيَّةَ کو برقی کی پھر کیا کھینٹ کو ثابت کیا، ایک چیز مثبت بھی اندھنی بھی، یہ ایک عجیب بات ہے، اس کے معنی ہیں ہونے لکاپ آپ نہیں بلکہ آپ میں ہوں، آپ کا بذات خود آپ ہونے کا سوال اس وقت تک جو مسئلہ ہے، آپ بذات خود سانس لیں، مگر چونکہ اس پر اتفاق ہے، کہ آپ کا سانس و حرکات و سکنات افکار و خیالات سب میری ذات سے وابستہ ہیں، تاکہ آپ کی ذات سے، لہذا آپ میری ذات سے قائم ہیں، نہ قائم محمد، جہاں تک بذات خود ہی قائم ہیں، مگر باقی میں تو اس لئے کہ میں ہوں،

اس بات کی دلیل لکاپ کی حیات موت کی طرح تھی، اور موت زندگی کی طرح یہ ہے، کہ مخلوق میں حیات اور اور موت میں فرق ہوتا ہے، جب نفوس مرجاتا ہے، تو روح حق تعالیٰ کو رہی، اور حق کو پایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میں تمہارا رب سے جدا نہیں ہوں، میں تو اپنے رب کے پاس رہا مگر تمہارا میں، دوسری روایت میں ہے کہ میں اپنے رب کے پاس دن گزارتا ہوں، جیوت رات کی صورت ہے اور فیلولت دن کی، آپ فرماتے ہیں کہ میں دن رات اللہ کے پاس ہوتا ہوں، اور اللہ کی باگاہ میں موت نہیں ہم

مرے ہیں، اور جو چیز ہمارے ساتھ ہوگی اسے موت آگئی، حق سبحانہ انہیں مُرتے اور جو حق کے ساتھ ہوگا، نہ مرے گا،

نیز یہ فرمایا، کہ مجھے میرا رب کھانا اور پلانا ہے، اگر آپ باوجود رب العزت سے غائب ہوتے تو مخلوق آپ کو کھلانے پلانے والی ہوتی نہ حق،

پھر فرمایا، میری آنکھیں بند ہوتی ہیں مگر دل نہیں سوتا، آپ نے بند کی نفی کی اور نیند موت ہے، جب جبرزی موت آپ کو نہ آسکتی تھی، تو کلی موت کیسے آسکتی ہے، اگر نہ لے دالتے ہوتے تو آپ کو نیند آتی، مگر نہ موت نیند کی نشانی ہے، مخلوق کو حق سے محبت رکھنے کا حکم ہے، تاکہ جب تک حق کی طرف توجہ ہو، مخلوق سے اغراض ہو، اور کبھی مخلوق سے محبت ہوتی ہے، تاکہ جب مخلوق سے محبت ہو حق سے اغراض ہو،

مخلوق لگے سے دیکھ سکتی ہے، سچھے سے نہیں، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے اور پیچھے سے، ایک جیسا دیکھ سکتے تھے، اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے، کہ آپ ہر حق متوجہ ہیں، کسی طرف سے اغراض نہیں آپ ہر حق مواتی ہیں، آپ میں مخالفت نہیں، ہر حق حاضر ہیں غائب نہیں، ہر حق مشاہدہ ہیں، احباب نہیں، ہر حق قریب ہیں کوئی بُعد نہیں، ہر حق حیات ہیں کوئی موت نہیں، حق میں نفس نہیں،

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صفات تھیں، تو ارادوں کے لئے موت کا آثار و نشانی تھا، تاکہ غیرت سے جبری میں آئیں، مگر آپ کیلئے موت اور حیات یکساں ہو چکی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موت سے پہلے ہی قیامت کا معاشرہ کرایا گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کے لئے جانے کا مقصد یہ تھا، تاکہ حکم لے کر مخلوق غائب ہو اور آپ حاضر، مخلوق دور ہو اور آپ قریب، اسب محاب میں ہوں، اور آپ کے لئے ہر چیز بجا ہے، ابراہیم بخاری، ایک اور مقام پر فرماتے ہیں،

انبیاء و رؤسائے اندہ، کی ظاہر دیکھ باطن، ظاہر ایشیاں جنہیں باطن شعلی بشری چنانکہ عذائی تعالیٰ گفت۔۔۔  
 قُلْ اِنَّهُمْ اِنَّمَا بُشِّرُوا مُنْذَرُكُمْ وَنِزَارُكُمْ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ، وَنِزَارُكُمْ۔۔۔  
 لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ اِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَبِاطْنِ اَيْشِاں عِلْمِی بَارِئِہ  
 حُرْفِی حَقِی ہوی س مالی (۶) چنانکہ مغیر علیہ السلام گفت۔۔۔ اَنَا لَمْ اَشْكُ كَا حِدٍ كُمْ رَايَا ظَاهِرُ خُورَا  
 نَحَاسْتِ اَزْہَرَا كَلْہَا ہر ہچاں کہ آن باریہ، لکن غیش آنست کہ اَكَلْہَا كَلْہَا حِدٍ كُمْ مِرَا وَاَیْہَا اَكَلْہَا  
 وَشْكُہَا ظَاہِرَا وَاَیْہَا اَكَلْہَا كَلْہَا اَكَلْہَا كَلْہَا اَكَلْہَا كَلْہَا اَكَلْہَا اَكَلْہَا اَكَلْہَا اَكَلْہَا  
 كَلْہَا اَكَلْہَا اَكَلْہَا اَكَلْہَا اَكَلْہَا اَكَلْہَا اَكَلْہَا اَكَلْہَا اَكَلْہَا اَكَلْہَا اَكَلْہَا اَكَلْہَا اَكَلْہَا  
 بَاطْنِ اَيْشِاں سَامِی وَاَعَالِی كَلْہَا اَكَلْہَا اَكَلْہَا اَكَلْہَا اَكَلْہَا اَكَلْہَا اَكَلْہَا اَكَلْہَا اَكَلْہَا اَكَلْہَا  
 بَاطْنِ اَيْشِاں حِلِی وَاَعَالِی كَلْہَا اَكَلْہَا اَكَلْہَا اَكَلْہَا اَكَلْہَا اَكَلْہَا اَكَلْہَا اَكَلْہَا اَكَلْہَا اَكَلْہَا



وَلَا تَكُونُمْ بِطَائِنِ مَصْطَفَا عَلِيهِ السَّلَامِ ہر بی صفت گردانید ، ظاہر او مشاہدہ خلق را بود ، و باطن او مشاہدہ حق را چون لفظ آنحضرت از خلق فاضل گشت ، و اگر باطن نیز مختص از حق فاضل گشت ، و عجب از خلق روا باشد ، و از حق روا باشد ، شمار از زمینم شاید و کار برآید و اگر راستی او را نہ بعجب ، طاقت ندارم ، و نوم جزو نیست از موت و موت انوم موت کلی است ، و بظاہر انوم روا بود ، و اگر آنکس موت روا بود ، چنان بر باطن او نوم روا شد ، موت نیز روا بود ، و ازین معنی بود کہ در گوشت چیت ال خبر از اثرات کہ در حیات و عدلت زمان او متعین شد گشت ،

و نیز پیغام علیہ السَّلَام گفت : **إِنِّي أَنَا بَيْتٌ عِنْدَ سَيِّدِي إِنِّي أَكْثَرُ عِنْدَ سَيِّدِي** ،

این صفت باطن را باشد ، صفت ظاہر و ظاہرش در کار عاقلتر بود ، و عاقلتر حق اللہ عنہا رب جنود و چوں ظاہر با فاضلتر بود چوں عاقلتر ، و چوں باطنش با حق بود چوں حق خفتر ، و در حضرت حق خواب محال باشد ، و مرتب ہم محال بود ،

و ترجمہ انبیاء میں دو پہلوئے جاہلی ، ایک ظاہر کا اور دوسرا باطن کا ، ان کا ظاہر جسی یعنی خلقی اور باطنی ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا : **كُلُّ إِنْسَانٍ أَكْثَرُ غَلَبَةٍ** ، اے نبی کہ میں میں تو تمہارے جیسا انسان ہوں ،

نیز فرمایا : **سَلَفَتْ مَعَكَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ إِذْ بَعَثَ رُسُلَهُ لَا مِنْ أَفْئِدَتِهِمْ وَلَا مِنْ أَلْوَانِهِمْ** ،

مومنین پر یہ احسان کیا ہے ، کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا ، اور مانیہا کہ باطن طاری ہوتا ہے ، عرش و جہنم

موجود الہی ، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ، **أَنَا أَكْثَرُ كَلْبٍ كَلْبٍ** میں تمہاری طاعت کا نہیں ہوں

جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنا ظاہر و لواذیا تھا ، اس لئے آپ کا ظاہر و لواذیا طریقی تھا ، آپ کی عبادت

یعنی اگر میں اپنے سرور باطن کے اعتبار سے تمہارے جیسا نہیں ہوں ، اور ظاہر و طاقت کے اعتبار سے جیسا

انسان ہوں ، اس کلام کا مفہوم یہ ہے کہ چونکہ آنحضرت کا ظاہر ہمارے ظاہر کی طرت تھا ، لہذا وہ بات مثلاً سب سے غفلت

جو عبادت کے ظاہر کی طاری ہو سکتی ہے ، ان کے ظاہر پر بھی طاری ہو سکتی ہے ، و تمہاری طرت کھاتے ہیں ، اس لئے ہیں ،

و انہا نہ حاجت کرتے ہیں ، بے فصل ہوتے ہیں ، میل چلی رکھتے ہیں ، جنت کرتے ہیں ، مگر ان کا باطن فاضل نہیں ہوتا تھا ،

جس طرت کہ ہمارا باطن ہوتا ہے ، اس وجہ سے آنحضرت نے فرمایا : **أَنَا أَكْثَرُ كَلْبٍ كَلْبٍ** ، میری آنکھیں حق

میں ، مگر دل نہیں سوتا ، لہذا ہر شے کی طرت سوتے ، مگر آپ کے باطن پر فائدہ رسالتی ، اس طرت اللہ تعالیٰ پر نہیں ہوں

اسکے پیغام اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **لَا تَأْخُذُ بِصَلَاتِهِ وَلَا تَكُونُ مَعَهُ** ، اے نبی کہ تو اس کی طرت اللہ تعالیٰ پر نہیں ہوں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باطن کو بھی ایسا ہی بنا دیا ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہر مشاہدہ خلق کے لئے تھا ،

اور باطن مشاہدہ حق کے لئے ، جب آپ کا ظاہر سوچتا ، تو مخلوق سے فاضل ہو جاتا ، اگر باطن بھی سوتا ، تو حق تعالیٰ سے

فاضل ہو جاتا ، مگر ایسا نہ تھا ، مخلوق سے عجب نہ ہوا ، حق سے عجب روا نہیں ، اگر نہیں ، تو کونسی حق میں

مگر اگر حق دہی دیر کے لئے اسے نزدیکوں تو اس (کی برزاشت) کی جھم میں طاقت نہیں ، نیز موت کا ایک جزو ہے

لے میں ”ہوئی س مانی“ کے معنی بھڑکا ، میر سکتا ہے کہ یہ الفاظ غلط چھپے ہیں ،

ہے، اور موت اعظم موت کلی ہے، آنحضرتؐ کے ظاہر پر نیکو دہانتھی، اس لئے کہ آپؐ کے ظاہر پر موت نکلا تھی، اور چونکہ آپؐ کے باطن پر نیکو دہانتھی، اس لئے موت بھی روا نہ تھی، اسی لئے تو قبر میں بھی آپؐ کو اسی طرح کا عظم ہے جس طرح زندگی میں تھا، نیز اسی لئے تو آپؐ کی ازواج مطہرات کی عدت ختم نہیں ہوئی،

آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اپنے رب کے پاس رات گزرتا ہوں، میں اپنے رب کے پاؤں دن گزارتا ہوں، یہ باطن کی صفت ہے، ظاہر کی نہیں، آپؐ کا ظاہر تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں تھا، اور عائشہؓ کے رب نہ تھیں، لہذا چونکہ آپؐ کا ظاہر عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھا، لہذا وہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح سو گیا، اور چونکہ باطن اللہ کے ساتھ تھا، اسی لئے چونکہ اللہ تعالیٰ نہیں مروتے باطن بھی نہیں سویا، اللہ کے لئے نیکو محال ہے، اسی لئے تو موت بھی محال ہے،

سورہ بقرہ کے اہل قریبات انبیاء کا مسئلہ ایک مسئلہ عام ہے جس پر انہیں بحث کرنے اور دلائل دینے کی ضرورت نہیں، بلکہ ان کے اہل قریبات کا ہیجوت زندہ ہے، چہ جائیکہ انبیاء، ان کے اہل قریبات کی موت حیات کو ناقص کرنے کا نام نہیں، بلکہ موت جزئی دنیا سے منتقل ہو کر جزئی آخرت کو جانے کا نام ہے، شیخ الکبرلیک مقام پر فرماتے ہیں، ہر موت اندازہً حیات کا نام نہیں، بلکہ اصل ایک والی کو معزول کرنے اور دوسرے کو مقرر کرنے کا نام ہے،

یہ ایک اور مقام پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں، کہ اللہ کے ملک بندوں کا دنیا سے منتقل ہونا وہ طرح سے ثابت ہے، بعض بندے موت منتقل ہو گئے ہیں، اور موت نام ہے اس دنیاوی زندگی سے مفارقت کا، اور وہ آخری زندگی سے بندہ جلائے ہیں، اور بعض اس دنیاوی زندگی کو ساقط کر کے آخرت میں بغیر موت کے منتقل ہو گئے ہیں، یہ شہداء ہو گئے ہیں،

انہوں نے آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ذکر اپنے مخصوص اور رفیق پیارے میں کیا ہے، میں ان کے کلام کے رفیق ہونے کی وجہ سے مفہوم مثیل کرتا ہوں، اہل ذوق حضرات اہل عبارت فقہ حیات مکیرہ جلد ۱ صفحہ ۱۴ پر دیکھ لیں،

وفات کے وقت جب آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا گیا، تو اپنے رفیق اعلیٰؑ کہا، اور صرف یہی الفاظ آپؐ سے سننے میں آئے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اس زندگی میں بھی آپؐ کے رفیق تھے، آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیاوی زندگی بمنزلہ رات کے تھی، اسباب اس کی سحر ہونے کو تھی، آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی اب یہ خواہش تھی کہ آپؐ رات اور خواب کی مرافقت سے نکل کر دن اور بیداری کی مرافقت اختیار کریں،

اللہ تعالیٰ ہر رات عرش سے آسمان دیا پر آتے ہیں، یہ تو عوام کے لئے ہے، مگر چونکہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم

لے فتوحات مکہ: ۲، ۳۰، لے فتوحات مدینہ: ۳، ۲۸۹ لے فتوحات مکہ: ۴، ۵۵، بطرح: ج ۴، صفحہ ۲۷۱، ہذا لے میں، حیث انتقال الی الآخرۃ من غیر موت بلکہ چونکہ اہل عبارت بہت قلیل ہیں، اور کثرت میں حضرات کو سوائے اکثر کے کچھ اور کھانی ذریعہ سے اس لئے کہ راتۃً ۱۳ عبارت میں ہی ہے، ملاحظہ فرمائیے صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان تو نہ تھی مقتضی اخلاقیہ راجی کا تختہ ذات ابابکر خلیفہ لکن بعضۃ الاسلام ۱۲

کی تمام دنیاوی زندگی رات تھی حق تعالیٰ رات بھر آپؐ کے رفیق تھے، اب اس رات کی سحر سحر کو تھی، اور رب العزت عرش کو لوٹتے والے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے رفیق سے جدائی گوارا نہ تھی، لہذا جب رفیق اعلیٰ انسان دنیا سے سفر شش کو منتقل ہوا تو آپؐ بھی رات ہی منتقل ہو گئے، ابھی وہ جیتی کہ اس دنیا سے استقلال کی وقت آپؐ اور رفیق اعلیٰ بیکار رہے تھے، کچھ اور نہیں کہا، اس لئے کہ انسان حاجت مند اور عاجز ہے، لہذا وہ راستی کی تلاش میں ہوتا ہے۔ جب آپؐ نے حق تعالیٰ کو بہترین رفیق پایا اور آپؐ کو معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ کی رفاقت ہی درحقیقت وہ رفاقت ہے، جو اس جہان میں پائی جاتی ہے، لوگ اھوں کی طرف رفاقت کو منسوب کرتے ہیں یہ ان کی جہالت کی وجہ سے ہے، اسی لئے آنحضرت نے ایسا رفیق طلب کیا، جس کے ماتھے میں تمام عنایات ہیں، آپؐ اہل کھچھوڑ کو نقل کی طرف نہیں لے جاتے۔ یہی حال ان تمام لوگوں کا ہے، جو اللہ کی ملاقات کرنا چاہتے ہیں،







لَنَا شَفِيعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ

وایں هر دو حدیث در بیان معنی بد تعین مراد هر دو حدیث اول الله بفاوۀ ثلث اشترط صدق و اخلاص را که در صورت و اعتبار جمیع اعمال و افعال است،

(۴) حدیث رابع | مَنْ حَجَّ فَرَادَى بَرِّي بَعْدَ وَقَاتِي كَانَ مَكْنً زَائِلًا فِي حَيَاتِي

معی فرماید زیارت ترمین بعد از وفات حکم صحبت من وارد درین حیات بمنائی این حدیث در شریعت و صحبت حیات حضرت سید کائنات صلی الله علیه و سلم است چنانکه تحقیق این سلسله تفصیل در آخر باب مبین گردد و مضمون که امرت مشون این حدیث مثبت و مؤید آن اشارت است که در حدیث اول بدان نتیجه کرده شد یعنی اخلاص و امتیاز زوادی قبر که امرت تازه حضرت رسول محمّد رفیقیت و برعلیت خاص که در کمال را نبوده، چنانچه تقریر و تفسیر احباب که امرت مآب آن حضرت و زیارت فضل و کثرت ثواب و لیکن تشبیه لازم نیاید که در این راه حکم محالی بود جمیع وجوه فضل و ثمرات احکام محیی بلکه ستار حدیث در تمام اذیان سید نام مثبت غرض آن را احکام کرده و با وجود صحبت و ریت و حقیقت آن حکم من زائی فی المآل تقدس مآلی الحق،

(۵) حدیث خامس | مَنْ حَجَّ الْبَيْتَ لَمْ يَزَلْ فِي كَفَلٍ حَقَّاقِي

و غیر بدم اراد که سعادت زیارت آن حضرت صلی الله علیه و سلم و امر انان فی فضیلت بعد از تحصیل نعمت حج از جهت خمس آن سرور و حصول ثواب مر امرت را و کمال شغقت او، برایشان صلی الله علیه و سلم،

(۶) حدیث ششم | مَنْ زَادَنِي إِلَى الْمَدِينَةِ كُنْتُ لَنَا شَفِيعًا أَوْ شَفِيعًا

شفاعت چنانکه گفته اند نسبت باین وصیت بوده شهادت برای اهل طاعت و در روایت آمده

مَنْ زَادَنِي كُنْتُ لَنَا شَفِيعًا وَ شَفِيعًا

(۷) حدیث سابع | مَنْ زَادَنِي مَعْدًا كَانَ فِي جَوَارِي يَوْمِ الْقِيَامَةِ دَمْنٌ مَاتَ فِي الْحَدِّ الْمَقْدَرِ مِنْ بَيْتِ اللَّهِ مِنْ الْأَوَّلِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

میفرماید هر که زیارت من کند در آن مقصد را می داند روز قیامت همای من باشد و در سایر زیارات من نبود و هر که در حرم من بیاید نیز میریزد از عذاب روز قیامت در امان باشد،

(۸) حدیث ثامن | قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَجَّ حَجَّةَ الْإِسْلَامِ وَ زَادَنِي بَرِّي

غزنی غزوة و کلثوم بکیت المقدس لَمْ يَسْأَلِ اللَّهَ دِيْنًا اَنْ يَرْضَ عَلَيْهِ

و این حدیث فضیلت حج اسلام و زیارت قبر حضرت سید نام و چهار وجهی را که گذار و گذاردن ناز و در بیت المقدس که مقام ابرار و اخیار است ذکر یافته و احتمال دارد که این جزای خاص که پارسین است، از برای این مخصوص باشد چنانکه این امور باشد، یا بر سر یک از این ها مرتب گردد، والله اعلم،

(۹) حدیث تاسع | مَنْ حَجَّ إِلَى مَكَّةَ ثُمَّ كَفَّ يَدَيْهِ فِي مَيْمُونَتِي كُتِبَتْ لَنَا حُجَّتَانِ مَبْرُورَتَانِ



در روایت احمد بن حنبل رحمه الله علیه آمده است،

مَا رَأَى أَحَدًا يُسَلِّمُ عَلَى عَدُوِّ تَبَرُّئِي

تحقیق کلام بر وجهیک بعضی هفتای متاخرین نموده اند آنست که فرستادن سلام بر سید انام صلی الله علیه و سلم مردود نوع است یکی آنکه قصدی در دعا و سوال از جناب خدا الحلال غرض از سلام است بنزد سلام و درود و رحمت بر حضرت رسالت خواه ملقب خطاب با بعضی غریب خواه قایل آن حاضر آن درگاه بود یا غائب از درگاه و چنانکه در حدیث آمده است لا تحمدوا یا گوید السلام علیک یا رسول الله و ازین نوعی است که بعضی علماء آن را نهی پس جناب رسالت داشته اند و منع اطلاق آن کرده برخلاف ابطال و جمعیت و ولوح و لکن آنکه مقصود از نوعی تحیت و السلام است که از آن بعد از وصول بقرقر لفظ گریه و چنانکه داخل مجلس بر اهل مجلس سلام گیرد و این کیفیت مخصوصیت باین حضرت علمنی ندارد و بلکه سلام حکم شریعت مستثنی است و مستوجب جواب و در سلام است و بر هر چه خواسته و واسطه متاخر گریه یا بالواسطه رسول و نائب فرستاده و شارب علیه الصلوة و السلام اهل اولی است بر رعایت ادای این واجب و اگر این حکم یعنی در سلام در فعل اول نیز ثابت شود و در رعایت و امتیاز نوعی ثانی بر ثبوت شرف و قرب و تشریف خطاب بود و اما آنچه در حدیث دیگر آمده لکن سبحان یوحنا یحبیب خود صلی الله علیه و سلم فرمود که اگر از امت تو کبار و بزرگوار سلام فرستند من دعا بر بروی سلام فرستم نه ظاهراً آنست که آن مخصوص بنوع اول باشد و کذا قالوا و در ثانی باستماع صحیح از این مسخو و ضعیفی الله عز و جل آنکه فرمود که حضرت صلی الله علیه و آله و سلم حق سبحان فرستندگان را خلق فرمود که سیات اند در زمین و سلام است بر این می رسانند و این روایت غائب است و اما آنکه حاضر است در روی و در حدیث آمده یک حالت دارد که حضرت صاحب سلام می میکنند بنفس نفیس خود مشکف از سلام می شود و چنانچه مدلول حدیث سابق است،

و نیز از این عمر آمده و -

مَنْ صَلَّى عَلَى قَبْرِی رَدَدْتُ عَلَيْهِ مَا صَلَّيْتُ عَلَى فِی مَكَانٍ آخَرَ يَخْلُو بَيْنَهُ وَحَدِيثٌ يَدَّيْكَ دَالِ اسْتِ كَدَرِیْ حَالِ نِزْ طَلَا مِ كَلِ اسْتِ كَلِ بِلَاغِ سَلَامِ بَرَكَانَ سُرُورِی كُنْ وَ حُكْمُكَ رَدِّی مِيشُو، روایت است از ابو هریره،

مَا مِنْ عَبْدٍ يُسَلِّمُ عَلَى عَدُوِّ قَبْرِی الْكَذِبُ اللَّهُ لِيَا مَكَلًا يَنْبَغِي وَ كُنْ آخِرُ اخِرِي وَ دُنْيَا كُ وَ كُنْتُ لَكَ شَهِيدًا اَوْ سَفِيحًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ

و وجه توفیق و الله اعلم، آن تواند بود که هر چه باین سنت الهی غرض از سلام بر آن بود که یکی در حضرت رسالت نیز کمال باشد که تبلیغ تعلیمات بندگانه کند و چنانچه در راه گاه و ملوک مسالطین هم وارد است و با وجود آن بعضی بندگان محض و خاصان مقرب و بندگان شریک و دال را بنفس نفیس خود بر سلام و جواب کلام تشریف و تکریم می فرموده باشند، فَيَا حَبِيبَ اسْعَادَةٍ مَنْ قَاتَرَ بِذَلِكَ عَزَلَ فَحَضَلَ اللَّهُ فَيُجِيبُهُ بِمَنْ كَشَاءَ (ح)





علیہ تعالیٰ و صبیحی ای احادیث بر آنست که حق سبحانه و تعالیٰ بر انبیاء علیهم السلام بعد از موت ایشان رُوح ارواح  
می کند و ایشان پیش خدا زنده اند و بعد از وی صلوات الله تعالیٰ بر او بی عکس نص و قصصی که فی السعادت و کون فی  
الکون فی ما بالایشان نیز راه باید لازم نیاید که آنرا بجمع وجود و معنی موت بلو الا و حق ذلک است شعار و دل حالت و بعضی  
گفته اند که شهیدان و کلمه خداوند سبحانه و تعالیٰ فرموده است لا ما شاء الله انیر حکم مستثنی گشته اند و نیز میگوید که حدیث  
صحیح آمده که افضل بایانم محمد است بایا گویند و در روزین حلقه زیرا که سلوة شما معروض میگردد و برین گفته اند یا رسول الله  
چگونه معروض گردد و صلواته بآبرو و در بر سیده شده باشی، فرمود حق سبحانه و تعالیٰ حرام گردانیده است برین که اجناد  
انیدار بگویند،

و برابر بر حال مسیح از دایت حمید الله بن محمودی آورد که فرمود، و خداوند را فرشتگان اندر سیاحت در زمین  
که میسر باشد بر اعمال ائمت، و فرموده ناست من بهتر آنست که مرگد از آنکه عرض کرده و میگوید برین اعمال شما آنچه بهتر است  
شکر میگویم که خداوند را بر آن، و از آنچه بدی میگویم استغفاری کنم بر شما را.  
است و در صورتی که میگوید محققین، بکلمین بر آنست که رسول خدا صلی الله علیه و سلم می است اجناد و ناست و  
مردمی شود بر طاعت ائمت و اجسادا بنیاء علی ائمت سلام بر سیده نمی شود و در

بیتقی در کتاب الاعتقاد میگوید، که ارواح انبیاء علیهم السلام بعد از قبض باز بر سرستاده میشوند و ایشان را و ایشان  
زنده اند و پیش خدا مثل شهیدان و نیز که سفیر صلی الله علیه و سلم با جماعتی از ایشان در شب معراج اجتماع نموده و ملاقات کرد  
و صاحب تخلص از شفای گفت است، ما که از آن حضرت مانده ایم هم یکبار اوقات است و پنج روز در حالت حیات  
بود و انتقال نمی کند بکتاب و در شین کلمات را باشد و وسیل او آنست که بایا و خیال او اتفاق نموده شود و بایا اعتبار  
نمندی که داشت کند، و این را از حضرت شمرده، و امام الحرمین ای قول ائمت نموده و فرموده که بروا میسر شدی  
است رضی الله عنه و از آنحضرت از اموال گذارنده بود

کلام این امر اسلام آفتقانی آفتاب در احکام دینا نیز می کند پس حیات ایشان علیهم السلام خاص و اکمل و اتم  
از حیات شهیدان باشد، و چنانچه در باب مختار و مفصلاست، و چنانچه کلام معتبر و بعضی مفسران و ان است که آن حیات  
خل حیات شهیدان است، بلکه مراد وی تشبیه است و در اصل حیات و روح استباده و در جمیع خصوصیات پس وارونه  
شود، و آنچه بعضی ظالم در دنیا نزع کرده و گفته اند اگر مراد این حیات آن حالت است که حق سبحانه و تعالیٰ شهیدان را آفتاب

تکاشف صوفیاء و الله من کتابها حقوقا با به جو فطیله، و الله من کتابین گویند و با به جو فطیله،

الله با بر مال کتاب میں عبارت رہ گئی ہے، یہ حدیث صفحہ ۱۷۰ پر گذری ہے، و ان سے اس کی تصحیح کر لی جائے،

(بقیہ حاشیہ مشفق صفحہ ۲۰۸) یہاں قریباً سہ ہزار و چوبیس الفاظ و بیست و تین حرفی اضافی ملے ہوئے ہیں، ان کی دو کتابیں ہیں، ۱۔ احکام

فی الحدیث جلد میں صفحہ ۲۰۸ ہے، اور دوسری الاحکام الصغریٰ جن کا باب ذکر کیا گیا ہے، دوسرا م کے لئے طالعہ پر صفحہ ۳۸ - ۲۹

الله من کتاب میں ہمنوی ملے ہے، جو فطیله،



و ایجاب بعضی احوال و اعراض و بریدن کند که انتقادات و استیجابات بعد از آن تعلق گرفته و چنانچه در بعضی احوال بطریق فرج  
و مذهب یا عرض محزون و غم خیزد و دست باطل و شرب احتیاج نیست و بکلیه باید یا آنکه بعد از تسلیم سمیت غذا در  
حیات و بقای بدن را و البته نیست و حشر سمیت و روی شاید که سبحانه آلهای را اسباب دیگر بود و در این احوال را  
إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

و قدوة المحققین کمال الدین بن الهمام رحمه الله علیه و در سائر نیز باید که بعد از اتفاق الی حق بر عادت و روح  
و در بقا و در آنچه بودی در آنکه خود غراب قبر توانی کرد و بسیار روی از شاعره و پیغمبر دعا عادت روح تر و کرده اند و ظاهر  
روح و حیات را ضعیف و غیر آنکه جریان عادت الهی بر آن و قوت یابند که بقای حیات که نفس باشد و الا در این امکان  
حیات و قدرت بر روح و غایت از برای حیات اجسامی تمام ارواح با آنها خلقت نیست پس بعضی علما و پیغمبر قائل شده اند  
بوضع روح در جسد و بعضی بالنقل روح بر آب و تالم روح و تراب معاً (انتہی)

## فصل

باید که معیات انبیا علیهم السلام بنویسند این صفت در ایشان را و ترتیب و آثار و احکام آن یکس را از  
علماء و فلاسفه نیست غیر آنکه در بعضی و ایشان را و ترتیب و در بعضی این موضع بعضی از علما و بعضی کرده و شیخ  
علامه الدین (صلی) علامه الدین (تقریری که از محققین علماء و شافعی است و میگوید که آنچه برین ظاهر می شود این است که  
الحق و حیات انبیا علیهم السلام در قبور وجود ایشان در روی برخی کیش از وفات ثابت بود و استمرار و استمرار ایشان  
و قبور هم برین وجه از سائل و روح طریقت که در بدایین طریقه تعلیم انتفاقیان کرد و کشف شده و حیاتی ثابت شده که  
حیاتی که ایشان را پیش از وفات ثابت بود و بدایین پیغمبر و وفاتی شده و او عالمی خود آن حیات را در این طریقت و تحقیق باید  
تا اعتقاد بدایین صورت بند و بگوید که اعتقاد و این محکومات ایشان نزد پروردگار جل و بالا بجای یک است و اکل و اعلی است  
از حیات متعارف و اعتقاد و در این کمال حضرت باقی اعلی است و در بدایین اعلی و در صورتی منتفی عند بنده المملوکی و این  
حالت افضل و کامل است و انبیا که در قبور غیر بود و اگر چه بقضای حدیث قرآنی مستحقی و مستحق و در منزلت و آنکه خود  
که مدبر باشد چه جائی تبرج را بنیاد و سید اعلی اطفای صلی الله علیه و سلم لیکن چون او در حیات اعلی که در عرض و در آنجا  
و ارض و اعلی است با آنکه در حدیث آمده که انبیا را بعد از چهل روز و در قبر می گذارند و اینان نماز می کنند و در آنجا  
خود را نفع صورت و در حدیث دیگر آمده که من گویای تر از نزد پروردگار خود که بعد از سصد روز در قبر بگذارند و پس ظاهر شد که  
که قطع با موت انبیا علیهم السلام باین حیات و در قبور است و ایشان در روی چنانکه پیش از وفات بوده اند معتقد است  
و اما علاوه بر این در قبور لالت ندارد زیرا استمرار با موت و بعدی گشت و حال آنکه در حدیث صحیح آمده که آنحضرت او را  
و انبیا و دیگر را صلوات الله علیهم اجمعین در صورتات ملاقات کرده و پس وجه تفریق آن بود که او در قبر و در ایشان را بر صورتات خطی  
انتقال بجای دیگر از موضع قبور و غیره می کنند و انبیا را ملازم نیاید که در قبور مستمر و مستقر باشند و اینست کلام قرآنی و

از صریح مطلق و قطعی بر آنست که در دوزخ استقامت ایشالی است و در جود و کین اصل سعادت ثبوت حیات است  
 نزد پروردگار و کافرا و کفار مسلم و مکرر است ثبوت آن بدلیل قطعی کفر قرآن است و چنانچه خود به زبان کلام  
 مذکور گفت است که ما در احکامات حیوانی و دیگر مفاخر این حیات محموده متعارف کردیم و نظر حادث بشریت بجهت تقدی و لا  
 آن است بقا و تداوم و تداوم از آنست که در حدیث نیست این محصل خلاف دوام و استمرار است و در تفسیر بجهانی که پیش از  
 وفات بود و لیکن در دنیا محال سخن نیست اگر جمیع رفعا مخرج شود شاید که در محل قبول افتد و آن این است که بعد از ثبوت  
 اصل حیات بدلیل قطعی و عدم قطع چنانچه خود اعتراف کرده و بچند اسم از جاهلین در استمرار در تفسیر چنانچه وی ذکر کرده و بحدیث  
 اَنَا أَكْرَمُ مَعْنَى رَبِّي ، اَلْاَنْبِيَاءُ اَحْيَاءُ فِيْ اَقْبُوْرِهِمْ ،

الحی بینین ، معاضدت و تقویت نموده و عدم استمرار از جهت ورود ،

اَلْاَنْبِيَاءُ اَحْيَاءُ فِيْ اَقْبُوْرِهِمْ ، اَكَاْ تَعَارَضًا تَسْاَقَطًا  
 و حیات نبوتی مصلی در تفسیر

شک نیست که وضع اجزاء در تفسیر ایشالی و تفسیر نبیانه و معاین است ، و اصل بقای آنهاست بر حال خود  
 و عدم انتقال مادام که در اصل قطعی برضات آن قائم شده ، و کلمه "نعم" پس ثابت شد که حیات یک مطلق بر است و در  
 تفسیر باشد ، در دو کلمات ، و دانسته علم ،

و محققین اهل حدیث و تفسیر آن بیان کردند حدیث ، اَلْاَنْبِيَاءُ لَا يَمُوتُوْنَ ،

و کذا ، اَنَا اَكْرَمُ مَعْنَى رَبِّي ، اَلْاَنْبِيَاءُ اَحْيَاءُ ، بصحت تفسیر سید ه اندر و ثبوت نه  
 پیوسته ، و در رویان کس نیست که بشود حفظ بلکه زیاده از آن منسوب است ، و اگر صحیح باشند انا و نبوت  
 که مراد از آن است بے اشتغال بعمل و عبارت مراد بعد از رضی مدت بهم در تفسیر اندر شغول بصلاة و عبادت حق بلکه  
 در فضائل آن سرور انبیا و صلی الله علیه و سلم آمده که هیچ پیغمبری نیست که او را بعد از مرگ در دنیا تفرقه بر خداوند بجز من که  
 پیروز و کار خود در دنیا کنم ، و در امتان خود با شوق در تفسیر است ، ایشالی بحکم  
 و مَا كَانَ لِلّٰهِ وَ لِكُلِّ شَيْءٍ حَاقٌّ فَيُفْهِمُهُ

از نزول بلا و حلول عذاب ، آمون و ضمون باشند و بموجب سیاق این حدیث ثابت که اقرار در تفسیر و در تفسیر  
 بحقیقت حیات مخصوص حضرت سید المرسلین باشد صلی الله علیه و سلم و سایر انبیا و اهل حیات عند الله  
 که متفق علیه است ثابت بودن ، و الله اعلم ،

مرد نیست که چون عثمان بن عفان رضی الله عنه محاضره کرد و بعض از صحابه از عنوان الله علیه و صلی الله علیه و سلم بانوی گفتند ، که  
 مصلحت آنست که اهل شایستگی توی ما در تحت خلاصی یابی ، فرمود ، هرگز رواندارم که او را بجز خود مفاقت  
 کنم ، و محاببت رسول خدا صلی الله علیه و سلم بگذارم

ه اصل کتاب میں پیرستہ دیا ہے جو غلط ہے انا کتاب میں یونہی دیا ہے ، جو غلط ہے ،













آنحضرتؐ کوئی اور کوئی اس پر اعلیٰ الشہور معروف زمان و مکان روحانیات و تمیز فرق آنها از زمان و مکان  
جسمانیات چنانچہ محققین صوفیہ گروہ جاندہ درست دیدہ و بیندہ مذکورہ در ان عالم زمان مقسم بہ ماضی و مستقبل و حال نیت  
و حالت ایسے در وطن ماہی و حیوانی و انسانی و در عالم نسیل و حالت وجود آنحضرتؐ علیہ السلام کی است پس رعیت  
آنحضرتؐ ایشان را قاصد حج و قائل تکلیف مہال حالت است کہ ایشان در حیات خود قصد حج کردہ و خود تعلقہ تلبیہ  
می گفتند و تحقیق این حالت و دریافت آن علی و ارفع است انما لک شدن نبش ایشان و دیدن آنحضرتؐ صورت  
مثابہ ایشان را و چون اطباء کلام میں مباحث از اہل ملزم مدعی اندادہ ..... انصاف سخن بری مقدار لازم  
افتادہ واللہ اعلم و جلہ العلو

ترجمہ کا حضرت علیؑ علیہ السلام کی زیارت کو جانے کے فضائل کے بیان میں کہ ارباب دین کا انتہائی مقصد یہی ہے  
اور اسباب یقین کا بلند ترین مطلب یہی ہے، صلی اللہ علیہ وسلم اور حیات انبیاء و صلوات اللہ علیہم اجمعین  
کے بارے میں

یاد رکھو! خدا تمہیں ہدایت کرے، اور دعا و تمند بنائے، کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنے  
کے بارے میں بہت سی احادیث آئی ہیں، بعض میں زیارت قبول کر کے الفاظ مرحضہ پائے جاتے ہیں، اور بعض میں اور  
الفاظ بھی، ایسے طریقہ پر کہ ان میں مذکور زیارت قبر شریف کا ذکر ہے، اس میں دعا کی تاکید پائی جاتی ہے، جن احادیث میں  
زیارت قبر شریف کا ذکر صریح آیا ہے، یہ احادیث ہیں جو کہ ثقہ راویوں سے پائے صحت کو پہنچ چکی ہیں، بعض صریح  
کے درجہ میں اور بعض جن کے مرتبہ میں

مَنْ زَارَ قَبْرِي وَحَدَّثَ لَنَا شَفَاعَتِي

**پہلی حدیث**

جس نے میری قبر کی زیارت کی، اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گئی،

باوجود اس کے کہ امت کے تمام مؤمنین کو اس کی امداد ہے، کہ آپ ان کی شفاعت کریں گے، زائرین قبر شریف  
کو اس فضیلت کے ساتھ غمخوار کرنے کا مقصد یہ ہے، کہ ان کے لئے خاص شفاعت ہو گی، جو ان کے لئے ایک  
خاص مرتبہ حاصل کرنے کا سبب بنے گی، اور ان لوگوں کو اور جو اس کے ان کے اعمال بہت ہوں گے، و فضیلت حاصل نہ  
(ادنیٰ، حاشیہ صفحہ ۲۱۶) اگر کہا ہے کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود اس کے کہ اپنی قبر میں زائرین ہیں۔۔۔

ایک ہی وقت میں کئی ایک مقامات پر پہنچ جاتے ہیں، ان میں انبیاء کی کلیات کو دنیا کی حیات جہان کی حیات میں فعال بنانا مقصد  
انبیاء کی پیروی و نمائندگی کی طرف کی زندگی میں ملک اس سکین علی اور افضل زندگی ملوایہ، ان کی مژدہ کو بے غیران پروردگار  
نعمت کی امانت اور شرافت سے بے بیانات ہے، اذالہ و شفاعتی فاضلہ و بشارت

شیخ عبدالحق نے اور مقامات پر بھی حیات نبوی پر بحث کی ہے، چنانچہ ملاحظہ فرمادہ ارجح الذبۃ ج ۲: ۵۷۵

تأ ۵۷۸، اشعة النسخات ج ۲: ۲۵۱، ز ج ۲: ۱۸۶-۱۸۷، ز ج ۳: ۲۳۷

ہوگی، جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالی مرتبہ صحابہ میں بعض ایسے بھی نہیں کہ انہوں نے عمر بھر میں کسی ایک یا دو بار قبر کی زیارت کی۔ مگر یہ بھی ان کا مرتبہ بتا رہا ہے کہ امت کے اعلیٰ اور افضل ہے، یا یہ کہ اس حضرت نے ان الفاظ میں بھی طہ پر ان لوگوں کے لئے رفاعت کرنے کا وعدہ فرمایا ہے جو آپ کی قبر شریف کی زیارت کو آئیں، یا یہ کہ زیارت کنندہ کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اس بات کی بشارت پائی جاتی ہے، کہ اس کی موت ایساں پر ہوگی، اس لئے کہ رفاعت کا مستحق تو یہی ہو سکتا ہے جن کا خاتمہ ایمان پر ہو،

۲، دوسری حدیث | مَنْ زَارَ قَبْرِي حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِي جَنَّاتُ مُدُنٍ كُنِي، شفاعت جائز ہو گئی،

۳، تیسری حدیث | مَنْ جَاءَنِي زَائِرًا لَا يَحْتَاجُ إِلَّا زِيَارَتِي كَانَ حَقًّا عَلَيَّ أَنْ أَكُونَ لَهُ شَفِيعًا، بَرَّ الْقِيَامَةِ، جو میری زیارت کے لئے آئے گا، اور میری زیارت کے سوا کوئی اور بات اسے حرکت میں نہیں لائی بلکہ اس کا حق ہوگا کہ قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں،

ان دونوں حدیثوں کے معنی اور مراد یہ ہے کہ جو پہلی حدیث میں ہے، تیسری حدیث میں صدق و اخلاص کی شرط لگائی گئی ہے، اور اسی پر تمام افعال کا دار و مدار ہے۔

۴، چوتھی حدیث | مَنْ حَجَّ دَرَاهِمَ يَوْمِي بَعْدَ دَعَائِي كَانَ مَنِّ زَائِرِي فِي حَيَاتِي،

فرمایا۔ کہ وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کرنا ایسا ہے، جیسا کہ میری قبر کی حیات میں حجت میں بیٹھنا۔

اس حدیث کی بناء اس بات پر ہے، کہ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ ثابت ہو، جیسا کہ اس باب کے آخر میں اس کی تحقیق آئے گی، اس حدیث کے مفہوم سے بھی پہلی حدیث کے مفہوم کی تائید ہوتی ہے، یعنی یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کرنا مومنوں میں ایک خاص فضیلت و سعادت سمجھی جاتی ہے، جو ہر مومن میں نہیں، جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں زیادتی فضیلت اور کثرت ثواب کے اعتبار سے امتیاز پایا جاتا ہے، لیکن اس شبہ سے یہ لازم نہیں آتا، کہ اگر کوئی قسم کی فضیلت اور احکام میں صحابی کا درجہ دیا جائے، یا کسی طرح اگر کوئی خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے حدیث میں لے تو یا خود اس کے کہ خواب چمکے، اور آنحضرت کے فرمان مَنْ زَائِرِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَأَى الْكَفَى، میں نے مجھے خواب دیکھا اس لئے حقیقت مجھے دیکھا، کہ یہ سباقہ خود حقیقت ہے، یہ بھی اس سے شرائع اور احکام ثابت نہیں ہو سکتے،

۵، پانچویں حدیث | مَنْ حَجَّ الْكَبِيْرَ وَ كَرَّ يَزُرُنِي فَقَدْ حَقَّقَانِي،

(جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ سے جفا کی)

یہ دو عید چنان لوگوں کے لئے جنہوں نے باوجود اس کے حج کی نعمت حاصل کر لی ہے، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی زیارت حال نہیں کی اور اس کیفیت سے احتراز کیا ہو، اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی بہت خواہش ہے کہ آپ کی امت کو ثواب حاصل ہو، اور آپ کو امت سے بہت ہی شفقت اور رحمت ہے (۶) چھٹی حدیث | مَنْ ذَاكَ فِي الْإِمَامَةِ لَيْتَ كُنْتُ لَكَ شَفِيعًا أَوْ شَهِيدًا

(جس نے مدینہ پہنچ کر میری زیارت کی میں اس کی یا تو شفاعت کروں گا یا اس کے حق میں گواہ بنوں گا) جبکہ بزرگوں نے کہا ہے کہ شفاعت اہل معرفت کے لئے ہوتی ہے، اور نہ شہادت اطاعت گزاروں کے لئے، ایک اور روایت میں ہے، مَنْ ذَاكَ لَيْتَ كُنْتُ لَكَ شَفِيعًا أَوْ شَهِيدًا

(۷) ساتویں حدیث | مَنْ ذَاكَ فِي مَسْجِدِ كَا فِي جَوَارِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ مَاتَ فِي أَحَدِ الْمَوَاطِنِ بَعَثَهُ اللَّهُ مِنْ الْأَمْنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

فرمایا:۔ کب نے میری زیارت کی اور میری اہل مصلحت سے، وہ قیامت کے دن میری ہمسائیگی اور میری نیاہ میں ہوگا، اور جو شخص میری مدینہ میں مرے گا، وہ قیامت کے دن عذاب سے محفوظ رہے گا (۸) آٹھویں حدیث | نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَمَانِي: لَا تَجْرُ حُجَّةُ الْإِسْلَامِ وَذَاكَ لَيْتَ وَظَرَفِي، عَمَلٌ وَكَانَ وَصَلِي فِي بَيْتِ الْمُقَدَّسِ لَمْ يُسَلِّمْ إِلَهُهُ، فَيُجَاوِزَ حُرْمَتِي عَلَيْهَا

اس حدیث میں حج اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کفار سے جنگ و جہاد اور بیت المقدس میں جو کہ ایک لوگوں کی جگہ ہے، ناسیئر حضرت کی رضیات کا ذکر کیا گیا ہے، ہو سکتا ہے کہ مخصوص ذرائع کے متعلق سوال نہ کئے جانے کا خاص اہم و محظوظ پران تمام امر یہ ہے کہ ہو، یا ان میں سے ہر ایک پر ترتیب تھا ہو، والدہ وسلم

(۹) نویں حدیث | مَنْ حَجَّ إِلَى مَكَّةَ ثُمَّ قَصَدَنِي فِي مَسْجِدِي كَتَبْتُ لَهُ حُجَّتَانِ مَبْرُورَتَانِ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا قصد کرنا، اور آپ کی مسجد میں آنے کا شرف حاصل کرنا حج مبرور و مقبول کے برابر قرار دیا گیا ہے، بلکہ یہ اس کے حج کی قبولیت کا سبب ہوگا،

اور حج مبرور کی جہاں لازمی طور پر حجت ہے، جیسا کہ احادیث میں آیا ہے حج مبرور وہ حج ہے جس میں غنیمت و منایا کا ارتکاب نہ کیا جائے، اور نہ ہی منہ پر کسی اور دیا پایا جائے، اور وہ حقیقت وہ حج ہے، جہاں گاہ خداوندی میں مقبول ہو، اور یہ اللہ کے فضل سے ہی ہو سکتا ہے،

(۱۰) دسویں حدیث | مَنْ ذَاكَ فِي مَيِّتًا كَمَا تَحَا ذَاكَ فِي حَيًّا وَمَنْ ذَاكَ لَيْتَ لَكَ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَا مِنْ أَحَدٍ مِنْ أُمَّتِي لَمْ يَسْعَ لَكَ لَمْ يَزِرْ نَفْسِي لَنْفَذًا

جس نے میرے مرے کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے مجھے میری زندگی میں دیکھا۔ اور جس نے میری قبر کی .... زیارت کی، اس کے لئے قیامت کے دن میری شفاعت واجب ہو جائیگی میری امت میں سے ہر شخص صاحب شفاعت

ہوگا اور وہ میری زیارت نہ کیسے گا تو پھر اس کا کہیٹی غنہ قبول نہ ہوگا،

اس حدیث کو مضمون پہلی اور چوتھی حدیث میں شامل ہے اور یہاں تیسری حدیث کا خلاصہ ہے۔ جیسا کہ (۱۱) گیا رھو میں حدیث [اس کی روایت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کی ہے۔

مَنْ زَادَ فِي بَيْتِهِ هَذَا آيَاتٍ مِنْ آيَاتِ الْقُرْآنِ زَادَ فِي رِزْقِهِ وَنُفُسٍ مِنْ رِزْقِ الْجَنَّةِ

جو تھی اور پانچویں حدیث کے مفسدین کے مطابق ہے،

(۱۲) بارہویں حدیث | حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے مرزی سے،

مَنْ سَأَلَ لِرَسُولِ الدَّجَّةِ وَالْوَسِيلَةِ حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَةُ ذَلِكَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ زَادَ

قَبْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي جِوَارِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اس حدیث کا مضمون سابق حدیث کے ابتدائی حصہ کے مضمون کے ابتدائی حصہ کے مطابق ہے۔ اس میں اس کا اضافہ کیا گیا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دھواں اور وسیلہ کی جھانک الفاظ میں کرنا۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَارْحَمِهِمُ الْكَافَّةَ

ان تمام کو الگ الگ بیان کریں تو احادیث کی تعداد بہت زیادہ ہو جائے، جیسا کہ شیخ علیہ الرحمۃ نے کیا ہے۔

فصل

قرآن مجید میں ہر بات پر دلیل اور راوی کی راہ میں قاتل جو اپنے والدین کے زندہ رہنے کے منقلب ہر طرح آگاہات کے علاوہ

جن احادیث میں انبیاء و علیہم السلام و الفضائل کی حیات کو ثابت کیا گیا ہے ان میں سے ایک حدیث یہ ہے۔ جسے

اَلَا نُنَبِّئُكَ اَنَّكَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ يَصُدُّوْنَ ۙ

راغبیاء زندہ تھیں اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں (۱)

یہ حدیث خاص طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ شہادت کرتی ہے،

[illegible]

لیکن علماء میں اختلاف ہے کہ آیا فضیلت پر سلام کرنے والے کے لئے ہے، خواہ وہ قبر شریف پر موجود ہو یا غائب ہو، خواہ کوئی جا ہی ہو، یا رک رک کر فضیلت صرف ان قبر شریف کے لئے مخصوص ہے، بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ فضیلت زائران قبر کے لئے مخصوص ہے، اس لئے کہ ائمہین جنس کی روایت میں تو قبر کا فائدہ موجود ہے۔

مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي،

تہ سپید سے مراد سپید سمجھو رہی ہیں۔





ان اہادیث میں موافقت اس طرح ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کا دستور ہے کہ یا گناہ رسالت تک میں ایک فرشتہ متعین کر رکھتا ہے، جو بندوں کے سلام بھیجتا ہے، جیسا کہ بارشماہوں کے درباروں میں دستور ہے۔ مگر اس کے باوجود آپ بعض شخصوں بنوں اور خالص مغرب لوگوں کو نہیں، بلکہ تمام شکستہ دلوں کو بنفس نفیس سلام کا جواب دیتے ہیں، جسے سعادت حاصل ہو جائے اور کیا چاہئے، اور یہ اللہ کا فضل ہے جس پر چاہے کرے، مہر ع۔۔۔ ہمہ خواہند فرماتا تو کر اسی خواہی۔

عبداللہ نے جو اکابر ائمہ حدیث میں سے ہیں، احکام صغریٰ میں صحیح سند سے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

جو شخص اپنے اس مہمن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے، جسے وہ دنیا میں پہچانتا تھا، اور اسے سلام کہتا ہے، تو صاحب قبر اسے پہچانتا ہے، اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے، ابن عبداللہ نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے، اور اسے صحیح قرار دیا ہے، چنانچہ ابن تیمیہ نے عقود سے سے نقلی فرق سے اسے نقل کیا ہے، امام عبداللہ نے کتاب فاقیت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے،

مَا مِنْ رَجُلٍ يَرُدُّ قَبْرَ نَبِيِّهِ فَيُحْسِنُ عِنْدَهُ إِلَّا أَمْسَتْ نَفْسُهُ حَتَّى يَفُوتَهُ  
جو شخص اپنے پاپ کی قبر کی زیارت کر جاتا ہے، اور اس کے پاس بھیجتا ہے، تو وہ اس سے اس شخص کو تلبت داتا نکڑو انور چلا آتا ہے،

ابن ابی الدنیاء ابو ہریرہ سے روایت کی ہے، اگر کوئی کبھی آشنا کی قبر کے پاس سے گزرے تو وہ اسے پہچانتا ہے اور اگر سلام کہے تو سلام کا جواب بھی دیتا ہے، سمجھو دی کہتے ہیں، تعجب یہ بات افراد ائمتہ اور عام مومنین میں پائی جاتی ہو، تو سید المرسلین کا کیا ہی کہنا،

بارزی نے توفیق غری ایمان پیدائیاں بن سچم سے روایت کی ہے، کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، تو عرض کیا، یا رسول اللہ کیا آپ ان لوگوں کا سلام سنتے ہیں جو آپ کی زیارت کرتے ہیں، اور سلام کرتے ہیں؟ فرمایا، ہاں! اور جواب بھی دیتا ہوں،

ابن نجار نے ابراہیم بن ہشام سے روایت کی ہے، کہ ایک سال میں تسبیح کیا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے مدینہ آیا، جب قبر شریف پر پہنچا تو سلام عرض کیا، تو قبر کے اندر سے میں نے وحکایت السلام کی، آواز سنئی اور ایسا اور صلوات ائمتہ سے اس کی بہت سی روایات منقول ہیں، اس بات پر تمام علماء کا اتفاق ہے، کہ وفات کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ ہونا یقینی امر ہے، اس میں کوئی شک و شبہ نہیں، اور یہی حال باقی تمام انبیاء رکاب ہے، کہ وہ قبروں میں زندہ ہیں، ایسی زندگی کہ شہداء کی زندگی سے جن کے متعلق قرآن مجید میں خبر دی گئی ہے، زیادہ کامل اور زیادہ حقیقی زندگی ہے، ایسا کیوں نہ ہو جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سید الشہداء ہیں، اور شہداء کے اعمال بھی آپ ہی کے میزان میں شامل ہوں گے، نیز آپ نے فرمایا ہے، علیّ بعدی وکافی کونہی فی حیاتی،







اس سے جسم زندہ ہو جائے۔ جیسا کہ دنیا میں تھا۔ یا جو ہر ذرات خود نور کے بغیر زندہ ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہیں  
 اس لئے اللہ تعالیٰ ہر شے کے لئے روح کا جو نامہ عادی ہے۔ ماضی نہیں ہے۔ اور عقل اسے جاری کر دیتی ہے۔ لہذا اگر کوئی  
 صحیح دلیل صحیح طور پر ثابت ہو جائے۔ تو ہم کو اس پر اعتقاد رکھنا لازم ہو جائے گا۔ اور گواہی کی ایک جماعت اس کی  
 قائل ہے۔ اور اسے ثابت کیا ہے۔ کوئی طیارہ اللہ کا قوس نما پر چلتا بھی نہیں ثابت کرتا ہے۔ جیسا کہ مذکور میں آیا ہے  
 اس لئے کہ اگر اللہ کے لئے جسم کا ہونا ضروری ہے۔ تو اس کی زندگی موتی ہے۔ و آخر حیات تمام نہ صفات میں کا ذکر ہے  
 معارف میں آیات۔ اور انہیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ و تمام کی تمام اجسام کی صفات میں آیات  
 یاد رکھیں کہ تمام اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ کہ تمام اموات کو اللہ ذات شہادہ وسیع راسل ہیں۔ و بعض اہل انبیاء و کواہ  
 وہ کہتے ہیں۔ کہ قبر میں ہر میت کو زندہ کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ احادیث میں آیا ہے۔ ایسا ہی نہیں آیا۔ بلکہ قبر میں زندگی کے  
 عوارض کے بعد پھر موت آتی ہے۔ بلکہ میت قبر کی نعمتوں اور عذاب کو قیامت تک پاتی رہتی ہے۔ اور اس میں کوئی  
 شک نہیں۔ و ان کے لئے زندگی کا ہونا شرط ہے۔ مگر اس کے لئے کسی ایک زندہ زندہ ہونا کافی ہے۔ جس سے تمام ہر  
 باقی رہنا جس امت دنیا میں تھا لاکھ نہیں آتا۔ مگر جو دلائل حیات انبیاء و پر ملائت کرتے ہیں۔ و ان سے ترمیمی معلوم  
 ہوتا ہے۔ و ان کی بقیہ زندگی ہے۔ جیسا کہ دنیا میں تھی۔ مگر ہمیں خدا کی ضرورت نہیں۔ جس کے وہ دنیا میں عادی  
 ہو چکے تھے۔ اس لئے کہ خدا ان اسباب میں سے ہے۔ جس کا انسان دنیا میں عادی ہو چکا ہوتا ہے۔ اور دنیا میں بدن  
 کو خدا کی ضرورت ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ قادر ہے۔ کہ اس کے بغیر بھی زندہ رکھیں۔ و حتیٰ کہ بعض اوقات یہ بھی کہتے ہیں  
 کہ خوشی و غم و اور جزا و عذاب اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ انسان کو کوئی ضرورت نہ ہو۔ چنانچہ کھانے پینے کی حاجت نہیں ہوتی۔ بلکہ اس میں  
 بھی نہیں آتا۔ اگر ہم باطن میں یہ سمجھیں کہ اس خداوند کے لئے ضرورت ہے۔ تو بھی اس بات کی کوئی ضرورت نہیں  
 کہ زندہ رہنے کے لئے ہی ایک سبب ہو سکتا ہے۔ کوئی اور سبب نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی اور  
 سبب بدن کو قائم رکھنے کے لئے پیدا کر رکھا ہے۔ **اللہ تعالیٰ کل شیء قدير**  
 قدوة المحققین کمال الدین بن الجوامی مسطورہ میں فرماتے ہیں۔ و ما بعد اس کے کہ اہل حق کا اس پر اتفاق ہے۔  
 کہ جس روح بدن میں لانا ہی جاتی ہے۔ جس سے میت لیم عذاب کا اور اک کر سکے۔ پھر بھی بہت سے اشخاص  
 اور اصناف نے دعویٰ کے لئے جاتے ہیں۔ تو مذکور کیا ہے۔ اور ان لاکھ ہے۔ کہ زندگی کے لئے روح کا ہونا ضروری ہے۔  
 ہاں عادت خداوندی یہ ہے۔ کہ جس کی ایسا روح کے ساتھ ہو۔ و در حقیقت اس بات میں کسی اختلاف نہیں ہے  
 کہ حیات ممکن ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے کہ اجسام کو روح کے بغیر زندہ رکھے۔ اس لئے بعض اصناف اس  
 بات کے قائل ہیں۔ کہ روح بدن میں رکھی جاتی ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ روح کا انسان ہی سے رہتا ہے۔ اور روح اور روحی  
 دونوں عذاب مخصوص کرتے ہیں۔ **انتہی**

## فصل

یاد رکھیں کہ انبیاء علیہم السلام کے زندہ ہونے اور صفات حیات ان کے لئے ثابت ہوئے اور زندگانى کے آثار اور احکام مکان پر جاری ہونے کی حالت کو اختلاف نہیں ہے لیکن انبیاء کے قبر میں ہونے اور اس خاص جگہ پر ان کے قیام پذیر ہونے میں بعض علما نے اختلاف کیا ہے محققین علماء اہل تشیعہ میں سے شیخ علاء الدین قرطبی فرماتے ہیں ، کہ حیات مجھے معلوم ہوتی ہے یہ ہے ، کہ یہ اعتقاد رکھنا کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں ، اور وہ اپنے قبر میں بیاد حیات ہو جاتے ہیں ، جس طرح وفات سے پہلے تھے ، اور یہ کہ وہ اسی طرح اب بھی اپنی قبروں میں قیام پا رہے ہیں ، یہ ان توحیدی مسائل میں سے نہیں ہیں جن میں قطعی اور غیر قطعی دلائل پر اختلاف کیا جاسکے ، اور جو کچھ معنی مشابہہ سے ثابت ہے ، یہ ہے ، کہ جو زندگی انہیں وفات سے پہلے حاصل تھی ، وہ اب زوال پذیر اور خالی ہو چکی ہے ، اور یہ بخیر کرنا کہ وہی زندگی لوٹ آئی ہے ، اس قطعی دلیل ، ردِ ثبوتِ حیات ہوتی چاہئے تاکہ ہم اس کے متفقہ ہو سکیں ، اس کے باوجود ہمارا اعتقاد ہے ، کہ وہ اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں ، اور وہ زندگی اس مشابہت زندگی کے مقابلہ میں اشرف و اعلیٰ اور کامل ہے اور ہمارے یہ عقیدہ ہے ، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آسمانوں میں فرقِ اعلیٰ کے ساتھ ہیں ، اور یہ حالت اس حالت کی نسبت کہ آپ کو قبر میں قیام بھیجیں افضل و کامل ہے ، اگرچہ حدیث نبوی کے انعقاد کے مطابق مومن کی قبر میں اس قدر وسعت کی جاتی ہے ، جس قدر کہ آسمان کا کم کر کے پھر سرورِ انبیاء و قریب کی جگہ کو کیا کہنا ، لیکن پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جنتِ اعلیٰ میں ہونا جس کا فرض آسمانوں اور زمینوں جتنا ہے ، یقیناً اس سے اعلیٰ ، کامل ہے ، پھر حدیث میں بھی آیا ہے ، چالیس روز کے بعد انبیاء کو ان کی قبروں میں لے کر آئیں دیا جائے گا اور وہ قیامت تک پروردگار کے سامنے نماز پڑھتے رہیں گے ، یہ بھی حدیث میں آیا ہے ، کہ میں اپنے پروردگار کے نزدیک اس سے بالا اولیٰ ہوں ، اگر تین دن سے زیادہ مجھے قبر میں رہنے دیا جائے ، بعد ازاں ہر سو گیا ، کہ قطعاً طور پر کہنا کہ انبیاء اب بھی قبر میں ہی زندگی کو لئے ہوئے مقیم ہیں اور قبر میں گئے ، جیسا کہ وفات سے پہلے تھے مشکل ہے ، اب رہا یہ حال کہ نبوی علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا گیا ، تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ بدستور قبر میں رہے ، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے ، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ہمارا دینا ان سے اور بزرگ انبیاء علیہم الصلوٰات سے ہوئی ، لہذا دونوں حدیثوں میں تطبیق میں ہوگی ، کہ آسمانوں میں ہونے کے باوجود انبیاء علیہم الصلوٰات کبھی دیگر جہوں میں بھی چلے جاتے ہیں ، مثلاً قبر و حجرہ اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ ہمیشہ قبر میں ہیں ، بلکہ تو نبی کا بیان ہے ، اس کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے ، کہ ان کو ترقی صرف اس بات میں ہے کہ انبیاء ہمیشہ قبروں میں رہتے ہیں ، مگر انہیں نے اصل دعا کو تسلیم کیا ہے ، یعنی یہ کہ انبیاء اپنے پروردگار کے ہاں زندہ ہیں ، اس لئے کہ یہ بات کو دلیل قطعی یعنی نص قرآنی سے ثابت ہے ، چنانچہ خود مذکورہ بالا بیان کے بعد دیکھتے ہیں ،

مگر اس جہود اور تعاقب زندگی کے علاوہ جو انسانی حکماء اور عادت میں خدا کے بغیر ظاہر نہیں ہو سکتی ، کسی اور مفاد کے ثابت کر لیں ، ہیں نہ کوئی نواسع ہے ، نہ ترو و ملحد اختلاف ضرور ، اہل بیت میں ہوا کہ انبیاء ہمیشہ

قبول میں اسی زندگی کو لئے ہوئے رہتے ہیں، جو وفات سے پہلے نہیں مل سکتی لیکن ہمیں اس پر کلام ہے، اگر غور سے نہیں  
تو شاید قبول ہو جائے، اور وہ یہ ہے، کہ قطعی دلیل کے ساتھ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زندگی ثابت ہو جائے  
کے بعد اور جیسا کہ انہوں نے اعتراض کیا ہے، جانہیں میں سے کسی ایک جانب کا قطعی فیصلہ نہ دیتے ہوئے نہ فرمایا، بیشہ  
رہنے کے متعلق جیسا کہ انہوں نے ذکر کیا ہے، اور ان دو حدیثوں سے اپنے بیان کی تائید کی ہے،  
اَلَا نَحْيَاكَ لَا يَنْزُكَوْنَ اَنَا اَلَا كَرُمٌ عَلَى رَجُلٍ،

اور نہ عدم استمرار کے متعلق کیونکہ حدیث میں آیا ہے، اَلَا نَحْيَاكَ لَا يَنْزُكَوْنَ اَنَا اَلَا كَرُمٌ عَلَى رَجُلٍ،  
اور موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھنے دیکھنا بھی ثابت ہے، کیونکہ جب لغراض پیدا ہو جائے، تو دونوں ساقط ہو جاتی  
ہیں، اس میں قطعاً شک نہیں، کہ انبیاء علیہم السلام کے اجماع مبارک قبروں میں پڑے ہوئے دیکھے گئے ہیں، اور احادیث  
یہی ہے، کیونکہ اپنے حال پر رہتی ہیں، اور جب تک کوئی قطعی دلیل اس کے خلاف قائم نہ ہو جائے وہ اس حالت سے  
منتقل نہیں ہوتے، اور دلیل قائم ہوئی نہیں، لہذا ثابت ہوا کہ جس کو قطعی طور پر ثابت کر کے ہے، وہ قبروں  
میں ہی ہوگی، نہ کہ آسمانوں میں، واللہ اعلم،

حقیقین اہل حدیث اور شراحین حدیث کا خیال ہے، کہ حدیث اَلَا نَحْيَاكَ لَا يَنْزُكَوْنَ اَنَا اَلَا كَرُمٌ عَلَى رَجُلٍ،  
اور اسی طرح حدیث  
اَنَا اَلَا كَرُمٌ عَلَى رَجُلٍ، اور آخرہ، درحقیقت کو نہیں سمجھیں اور ثابت نہیں ہو سکتی، اور ان کے راویوں میں کوئی نہ کوئی راوی  
ایسا ہے جس کا حال نظر کر رہے، اور یا کوئی اس سے بھی بڑے عجیب بیاد آیا ہے، اگر ان دونوں حدیثوں کو صحیح .....  
مان بھی لیا جائے، تو ان کی دلیل یہ ہوگی، کہ یہاں مارا ہے، کہ ہمیں محل اور عبادت میں مشغولیت کے بغیر نہیں رہے  
یا جاتا، اور وہ اس موت کے بعد بھی قبر میں نماز اور عبادت خداوندی میں مشغول ہیں، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ  
کے قندائل میں یہاں آیا ہے، اور میرے سر کوئی پتھر نہیں جسے نہ جھٹکے، نہ بدلتے، اَلَا نَحْيَاكَ لَا يَنْزُكَوْنَ اَنَا اَلَا كَرُمٌ عَلَى رَجُلٍ،  
دُخْرُ اس کی ہے، کہ مجھے قیامت تک اپنی اس حالت میں رہے، یا جائے، یا نہ جائے، واللہ اعلم،

وَمَا كَانَ اَللّٰهُ لِيُعَذِّبَكُمْ وَاَنْتُمْ فَاهِمٌ  
بلکہ اور ضاب کے نازل ہونے سے محفوظ رہیں، اس حدیث کے مطابق ہو سکتا ہے، کہ قبر میں ہمیشہ کے لئے حقیقی زندگی  
کے ساتھ رہنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہو، اور باقی انبیاء کیلئے وہ بدل دی زندگی ہو، جو ان کے کمال سے وادہاں  
رذات سے ہے، جب حضرت عثمان بن عفان کا حمار مر گیا، تو بعض صحابہ نے کہا، کہ اس سب سے کب اہل قیامت کے  
پاس چلے جائیں تاکہ اس معیت سے آپ کو نصیحت لے، آپ نے جواب میں فرمایا، کہ میں ہرگز نہ صاحب نہیں سمجھتا، کہ اگر حقیقت  
سے چلا جاؤں، اور رسول اللہ کا پڑوس چھوڑ دوں،

سعید بن مسیب کا واقعہ مشہور ہے، کہ انہوں نے ایام حرمہ میں تین دن مجروحہ شریفہ سے اذان کی آواز سنی جبکہ لوگ مجروحہ  
کو چھوڑ کر چلے گئے تھے،

قوی نے نسبت اس کے کہ آپ قبر شریف میں ہوں، اس بات کو ترجیح دی ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اُٹھتی

ہیں مہول، اس کا جواب یہ ہے کہ عام مومنین کی قبر میں جنت کی کیا بریلوں میں سے ایک کیاری ہیں، لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں جنت کی افضل ترین کیاری قرار پائی اور ہو سکتا ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر میں ایسا نصرت اور حالت خطا کی گئی ہو کہ مملکت، ارض اور جنت سے حجاب الٹھ گیا ہو، بدل اس کے کہ آپ اپنے مقام سے تجاوز کریں، یا منتقل نہوں، اس لئے کہ اس پر آخرت اور اس حال پرزہ کا قیاس دنیا کے احوال سے نہیں کیا جاسکتا۔ قول توئی نے موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنے سے اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں سمجھا، انہیں آسمانوں میں رہتے تھے کہ دنیا میں طبعیت جتنے ہوئے جو کہا ہے، کیا وجود اس کا انبیاء کا قیام آسمان میں ہے، تاہم بعض اتفاقات التکرر قبول میں چلے آئے ہیں لیکن جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ ان کا قیام قبر میں ہوتا ہے، وہ اس کے برعکس کہتے ہیں، کہ اگر بعد اس کے کہ ان کا قیام قبر میں ہوتا ہے تو بعض اتفاقات ایسی قوت لغو و زکی وجہ سے آسمانوں میں بھی منتقل ہو جاتے ہیں، یا یوں کہتے ہیں، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آسمانوں سے گذرنے ہوئے انبیاء کو قبروں میں اس ترقیب سے دیکھنا جس کا ذکر احادیث میں آتا ہے، ایسی مثلاً جیسے آسمان قائل کی حالت کو بیان کرتا ہے، کہ مفلح کی لہذا درشب معراج، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان پر پہنچا آپ کی حضرت موسیٰ زکریا کی اگرچہ یہ تاویل ظاہری معنوں کے خلاف ہے۔

شیخ ابن ابی حمزہ بھی کہتے ہیں، کہ معراج کی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں کے آسمانوں میں دیکھنا کئی طرح سے ہو سکتا ہے، ایک یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمانوں کے ان مقامات سے ہیں کا ذکر کیا ہے، انبیاء و علیہم الصلوٰات کہ اس حالت میں دیکھا جائے، اس کا آپ نے ذکر کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ قوت بصورت عطا کی جو مرتبہ آپ اس حالت کا ادراک کر سکیں بعینہ ہی طرح جس طرح آپ نے فرمایا ہے،

سَأَيْتُ الْجَنَّةَ وَالشَّامَ فِي عِلْمِي هَذَا الْحَقَّاطُ،

(میں نے جنت اور دوزخ کو اس دیوار کی پہنکی میں دیکھا،) اس کے وہ احتمال ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ آنحضرت نے اپنی جگہ سے ہی جنت اور دوزخ کو دیکھا ہو، جب کہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے گھر کی حاق سے چاند دیکھا لیا، یا یہ کہ جنت اور دوزخ کی صورت دیوار کی پینا کی میں پیش کر دی گئی ہو، اور اللہ تعالیٰ ہر دو پر قادر ہے،

انبیاء کو آسمانوں میں رہتے تھے کہ دوسری وجہ یہ ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اندراج کو ان کی صورتوں میں متکمل دیکھا ہو، تمہارے یہ کہ اللہ تعالیٰ انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و کبریٰ کے لئے زمین سے اٹھا کر آسمانوں کے آسمانوں پر لے گیا ہو، تاہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انی اور بات حال پر جس کا ظہر ہمیں نہیں ہو سکتا، اور اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی قدرت ظاہر کرے، ان تمام وجوہ کا احتمال ہو سکتا ہے کسی ایک وجہ کو دوسری پر ترجیح نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ ہر چیز کے لئے صلاحیت رکھتی ہے، (انتہی)

ان امور میں سے جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں موجود ہیں، سلطان فرما لیں کہ



واقعہ ہے کہ ۵۵ھ میں اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رات میں تین بار خواب میں دیکھا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نور الدین کو ان دونوں انبیاء کے متعلق خبر دی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متفق ہوا اور وہ رکھتے تھے، اس پر سلطان نور الدین ایک ہزار آڑی لیکر مدینہ طیبہ پہنچا تھا، اور اس نے ان دونوں انبیاء کو معادہ کر لیا تھا، اور ان دونوں کو جلازادہ دیا تھا، پھر حجرہ شریف کے گرد حلقہ کھود کر اس میں لچکھلا ہوا سکہ ڈالا گیا تھا، ہم نے اس کو انقبیل۔ مسجد نبوی کے فضائل میں بیان کر دی ہے۔ تمام مؤرخین مدینہ نے مثلاً جمال الدین مطری و محمد بن قیونداوی وغیرہ نے اس قصہ کا ذکر کیا ہے، اور اسے صحیح قرار دیا ہے، امام عبد اللہ باغی نے سلطان نور الدین کے حالات میں لکھا ہے کہ بعض عارفین کا کہنا ہے کہ سلطان نور الدین کا شمار اولیاء الربیعین (ابرار) میں ہوتا ہے، اور اس کے نائب صلاح الدین کا شمار تین سلاطین میں۔

ابن اثیر کہتے ہیں کہ میں نے اسلام سے پہلے کے ورہ کے بارہا ہوں کی تاریخ کا مطالعہ کیا اور میں نے خلفائے راشدین اور بنی عبد العزیز کو کچھ کرکری بارشاہ کو نور الدین سے بہتر سیرت والا نہیں پایا تعجب ہوتا ہے کہ ابن اثیر نے اس مشہور واقعہ کا ذکر نور الدین کے حالات میں نہیں کیا۔ واللہ اعلم

تقریبی نے اسباب میں تردد کرنے کے بعد کئی اقوال میں موجود میں لکھا ہے کہ یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ انبیاء کی توجہ قبروں کی طرف سے منقطع ہو چکی ہے، اور ان کا تعلق اللہ جل جلالہ کے اور ان کی قبروں کے درمیان ایک خاص دائمی اور منقطع نہ ہونے والا تعلق ثابت ہے، جو دوسری جگہوں کے ساتھ نہیں ہو سکتا، اس سبب سے تمام مؤرخین کی اصرار اور ان کی قبروں کے درمیان ایک دائمی تعلق قائم ہے جس سے میت زیارت کنندہ کو بچا جاتا اور اس کے سلام کا جواب دیتی ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ جہاں سے لئے قبر کی زیارت کو ماننا مستحب قرار دیا گیا ہے، خواہ کسی وقت کیوں نہ ہو، تقریبی نے اس کے بعد اس کے متعلق بہت سی احادیث بیان کی ہیں، جن سے معلوم ہے کہ اموات کو ادراک اور صانع کی قوت حاصل ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں، کہ سب کے لئے زندگی کا مہیا ضروری ہے، ورنہ سب زندہ ہی، مگر ان کی زندگی مغالطہ شدہ اور کی زندگی کے اتنی درجہ کی ہے، اور انبیاء کی زندگی شہادت کی زندگی کے مقابلہ زیادہ کامل ہے، اس سلسلہ میں تحقیقی بات جسے مجھ پر علماء نے اختیار کیا ہے، یہی ہے جسے اس نے تابع الدین بکری سے نقل کیا ہے، واللہ اعلم بحقیقہ الحال والیہ الرفع والمال

## فصل

جب اس مقصد کی تحقیق میں ہم نے مفصل بحث کر دی، تو اب یہی مناسب معلوم ہوتا ہے، کہ ہم اس بارے

## بحث اول

الحمد لله رب العالمین دینی حادیث میں جیسا کہ عام مشہور ہے، انکال پایا جاتا ہے، انکال یہ ہے کہ

”مَدْرُوح“ کے الفاظ اور جب کوئی اہمیت میں سے سلام کرے تو اس کا بدن میں گھٹایا جانا تو اس بات پر دلالت کرتا ہے، لہذا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی دماغی نہیں، ہاس لئے اگر زندگی دماغی ہوتی تو سلام کے وقت ”مَدْرُوح“ کا کوئی مطلب نہ ہوتا۔ کیونکہ اس کے معنی تو یہ ہوتے کہ سلام کے وقت ”روح“ اندر فرو تو مانی جاتی ہے، لہذا آپ سلام کا جواب ایسی کیوں نہ دیں گے کہ اس کا جواب بھی طرح سے دیا ہے۔

(۱) حدیث کے معنی ہیں کہ اللہ نے ”روح“ کو مادی ہوتی ہوتی ہے، لہذا کہ سلام کا جواب دے سکوں، مگر یہاں علم نحو کے طالب علم کو اعتراض ہے کہ یہ تو حال کا زمان فعل سے متصل ہونا ضروری ہے، پس صورت میں معنی ہیں یہوں گے۔ ”مَدْرُوح“ اللہ نے ”روح“ کا وقت سلام کرنے کے وقت کے تو یہ ہوگا، اس سے پہلے نہ ہوگا اس میں بھی بحث کی ضرورت ہے۔

(۲) ”مَدْرُوح“ سے مراد کسی ”مَدْرُوح“ نہیں، کہ ”مَدْرُوح“ جو پیش پایا جانا مراد لیا جائے، بلکہ اور یہ ہے کہ ”مَدْرُوح“ اہل بیت و آلہ سے یا اگر اللہ رب العزت میں ملائی کے شاہدین مشغول و مستغرق ہیں، تو اس سے کچھ افاقہ ہوتا ہے، تو آپ اس دنیا کی طرف توجہ دیتے ہیں، لہذا کہ سلام کا جواب دے سکیں، یا الفاظ دیگر، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر اللہ عزت کی طرف متوجہ اور روحانی نزول حال ہوتا ہے، لہذا کہ آپ اپنی حالت کے سلام کا جواب دے سکیں،

بعض کہتے ہیں کہ یہاں ظاہر پرست قبول کے فہم کے مطابق خطاب ہوا ہے، کیونکہ ان کے نزدیک ”مَدْرُوح“ کے لئے جانے کے بغیر ”مَدْرُوح“ سے سمجھ سکتے ہیں، نہ پہچان سکتے ہیں، اس کا ماحصل یہ ہے کہ یہاں کنایہ مکمل طور پر سہل و سہل مراد لیا گیا ہے، اس کے باوجود اگر ”مَدْرُوح“ کے لفظ پر کسی ہی مراد لے جائیں تو اس سے بھی ”روح“ شریف کا جسم میں ہمیشہ کے لئے ہونا لازم آتا ہے اس لئے کہ جب پہلے شخص کے سلام کرنے سے آپ کی ”روح“ مبارک جو اقدس میں لوٹ آتی تو یہ تو یہ فیصلہ مل کے یہ اعتقاد نہ کہ لینا کہ کس قبضہ میں ہو معقول بات نہیں، اگر ”مَدْرُوح“ آئیگا کہ اللہ عز و ارسلان گنت تعویذ آپ پر ستارہ اور موتی ہیں، حالانکہ کوئی بھی اس کا قائل نہیں، اور نہ ہی کوئی عقلمند یا سمجھ سکتا ہے، کیونکہ اس میں تو ایک فقرہ کا عذاب پایا جاتا ہے، نیز یہ کہ کوئی ساعت ایسی نہیں، کہ امت میں سے کوئی نہ کوئی آپ پر سلام نہ کہہ رہا ہو، لہذا لازم آیا، کہ آپ دماغی طور پر زندہ ہیں اور دماغی طور پر سلام کا جواب دیتے رہتے ہیں،

شیخ محمد الدین شیرازی فرماتے ہیں، کہ حدیث میں ”عَلَمًا“ کا لفظ لانا اس بات کی دلیل ہے، کہ آپ کی ہریت اور اہمیت ثابت ہے، اور آپ پر دلالت کا نزول ہوتا رہتا ہے، لہذا ”مَدْرُوح“ سے مراد اصل حیات کا موجود ثابت ہونے پر ہے، لہذا خاص وضع اور حالت کا متحد ہے، ”البتہ اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فرمائے ”مَدْرُوح“ تو ”مَدْرُوح“ کی آؤی جی جی تو مفہوم اللہ ہو جاتا، فلیفہم۔

## بحث ثانی

سوال پیدا ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا ذکر میں نماز پڑھنا، اسی طرح انبیاء کا معراج کی رات نماز پڑھنا، موسیٰ علیہ السلام کا حج کے لئے آنا اور تبلیغ کبنا، چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے، کہ گویا میں موسیٰ علیہ السلام کا تبلیغ گویاں گھٹائی سے بچے چلے آئے

دیکھ رہا ہوں اسی طرح فرمایا میں گویا پورے انسان کو طے کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں وغیرہ کا کیا مطلب، حالانکہ نماز اور دیگر عبادات دنیا میں سے ہیں، اور دنیا دار تکلیف و آگاہی کے لئے ہے، اور آخرت میں تکلیف ہے نہ امر و نہی، اس سوال کا جواب بھی کئی طرح پڑ گیا ہے۔

پہلے یہ کہ صلوٰۃ سے مراد وہاں ہے، اور وہ اعمال آخرت میں سے ہے۔

دوسرے یہ کہ دنیا پر مشہور سے افضل میں، اور مشہور، اللہ کے نزدیک زندہ ہے، لہذا اگر وہ حج کرے اور نماز پڑھے تو کوئی بعید بات نہ ہوگی۔

تیسرے یہ کہ آخرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی وہ حالت دکھائی گئی ہے، جو دنیا میں تھی، اسی لئے تو اسے فرمایا  
 وَكَانَ الْفُطْرَانِي مَعُومًا  
 وَكَانَ الْفُطْرَانِي مَعُومًا

بعض کہتے ہیں کہ مزاج پر بھی احکام و نیاوی جاری ہو سکتے ہیں، اور یہ اعمال اور اجزاء زیادہ کی کہ کافی نہیں، آخرت میں کہیں جا کر اعمال منقطع ہوں گے، مزاج پر آل آخرت میں بھی وہ اعمال منقطع ہوں گے جو بطور امتحان اور تکلیف کے ہوں گے، اور اگر تکلیف کے بغیر اللہ تعالیٰ کے ذکر سے لذت حاصل کرنے پر مشغول کر کے اعمال کئے جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے، کہ آخرت صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کے وقت سجدہ کریں گے، اور عبادت اور عمل کے سوا سجدہ کا کیا مطلب ہو سکتا ہے، وہاں سے سمجھ لیں کہ آخرت کا فوان "وَكَانَ الْفُطْرَانِي" میں تشبیہ سے کیا مراد ہوگی۔

چوتھے کہتے ہیں کہ یہ خواب کی بات ہے، جو آخرت میں دکھائی گئی ہو، چنانچہ ابن عباسی روایت میں ہے، کہ آخرت میں فرمایا۔  
 ایک مرتبہ میں سویا ہوا تھا، کیا سمجھتا ہوں کہ میں کب کا طواف کر رہا ہوں، اور خواب کی دیکھی ہوئی چیز کا بھی وہی حکم ہے۔  
 جو انھوں نے بھی اشتیاق کا،

بعض کہتے ہیں کہ ان احادیث میں کوئی کوئی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے ان احوال کی اطلاع دی ہے، جو دنیا میں آپ کو بتائے گئے تھے، و آخرت کے احوال یقیناً لے سبب انہیں ایسا خیال کیا جیسا کہ آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو، لہذا اس سے "وَرَبِّتْ" سے تفسیر کیا ہو۔

شیخ غازی الدین نورانی فرماتے ہیں، کہ یہی نہیں لکھنا، کہ ان احوال کی اطلاع دی ہے، کہ بعد ملائکہ کی طرح ہوں، بلکہ ان سے بھی افضل ہیں، جس طرح فرشتے مختلف صورت اختیار کر لیتے ہیں، اسی طرح انبیاء و احوال مختلف ہیں، جن میں اختیار اور سکتی ہیں، یہ ممکن ہے، کہ اس خبر کا تصدیق اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کو نہ کی تھی، میں عطا کر رکھا ہو، اور ایک ہی روح اپنے متعدد جسم کے علاوہ متعدد بدن میں تصرف کرتی ہو، چنانچہ بعض محققین نے بادل کی رو سے سمجھ میں تو کر لیا ہے، کہ بادل کسی جگہ سے جاتے ہیں، اور یہاں پہنچ کر اپنی مثال اپنے عرض چھوڑ دیتے ہیں، اور جڑ سے جڑ سے ہونے لے عالم اجسام اور عالم ارواح کے درمیان ایک اور عالم ثابت کیا ہے، جسے عالم مثال کہتے ہیں، یہ عالم عالم اجسام کے مقابل میں زیادہ لطیف اور عالم ارواح کے مقابل میں زیادہ کثیف ہے، انہوں نے مختلف صورتوں میں، اور ان کے کمال پر پہنچنے کی بنیاد اسی پر رکھی

جبرائیل علیہ السلام کا درجہ کیسی کی صورت میں ظاہر ہوتا اور جبرائیل کا مریم علیہا السلام کے سامنے سُبْحٰی الْمَغْلِقِ ،  
 انسان کی صورت میں آیا اسی عالم میں سے خیال کیا گیا ہے ، اس تبار پر ہو سکتا ہے ، کہ مریم علیہا السلام باوجود اس کے کہ  
 چھٹے آسمان پر ہیں ، اپنے مثال جسم کے ساتھ قبر میں ہوں ، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے جمل پر کچھا  
 ہو ، عالم مثال ثابت ہو جانے کے بعد بہت سے مسائل کا جواب نکل آتا ہے ، اور بہت سے اشکالات حل ہو جاتے ہیں ، مثلاً  
 جنت و دوزخ کی وسعت کا بیان ، اور ان کا دیوار کی چھائی میں دیکھنا ، وہاں پر شرح قنوی کا بیان ختم مرتبہ ہے

وہ حقیقت حیات انبیاء کے مسئلہ کی تحقیق اسی عالم کے جاننے پر موقوف ہے ، اور مریم علیہا السلام اور یونس علیہ السلام  
 کے دیکھنے کی تحقیق کا دار مدار اس بات کے جاننے پر ہے کہ وہ حقایق کا زمان و مکان کیا ہے اور حقایق کے زمان و مکان  
 سے انکا کس طرح امتیاز ہو سکتا ہے جیسا کہ صوفیہ نے کیا ہے ، کہا جاتا ہے کہ اس عالم میں زمان کی تقسیم یا اعتبار ماضی حال اور  
 مستقبل کے نہیں ، اور ماضی کی کویت جو یونس علیہا السلام کی حالت اور مریم علیہا السلام کا دیا گئے نیل کو عبور کرنا اور آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کی حالت ایک جیسی ہے ، لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تمسک حج کے لئے آتے ہوئے اور تبلیغ  
 کہتے ہوئے دیکھنا وہ حقیقت وہی حانت ہے جو دراصل ان کی زندگی میں حج کرنے اور تبلیغ کہنے کے وقت تھی ، اس حالت کی  
 حقیقت کو سمجھنا بہت بلند و اعلیٰ ہے ، براسیت اس کے ہم یہ کہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مثالی صورت میں  
 دیکھا تھا ،

جو کائنات بخشن کر طول و بنا میں آل مقصد سے دولے جائیگا ، لہذا ہم اسبق قدر پر اکتفا کرتے ہیں ، واللہ اعلم بالصواب



# حَيَاتُ الْأَنْبِيَاءِ

صَلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ  
 يَا مَامَ الْحَافِظَ الْحَقَّ ابْنَ بَكْرِ أَحْمَدَ بْنِ الْحُسَيْنِ الْبَيْهَقِيِّ الْمُتَوَفَّى سَنَةَ ٥٥٨ هـ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اخبرنا الشيخ الامام زين الاسلام ابو نصر عبد الرحيم بن عبد الكريم ابن هوزن  
 القشيري رضى الله عنه في كتابه البينا من نيسابور  
 قال اخبرنا الشيخ الامام ابو بكر احمد بن الحسين البيهقي رحمه الله قرادة عليه و  
 انا السمع في ربيع الآخر من سنة خمس واربعين واربعمائة  
 و اخبرنا الشيخ الامام الحافظ ابو بكر محمد بن عبد الله بن حبيب العامري ائمة الله  
 قال: اُخبرنا شيخ القضاة ابو علي اسمعيل بن احمد بن الحسين البيهقي فيما قرأت عليه  
 أنباء الإمام والدى شيخ السنة رحمه الله قال: الحمد لله رب العالمين والعاقبة  
 للمتقين وصلاواتنا على سيدنا محمد وآله أجمعين، فذكر ما روى في حياة الانبياء صلوات  
 عليهم بعد وفاتهم

اخبرنا ابو سعيد احمد بن محمد بن الخليل الصوفي رحمه الله قال: اُخبرنا ابو احمد  
 عبد الله بن عدي الحافظ قال ثنا قطن بن عبيد الله الترمذي قال ثنا الحسين بن عرفة  
 قال حدثني الحسن بن قتيبة المدائني ثنا المستم بن سعيد الثقفي عن الحجاج بن الاسود  
 عن ثابت البناني عن ابي رافع رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم  
 الانبياء احياء في قبورهم يصلون

هذا حديث يحد في افراد الحسن بن قتيبة المدائني، وقد روى عن يحيى بن ابي بكر  
 عن المستم بن سعيد، وهو فينا احياء الثقة من اهل العلم قال اُخبرنا ابو عمر بن حنبل  
 قال اُخبرنا ابو ليلى المروسي ثنا ابن الجهم الاخر زق بن علي ثنا يحيى بن ابي بكر ثنا المستم بن  
 سعيد عن الحجاج عن ثابت عن ابي رافع بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم  
 الانبياء احياء في قبورهم يصلون

وقد روى من وجه آخر عن ابن ممالك مرفوعاً ، أخبرنا أبو عثمان الأحكام رحمه الله أنبأ  
 زاهر بن أحمد أن أباه جعفر بن محمد بن معاذ بن أبي النبي ثنا الحسين بن الحسن ثنا مائل ثنا  
 عبد الله بن أبي حميد الهذلي عن أبي المليح عن ابن ممالك  
 الأنبياء في قبورهم أحياء يصلون

وروى كما أخبرنا ابن عبد الله الحافظ ثنا أبو حامد أحمد بن علي الحسن بن علي بن أحمد  
 عبد الله بن محمد بن العباس الحمصي ثنا أبو الربيع الزهراني ثنا أسعيل بن طلحة بن يزيد عن  
 محمد بن عبد الرحمن بن أبي ليلى عن ثعلبة عن أنس عن النبي صلى الله عليه وسلم قال :  
 أن الأنبياء لا يتركون في قبورهم بعد أربعين ليلةً ولكنهم يصلون بين يدي الله عز  
 وجل حتى ينفخ في الصور ،

وهذا أن صح فبذل اللفظ فالمراد به والله أعلم لا يتركون يصلون إلا هذا المقدار يكونون  
 مصلين فيما بين يدي الله عز وجل كما روينا في الحديث الأول ، وقد يحتمل أن يكون المراد يوم  
 دفع أجسادهم مع أدبارهم فقد روى سفيان الثوري في الجامع قال قل شيخنا عن سعيد  
 بن المسيب قال : -

ما مكثت نبي في قبره أكثر من أربعين ليلة حتى يرفع ،  
 فعلى هذا يصح أن تكون أعمار الأحياء يكفون حيث ينزلهم الله عز وجل ، كما روينا في  
 حديث المعراج وغيره أن النبي صلى الله عليه وسلم رأى موسى عليه السلام قائماً يصل في  
 قبره ثم رآه مع سائر الأنبياء عليهم السلام في بيت المقدس ثم رآهم في السموات والله  
 تبارك وتعالى فعال لما يريد ،

والأحياء الأتية بعد موتهم صلوات الله عليهم شواهد من الأحاديث الصحيحة منها  
 ما أخبرنا أبو الحسن بن علي بن محمد بن عبد الله بن البشار ببغداد أن أسعيل بن محمد بن  
 الصفار ثنا محمد بن عبد الملك الرقيقي ، ثنا يزيد بن هرون ، ثنا سليمان التيمي عن ابن ممالك  
 أن بعض أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم أخبره أن النبي صلى الله عليه وسلم ليلة أسرى به  
 مر على ربي عليه السلام وهو يصل في قبره ،

وأخبرنا ابن الحسين بن بشر أن أسعيل أنبأ أحمد بن منصور بن سياد الرمادي ، ثنا  
 يزيد بن أبي حكيم ثنا سفيان بن عيينة ثنا سليمان التيمي عن ابن ممالك قال قال رسول  
 الله صلى الله عليه وسلم ،

فروث على موسى وهو قائم يصل في قبره

اخبرنا ابو عبيد الله الحافظ ثنا ابو العباس محمد بن يعقوب ثنا محمد بن عبد الله بن النضر  
ثنا موسى بن محمد المودب ثنا محمد بن سلمة ثنا سليمان التيمي وثابت البناني عن النضر بن  
مالك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :

اتيت موسى ليلة أُسري بي عند الكتيب الاحمر وهو قائم يصلي في قبة  
اخرجه ابو الحسين مسلم بن الحجاج النيسابوري رحمه الله من حديث حماد بن سلمة ثنا  
واخرجه من حديث الثوري وعيسى بن يونس وجابر بن عبد الحميد عن التيمي  
اخبرنا احمد بن علي الحارثي ثنا احاجب بن احمد ثنا محمد بن يحيى ثنا احمد بن خالد اللخمي  
ثنا عبد العزيز بن ابي سلمة عن عبد الله بن القبطي ثنا عيسى بن سلمة بن عبد الرحمن عن ابي هريرة قال  
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :

ولقد سألتني في الحج رأنا اخبر قريشاً عن مسلمي فسموا لوني عن أشباه من  
بيت المقدس لم أشبهها فكنت كراماً كنت مثلاً قط رفعة الله انظر  
اليه ما يسئلوني عن شيء إلا أقبا قصصهم وقد رأيتني في جماعة من الانبياء فإنا  
من شيء قائم يصلي ان ذرا رجل ضرب جعداً كان من رجال شروكة واذا غلبني  
بن هريثم قائم يصلي أقرب الناس به شبهها عروة بن مسعود الثقفي اذا ابراهيم  
قال يصلي أشبه الناس به صاحبكم ، يعني نفسه فخانت الصلوة فماتتهم منها  
منزعت من الصلوة قال لي قال يا محمد هذا مالك صاحب النار فسلم عليه  
فالتفت اليه فبدا في السلام ،

اخرجه مسلم في الصحيحين من حديث عبد العزيز ، وفي حديث سعيد بن المسيب وغيره انه  
لقيه في مسجد بيت المقدس ، وفي حديث ابي ذر عن مالك بن صعصعة في قصة المعراج انه  
لقصص في جماعة الانبياء في السموات وكلهم هم وكبره وكل ذراهم لا يخالف بعضها بعض  
فقد يري موسى عليه السلام انها يصلي في قبة ثم يري موسى وغيره الى بيت المقدس كما  
اسرى بنينا صلى الله عليه وسلم فيلهم غيباً ، ثم يخرجهم الى السموات كما اخرجهم من بيتنا  
صلى الله عليه وسلم فيلهم فيها كما اخبرنا وصلا قصص في اوقات بمواضع مختلفة فجازرت في  
العقل فما ورد بها خبر الصادق وفي كل ذلك دلالة على حقهم ،

ومما يدل على ذلك ما اخبرنا محمد بن عبد الله الحافظ ثنا ابو العباس محمد بن يعقوب ، ثنا  
ابو جعفر احمد بن عبد الحميد الحارثي . ثنا الحسين بن علي الجعفي ثنا عبد الرحمن بن يزيد ابن جابر  
عن ابي الاشعث الصنعاني عن ابي بن ابيس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم -

افضل اياكم الجمعة فيه خلق آدم وقيد قبح وفيه النخعة وفيه الصلعة فاكثروا  
على من الصلوة فيه فان صلاتكم معروضة علي قلنا وكيف تعرض صلاتنا عليك وقد  
أمرت ، يقولون بليت ، فقال : ان الله قد حرم على الارض ان تاكل اجساد  
الانبياء ، عليهم السلام

اخبرنا ابو داود السجستاني في كتاب السنان وله شرح اهد ،  
عنهما ما اخبرنا ابو عبد الله الحافظ ثنا ابو بكر ابن الصنف الفقيه ثنا احمد بن علي الدينار ثنا  
احمد بن عبد الرحمن بن بكار الدمشقي ثنا الوليد بن مسلم حدثني ابو رافع عبد سعيد المقبري  
عن ابي مسعود الانصاري عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال : -  
اكثروا الصلوة علي في يوم الجمعة فانه ليس احد يصلي على يوم الجمعة الا عرفت  
على صلاته ،

قال ابو عبد الله رحمه الله ابو رافع هذا هو اسمعيل بن رافع واخبرنا علي بن احمد عن  
الكاتب ثنا احمد بن عبد الصفار ثنا الحسن بن سعيد ثنا ابراهيم بن الحجاج ثنا احمد بن مسلمة  
عن يزيد بن سنان عن مكحول الشافعي عن ابي امامة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : -  
اكثروا علي من الصلوة في كل يوم الجمعة فان صلاة امة تعرض علي في كل يوم جمعة  
فمن كان اكثرهم علي صلاة كان اقربهم من منزلة ،

واخبرنا ابو الحسن علي بن محمد بن علي السقاء الاسفرائيني قال حدثني والدي ابو علي ثنا ابو رافع امامته  
بن علي بن سعيد الشرازي بمصر ، ثنا محمد بن اسمعيل بن سالم الدماغي حدثنا حاكم بن بديت  
عثمان بن دينار الشامي مالك بن دينار قالت حدثني ابي عثمان بن دينار عن اخيه مالك بن دينار  
عن ابنه بن مالك عن ابي عبد الله صلى الله عليه وسلم انه قال قال النبي صلى الله عليه وسلم : -  
ان اقربكم مني يوم القيامة في كل من طرأ اكثركم علي صلاة في الدنيا من علي  
في يوم الجمعة قضى الله له مائة حاجة سبعين من حوائج الآخرة وثلاثين من  
حوائج الدنيا يري كل الله بذلك ملكا يدخل في قبري كما يدخل عليكم الفلك كما  
يذهب من علي علي باسمه ونسبها الى حشيتهم فاشتبهت اعندي في هيئتها ثم ينفذها  
وفي هذا المعنى الحديث الذي اخبرنا ابو علي الحسين بن محمد الروادي (الروادي)  
أخبرنا ابو بكر بن داسية ثنا ابو داود ثنا احمد بن صالح قال قرأت على عبد الله بن ثابغ قال اخبرني  
ابن ابي ذئب عن سعيد المقبري عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : -

لا تجعل بينكم قبرا ولا تخلفوا قبري عودا وصلوا علي فان صلاتكم تبلغني حيث كنتم ،



وفي هذه المعنى الحديث الذي اخبرنا ابن محمد بن عبد الله بن يحيى بن عبد الجبار السكري  
 ببغداد ثنا اسمعيل بن محمد الصفار ثنا عباس بن عبد الله الدرقني ثنا ابو عبد الرحمن المقرئ ثنا اخيه  
 بن قيس بن مخر عن ابي جعفر عن يزيد بن عبد الله بن قسيط عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم  
 قال: «ما من احد يسلم علي الا ارد الله الي رحى حتى ارد عليه السلام»  
 وانما اراد والله اعلم وقد رد الله الي رحى حتى ارد عليه السلام وهذا المعنى الحديث الذي  
 اخبرنا ابو القاسم علي بن الحسن بن علي الطههاني ثنا ابو الحسن محمد بن محمد الكارزي ثنا علي بن عبد الله  
 ثنا ابو نعيم ثنا سفيان عن عبد الله بن السائب عن زاذان عن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله  
 صلى الله عليه وسلم: -

ان الله عز وجل ملائكتنا سياحين في الارض يبلغوني عن أمتي السلام.  
 واخبرنا ابو الحسين بن بشران وابو القاسم عبد الرحمن بن عبيد الله الحرقى قال انا حمزة بن محمد  
 بن العباس ثنا احمد بن الوليد ثنا ابو احمد الزبيري ثنا اسباط بن ابن يحيى عن جاهد عن  
 ابن عباس قال: -

ليس احد من أمة محمد صلى الله عليه وسلم يصلي عليه صلاة الا دعي تباهه  
 يقول له الملك فلان يصلي عليك كذا وكذا صلاة ،  
 اخبرنا علي بن محمد بن بشران انا ابي الجعفر الرازي ثنا علي بن عبد الله الطيالسي ثنا  
 العلاء بن عمرو الجعفي ثنا ابو عبد الرحمن عن ابي العباس عن ابي صالح عن ابي هريرة عن النبي  
 صلى الله عليه وسلم قال: -  
 من صلى علي عند قبري سمعته ومن صلى علي نائما مندا بلغته ،

ابو عبد الرحمن هذا هو محمد بن مردان السدي فيما ارى وفيه نظر وقد ضاع  
 واخبرنا ابو عبد الله الحافظ انا ابو عبد الله الحافظ انا ابو بكر بن ابي الدنيا حدثني سويد  
 بن سعيد حدثني ابن ابي الرجال عن سليمان بن يحيى قال رأيت النبي صلى الله عليه وسلم  
 في النوم فقلت: يا رسول الله ان هؤلاء الذين يأتونك فيسلمون عليك تفقد سلامهم قال  
 نعم وادع عليهم وهدموا يدل على حياتهم ما اخبرنا ابو عبد الله محمد بن عبد الله الحافظ  
 اخبرني ابو محمد المزي ثنا علي بن محمد بن عيسى ثنا ابو اليان انا شعيب عن الزهري قال  
 اخبرني ابو سلمة ابن عبد الرحمن وسعيد بن المسيب ان ابا هريرة قال استبجل من  
 المسلمين ورجل من اليهود دوت السلم والذي اصطفى محمد علي العالمين ، فاقسم بقسم -  
 وقال اليهودي والذي اصطفى من علي العالمين خرفع المسلم عند ذلك يده فلعطه اليهودي ،

فذهب اليهودى الى النبي صلى الله عليه وسلم فاعترضه بالذي كان من امره كره امر المسلم فقال  
النبي صلى الله عليه وسلم

لا تخبروني على موتى فان الناس يصعقون فاكون اول من يفيق فاذا امرتني باطش  
بجانب العرش كما ادرى اكان فيمن صعد فافاق قبل اذ كان ممن استثنى الله عز وجل  
رواه البخارى فى الصحيحين عن ابى اليمان درواه مسلم عن عبد الله بن عبد الرحمن بن عوف عن ابى اليمان  
وفى الحديث الثابت عن الاعرج عن ابى هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال :-  
لا تفضلوا بين انبياء الله تعالى فانه ينهض فى الصبر ليصعق من فى السموات ومن فى  
الارض الا من يشاء الله ثم نهض فيه اخرى فلكون نزل من بعد فاذا امرتني اخذ بالشر  
فلا ادرى احسب بصعقتي يوم الطور ام بعثتني .

وهذا انما يصح على ان الله جل ثناؤه قد دعى الانبياء عليهم السلام ارواحهم فمهم احياء عند  
مرئهم كالشهداء فاذا نفخ فى الصور لاولى محققا ثم لا يكون ذلك موتا فى جميع معانيه الا كهاب  
لا استشعار فان كان موتى من استثنى الله عز وجل يقول الا من شاء الله فانه عز وجل  
لا يذهب بامتنع اذ فى ثلاث الحالات وبخاصة بصعقة يوم الطور يقال ان الشهداء  
من محلة ما استثنى الله عز وجل يقول الا ما شاء الله وروى فيه خبرا رفوعا وهن مذكور  
مع سائر ما قيل فى كتاب البعث والنشور وبالله التوفيق اخبر كتاب حياة الانبياء  
عليهم الصلوة والسلام والحمد لله رب العالمين وصلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم

ترجمہ حیات الانبیاء علیہ السلام

شیخ الاسلام بنی الاسلام و بنی الکلمین بنی الزمان قشیری بنی النبی فیما یرتبط به کتاب بلکہ کریم کی تفسیر میں  
نیا کہ درجہ الآخر میں سے کسی شخص کو کہہ کر احسان علیہ السلام کو بھیج کر دینا راجح اور میں سے راجح تھا،

شیخ امام حافظ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن حبیب العامری نے بتایا کہ میں شیخ القضاۃ ابو علی اہلبین الحسین  
لحان اہل بیت میرے پاس بیٹھ کر سنائیں خبر دی کہ امام والدہ بزرگوار شیخ الشافعی نے فرمایا :-

سُبْحَانَكَ يَا رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالْعَالِيَةِ الْمُسْتَقِيمِينَ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ الْأَجْمَعِينَ

احادیث اکیان جو وفات کے بعد انبیاء و صلوات اللہ علیہم کی حیات کے متعلق مرقی ہیں،

حضرت بنی النخعت اس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

انبیاء و ائمہ ہیں اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں

یہ حدیث حسن ابن قتیبہ راوی کی انفرادی شہادت پر مبنی ہے،

اسی طرح حبشی بن ابی بکر کے اہل حق سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انبیاء اہل حقوں میں نہ

ہمیں اور نماز پڑھتے ہیں،

اسی طرح ایسے خلائق سے بھی حضرت انسؓ میں مرقعاً روایت ہے، اور وہاں بھی یہی الفاظ ہیں،

یہ بھی نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

نیوا گو چالیس راتوں کے بعد صبحی قبروں میں رہنے نہیں دیا جاتا، بلکہ وہ اللہ کے حضور میں نماز پڑھتے ہیں اتنا انکو صبر

کیونکہ کیا جائے گا :

اگر نہایت پر جانے کے بعد مرث کے بھی الفاظ میں تو یہ ابرہہ ہے، اگر انشاء اللہ اللیس، دن تک توفیق دل میں نماز پڑھتے رہتے

میں مگر بعد میں وہ بارگاہ رب الفات میں نماز پڑھتے ہیں، جب کہ یہاں ہر شے اور ہر آدمی کے لیے جو مسکن ہے اس کا نام ہے

موسکواں کے جیسوں کو جمع کرچلا کے اٹھا اٹھانا ہے۔ دیکھنا صرف ان کی ذہنی کمزوری سے کہ ان کو راستہ

[illegible]

میں نے اسی حدیث کی رو سے وہ آئے، وہ ایک طرح سے جا تشریف لائے اور اللہ ان کی حالت سے بہت رونا دھونا کر کہہ رہا تھا۔

جسے ان کی تربیت کی ہو کہ وہ باقی زندگیوں کی ضرورت پر عمل کرے، اور وہاں اس کے چاہنے والے ہوں اور ان کو قیام کرنے ہوں۔

مختصہ: کنکھہ آسنا ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹،

میں نے اس کو دیکھا اور اس کو جاننا چاہا کہ اس کی کیا حالت ہے۔

سچ احادیث میں کثرت کے بعد ایمان دے کر نہ ہوئے کے سوا اور پاسے جانے میں مال میں ایک حضرت انس

کی روایت ہے، جبکہ اہل بیت علیہ السلام نے اس کی بحالی کے لئے عراج کی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اس لیے تجربہ میں استاد کو کرل کر دیا۔ کیونکہ اہل غریبی میں اسے دوسرے وہاں ملی ہیں،

موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرتے تو وہ کھڑے ہو کر سجدے کرتے تھے،

ایسی طرح ایک اور طریق سے حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرتے تو وہ کھڑے ہو کر سجدے کرتے تھے،

ایک اور طریق سے حضرت انس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس رات مجھے عراج کرانی تھی اس رات میں سرخ میلے کے پاس موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا، تو وہ قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے،

مسلم نے بھی اس حدیث کی روایت ترمذی کے طریق سے کی ہے۔

یہ بھی کہ حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میں قریش سے عراج کا واقعہ بیان کر رہا تھا تو میں نے اپنے آپ کو حجر میں دیکھا، قریش نے مجھ سے چند ایسی اشیا کے متعلق دریافت کیا جن کا مجھے انھیں علم نہ تھا، مجھے اس کی وجہ سے اس قدر رنج و غصہ ہوا کہ میں نے یہی کہہ دیا کہ میں نے یہی سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے مقدس

میرے سامنے لا کر رکھا۔ جب بیت اللہ کی طرف لوٹ کر آیا تھا تو لہجہ مجھ سے کچھ دریافت کرنے میں تباہ رہا تھا میں نے اپنے آپ کو انبیاء کی ایک جماعت میں دیکھا، تو کیا دیکھتا ہوں کہ موسیٰ علیہ السلام کو کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں، وہ گلے

تپتے ہیں، ان کے بال گھنگھریلے ہیں، اور قبیلہ شمرہ کے ایک بڑے ظالم ہوتے ہیں، پھر دیکھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں، عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان سے بہت ہی مشابہت رکھتے ہیں، نیز ابراہیم علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ

رہے تھے، ان کی سب سے زیادہ مشابہت مجھ سے باقی جاتی ہے، پھر نماز کا وقت آیا تو میں نے امامت کی وجہ نماز سے فارغ ہوا، تو کسی نے کہا: اے محمد بن دوحہ! کا اور غلام ملک ہے، اسے سلام کریں، میں اس کی طرف متوجہ ہوا،

تو میں نے سلام کہہ دیا،

اس حدیث کی روایت مسلم نے عبد العزیز سے کی ہے، ابو یوسف السیوطی اور دیگر رواۃ کی حدیث میں ہے کہ انبیاء سے آنحضرت کی ملاقات بیت المقدس کی مسجد میں ہوئی، معراج کے قصص میں ابو ذر اور مالک بن حصص کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی ان سے ملاقات انبیاء کی ایک جماعت میں آسمانوں میں ہوئی، اور آپ نے ان سے گفتگو کی اور یہ سب درست ہے، اس میں ایک حدیث دوسری حدیث کے مخالف نہیں ہے، کیونکہ آپ نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے

دیکھا، پھر موسیٰ اور دیگر انبیاء کو بیت المقدس لے جایا گیا، جس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں پر لے جایا گیا، اسی طرح دیگر انبیاء و عظیم الصلوات کو بھی، اسی لئے آپ نے ان کو وہاں دیکھا، جیسا کہ آپ نے خود بتلایا ہے مختلف وقتوں میں مختلف مقامات پر انبیاء کا نماز پڑھنا عقلاً جائز ہے، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں آیا ہے۔

ان تمام احادیث سے انبیاء و عظیم الصلوات کی زندگی کا یہ چھلکا ہے:

جو احادیث انبیاء و ان کی زندگی پر دلالت کرتی ہیں، ان میں سے ایک حدیث وہ ہے جسے اوس بن اوس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے، کہ آپ نے فرمایا:-

مجھ کا دن سب دنوں سے افضل ہے، اسی دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اور اسی دن ان کی وفات ہوئی، اسی



دن صور کھونکا جائے گا، اور اسی روز غشی طاری ہوگی، لہذا اس دن کثرت سے مجھ پر درود بھیجا کرو، کیونکہ تمہارا درود مجھ پر بیش بہا ہوگا، صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: یا رسول اللہ! وہاں درود کیسے آپ پر بیش بہا ہوگا جبکہ آپ پر سیدہ ہو چکے ہوں گے، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین کے لئے انبیاء کے جموں کا کھانا حرام کر دیا ہے۔

اس حدیث کی روایت ابو داؤد و ترمذی نے لکھا، اب اسن میں کی ہے، اور اس کے شواہد بھی ہیں، ان شواہد میں سے ایک وہ ہے جس کی روایت ابو سعید الانصاری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کی ہے، کہ آپ نے فرمایا:-

مجھ کے دن کثرت سے مجھ پر درود بھیجا کرو، کیونکہ اس دن جو شخص بھی مجھ پر درود بھیجتا ہے، ان کو وہ مجھے بیش بہا جائے گا، ابو جابر نے روایت کیا اس حدیث کے کہ ان میں ابو رافع سے مراد اسماعیل بن رافع ہے،

دوسری حدیث کی روایت ابوامامہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا:-

قیامت کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو، کیونکہ مجھ کے دن میری امت کا درود مجھے بیش بہا جائے گا، لہذا مجھ پر زیادہ درود بھیجئے گا، اس کی منزلت مجھ سے بہت قریب ہوگی،

تیسری حدیث کی روایت انس بن مالک خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے، کہ آنحضرت نے فرمایا: قیامت کے دن ہر مقام پر جو شخص میرے قریب تر ہوگا، جو دنیا میں زیادہ درود بھیجتا ہوگا، جو مجھ کے دن مجھ پر درود بھیجئے گا، اللہ تعالیٰ اس کی نوبتیں پوری کرے گا۔ آنحضرت کی اونٹنی دنیا کی، اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کی ایک قطرہ فرمائیں گے، وہ اس درود کی بری قبر میں اسی طرح مجھ پر بیش بہا ہوگا۔ جیسے کہ میں نے بیش بہا کیا ہے، وہ فرشتہ اس درود بھیجنے والے کا ہے، اس کا لب مجھے تین لاکھ لگائے گا، میں اسے ایک سفید حیف میں درج کروں گا،

چوتھی حدیث کی روایت ابو ہریرہ نے کی ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

اپنے گھروں کو قبرستان امت بناؤ، اور نہ میری قبر کو مہل بناؤ، مجھ پر درود بھیجا کرو، اس لئے رحابم کہیں بھی ہے، تمہارا درود مجھے پہنچتا ہے،

اس کے بعد جنی وہ حدیث ہے جس کی روایت ابو ہریرہ نے کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

جو شخص مجھ پر سلام کہتا ہے، تو مجھ کو اللہ نے میری شوح مجھے لوٹا دی جتنی ہے، اس لئے میں اس کے سلام کا ثواب دیتا ہوں،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اکابر اللہ تعالیٰ دروچی سے دعا فرمادے کہ اللہ تعالیٰ دروچی ہے،

اس کے بعد معنی وہ حدیث ہے جس کی روایت عبد اللہ بن مسعود نے کی ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:- اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے بھی ہیں، جو دنیا میں میامت کے لئے رہتے ہیں، اور وہ مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے رہتے ہیں،

مجھ حدیث ابن عباس سے روایت کی ہے، کہ امت محمدیہ میں سے جو شخص بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہے وہ آپ کو پہنچتا ہے، فرشتہ آپ سے عرض کرتا ہے، کہ فلاں شخص نے آپ پر آنا درود بھیجا ہے۔

ابو ہریرہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے، کہ آپؐ نے فرمایا :-

جو شخص میری قبر پھیرے اور وہ کھینچا ہے، وہ اسی خود مستحق ہے، اور جو دوسرے کھینچے وہ مجھ تک پہنچا دیا جاتا ہے، جیسی کہتے ہیں کہ اس حدیث کے باروں میں ابو عبد الرحمنؓ سے ملا میرے نزدیک محمد بن مروان سدی ہے، ابو ہریرہؓ نے فرمایا، مگر اس سے پہلے حدیث گذر چکی ہے جس سے اس کی تائید ہوتی ہے،

سلیمان بن جحیم روایت کرتے ہیں، کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ! یہ لوگ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کرتے ہیں، کیا آپؐ ان کے سلام کو سمجھتے ہیں، فرمایا، ہاں! بلکہ جواب بھی دیتا ہوں،

ایک اور حدیث ابو انبیاء کے زعم سے مروایت کرتی ہے، وہ جس کی روایت ابو ہریرہؓ سے کی گئی ہے کہ ایک یہودی اور مسلمان آپس میں گالی گلوچ ہوئے، مسلمان نے کہا قسم ہے اس خدا کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہانوں میں سے منتخب کر لیا، چنانچہ کھائی، اس کے بعد یہودی نے کہا قسم ہے اس خدا کی جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام جہانوں میں سے منتخب کیا، اس پر مسلمان نے یہودی کے منہ پر چھڑ دیا، یہودی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا،

ہاں! اور مسلمان نے فرمایا، اس پر یہودی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے موسیٰ علیہ السلام پر ترجیح نہ دو کیونکہ جب لوگوں پر غشی طاری ہوگی تو میں پہلے عرض میں آؤں گا، تو کیا دیکھو گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرض کے ایک پہلو کو پکڑے کھڑے ہیں مجھے معلوم نہیں کہ کیا ان پر بھی غشی طاری ہوئی، اور مجھ سے پہلے یہودی بن گئے یا ان لوگوں میں سے ہیں جن میں اللہ نے مستثنیٰ قرار دیا ہے

اس حدیث کی روایت بخاری نے اپنی صحیح میں ابو الیمان سے کی ہے، اور مسلم نے عبد اللہ بن عبد الرحمن سے، اور دیگر صحیحین نے ابو الیمان سے،

ایک اور حدیث میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

انبیاء میں سے اچھے دوسرے پر فضیلت مت دو کیونکہ جب صور پھونکا جائے گا، تو موائے ان لوگوں کے جنہیں اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ قرار دیا ہے، تمام لوگوں پر نفاذ دینا کے ہوں خواہ آسمانوں کے غشی طاری ہوگی، پھر ایک بار پھر صور پھونکا جائیگا، تو میں سب سے پہلے اٹھوں گا، تو کیا دیکھو گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرض کر کہ پکڑے کھڑے ہیں، مجھے معلوم نہیں، آیا وہ مجھ سے پہلے اٹھے ہوں گے، یا ان پر غشی طاری ہی نہ ہوئی ہوگی، اور پھر پکڑے غشی کو ہی شمار کر لیا گیا، بلکہ یہ خاصی صورت میں درست ہو سکتا ہے، جب یہ مان لیا جائے، کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی ارواح ان کو زبانی ہی، اور شہداء کی طرح اللہ کے لہلہ نذر دیں، لہذا جب پہلی بار صور پھونکا جائیگا، تو سب پر غشی طاری ہو جائیگی، مگر غشی اپنے تمام معنوں میں موت نہ ہوگی، صرف شعور جاتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ کے فرمان اللہ حق شاء اذ احلکم خصالہ، کہ طالع موسیٰ علیہ السلام کو ان لوگوں میں شمار کیا جائے جنہیں اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ قرار دیا ہے، تو اس حالت میں ان کے تراس جاتے نہیں گئے، اور طور کے دن کی غشی کو ہی شامل کیا، لہذا یہ بھی کہا جاتا ہے، (باقی ترجمہ صفحہ ۲۲۳ پر ملاحظہ فرمائیے)

# اَنْبَاءُ الْاَنْبِيَاءِ فِي حَيَوَاتِهِمْ الْاَنْبِيَاءِ

لِحَافِظَةِ الْحَفَاطِ الْجَلِيلِ السَّيُوطِي سَلَامَةُ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قال المؤلف رحمه الله ونفع لنا ولنا سر المسلمين آمين اللهم آمين.  
الحمد لله وكفى وسلا على عباده الذين اصطفى ، وقع السؤال انما قد اشبهان النبي  
صلى الله عليه وسلم حي في قبره ، ورددنا صلى الله عليه وسلم قال ، ما من احد يسلم  
على الا رد الله على روحه حتى ارد عليه السلام نظاهر ان مفارقة الروح لبدن في بعض الاوقات  
فكيف الجمع ، وهو سؤال حسن يحتاج الى النظر والتأمل ، فاقول : حياة النبي صلى الله عليه  
وسلم في قبره هو وسائر الانبياء معلومة عندنا علماء قطعي لما قام عندنا من الادلة في  
ذلك وتواترت به الاخبار الدالة على ذلك وقد ألف الامام البيهقي رحمه الله جزءا  
في حياة الانبياء عليهم السلام في قبورهم ،

فمن الاخبار الدالة على ذلك ، ما أخرجه مسلم عن انس رضي الله عنه ان النبي  
صلى الله عليه وسلم ليلة اُمرى به من موسى عليه السلام ويصلي في قبره  
وأخرجه ابو يعقوب في الحلية عن ابن عباس رضي الله عنهما ان النبي صلى الله عليه وسلم  
مر بقبر موسى عليه السلام وهو قائم يصلي فيه ،

وأخرجه البراهيلي في سنده والبيهقي في كتاب حيوته الانبياء عن انس رضي الله تعالى عنه  
ان النبي صلى الله عليه وسلم قال :-

اَلْاَنْبِيَاءُ اَحْيَاءُ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّوْنَ ،

وبقيته صحيحه صفح ۲۴۲ ، ان الامام قتادة رحمه الله من شيوخنا رضي شال بي ، اور اس بارے میں کوئی دفعہ حدیث  
ہوئی ہے ، اس کا ذکر دیگر کتاب الیوم والنشر کیا گیا ہے ، وید اللہ التوفیق یہاں پر کہ تمام انبیاء  
ختم ہوئی ہے \* الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ صَلَّى اللَّهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ،  
(اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِكُلِّبَنِي وَلِكُلِّدِينٍ وَلِمَنْ سَخَى فِيهِ)

وَإِخْرَاجَ ابْنِ تَيْمٍ فِي الْحَلِيقَةِ عَنْ يَسُفَ بْنِ عَطِيَّةٍ قَالَ سَمِعْتُ ثَابِتَ الْبُنَالِي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ لِحَمِيدِ الطُّوَيْلِ ، هَلْ يَكُنَّكَ أَنْ أَحَدًا يُصَلِّيَ فِي قَبْرِكَ أَوْ الْأَنْبِيَاءِ قَالَ : لَا  
وَإِخْرَاجَ ابْنِ أُرْدُ وَالْبَيْهَقِيِّ عَنْ أَوْسَ بْنِ أَوْسٍ الثَّقَفِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ ، عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ :-

مَنْ أَقْبَلَ أَيَّامَكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَأَكْثَرُوا عَلَى الصَّلَاةِ فَبَدَأَ صَلَاتَكُمْ تُعْرَضُ عَلَيْكُمْ  
قَائِلًا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَيْفَ تُعْرَضُ عَلَيْكَ صَلَاتُنَا وَقَدْ أَوْمَتْ بِعَيْنِي بَلَيْتَ فَقَالَ : إِنَّ اللَّهَ  
حَرَّمَ عَلَى الْأَنْفُسِ أَنْ تَأْكُلَ أَحَبَّ دَاكِلِ الْأَنْبِيَاءِ ،

وَإِخْرَاجَ الْبَيْهَقِيِّ فِي شُعْبِ الْأَيْمَانِ وَلَا صِبْهَانِي فِي التَّحْقِيقِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ  
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
مَنْ صَلَّاهُ عِنْدَ قَبْرِ نَبِيٍّ سَمِعَتْهُ وَمَنْ مَلَأَ عَلَى غَائِبٍ بِالْحَقِّ

وَإِخْرَاجَ الثَّوْرِيِّ فِي تَارِيخِهِ عَنْ عُمَارِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَقُولُ :- إِنَّ لِلَّهِ مَلَكَ أَعْيَاظَ أَسْمَاعِ الْعَالَمِينَ قَائِمٌ عَلَى قَبْرِ نَبِيٍّ فَمَا مِنْ أَحَدٍ يَصَلِّيَ عَلَى  
صَلَاتِهِ إِلَّا بَلَغَتْهَا

وَإِخْرَاجَ الْبَيْهَقِيِّ فِي حَيَاةِ الْأَنْبِيَاءِ وَلَا صِبْهَانِي فِي التَّحْقِيقِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ  
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ،

مَنْ صَلَّاهُ عِنْدَ مَائَةٍ فِي الْجُمُعَةِ وَلِكَلِمَةِ الْجُمُعَةِ قَضَى اللَّهُ لَهُ مَائَةً حَاجَةً سَبْعِينَ  
وَمِنْ حَوَائِجِ الْآخِرَةِ وَتَلَاوُثَيْنِ مِنْ حَوَائِجِ الدُّنْيَا كُلِّهَا اللَّهُ يَذُوكَ لَكَ مَلَكًا يَدْخُلُهُ  
فِي قَبْرِكَ كَمَا يَدْخُلُ عَلَيْكُمْ الْهَدَايَا ، إِنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ كُنِيَ فِي الْحَيَاةِ  
وَلَفْظَ الْبَيْهَقِيِّ :- يُخْرِجُنِي مَنْ صَلَّاهُ عَلَى يَأْسِدِهِ وَتُسَبِّحُهُ ، بَدَأَ فِي حَقِيقَةِ الْبَيْضَاءِ  
وَإِخْرَاجَ الْبَيْهَقِيِّ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ :-

إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَا يَكُونُونَ فِي قُبُورِهِمْ بَعْدَ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً وَلَكِنْهُمْ يُصَلُّونَ بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ  
سُبْحَانَهُ وَكَمَالِهِ حَتَّى يَنْفَخَ فِي الصُّورِ ،

وَرَوَى السَّيْفِيُّانِ الثَّوْرِيُّ فِي الْجَوْعِ قَالَ قَالَ شَيْخُنَا عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ ،  
قَالَ :- مَا مَكَتْ شَيْءٌ فِي قَبْرِ أَحَدٍ مِنْ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً حَتَّى يُرْفَعَ ،

قَالَ الْبَيْهَقِيُّ :- فَمِنْ هَذَا يُجَابِرُونَ كَسَانُ الْأَحْيَاءِ يَكُونُونَ حَيًّا يَنْزِلُ لَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى  
ثُمَّ قَالَ الْبَيْهَقِيُّ :- الْحَيَاةُ الْأَنْبِيَاءِ بَعْدَ مَوْتِهِمْ شَرَاهِدٌ فَذَكَرْتُ فِي السَّلَامِ فِي لَهْجَةِ بَعْضِ  
الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَكُلُّهُمْ وَكُلُّهُمْ ،





النبوة عن ابن مسعود رضي الله عنه قال لانا اذ خلف تسعاً ان رسول الله صلى الله عليه وسلم  
 قيل قتلاً استب إلى من ان خلف واحد انة لم يقتل وذلك ان الله اخذ نبياً واحداً شهيداً  
 اخبر الخبايا واليهي عن عائشة رضي الله فالت كان النبي صلى الله عليه وسلم  
 يقول في مرضه الذي توفي فيه لم ازل احب اكم الطعام الذي اكلت بخير فهذا اذ ان  
 انقطاع اليه من ذلك السهم ،

فتثبت كونه صلى الله عليه وسلم حياً في خبره ينص القرآن اما من عموم اللفظ واما  
 من مفهوم الموافقة ، قال اليه في كتاب الاعتقاد الا نبياً بعد ما تيقن انك اليهم  
 ادواهم فقم احياً عند ربهم كالشهداء ،

وقال القرطبي في التذكرة في حديثه الصفة نقل عن شيخه :- المزمع ليس  
 بعدم محض وانما هو انتقال من حال الى حال ويدل على ذلك ان الشهداء بعد قتلهم  
 ومنهم احياً عند ربهم يرددون مستبشرين وهذا كما يصفه الاحياء في الدنيا واذا كان  
 في الشهداء قالوا انبياء الحق بذلك واولى ،

وقد صح ان الارض كاتل اجساد الانبياء وانه صلى الله عليه وسلم اجتمع بالانبياء  
 ليلة الائمة في بيت المقدس وفي السماء وقد رأى موسى قائماً يصلي في قبره واخبر  
 صلى الله عليه وسلم بانه يرد السلام على كل من يسلم عليه ، الى غير ذلك مما يحصل  
 من محبة القطع بان موت الانبياء اشها هو الرجوع الى غير اعتنا بحيث لا ندرهم وان كانوا  
 من جودين احياء وذلك كالحال في الملائكة و ٢٧ جميع ذوي الاحياء ولا ينهم احد من فيها  
 الا من خصه الله بكم متابعين ادباً لا انتهى ،

سئل الباذري عن النبي صلى الله عليه وسلم هل هو حي بعد وفاته فاجاب ان  
 صلى الله عليه وسلم حي ،

قال الاستاذ ابو منصور عبد القاهر بن طاهر البغدادي الفقيه الاصولي شيخ .....  
 الشافعية في اجوبة مسائل الجاردين قال المتكلمون المحققون من اصحابنا ان نبينا  
 صلى الله عليه وسلم حي بعد وفاته وانه يبشر بطاعات امة ويحزن بمعاصي العصاة منهم  
 وانه تبلغ صلواته من يصلي عليها وقال ان الانبياء لا يبطلون ولا تاكل الارض  
 ومنهم شيعياً وقد مات موسى في زمانه واخبر نبينا صلى الله عليه واله وسلم انه رآه في قبره  
 مضياً ، وحكى في حديث المجر اج انه رآه في السماء الرابعة وانه رأى آدم في السماء الدنيا  
 ورأى ابراهيم وقال له فرباً بالابن الضليل والنبي الصالح واذا صح لنا هذا الاصل قلنا نبينا

عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَدْ صَارَ حَيًّا بَعْدَ وَفَاتِهِ وَهُوَ عَلَى نَبِيِّنَا وَهَذَا الْخَرَجُ لَا سِتَادَ ،  
 وَقَالَ الْحَافِظُ شَيْخُ الشُّعْرَى أَبُو بَكْرٍ فِي كِتَابِ الْأَعْتِقَادِ : الْأَنْبِيَاءُ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَمْ يَمُوتُوا  
 مَا قَبِضُوا رُؤُوسَ الْيَهُودِ أَوْ أَحْبَبُوا فَهَمُّ أَحْيَاءٍ ، عِنْدَ مَا يَجُوزُ فَهَذَا ، وَقَدْ رَأَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 جَمَاعَةً مِنْهُمْ وَأَمَّهُمْ فِي صَلَاةٍ ، وَأَخْبَرَ بِخَبْرٍ صَدَقَ أَنْ يَمُوتَ ، مِنْ بَرِيذَةِ عَلَيْهِ ذَاكَ سَلَامًا يَلِينُ  
 وَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ ، قَالَ ذَاكَ الْكَرْدَنَاءُ لَا ثَابِتَ حَيَاتِهِمْ كَمَا قَالَ  
 وَهُوَ بَعْدَ مَا قَبِضَ نَبِيُّ اللَّهِ وَرَسُولُهُ وَصَفِيَّةٌ وَخِيَوَتُهُ مِنْ خَلْقِهِ ، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ أَحْيَا  
 عَلَى سُنَّتِهِ ، وَأَمْتًا عَلَى مِلَّتِهِ ، وَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ أَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ،  
 انتهى جواب البارزى

وَقَالَ الشَّيْخُ عَفِيفُ الدِّينِ الْيَافِعي الْأَوَّلِيَّارِي عَلَيْهِمُ السَّلَامُ يُشَاهِدُونَ فِيهَا مَلَكُوتُ  
 الْمَمُوتَاتِ وَالْأَرْضُ يَنْظُرُونَ الْأَنْبِيَاءَ أَحْيَاءً وَغَيْبِ أُمُورَاتٍ كَمَا نَظَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 إِلَى مُوْحَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي قَبْرِهِ ، قَالَ وَقَدْ تَقَرَّرَ أَنَّ مَنَاجِرَ الْأَنْبِيَاءِ هَجْرَةٌ جَارِلَةٌ وَلَيْسَ  
 كَمَا مَتَّ بَشَرٌ طَعَامُ الْخَدَى ، قَالَ وَلَا يَنْكَرُ ذَلِكَ الْأَجَاهِلُ ، وَبِغَضِ الْعُلَمَاءِ فِي حَيَاتِهِ  
 الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ كَثِيرَةٌ فَلْيَكْتَفِ بِهَذَا الْقَدَرِ ،

## فصل

وَأَمَّا الْحَدِيثُ الْآخَرُ فَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ فِي مُسْنَدِهِ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي  
 شُعْبِ الْإِيمَانِ مِنْ طَرِيقِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الْقُرَظِيِّ عَنْ حُيَوةَ بْنِ شَرِيحٍ عَنْ ابْنِ صَخْرٍ عَنْ يَزِيدَ  
 بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَسِيطٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :  
 مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا رَدَّ اللَّهُ عَنْ رُوحِهِ حَتَّى يَدْخُلَ السَّلَامُ وَلَا شَكَّ أَنَّ ظَاهِرَ هَذَا  
 الْحَدِيثِ مَفَارِقَةُ الرُّوحِ لِنَدَمِهِ الشَّرِيفِ فِي بَعْضِ الْأَوْقَاتِ وَهُوَ مُخَالَفٌ لِلْحَادِيثِ الشَّاهِدِ  
 وَقَدْ تَأَمَّلْتَهُ فَفَتَحْتُ عَلَى فِي الْجَوَابِ نَدَّةً أَجُوبُهَا ،

الْأَوَّلُ : - وَهِيَ ضَعْفُهَا أَنَّ الزَّوَّارِيَّ وَهَمُّ فِي لَفْظَةٍ مِنَ الْحَدِيثِ حَصَلَ بِسَبَبِهِمْ  
 لِيُشْكَلَ قَوْلُهُ عَلَى ذَلِكَ الْعُلَمَاءُ فِي الْحَادِيثِ كَثِيرَةٌ لَكِنْ الْأَصْلُ خِلَافُ ذَلِكَ فَلَا يَقُولُ عَلَى هَذِهِ

الْمُتَوَحِّجَةُ  
 الثَّانِي : - وَهِيَ أَنَّهَا لَا يَدْرِكُهَا لِأَذْيَاعِ فِي الْعَرَبِيَّةِ أَنَّ قَوْلَهُ "رَأَى اللَّهُ جَمَلَةَ خَلْقِهِ"  
 وَقَاعِدَةُ الْعَرَبِيَّةِ أَنَّ جَمَلَةَ الْحَالِ إِذَا وَقَعَتْ فَعَلًا مَا خَبَرًا قَدَّرَتْ فِيهَا "قَدْ" كَقَوْلِهِ تَعَالَى جَاءَكُمْ  
 حَصْرُثُ صَدْرِهِمْ ، أَيْ قَدْ حَصْرُثُ وَكَذَا هُنَا تَقْدِيرُ الْجَمَلَةُ مَا خَبَرًا سَابِقَةً عَلَى السَّلَامِ

الواقع من كل أحد ، و«حَتَّى» كَيْسَتْ لِلتَّحْلِيلِ ، بل هي مجرد حروف عطف بمعنى الواو فصلا لا تقدير  
 الحديث ما من أحد يسألني إلا حذر الله عليّ ذلك وأرد عليّ وعليكم ، وإنما جاء  
 الاستكمال من قول الله عز وجل «وَرَدَّ اللَّهُ» بمعنى الجواب أو الاستقبال وطلق أن «حَتَّى» تعليلية وليس  
 كذلك ولهذا لا يجوز ناكه ارتفاع الاستكمال من أجله ، وإن كان من حيث المعنى أن المركب لو  
 أخذ بمعنى الحال فلا استقبال لزوم تكرار المسلمين السلام وتكرار الرد يستلزم  
 تكرار المفارقة وتكرار المفارقة يلزم عليه ما ذكرنا

أحدهما تأمل الجسد الشريف بمكروا خروج الروح منه اذ نوع ملى اللغة التكرير ان  
 لم يكن تأليم تال آخر ، يخالفه شأن الشهادتين وغيرهم فانه لم يثبت لاحد منهم ان يتكرر له  
 مفارقة الروح عند ما في البرزخ والله جل وعز وجل وسئل النبي صلى الله عليه وسلم انى ياله مقدر الذي هو على منامة  
 ومحمد ووالثالث :- هو مخالفة القرآن فانه دل على انه ليس الا مؤنثان وحياتان وهذا  
 التكرار يستلزم من ثبات كثرة وهو باطل ،

ومحمد ودرابع :- وهو مخالفة الحديث المتواترة المتأبقة وما خالف القرآن والمثلثة  
 من السنة وجب تأويلها وان لم يقبل التأويل كان باطلا ، فلهذا وجب حمل الحديث على ما  
 ذكرناه ،

الوجه الثالث ان يقال ان لفظ الرد قد لا يدل على المفارقة بل كفى به عن مطلق  
 الصبورة كما قيل في قوله تعالى حكايته عن شعيب عليه السلام قد افترينا على الله كذبا بارث  
 عندناي وكنتم ، ان لفظ العود اريد به مطلق الصبورة لا العود بعد الانه يقال كاذ شعيبا  
 عليه السلام لم يكن في وقتهم قط حين استعمال هذا اللفظ في هذا الحديث مرافاة للمناسبات  
 الخطيئة بنية وكن قولهم «حَتَّى ارُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ» فجاء لفظ الرد في صدر الحديث ملاناسبة  
 ذكره في آخر الحديث ،

الوجه الرابع :- وهو قوي جدا انه ليس لم اراد برك الروح عودها بعد مفارقة  
 البدن وانما الذي صلى الله عليه وسلم في البرزخ مشغول باحوال الملكوت مستغرق في  
 مشاهدته لا سيما كما كان في الدنيا في حاله الحي وفي اوقات آخر فذكر سن اذا فتره من تلك  
 المشاهدة وذلك الاستغراق برك الروح وظهور هذا قول العلماء في اللفظة التي وقعت  
 في بعض احاديث الاسراء وهي قوله فاستيقظت : اذا انا بالمسيح الحرام ليس المراد الاستيقظة  
 من نوم فان الاسراء لم يكن مناماً ، نعم المراد الافاقة عما خافه من عذاب الملكوت وهذا  
 الجواب لان عندى اقوى ما يجاب به عن لفظة الرد وقد كنت رجحت الذي ثم قوى عنى هذا



الوجه الخامس :- ان يقال ان الرد يستلزم الاستمرار له لان الرمان يخلو من  
 فصل عليه في اقطار الارض فلا يخلو من كون الروح في بدن  
 الوجه السادس :- قد يقال انما اوحى اليه هذا الامر اولا قبل ان يوحى اليه بانه  
 لا يزال حيا في قبره فاختار به ثم اوحى اليه بعد ذلك فلا ممانعة لانه اخبر النبي عن  
 عن الخبر الاول هذا ما فتح الله تعالى من الاجابة ولم ار شيئا منها منقولا لاحد ثم بعد  
 كتابي لذلك راجعت كتاب "الفجر المنير فيما افاضل بهابطين النذير" للشيخ تاج الدين ابن  
 الفاكهاني المالكى فوجدته قال ما فيه ما نصه "روينا في الترمذي قال قال رسول الله  
 صلى الله عليه وسلم - ما من احد يسلم على ابي ردك الله على روحى حتى ارد عليه السلام  
 يؤخذ من هذا الحديث ان النبي صلى الله عليه وسلم احيى على الدوام وذلك انه  
 حال عادة ان يخلو وجود كل زمان من واحد مسلم على النبي صلى الله عليه وسلم  
 ليلا ونهارا،

فان قلت قولنا عليه السلام ردك الله على روحى لا يثبت مع كونها حيا على الدوام  
 بل يلزم منه ان يتعدّد حياته وهما تنافي اقل من سائر اذ الوجود لا يخلو عن  
 مسلم يسلم عليه كما تقدم بل يتعدّد السلام عليه في الاعداء الواحدة كثيرا،  
 فالجواب ، والله اعلم ان يقال المراد بالروح هنا النطق فجازا فانه قال عليه  
 الصلاة والسلام اردك الله اعلى نطقى وهو حي على الدوام لكن لا يلزم من حيائه  
 نطقه . والله سبحانه تبارك عليه النطق عند كل مسلم ودارمة العزة ان  
 النطق من لوازم وجود الروح كما ان الروح من لوازم وجود النطق بالفعل او  
 القويّ دعه عليه السلام باحد المتلازمين عن الآخر

وربما تحقق ذلك ان عود الروح لا يكون الا مرتين اقول . تعالى :- قالوا ربنا  
 امتنا اثنتين واحييتنا اثنتين ، هذا لفظ كلام الشيخ تاج الدين عليه السلام  
 ذكره من الجواب ليس واحدا من السئلة التي ذكرتها وهوان على جواب سابع  
 وعندى فيه وقفة من حيث ان ظاهره ان النبي صلى الله عليه وسلم مع اكونه حيا  
 في البرزخ يمنع عنه النطق في بعض الاوقات ويؤيد بعد سلام المسلم عليه وهذا  
 بعد حيا بل ممنوع فان العقل والنقل يشهدان بخلافه ، اما القول في اخبا  
 البرازة عن حاله صلى الله عليه وسلم وحال الاولين عليهم السلام في البرزخ مضمخة  
 بانهم ينفقون بكم شأوا ولا يتعشون من شيء ، بل وسائر المومنين ، وكذلك

الشهادة أو غيرهم ينطقون في البرزخ بما شأوا غير مؤمنين من شيء ولم يوفان أحدًا ففتح  
من النطق في البرزخ إلا من مات من غير وصية ،

وروى أبو الشيخ في كتاب الوصايا عن قيس بن قبيصة قال قال رسول الله صلى الله عليه  
وسلم من لم يؤخر لم يؤذن له في الكلام مع المؤمني قيل يا رسول الله وهل يتكلم المؤمني  
قال نعم ، ويؤخر أو يؤذن ،

قال الشيخ تقي الدين السبكي حياة الأنبياء والشهداء في القبر كحياتهم في الدنيا ولشهادتهم  
لما صلاوة مؤمن في قبره وإن القلوة تستدعي جسداً حياً وكذلك الصفات المذكورة  
في الأنبياء وأولئك الأسلاف كلها صفات الأجسام ولا يلزم من كونها حياً حقيقة بل تكون  
الآبدان معها كما كانت في الدنيا من الاحتياج إلى الطعام والشراب وأما الأعداء كانت  
كالعلم والسمع فلا شك أن ذلك ثابت لهم وليس في المؤمني . انتهى ،

وأما العقل فلا شك العيس عن النطق في بعض الأوقات نوع حصر وقد ثبت ولهم  
عذاب به تارك الوصية والنبي صلى الله عليه وسلم مثله عن ذلك فلا حقيقة له وفاته  
وقد حصر أصلاً بوجه من الوجوه كما قال لفاطمة رضي الله تعالى عنها في مرض  
موتها لا كربة على أهلك بعد البرزخ ،

وإذا كان الشهداء وسائر المؤمنين من أمته إلا من استثنى من المعدلين  
للخصم فإن النطق فكيف به صلى الله عليه وسلم نعم يمكن أن يبرز من كلام الشيخ  
تاج الدين جواب آخر ويقر بطريق أخرى وهو أن يتراد بالروح النطق بالبرزخ الاستمرار  
من غير مفارقة على ما قدرته في الوجه الثالث ويكون في الحديث على هذا مجازان ، مجاز  
في لفظ الرد ومجاز في لفظ الروح فالأولى استعارة تعبية ، والثاني مجاز مرسل وعلى ما  
قد رتب في الوجه الثالث يكون فيه مجاز واحد في الرد فقط ،

ويقول من هذا الجواب جواب آخر وهو أن يكون الروح كتابية عن النطق ويكون المراد  
أن الله تعالى يود عليه سمعه المخارق للعادة بحجة جميع سلام المسكر وإن بعد ظهوره  
ويؤخر عليه من غير احتياج إلى واسطة مبلغ وليس المراد سمعة المعتاد وكان له صلى الله  
عليه وسلم في الدنيا حاسة السمع فيها سمعاً خارقاً للعادة بحيث كان يسمع أطيب السمائم  
كما بينت ذلك في كتاب المعجزات وهذا قد ينفك في بعض الأوقات ويعود ولا مانع منه  
وحاله صلى الله عليه واله وسلم في البرزخ حالته في الدنيا سواء ،

وقد يخرج من هذا جواب آخر وهو أن المراد سمعة المعتاد ويكون المراد بوجه افتاتة

من استغفر في الملوك وما هو فيه من المشاهدة فبإذن الله تعالى تلك الساعة إلى خطاب من يسلم عليكم في الدنيا فاذ افرغ من الرزق عليه عاد إلى ما كان فيه ،

ويخرج من هذا جواب آخر ، وهو ان المراد برز الروح النفر من الشغل وخراج المال مما هو بصدد في البرزخ من النظر في اعمال ائمتهم والاشتغال بكم من المسكنات والظلم يكشف البلاء عنهم والبرزخ في انظار الارض لحلول البركة فيها وحضر جازة من مات من صالح ائمتهم فان طردوا الامم من جلة اشغالهم في البرزخ كما وردت بذلك الاكثريات والاثار فلما كان السلام عليكم من انضيل الاحمال واجل القربات اختص المسلم عليه بأن يفرغ لنا من اشغالهم المهمة لحظ يترك عليه فيها شربها وعجارتها ، فهذا عشرة اجوبة كلها من استنباطي وقد قال الحافظ اذا فتح الفكر الحفظ ولد العجايب

ثم ظهر لي جواب حادي عشر ، وهو انه ليس المراد بالروح روح الحياة بل الانساح كما في قوله تعالى : فَرُوحٌ وَرُوحَانٌ فائتة قبر بفتح الراء والمراد الله صلى الله عليه وآله وسلم يحصل لنا به السلام المستلزم عليه اذ يتباح وفتح وبشأ سكة لحيته صلى الله عليه وآله وسلم لذلك فيجعله ذلك على ان يرد عليه :

ثم ظهر لي جواب ثاني عشر وهو ان المراد بالروح الرحمة المحاذية من ثواب الصلاة وقال ابن الاثير في النهاية " تكرر ذكر الروح في الحديث كما تكرر في القرآن ووردت فيها على معانٍ فالغالب منها ، ان المراد بالروح الذي يقوم به الجسد وقد اطلق على الارواح والوحى والرحمة وعلى جبريل ، انتهى

واخرج ابن المذنب في تفسيره عن الحسن البصري رحمه الله عليه انه قال صلى الله عليه وآله وسلم قوله تعالى : فَرُوحٌ وَرُوحَانٌ بالضم وقال : الروح الرحمة وتقدم عند صلواته في حديث انس رضي الله عنه ان الصلاة تدخل عليه ، صلى الله عليه وآله وسلم ، في قبره كما يبلغ لكم الهدايا والزيارات والمواذات اب الصلاة وذلك بشفاعة الله وانما مات ،

ثم ظهر لي جواب آخر ثالث عشر ، وهو ان المراد بالروح الملك الذي وكل بقبره صلى الله عليه وآله وسلم ويبلغه السلام والروح يطلق على جبريل ايضا من المشقة والارغب اشرف الملائكة تسمى رُوحاً ، انتهى ، ومعنى رد الله إلى روح اي ينفث في الملك الموكل يبلغني السلام هذا غاية ما ظهر لي والله اعلم انتهى ،

### تنبيه

وقع في كلام الشيخ تاج الدين امران يحتاجان إلى التنبيه عليهما أحدهما أنه عن الحديث

إلى الترمذي وهو غلط فلم يخرجناه من أصناف الكتب السنية، إلا بعد ما دونه نقط، كما ذكره  
المحافظ جمال الدين الترمذي في الأخطراف،

لثاني أسماؤنا الحديث بلغظركم الله على وهو كذلك في مسند أبي داود ولنظروا رواية  
أبي يحيى رداً لله تعالى وهو الطغوى أنشأ فان بين تعديتين فوالطغوى فان ردك يفتقد  
يغنى في الإجازة ردك في الأكرام قال في الصحيح ردك عليه الشئ إذا لم يقبله وكذلك عليه  
إذا الخطأ ويقال ردك إلى منزلة لعلك به جواباً أي شفع،

وقال الراغب: من لا رد قوله تعالى يردوكم على أعقابكم ورددوا على ردك على  
إعقابنا من الثاني هو كذا إلى إقره ولين يحدث إلى ما كجئت خيراً منها فقلنا  
ثم تروون إلى عالم الغيب والشهادة، فرددوا إلى الله فوكم هم المقى،

## فصل

وقال الراغب: من معافى الرزق الغفيلض، يقال رددت الحكم في كذا إلى فلان  
أي فوضته إليه قال الله تعالى: فإني سأعظم في شيء فرددوه إلى الله والرسول، و  
رددوه إلى الرسول، وإلى أئمة الأمر منكم انتهى

ويخرج من هذا جواب أربع عشر عن الحديث وهو أن المراد فوض الله إلى رد  
السلم عليه على أن المراد بالسلم الرخصة والصلاة من الله رخصة وكان المسلم  
يسلمهم فعرض لطلب صلاة من الله تحقيقاً لقوله صلى الله عليه وسلم: -  
من سلم على واحدة صلى الله عليه عشر أ، والصلاة من الله رخصة فافق  
الله أمر هذه الرخصة إلى النبي صلى الله عليه وسلم لم يدعها، بل المسلم فجعده  
إبائه قطعاً فيكون الرخصة المعاملة للمسلم إكفاً أي بركته دعاء النبي صلى الله  
عليه وآله وسلم سلاماً عليه وينزل ذلك منزلة الشفاعت في قول سلاماً للمسلم  
والإتيان عليه وتكون أيضاً فتدعى في الجهر بالركبة وأظفرك في قوله في حديث  
الشفاعة فرددوها هذا إلى هذا وهذا إلى هذا، حتى ينتهي إلى محمد صلى الله عليه  
وسلم،

وفي حديث: سلموا لبيك أمي في إبراهيم وموسى وعيسى عليهم السلام  
فتدأكرهم في أمر الساعة فرددوا لهم إلى إبراهيم فقال لا علم لي بها فرددوا أمرهم إلى

عيسى فقال لا علم لي فرددوا أمرهم إلى عيسى،  
في هذا من تبيين تبيين كتاب راجع جوطح سنة المتيقنة سنة ٤٢٨ هـ،  
شمس الدين بن محمد بن أحمد الذهبي الترمذي سنة ٤٢٨ هـ،



والحاصل ان معنى الحديث على هذا الوجه الا فقص الله الى امر الرحمة التي  
تحصل للعبد في بيته فاقول في الدعاء بما يشي بان اطلق بلفظ السلام على وجه  
الرد عليه بمقابله سلاما والدعاء به  
ثم ظهر لي جواب خامس عشر وهو ان المراد بالروح الرحمة التي في قلب  
النبي صلى الله عليه وسلم على امتهم والراثة التي جبل عليها وقد يغضب في بعض  
الاحيان على من عظمته ذنوبه وانتهك محارم الله تعالى والصلوة على النبي  
صلى الله عليه وسلم سب لمعصية الذنوب كما ورد في الحديث ، اذا قلنا  
ههنا ويغفر ذنوبك ، فاخبر صلى الله عليه وسلم ، انه ما من احد يسلم عليه  
وان يلغى ذنوبه ما يلغى الا رجعت اليه الرحمة التي جبل عليها حتى يرد عليه  
السلام بنفسه ولا يمنع من الرد عليه ما كان منه قبل ذلك من ذنب  
وهذا فائدة نفيسة وقبر عظيم وتكون هذه فائدة زائدة من  
الاستغفار في حد النبي الذي هو ظاهر في الاستغفار فريادتها نص فيه بعد  
زيادتها بحيث انتهى ليس بها ان يكون العام المراد به المخصوص  
هذا اخر ما فهم الله به الى الان من الاجابة وان فتح بعد ذلك بزيادة العفا  
والله الموفق ثم بعد ذلك رايت الحديث المستنول عنه مخرجا في كتاب حياته  
الانبياء للمحقق بلفظ الا وقد ركد الله على روحه ، فصرح فيه بلفظ "وقد"  
فحمدت الله كثيرا ، وقوي ان روايته اسقاطها محمولة على اضافها ، وان حدتها  
تصرفت الرواية وهو الامر الذي جفت اليه في التوجيه الشافي  
عليه الاخبار بان الله تعالى يرد عليه روحه بعد الموت على الدوام فيصير حيا  
على الدوام حتى لو سلم عليه احد مدة السلام عليه لوجود حياته فيه فصلا للحديث  
موافقا لاحاديث الواردة في حياتهم في قبرهم وواحدة من جملة ما لا منافاة لها البتة  
بوجه من الوجوه والله الحمد والمثبتة ،  
وقد قال بعض الحفاظ ، لو لم تكتب الحديث من سترين وجهها لما عقلت ذلك  
لان الطريق يزني بعضها على بعض نازعة في الفاظ المتن وتارة في الاستدراك كشف  
من الطريق المزيعة ما عني في الطريق الشاقصة ، والله اعلم ،  
وقد تم كتاب انباء الاذكياء في حياة الانبياء والحمد لله وحده والصلوة والسلام  
من لابي الفداء سيدنا ومولانا محمد وعلى اله واصحابه وازواجه وذريته والحمد لله  
رضوان الله تعالى عليهم اجمعين والحمد لله رب العالمين

## انبیاء کا ذکر کیا

مؤلف لکھتے ہیں، خدا ان پر رحم کرے، اور انہیں اور تمام مسلمانوں کو اس سے فائدہ پہنچائے، آمین  
اللھم آمین،

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ وَ سَلَامُ عِبَادِہٖ الَّذِیْنَ اصْطَلَفَ، کسی نے مجھ سے سوال کیا، کہ عام طور مشہور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں، اور یہی حدیث میں آیا ہے، کہ جو کوئی بھی مجھ پر سلام کیجئے ہے، جب میری روح مجھے واپس دلی جاچکی ہوتی ہے، تو میں اس کے سلام کا اسے جواب دیتا ہوں،

حدیث کے ظاہری الفاظ سے تو یوں معلوم ہوتا ہے، کہ بعض اوقات آپ کی روح آپ سے جدا ہوتی ہے، لہذا اس حدیث میں اور پہلی حدیث میں جہاں کہا گیا ہے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں زندہ ہیں کیسے وفات پائی ہیں کہتے ہوں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی قبر میں زندہ ہونا اور اسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام کا زندہ ہونا ایسا امر ہے جس کا ہمیں قطعی طور پر علم ہے، اس لئے کہ یہ بات قرطبی و دلائل سے ثابت ہو چکی ہے، اور اس کے متعلق احادیث میں تو اترا پڑا جاتا ہے، اصنام بتیہ تھقی رحمہ اللہ نے قبروں میں انبیاء کے زندہ ہونے کے متعلق ایک مستقل رسالہ لکھا ہے،

۱۔ پہلی حدیث [ان احادیث میں جو انبیاء کی حیات پر دلالت کرتی ہیں، ایک حدیث وہ ہے، جس کی روایت صحیح مسلم میں حضرت انس سے کی گئی ہے، اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْکُنَّ اَمْرٌ یَّحْیٰ بِہٖ مَوْتٌ مَوْتٌ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَہُوَ یُحْیٰ فِیْ قَبْرِہٖ، معراج کی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گدو گدوئی قابیہ السلام کے پاس سے ہوا جبکہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے،

۲۔ دوسری حدیث [ابو نعیم نے حماد بن ابی حسان سے روایت کی ہے، اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَزَّ وَجَلَّ مَوْتٌ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَہُوَ قَائِمٌ یُّحْیٰ فِیْہٖ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی قبر کے پاس سے گزرتے، تو وہ قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے،

۳۔ تیسری حدیث [ابو نعیم نے ابی ہریرہ سے روایت کی ہے، اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْکُنَّ اَمْرٌ یَّحْیٰ بِہٖ مَوْتٌ مَوْتٌ عَلَیْہِ السَّلَامُ، انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اور نماز پڑھتے ہیں،

حمید الطویل کا قول [ابو نعیم نے حماد بن ابی حسان سے روایت کی ہے، کہ انہوں نے ثابت فرمائی کہ یہ کہتے ہوئے سنا کہ انہوں نے حمی طویل کو کہا کہ کیا تمہیں کوئی ایسی حدیث ملی ہے جس میں بتایا گیا ہو کہ



ہے جیسا کہ زندگی میں تھا۔

بیہقی کی روایت کے یہ الفاظ ہیں، ..... یُنَبِّئُنِي مَنْ صَلَّى عَلَيَّ بِأَمْرِهِ وَلَسْبَهُ فَأَسْتَبْطِئُهُ  
عَنْبِيٌّ فِي حَقِّهِ فَهُوَ نَبِيٌّ

(وہ فرشتہ) مجھے ان لوگوں کے متعلق اطلاع دیتا ہے، جو مجھ پر رُحِ وُحیٰ بھیجتے ہیں، میں ان کے نام اور

نسب کے پھر میں اسے اپنے پاس ایک سفیرِ حق میں لکھ کر رکھ لیتا ہوں

(۸) اٹھویں حدیث | بیہقی نے اس سے روایت کی ہے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ انبیاء کو چالیس

سالوں سے بعد ان کی قبروں میں نہیں رہتے دیا جاتا۔ بلکہ وہ اللہ سبحانہ کی بارگاہ میں نماز پڑھتے ہیں، اور قیامت تک وہ اس طرح کرتے رہیں گے،

سعید بن مسیب کا قول | اس میں نبی نے الجائع میں روایت کی ہے، کہ ہمارے ایک استاد نے

سعید بن مسیب سے روایت کی ہے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک، اور اسے (دعاں سے) اٹھایا جاتا ہے،

بیہقی کہتے ہیں کہ اس قول کے مطابق انبیاء دیگر زندہ لوگوں کی طرح سوجھ بوجھ لیتے ہیں، اور جہاں اللہ تعالیٰ انہیں قیام کرنے کو فرماتے ہیں، وہ وہیں قیام کرتے ہیں،

اس کے بعد بیہقی کہتے ہیں، کہ وفات کے بعد انبیاء کے زندہ ہونے کے متعلق بہت سے شواہد موجود ہیں چنانچہ بیہقی نے معارف کے قطع میں ذکر کیا ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات انبیاء کی ایک جماعت سے ہوئی، اور آپ نے ان سے گفتگو کی، بیہقی نے ابوبکرؓ سے عہدِ نبویؐ کی حدیث کی روایت کی ہے، جس میں یہ الفاظ ملتے ہیں،

(۹) نویں حدیث | وَقَدْ رَأَيْتُنِي فِي جَمَاعَةٍ مِنْ الْأَنْبِيَاءِ إِذَا أُمُومُنِي فَأَنْتَ يُصَلِّي فَأَذَاكَ رَجُلٌ حَتَّى

يَجْعُدُ كَأَنَّكَ مِنْ رِجَالِ شَوْكَةٍ وَإِذَا عَرِضَنِي إِلَيْنُ قُرَيْشٍ فَأَنْتَ يُصَلِّي فَأَذَاكَ الْبَنِي إِهْبِيمَ فَأَنْتَ يُصَلِّي

أَشْبَهُهُ النَّاسُ بِهِ حَتَّى جَعَلُوا بَيْنِي وَبَيْنَهُ حُجْرًا كَتَبْتُ الْفُتُوخَ فَأَمَضْتُهُمْ، میں نے اپنے آپ کو انبیاء کی ایک جماعت میں دیکھا، کیا دیکھا ہوں کہ حضرت ابراہیمؑ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں، تمہارے شی، آپ کی مُراد خود اسی ذاتِ شریفہ سے تھی، کا حلیاں سے بہت قریب جلتا ہے، پھر جب نماز کا وقت آگیا، تو میں نے ان کی امارت کی،

(۱۰) دسویں حدیث | بیہقی نے اس حدیثِ مشکوٰۃ کی ہے، کہ اِنَّ النَّاسَ يُصْعَقُونَ فَاَكُونُ اَوَّلُ مَنْ يَفْتَقِحُ

دلوں کے پھیر میں ہو جائیں گے، پھر سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا،

اس کے بعد بیہقی کہتے ہیں، کہ یہ اسی مسند میں درج ہو سکتا ہے، جب (یہ مان لیا جائے) کہ اللہ نے



انبیاء کو ان کی قوموں کو مادی ہوئی ہیں، اور وہ شہداء کی طرح اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، چنانچہ جیسا پہلی بار مقرر ہوا تھا جائے گا۔ تو اوروں کی طرح یہ بھی ہوشیور ہو جائیں گے، اس پر ہوشیور کو ہم کئی اعتبار سے بھی موت نہیں کہہ سکتے، صرف آنا ہوگا، کہ ان کا احساس جانا رہے گا۔ یہاں تک پہنچنے کا بیان ہے۔  
 (۱۱) گیارہویں حدیث: ابوالحسن نے ابویہ سے روایت کی ہے، کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دفنِ ائمہ میں دیکھا،  
 قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، کہ میں نے ان پر یقیناً اتنے سے پھر وہ ان کی قبر پر آ کر بیٹھ کر پڑھ کر

تیس ضرور کو اب روگا۔

سعید بن مسیب کی ابو نعیم نے دلائل النبوت میں سعید بن مسیب سے روایت کی ہے، کہ میں نے واقعہ کے  
 شہادت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں سے اذان کی آواز آئی، (الخصائص الکبریٰ: ۲: ۲۸۰)  
 قیس بن روایت: ابن سعد نے طقات میں سعید بن المسیب سے روایت کی ہے، کہ ائمہ خود میں وہ مسجد کے اندر ہی  
 رہے، جبکہ لوگ محل پر رہے تھے، پھر فرما لیں کہ جب نماز کا وقت آتا، تو میں قبر پر لڑتی سے اذان کی آواز سنتا ہوں  
 چوتھی روایت: اذان کی آواز میری منہ میں بیان کی ہے، ائمہ ہاں بن محمد نے سعید بن عبد العزیز سے روایت کی ہے  
 کہ میں نے حضرت کا واقعہ پیش کیا تھا، مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اذان آئی، اذان کی آواز میں نے اذان کی آواز  
 بن مسیب میں ہی رہے، قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے جب یہ آواز آئی تو میری آنکھیں جھلنے لگیں کہ نماز کا وقت گیا،  
 ان روایات سے پتہ چلتا ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی انبیاء زندہ ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے شہداء  
 کے متعلق فرمایا ہے،

لَا تَحْزَنْكَ اَنْ كُنْتُمْ قُتِلْتُمْ اِنِّي سَيِّئٌ ۙ اِنَّ اَنْبِيَاءَ وَرُسُلًا كُنْتُمْ مَبْعُوثُونَ ۙ  
 تمام انبیاء کو شہادت اٹھانے کی راہ میں قتل ہونے والوں کو مردہ مت سمجھو، بلکہ وہ زندہ ہیں، اوصافِ رب کے  
 کا رتبہ بھی ملا ہے، ہاں لکھا ہے تین ہیں،

اور انبیاء و اولاد کے لیے زیادہ مستحق ہیں، اس لئے کہ شہداء کے مقابلہ میں زیادہ بزرگ و عالی مرتبت ہیں،  
 بہرہ میں شہادت اور نبوت کے دونوں اوصاف پائے جاتے ہیں، اس لئے یہی وہ اس آیت کے عام مفہوم کے اندر  
 آجاتے ہیں،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم (ابو جلی، طبری اور حاکم نے مستدرک میں ابو جلی نے دلائل النبوت میں ابن مسعود سے روایت کی ہے  
 بھی شہید ہوئے) ان کی آواز میں جو کہ گویا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہونے کے وقت اسے زیادہ  
 عہد: دلائل النورہ صفحہ ۲۸۷ کی پوری روایتوں ہے، میں نے ابی حویر میں دیکھا جبکہ مسجد نبوی میں میرے سوا کوئی نہ تھا، کہ جب نماز  
 کا وقت آتا، تیس قبر میں سے اذان کی آواز آتی ہے، اس کے بعد نماز کا وقت آتا، اذان آتا، اذان پڑھتا، اسے شام میں نیک فرستے،  
 مسجد میں گروہ گروہ آتے اور کہیں اس پر سے چلے کو کھڑے، (کہا قاضی کے ساتھ نماز پڑھتا ہے)  
 کہ یہی لفظ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، کہ انہی لفظوں میں اسے دیکھا، کہ وہ نماز پڑھتا ہے، (الخصائص الکبریٰ: ۲: ۲۸۰)

پندرہ لاکھ ہفت سو اس کے کہ ایک بار رقم کھا کر کہوں کہ آپ شہید نہیں ہوئے، اسکی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانچویں بھی بنایا اور شہید بھی قرار دیا۔

**بخاری اور بیہقی کی روایت** بخاری اور بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جن موت میں نہ لگے تھے، میں اس تک بدستور اس کھانے کا درجہ دیکھ کر ہا ہول و حیرت میں لے آیا تھا، اب جو اس کھانے نے میری آنکھ کو کھلا دیا، لہذا جب آپ شہید ہوئے تو میں نے فراموشی سے فراموشی آپ کا زندہ ہونا بھی بتا دیا۔ خواہ آیت کے عام الفاظ کو لیا جائے خواہ اس کے کچھ ہی شہید سے موافقت پائی جاتی ہے۔

**ایک اور روایت** بیہقی نے کتاب الاعتقاد میں لکھا ہے، جہاں قبض ہو جانے کے بعد انبیاء کو ان کی ارواح لوٹا دی جاتی ہیں، لہذا شہید اگر کچھ بھی اپنے شہید کے پاس زندہ ہیں،

**قرطبی کا بیان** قرطبی نے تذکرہ میں لے ہوئے ذکر والی حدیث کے متعلق اپنے شیخ سے نقل کر کے کہا ہے، کہ موت عام محض نہیں ہے، موت تو ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہونے کا نام ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ شہید اقل ہونے اور مر جانے کے بعد زندہ ہوتے ہیں، رزق دے جاتے ہیں، اور خوش و خرم ہوتے ہیں، اور یہ تمام امور دنیا میں زندہ ہونے کے صفات ہیں سے ہیں، جب یہ حال شہید کا کھلا تو پھر انبیاء کو زندہ ہونے کے زیادہ حق ہیں، اور یہ بات تو ثابت ہو چکی ہے، کہ انبیاء کے اسیام کو زمین نہیں کھاتی، نیز یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طافات صحرا کی رات بیت المقدس میں اور آسمان میں انبیاء سے ہوئی اور آپ نے موسیٰ علیہ السلام کو قریم کھڑے نماز پڑھتے دیکھا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی بتلایا ہے، کہ آپ عظام کو ریزہ الے ریزہ سلام کا جواب دیجئے ہیں، وغیرہ وغیرہ جن سے قطعی طور پر معلوم ہوتا ہے، کہ انبیاء کی موت سے بعد اور موت پر کہ وہ ہوتے گئے ہیں، اہم اب انکو باہم نہیں دیکھ سکتے اگرچہ وہ زندہ ہو کر حوچ ہیں اور ان اولیاء کے سوا جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی خدایات سے لازماً ہمارے نوع کا کوئی فرد نہیں دیکھ نہیں سکتا، یہاں پر قرطبی کا بیان ختم ہوتا ہے،

**یازری کا بیان** یازری سے کسی نے دریافت کیا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے بعد زندہ ہیں تو فرمایا: ہاں، ہاں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں،

**عبد القادر بغدادی کا بیان** استاد ابو منصور عبد القادر بن طاہر بغدادی فقیہ اور اصولی جو حاضریہ کے استاد تھے، فرماتے تھے، "مسائل الحجاز میں ہے کہ جو بات میں لکھتے ہیں،

جہاں جہاں سے کہ تحقیق حکمیں لکھتے ہیں، کہہ رہے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے بعد زندہ ہیں، اور آپ اپنی امت کی عبادت گزار پر خوش ہوتے ہیں، اور آپ کو اپنی امت کے معصیت کاروں سے افسوس ہوتا ہے، نیز یہ کہ آپ کی امت میں سے جو کوئی دروغ بھیتا ہے، وہ آپ تک پہنچتا ہے،

عبد القادر لکھتے ہیں :-

عبد یازری سے روایتی شرف العین یازری ہیں،

انبیاء کے اجسام زبور سیدہ ہوئے ہیں، اور نہ ہی زمین ان کے کسی حصہ کو رکھ سکتی ہے، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام تو اپنے زمانہ میں فوت ہوئے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمائے ہیں، کہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، پھر حجاج والی حدیث میں بھی آپ نے فرمایا۔ کہ آپ نے انہیں جو تھے آسمان پر دیکھا اور اکرم علیہ السلام کو رستہ پر غلے آسمان پر دیکھا ہے، نیز ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو انہوں نے مر جانا کہا، لہذا جواب ہمارا اصل صحیح ثابت ہو گیا۔ اگر ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے بعد زندہ ہو گئے، اور وہ اب بھی جی ہیں یہاں پر استاد عبد القادر کا بیان ختم ہو جاتا ہے،

**یہ بھی کا بیان** شیخ الشہداء حافظ ابوبکر عقیلی سن اب الا عقدا میں فرماتے ہیں :-

”عجائب قبض ہو جانے کے بعد انبیاء علیہم السلام و انفسہم کے درمیان انہیں نوادری جاتی ہیں، چنانچہ وہ اپنے رب کے پاس شہداء کی طرح زندہ ہیں، یہ بھی تحقیق شدہ امر ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کی ایک جماعت کو دیکھا اور نماز میں میں ان کے امام بنے، نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ بھی بتایا، اور آپ کا بیان سچا ہے، کہ ہمارا وہ دعا آپ کو پیش کیا جاتا ہے، اور ہمارا سلام بھی آپ کو پہنچتا ہے، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کے لئے انبیاء کے جہوں کا کھانا متعین فرما دیا ہے، پھر کہتے ہیں کہ میں نے ان کی زندگی کو ثابت کرنے کے لئے اس سے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے، اور کہتے ہیں، کہ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جان قبض ہو جانے کے بعد بھی اللہ کے نبی، رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر زندہ رکھو، آپ کی ہمت پر موت و سہ، اور دنیا اور آخرت میں ہیں آپ کی ملاقات نصیب کر دے، یا تو ہر بات پر تدار ہے،

**یا ضعی کا بیان** شیخ حنفیہ الدین یا ضعی فرماتے ہیں،

اولیاء اللہ پر ایسے احوال وارد ہوتے ہیں جن میں وہ آسمانوں اور دنیا کی ملکوت کا مشاہدہ کر لیتے ہیں، اور وہ انبیاء کو مژدہ نہیں ملے تھک دیتے ہیں، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں دیکھا، یہ بات بھی ثابت ہو چکی ہے، کہ جو جن میں انبیاء کو بطور معجزہ غلام ہم ہیں، وہی باتیں اولیاء اللہ کو بطور کرامت کے عطا ہوتی ہیں، بشرطیکہ وہ کسی حیوانہ کی پیروی نہ کریں، پھر کہتے ہیں، کہ ان باتوں کا انکار یہی کہے گا جو جاہل ہوگا۔ انبیاء کے زندہ ہونے کے متعلق علماء کے بہت سے صحیح بیان موجود ہیں، ہم یہاں اتنے پر ہی اکتفا کر کے ہیں،

لے عقیق الدین عبد اللہ بن احمد، یا ضعی بنی نزیل الحرمین، الشریفین از کبار و شایعہ کتبہ عالم لہذا بطور ماہری و لاطنی دینی ضایع است انہما تبارخ مرآۃ الجنان، و غیرۃ الیستھان فی معرفۃ حرات الزمان و کتاب مدنی الرکائین فی حکایات الصالحین و کتاب اللہ العظیم فی فضائل القلوب العظیمہ و غیر اسیات بہرہ ص ۱۰ (نہات الام)

عہ بانندی سے مراد قاضی شرف الدین باندھامی،







متعلق علماء کا یہی قول ہے، مثلاً (معراج کی حدیث میں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ  
 فَاَسْتَقِظْتُ وَاِذَا اَنَا بِالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ  
 (میں ہوش میں آیا تو اپنے آپ کو مسجد حرام میں دیکھا)

یہاں پر خواب سے بیدار ہونا مراد نہیں ہے، کیونکہ معراج خواب میں نہیں ہوتی (بلکہ بیداری میں ہوتی)  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد عجائب ملکوت کے مشاہدہ سے اتفاق ہے،  
 (جسے علی فرماتے ہیں کہ) کہ لفظ سنا کہ "کی تاویل میں میرے نزدیک یہ سب سے قوی جواب ہے، پہلے

میں دوسرے جواب کو ترجیح دیتے ہوں۔ مگر اب یہی جواب میرے نزدیک زیادہ قوی ہے،  
 پانچواں جواب اس سنا کہ "میں بھی یہی لازم آتا ہے کہ آپ کی روح حشر کے لئے آپ کے پاس رہے، کیونکہ کوئی  
 وقت ایسا نہ ہو گا جبکہ دنیا میں کوئی نہ کوئی شخص آپ پر درود و سلام نہ بھیجتا ہو، لہذا آپ کی روح کا بدن  
 میں ہر وقت ہذا ضروری ہے،

چھٹا جواب ہم بھی کہہ سکتے ہیں، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلا بطور وحی بنا یا گیا ہو، مگر بعد میں وحی  
 کی گئی، کہ آپ قبر میں ہمیشہ زندہ رہیں گے، لہذا دونوں حدیثوں میں کوئی متناقضات نہیں پائی جاتی اس لئے کہ دونوں  
 خبروں میں تقدم و تاخر ہے،

فاکبا کا جواب یہ وہ جوابات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مجھے سوجھا دیے، مجھ سے پہلے یہ جوابات کسی سے نقل نہیں  
 کئے گئے، ان جوابات کے لکھنے کے بعد میں نے تاج الدین فاکبا کی مکتبی کتاب الخیر فیما فضل بہ البشیر من اللہ یرکا  
 مطالع کیا، چنانچہ وہ فرماتے ہیں،

ترمذی میں روایت کی گئی ہے، کہ جب کوئی بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے، تو اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر لٹا دیتا  
 ہے تاکہ میں اس کے سلام کا جواب دوں،

اس حدیث سے مفہوم نکلتا ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حشر کے لئے زندہ ہیں، اس لئے کہ یہ محال ہے  
 کہ دنیا میں کوئی ایسا وقت ہو، کہ آپ پر کوئی بھی درود و سلام نہ بھیجے، خواہ دن ہو خواہ رات،  
 اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ دیکھ اللہ العلیٰ روحی اور آنحضرت کا حشر کے لئے زندہ ہونا آپس میں مطابقت رکھتا  
 اس سے تو یہ لازم آتا ہے، کہ ایک لحظہ کے اندر آپ کی بارہ زندہ ہوں، اور کئی بار وفات پائیں اس لئے کہ کائنات  
 میں کوئی لمحہ ایسا نہیں ہو سکتا، کہ کوئی بھی سلام نہ بھیجتا ہو، جبکہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، بلکہ ایک ہی لمحہ کے  
 اندر متعدد لوگ سلام بھیج رہے ہوتے ہیں،

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں حشر کے طور پر روح سے طلق مراد لی گئی ہے، گویا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 ہوں فرمایا ہے، اَلَا دَرَكُ اللّٰهُ اَنِّیْ اُحْیٰی مَرَاتِبَہِمْ مَّا کَانَ حَرْفٌ عَلٰی طَرَفٍ پر زندہ ہیں، اور آپ کے زندہ ہونے سے یہ  
 لازم نہیں آتا کہ آپ گویا بھی ہوں، اللہ تعالیٰ بر سلام کو قبول کرنے کے سلام کی وقت قوت طلق آپ کو عطا کرتے ہیں۔

یہاں پر مرقوع کا بجزاً بمعنی نطق ہونے کی دلیل یہ ہے کہ نطق کا دار و مدار رُوح پر ہے، جبکہ اگر نطق کے ہونے سے رُوح کا ہونا لازم نہ آتا ہے، خواہ یہ نطق بالفعل ہو، یا بالقوۃ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لاندہ و ملزوم میں سے ایک کا ذکر کیا اور فرمایا دوسرا دار و رباب کو تحقیق شدہ امر ہے، اگر رُوح دو یا سے نیلہ کو نہ نہیں، ایک کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، **وَمِنَّا مَعْتَصِمَاتٌ مُّتَنَبِّئَاتٌ**، خدا یا تو دو بار ہمیں موت دی اور دوبار زندہ کیا،

شیخ صالح الدین کے بیان کے یہی الفاظ ہیں، ان کا یہ جواب میرے بیان کردہ جوابات سے مختلف ہے، لہذا یہ سنا تو ان جواب جواب، مگر جواب میرے نزدیک درست نہیں ہے، کیونکہ کس کی خاطر عبارت میں یوں معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برزخ میں زندہ ہونے کے باوجود بعض اوقات نہیں بول سکتے، اور یہ نطق اس وقت انہیں عطا کیا جاتا ہے، جب کہ کسی سلام کرنے والا انہیں سلام کرتا ہے، اور یہ قید لگانا بہت عجیب و غریب ہے، اس لئے کہ عقل اور نقل دونوں اس کے خلاف گواہی دیتے ہیں، نقل کس کے خلاف اس لئے کہ جو روایات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کے برزخ میں حالات کے متعلق وارد ہوئی ہیں، وہ اس بات کی تصریح کرتی ہیں، کہ انبیاء برزخ میں، جبکہ چاہیں بولتے ہیں، اور انہیں کسی بات سے روکا نہیں جاتا، کسی روایت میں یہ نہیں آیا کہ کسی برزخ میں بولنے سے منع کیا جاتا ہے، ہوائے اس شخص کے جو بغیر حیثیت کے مرے، جتنا بچہ بڑا شیخ بن خبار نے کتاب الرضا یا میں قس بن قبیصہ سے روایت کی ہے، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص وصیت نہیں کرے گا، اسے مردوں سے بات کرنے کی اجازت نہیں دی جائیگی،

کسی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا مرنے بھی بولتے ہیں؟

فرمایا: ہاں بلکہ ایک دوسرے کی زیارت کے لئے بھی آتے جاتے ہیں،

**تقی الدین سبکی کا بیان** شیخ تقی الدین سبکی فرماتے ہیں، انبیاء اور شہداء قبول میں اسی طرح زندہ ہیں جیسی طرح وہ دنیا میں تھے، موسیٰ علیہ السلام کا پانی قبر میں ناز پڑنا اس کی دلیل ہے، اس لئے کہ نماز کے لئے زندہ جسم کا ہونا ضروری ہے (درز ناز کیسے؟) اسی طرح معراج کی رات میں انبیاء کی بوصفات ذکر کی گئی ہیں، وہ صوب کی سب اجسام کا تھا ہیں، اس کے حقیقی معنوں میں زندہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا، کہ جس طرح دنیا میں انہیں کھانے پینے کی ضرورت تھی، اس طرح وہاں بھی ہو، اسے اراکات متناہلہ اور قوت مسح وغیرہ تو اس میں کوئی شک نہیں، کہ یہ انہیں حاصل ہوں گی اور یہی حال باقی مردوں کا بھی ہے، انتہی،

عقلی طور پر اس طرح کہ بعض اوقات انہیں نطق سے روک دینا ایک قسم کی قید اور عذاب ہے، یہی وجہ ہے کہ کبارک وصہبت کو یہ عزایں بھی سبکی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس قسم کی باتوں سے منزہ ہیں، لہذا من نطق آپ کے مناسب حال نہیں، اور نہ ہی وفات کے بعد آپ کی کسی قسم کی ممانعت کی جا سکتی ہے، جبکہ آپ نے اپنی مرضی کو میں فاطمہ رضی اللہ عنہا لکھا، **اِنَّكُمْ رَجَاءٌ عَلَىٰ اَبْنَائِكُمْ**، آج کے بعد تمہارا بے باپ کو کوئی تکلیف نہ ہوگی

جب تہا داد عام مبین باسثناء ان لوگوں کے جنہیں عذاب دیا جائیگا۔ لفظ سے روک نہیں جاسکتے۔ تو یہی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیونکر لفظ سے روکا جاسکتا ہے۔

۹۔ جواب ان تاج الدین کے بیان سے ایک اور جواب نکلتا ہے، جسے ہم دوسرے طریق پر کرتے ہیں، اس طرح کہ دُوح سے مراد لفظ ہے، اور سَکَا سے مراد یہ تہہ ہے، یعنی اس کے کسی قسم کی جدائی ہو، جیسا کہ تفسیری و عقیدائی کیا گیا، اس طرح اس حدیث میں دو حجاز پائے گئے، ایک حجاز سَکَا کے لفظ میں اور دوسرا لفظ "دُوح" میں پہلا استعارہ ہے، اور دوسرا حجاز مرسل، مگر جو کچھ میں تفسیری وجہیں بیان کر چکا ہوں، اس کے مطابق صرف لفظ سَکَا میں صرف ایک حجاز ہوگا، اس جواب سے ایک اور جواب پیدا ہوتا ہے، اور وہ یہ ہے، کہ دُوح سے کنایہ طور پر جمع مراد لی جائے اور مراد یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ انہیں وہ خارجی عادت قوت شنوائی عطا کر دیتے ہیں، کہ آپ سلام کہنے والے کی آواز کو خواہ وہ کھنڈر دوری کیوں نہ ہو، سن لیتے ہیں، اور کسی پہنچا ہوا لے کے واسطے کہ بغیر اس کا جواب بھی دیتے ہیں، یہاں مفاد قوت جمع مراد ہیں، دنیا میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حالت تھی کہ آپ خارجی عادت باتیں سن لیتے تھے، چنانچہ آپ آسمان کے چرچر لے کر آوازِ احاطہ السحاب سن لیتے تھے، جیسا کہ کتاب العزرات میں ذکر کیا جائیگا، مگر بعض اوقات یہ حالت نہ ہوتی یعنی آپ ایسی آواز نہ سنتے تھے، مگر یہ قوت آتی اور آپ کو اس سے کوئی چیز روک نہ سکتی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برزخ میں بعینہ وہی حالت ہے، جو دنیا میں تھی۔

۱۰۔ جواب اس سے ایک اور جواب بھی نکلتا ہے، اور وہ یہ ہے کہ دُوح سے مفاد قوت جمع ہے، اور سَکَا سے مراد کوئی استعراق اور تہہ آخر سے افادہ ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس وقت ان لوگوں کی طرف مخاطب ہونے کیلئے مشاہدہ سے لڑا دیتے ہیں، جو آپ پر سلام بھیجتے ہیں، لہذا جب آپ اس کا جواب دے دیتے ہیں، تو یہی اپنی حالت کی طرف قوت

جالتے ہیں،  
برزخ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدہ میں جن اہل میں مشغول ہیں، مثلاً امت کے اعمال میں نظر کرنا، رسالت سے ان کیلئے استغفار کرنا، ان سے مصائب دور کرنے کی دعا کرنا، اطراف زمین کی برکت کیلئے تمددِ رفت گھنٹا اور آپ کی امت میں سے جو صالحین مرتبے ہیں، ان کے خزانہ پر حاضر ہونا وغیرہ، ان سے آپ کو فراغت حاصل ہوتا ہے۔ برزخ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہی امور میں کام لے کر کیا مشغول رہتے ہیں، جیسا کہ حدیث اور آثار میں آیا ہے، اور چونکہ آپ پر سلام بھیجتا رہتا ہے افضل عمل اور سب سے بڑا قربت کا سبب ہے، اس لئے آپ پر روز و رات سلام بھیجنے والے کیلئے یہ خاص حدیث ہوگی، کہ آپ اس کو شرف بخشے اور یہ دینے کیلئے اپنے اہم مشاغل سے فارغ ہو کر اس کی طرف توجہ دیں۔

یکل دن جواب میں جنہیں میں نے خود استنباط کیا ہے، چنانچہ جانظ کہتے ہیں کہ جب علی اور جعفر آپس میں ملتے ہیں تو ان سے عجیب و غریب باتیں پیدا ہوتی ہیں،

گیارہ سوال جواب :- اس کے بعد مجھے کیا دواں جواب بھی میں آیا، کہ دُوح سے مراد دُوحِ حیات نہیں، بلکہ خشی مراد



چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "فَرُّوْهُمْ ذَرْجًا" کیونکہ اس آیت میں رُوح کی بارہ قسم درج میں مذکور ہوئی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام بھیجنے والے کے سلام سے خوشی وغریبی حاصل ہوتی ہے، اس لئے کہ آپ اسے پسند کرتے ہیں۔ اور بخوشی آپ کو اس کا جواب دینے پر آمادہ کرتی ہے۔  
**بارہ سوال جواب** | رُوح سے وہ نکت مراد ہے، جو خود و کے ثواب کے طور پر اس پر مرتب ہوتی ہے

ابن کثیر نے نہایت میں لکھا ہے، غالب خیال یہی ہے، کہ رُوح سے وہی رُوح مراد ہے جس سے عجم قائم ہوتا ہے۔ اور رُوح کا لفظ قرآن، معنی رحمت اور جبریل کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے، انتہی۔  
**ابن المنذر کا بیان** | ابن المنذر نے اپنی تفسیر میں جن بصری سے روایت کی ہے، کہ انہوں نے رُوح و رُوح میں رُوح کو ضم کے ساتھ پڑھا ہے، اور لکھا ہے کہ رُوح مراد رحمت ہے،

اس سے پہلے حضرت انسؓ کی روایت سے، بیان کیا جا چکا ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رُوح اس طرح پہنچتا ہے، جس طرح تحفے اور ثواب تمہیں پہنچتے ہیں، اور یہاں ثواب سے مراد رُوح کا ثواب ہے، جو اللہ کی رحمت اور انعامات کی صورت میں پہنچتا ہے،

**تیسرا سوال جواب** | اس کے بعد مجھے ایک اور تیسرا سوال جواب ذہن میں آیا، کہ رُوح سے مراد وہ فرشتہ ہے جو آپؐ کی قبر پر مقرر کیا گیا ہے، اور حرامت کا سلام آپؐ تک پہنچاتا ہے، اور رُوح کا لفظ جبریل کے علاوہ دیگر ملائکہ کیلئے بھی استعمال کیا جاتا ہے،

راغب کہتے ہیں کہ اشرف ملائکہ بھی رُوح کہا جاتا ہے، انتہی  
 لہذا سَدَّ اَلْاُذُنَ اِلٰی رُوحِی کے معنی ہوئے کہ اللہ تعالیٰ اس فرشتے کو جو میری قبر پر متعین ہے، میری طرف بھیج دیتے ہیں، تاکہ وہ مجھے سلام پہنچا دے،

یہ وہ جوایات ہیں۔ جو میری سمجھ میں آئے انتہی  
 تفسیر: شیخ تاج الدین کے بیان میں دو ایسی باتیں ہیں جن پر تنبیہ کرنا ضروری ہے، اول یہ کہ انہوں نے اس حدیث کو ترمذی کی طرف منسوب کیا ہے، حالانکہ یہ غلط ہے، صحاح ستہ کے مؤلفین میں سے صرف ابو داؤد نے اس کی روایت کی ہے، حبیب کا حافظ ہما الدین غزالی نے اس طرف میں ذکر کیا ہے،

دوسرے یہ کہ انہوں نے اس حدیث کو سَدَّ اَللّٰہُ اِلٰی کے الفاظ سے روایت کیا ہے، اور یہ روایت زیادہ لطیف اور زیادہ مناسب ہے، اس لئے کہ دونوں صلوات (الیٰ اور علیٰ) ہیں لطیف فرق پایا جاتا ہے۔ اس لئے کہ جب سَدَّ کا صاعی آئے، تو یہ ذلیل و حقیر سمجھ کر لوٹا دینے کے معنی میں آتا ہے، اور اگر الٰہی صاعی تو باعزت و طور پر لٹا دینے کے معنی میں آتا ہے، چنانچہ صحاح میں ہے کہ سَدَّ عَلَیْہِ الشَّیْءُ اِذَا الْمَرْءُ یَقْبَلُہٗ، سَدَّ عَلَیْہِ الشَّیْءُ اس وقت ہوتے ہیں، جب اسے کوئی قبول نہ کرے اور سَدَّ کر دے، اور اسی طرح کہتے ہیں سَدَّ عَلَیْہِ اِذَا اُخْطَا کہ جس کی بات کو غلط قرار دیں تو سَدَّ عَلَیْہِ ہوتے ہیں اور کہتے

بِسْمِ اللَّهِ إِلَى صَاحِبِهَا وَرَدَّ إِلَيْهِ جَبَابًا أَخِي رَجَعُ ، راجع کہتے ہیں ۔ یہ آیات پہلے معنی میں آئی ہیں ۔  
 (۱) نَزَّلْنَاهُ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ (۲) رُدُّوْهَا عَلٰی (۳) تُرْكُكَ عَلَىٰ أَعْقَابِنَا اور دوسرے معنوں میں یہ آیتیں ۔

(۱) فَرَدَّدْنَاكَ إِلَىٰ آوَابِهِ (۲) وَلَكِنْ رُدُّوكُمُ الْإِلٰهِي لَاحِدَاتٍ خَيْرًا مِنْهَا مُنْقَلِبًا ،  
 (۳) ثُمَّ رُدُّوكُمُ الْإِلٰهِي عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ (۴) ثُمَّ رُدُّوكُمُ الْإِلٰهِي اللَّهُ مَرَّكَاهُمْ الْحَقَّ ط

## فصل

راجع کہتے ہیں ، کہ سادہ کے ایک معنی سہر کر کے ہیں ، چنانچہ کہتے ہیں رُدُّوكُمُ الْحَكْمُ فِي كَذِّهِ إِلَى فَلَانٍ اِیٰ حَرْفُ ضَمٍّ ، میں نے فعل فلان کے سہر کر دیا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ، فَإِنْ تَنَادَرْتُمْ رُفَا شَيْئٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ وَالْیٰ اَنْتُمْ لَا مُوَفِّعُ مِنْهُمْ ۔ اگر وہ اسے رسول اور اولی الامر پر بھیج دیں چودھواں جواب **السلام** ۔ اس حدیث کا چودھواں جواب یہ ہے کہ سادہ کے اللہ کے رُدُّوْهُ اِلٰی دُجْحٰی سے مراد یہ ہے ، کہ اللہ تعالیٰ سلام کر لیا کہ سلام کا جواب دینا آنحضرت پر بھیج دیتے ہیں ، اور رسول کو ردت سے اور اللہ کی طرف سے صلاۃ کے معنی رحمت کے ہیں ، گویا کہ جو سلام بھیج رہا ہے ، وہ اللہ کی رحمت کا طلبگار ہو رہا ہے تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کی تحقیق ہو جائے کہ جو شخص ایک بار مجھ پر درود بھیجے گا ، اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرما دے گا ، اور اللہ کی طرف سے صلاۃ کے معنی رحمت کے ہیں ، چنانچہ اللہ تعالیٰ اس رحمت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھیج رہا ہے ، تاکہ آپ سلام بھیجنے والے کے لئے دعا کریں ، اور آپ کی دعا قطعی پر خطاب ہوگی ۔ اور اس طرح رحمت سلام بھیجنے والے کو حاصل ہوگی ۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا اور سلام کی برکت کی وجہ سے ہوگی ۔ اور یہ ایک لحاظ سے سلام بھیجنے والے کے سلام کو قبول کرنے اور اس کو ثواب دینے کی سفارش ہوگی ، اس رحمت دہی میں جو اضافت سے ہفت اضافت باقی رہ گئی ، اسی طرح جس طرح شفاء حضرت علی حدیث میں آیا ہے کہ انبیاء شفاء رحمت کے معاملہ کو ایک دوسرے پر بھیج رہے تھے ۔ یہاں تک کہ آیات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچ جائے گی ۔

معراج والی حدیث میں ہے ، کہ جس رات مجھے معراج کرایا گئی ، تو مجھے ابراہیم و موسیٰ اور علی علیہ السلام ملے ، اور انہیں نے قیامت کا ذکر بھی کر دیا ، آخر انہوں نے بات ابراہیم علیہ السلام پر بھیج کر دی اور انہوں نے جواب دیا ، مجھے اس کا کوئی علم نہیں ، پھر موسیٰ علیہ السلام پر بھیج دیا ۔ انہوں نے بھی یہی کہا ، کہ مجھے کوئی پتہ نہیں ۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھیج دیا ۔

مختصر یہ کہ اس صورت میں حدیث کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ رحمت کا معاملہ جو میری وجہ سے سلام بھیجنے والے کو حاصل ہوگی ، مجھ پر بھیج دیتے ہیں ، تو میں خود یہ لفظ نکالتا ہوں ، اس طرح کہ میں اس سلام اور دعا کے مطابق اس



جَآئِ هَٰذَا اللّٰهُ اَعْلَمُ ، یہاں پر کتاب انباء الانبیاء ختم ہو جاتی ہے۔  
 وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَا نَبٰیۃَ بَعْدَہٗ  
 وَمَا کُنَّا مُحَمَّدٌ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَارْحَآلِہٖ وَسَلَّمَ  
 مَا نَزَّلَ جِبۡلًا وَّذَرٰتِہٖ فَاَہْلَ بَیۡتِہٖ  
 رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اَجْمَعِیۡنَ  
 وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ  
 رَبِّ الْعٰلَمِیۡنَ

اس کتاب کی کتابت تقریباً چھ چکی تھی، کجھارت میں ایک واقعہ رونما ہوا، جس کا ذکر مغربی پاکستان کے تمام اردو اخباروں نے کیا۔ چنانچہ روزنامہ ”جنگ“ کراچی مورخہ اکتوبر صفحہ ۶۰ کا نمبر ۶ پر سند پر ذیل خبر شائع ہوئی۔

**ساتھ گئے تین سو سال بعد بزرگوں کی لاشیں تروتازہ حالت میں**  
 جھگڑات ۱۰ اکتوبر کو ممتاز جلال پور میں وہاں کے ایک گاؤں ماہی پال میں دو بزرگوں کے ذرا عرصہ کی توہ کے مگر بنے ہوئے ہیں معلوم ہوا ہے کہ حالیہ بارش سے وہاں پنجاب کا پانی اس گاؤں میں آگیا۔ اور دو بزرگوں کی قبروں سے دو صندوق باہر آگئے جن میں ان کو لپٹا سویریں چیلہ دفن کیا گیا تھا، بزرگوں کے نام سید ماضی شاہ اور سید محمد شاہ صاحب ہیں، ماضی شاہ صاحب عمر رسیدہ بزرگ تھے، اور سید محمد شاہ صاحب ۴۴ برس کی عمر میں وفات پا گئے تھے۔ ان بزرگوں کی لاشوں کے صندوق کو کھولا گیا، تو آدھ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ کہ بزرگوں کے جسم تروتازہ ہیں، سر، ڈاڑھی اور آنکھوں کے بال بھی سلامت ہیں، ان کو پھر سے غسل دیا گیا، اور کفن کے بعد نماز جنازہ ادا کی گئی اور نئے سرے سے دفن کر دیا گیا۔



# مصادر

۱. اجتماع الجيوش الإسلامية على غزو المغول والجميعة لابن قيم ، طبع امانة المطبعة المنيرية
۲. احكام القرآن ، از محمد بن عبد الله بن محمد بن عبد الله بن احمد المعروف بابن البراء بن العري متوفى ۵۵۵ هـ ، طبع مصر
۳. الاصابه في تميز اصحاب ابن حجر العسقلاني ، مطبوعه حيدرآباد دکن
۴. امداد القنادي ... از اشرف علی خاں نوری
۵. انباه الاذكياء في حياة الانبياء ... للسيوطي
۶. انفس العارفين ... از شاه ولي الله محدث دہلوی ، مطبع مکتبائی دہلی ۱۳۳۵ هـ
۷. الوار التزليل واسرار الوديل ... از قاضي ناطق الدين البرقي محدث ابن عمر البياض متوفى ۵۸۵ هـ
۸. بخاري ، صحيح بخاري مع فتح الباري ... طبع مصر
۹. البياض النهايه ، لعلاء الدين بن الفدا شمس الدين بن محمد بن كثير القرشي الدمشقي متوفى ۶۰۰ هـ ، مطبوعه العاده مصر
۱۰. البصائر الساندة باصول الاخره از حافظ جمال الدين سيوطي متوفى ۸۹۵ هـ ، مطبوعه محمدی لاہور ۱۳۳۵ هـ
۱۱. تحفة الاخوتي على جامع ترمذی از عبد الرحمن مبارکپوری ، مطبعه جبرائی پریس دہلی
۱۲. ترجمان السيرة از مولوي بدر عالم ريشي ، طبع ندوة المصنفين دہلی
۱۳. تفسير خازن ، طبع مصر
۱۴. ازاد القادري ابن كثير القرشي متوفى ۷۷۵ هـ
۱۵. تفسير ظہري از قاضي شاد الله باني پتي (۷۷۵ تا ۷۷۵ هـ) ، مطبوعه ندوة المصنفين دہلی و مجلس
۱۶. اشاعت العلوم حيدرآباد ، دکن
۱۷. تهذيب التهذيب
۱۸. جذب القلوب الى ديار الجيوب از شيخ عبد الحی دہلوی ، ۷۷۵ هـ ، مطبوعه قدوسی ۱۳۴۳ هـ
۱۹. الجواب الطبیح لما لفت عبد المسيح از ابوالبرکات خیر الدین آندی الاوسي نيزند صاحب روح المعاني مطبوعه اسلام آباد
۲۰. حياة الانبياء از ميجي
۲۱. حیات الموات في بيان سماع الاموات ، از مولانا احمد رضا خان بریلوي مطبوعه مطبعه اہل سنت جماعت دہلی بارتيم
۲۲. خزينة المعارف ، اردو ترجمہ ابريز از ذاکر محمد حسن ، طبع لاہور
۲۳. الخصائص الکبری للبيضاوي ، طبع حيدرآباد
۲۴. الدرر المنيرة في مبشرات النبي الامين از شاه ولي الله محدث دہلوی ۷۷۵ هـ ، مطبعه ندوة المصنفين دہلی و مجلس { دکن دہلی ۱۳۳۵ هـ

- ٢٥ - رسالته في شرح احوال الامام ابو القاسم عبد الكريم بن هارون القشيري متوفى ٢٤٥ هـ ، مطبع مصطفى باني ،  
 ٢٦ - روح المعاني في تفسير القرآن جامع الثماني شهاب الدين محمود الكاشي بغدادى متوفى ١٢٤٥ هـ  
 ٢٧ - الرضى الاثني عشر ابا القاسم عبد الرحمن بن عبد الله الشافعي متوفى ٤٤٥ هـ ، مطبع جلاله مبصر ١٩١٢ هـ  
 ٢٨ - زاد المعاد في احوال خير العباد ، ابا القاسم الجوزي (٢٩١ هـ - ٤٤٥ هـ) ، مطبع محمد علي صبيح سيدان الانظر ١٩١٢ هـ ،  
 ٢٩ - در تظلي شرح مواهب اللدنيان محمد بن عبد الباقي الكلي متوفى ١٢٣٢ هـ ، مطبع مصر  
 ٣٠ - سبل السلام شرح لمعة المرام از محمد بن اسماعيل الامير الميني الصفهاني متوفى ١١٨٢ هـ ، مطبع مصر  
 ٣١ - ميزة ابن هشام ، طبع مبصر  
 ٣٢ - شرح الصدور في شرح حال الموتى والقبور ، از حافظ جلال الدين سيوطي متوفى ٩١١ هـ ، مطبع محمدى ، لايباخ  
 ٣٣ - شرح ترمذى ، از قاضي البريكار ابى العزى ، طبع مبصر  
 ٣٤ - شرح التعريف لمذهب الصوفى ، از ابا القاسم بن اسماعيل بن محمد بن عبد الله الصفهاني متوفى ١٢٣٥ هـ ، مطبع مصر  
 ٣٥ - شرح مشکوٰۃ نازى ، از شيخ عبد الحق محدث دهلوى ، مطبع مصطفى ١٢٨٣ هـ ،  
 ٣٦ - صحيح مسلم مع توفى ، طبع مبصر  
 ٣٧ - طبقات ابن سعد متوفى ٢٤٥ هـ ، اردو ترجمه از عبد الله العمارى ، طبع حيدرآباد ، دكن  
 ٣٨ - قندوى دارالعلوم ديوبند  
 ٣٩ - الفتاوى الحديثية في فقه الفقهاء والشيخين شهاب الدين ابن حجر المكي البهسي (٩٠٩ هـ - ٩٨٩ هـ) ، مطبع مصطفى ابانى  
 ٤٠ - فتح الباري شرح بخارى ، از حافظ ابن حجر عسقلاني متوفى ٨٥٥ هـ ، طبع مبصر  
 ٤١ - فتح القدير ، تفسير از محمد بن على بن محمد بن عبد الله الشوكاني ثم الصفهاني متوفى ١٢٥٥ هـ ،  
 ٤٢ - الفتح المبين ، از سيد ظهير الدين تاجدارى ، طبع مبصر  
 ٤٣ - فتوحات كليدة ، از شيخ ابراهيم الدين ابن عربى ، طبع مبصر  
 ٤٤ - فيض الباري ، از سيد نور شاه کشميرى ، عربى ترجمه از زولى بدر عالميشى  
 ٤٥ - الكامل فى التاريخ ، لابي الحسن على بن ابى المكارم محمد بن محمد بن عبد الكريم بن عبد الواحد الشيبانى المعروف بى ابن الاثير الجوزى ، متوفى ٥٤٥ هـ ، مطبع الاستقامة ، مصر  
 ٤٦ - كتب الروح ، از شيخ الاسلام شمس الدين ابي عبد الله محمد بن القيم الجوزي متوفى ٨٥٥ هـ ، طبع حيدرآباد دكن  
 ٤٧ - كتاب جامع كرامات اولياء ، از يوسف بن اسماعيل نهباني ، طبع مبصر  
 ٤٨ - لوائح الانوار فى طبقات الاخيار للشعراني ، طبع مبصر  
 ٤٩ - مؤطا امام مالك مع شرح تزيين الحواكك از سيوطى مطبوعه مصطفى محمد ، مبصر  
 ٥٠ - مبداء و معاد ، از شيخ احمد بن هبلى محمد دالف ثاني متوفى ١٢٣٥ هـ ، مطبع مجدى امرتسر ١٣١٢ هـ ،

- ٥١ - مدارج النبوة ، از شیخ عبدالحی دہلوی ، مطبع ذلکشور ،  
 ٥٢ - مشارق الآثار فی فرائد الاعتبار ، از شیخ حسن العدوی انحرای ، مطبع الشرق ، مصر  
 ٥٣ - معالم التنزیل بغوی برہاشید خازن ، طبع مصر ،  
 ٥٤ - مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی ، اردو ترجمہ از حافظ محمد عبدالکریم ،  
 ٥٥ - المنتظم لابی الطرح عبدالرحمن ابن الجوزی متوفی ٥٩٨ھ ، طبع حیدرآباد ، دکن .  
 ٥٦ - نسیم الزیاض شرح شفاء عیاض ، از شہاب الدین خفاجی متوفی ٧٩٨ھ ، طبع مصر ،  
 ٥٧ - نقش حیات ، یعنی خودنوشت سوانح حسین احمد مدنی ،  
 ٥٨ - نووی شرح مسلم از محی الدین یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٣١ھ ، طبع مصر ،  
 ٥٩ - وفاء الوفاء باخبار دارالمصطفیٰ از سید نور الدین علی بن جمال الدین البرہان السمرقندی بر سید محمد علی  
 متوفی ١١٠٨ھ ، طبع مصر ١٣٧٤ھ ،  
 ٦٠ - دلائل النبوة ، از ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی متوفی ٤٣٠ھ ، طبع ثانیہ حیدرآباد ١٣٧٩ھ ،  
 امام احمد بن محمد سطلانی ، مصنف الواہب اللدنیہ متوفی ٩٢٢ھ





- احمد بن عبد الرحمن بن بكار المديني : ۲۳۶  
 احمد بن عبيد الصغفر : ۲۳۶  
 احمد بن علي الدار : ۱۸۲  
 احمد بن علي الحارثي : ۲۳۵  
 احمد بن علي الديمار : ۲۳۵  
 (الوحاد) احمد بن علي الحنولي : ۲۳۴  
 احمد بن عمر : ۱۴۷  
 احمد بن عمرو بن السرح : ۱۳۹  
 احمد بن ميناك : ۱۱۱  
 احمد بن محمد السلمي : ۷۶  
 احمد بن محمد بن ابراهيم : ۸۲  
 احمد بن محمد الطوسي (البركي) : ۶۹  
 احمد بن محمد بن خليل الصوفي (الرسيد) : ۲۳۳  
 احمد بن منصور : ۷۰  
 احمد بن منصور بن سيار الرازي : ۲۳۴ ولعل احمد بن احمد الكوفي  
 جلد واحد  
 احمد بن فرهادي : ۱۲۷  
 احمد : ۱۸۱  
 ابراهيم (قاضي) : ۷۶  
 ابراهيم : ۷۷  
 ابراهيم الزبيري : ۲۳۷  
 ادريس عليه السلام : ۱۶۵  
 ازدشموذج : ۱۵۲  
 الازدقي (البرقي) بن علي : ۲۳۳  
 اسامه (الرافعي) بن علي بن سعيد الرازي : ۲۳۶  
 اسامه بن زيد : ۱۳۰  
 اسامه : ۷  
 اسباط : ۱۱۰  
 اسحق بن ابي طاهر : ۹۴ اسحق بن عبد الله بن ابي طاهر : ۱۱۷  
 اسحق بن ابراهيم الطائري : ۷۵  
 اسحق بن منصور السلمي : ۱۱۸  
 ابن اسحق : ۵۰ ، ۶۰ ، ۶۴ ، ۸۷ ، ۹۵ ، ۹۶ ، ۹۷ ، ۹۸  
 ۱۳۷ ، ۱۴۰ ، ۱۵۷ ، ۱۵۸  
 البراهيتي : ۹۵  
 البراهيتي صالي : ۱۸۲  
 بني اسد : ۲۲  
 بني اسرائيل : ۱۴ ، ۱۴۰  
 اسامه : ۱۳ ، ۲۹  
 اسمعيل : ۶۰ ، ۶۴  
 اسمعيل بن ابي خالده : ۲۳ ، ۲۴ ، ۱۴۲ ، ۱۴۶  
 اسمعيل بن ابيه : ۹۵ ، ۹۶  
 اسمعيل بن رافع : ۲۳۶ ، ۲۴۱  
 اسمعيل بن طه بن يزيد : ۲۳۴  
 اسمعيل (الوافد) بن كثير : ويحيى بن كثير  
 اسمعيل بن محمد الصغفر : ۲۳۴ ، ۲۳۷  
 (الرافعي) اسمعيل بن محمد الصغفاني : ۱۶۳  
 اسمعيل (البرقي) بن احمد بن الحسين البجلي : ۲۳۳ ، ۲۳۹  
 اسمعيل : ۴ ، ۵۰ ، ۱۲۴  
 اشرف علي تقي : ۸۰ ، ۱۴۴ ، ۱۹۰ نیز ديكين «تقازي»  
 البراهيتي الصغفاني : ۲۳۵  
 البراهيتي الازدقي : ۱۳۸  
 الصغفاني : ۲۴۴ ، ۲۵۵  
 اصحاب الازد : ۱۱۰  
 اصحاب كجف : ۱۴  
 الاعرش : ۲۳۸  
 الاعمش : ۲۳۷  
 شيخ اكبر : ديكين بن عربي  
 الياس عليه السلام : ۴۲ ، ۱۹۶









۱۲۳۰ ، ۱۲۳۱ ، ۱۲۳۲ ، ۱۲۳۳ ، ۱۲۳۴ ، ۱۲۳۵ ، ۱۲۳۶ ، ۱۲۳۷ ، ۱۲۳۸ ، ۱۲۳۹ ،  
 ۱۲۴۰ ، ۱۲۴۱ ، ۱۲۴۲ ، ۱۲۴۳ ، ۱۲۴۴ ، ۱۲۴۵ ، ۱۲۴۶ ، ۱۲۴۷ ، ۱۲۴۸ ، ۱۲۴۹ ،  
 ۱۲۵۰ ، ۱۲۵۱ ، ۱۲۵۲ ، ۱۲۵۳ ، ۱۲۵۴ ، ۱۲۵۵ ، ۱۲۵۶ ، ۱۲۵۷ ، ۱۲۵۸ ، ۱۲۵۹ ،  
 ۱۲۶۰ ، ۱۲۶۱ ، ۱۲۶۲ ، ۱۲۶۳ ، ۱۲۶۴ ، ۱۲۶۵ ، ۱۲۶۶ ، ۱۲۶۷ ، ۱۲۶۸ ، ۱۲۶۹ ، ۱۲۷۰

۱۹۵

زرکشی : ۲۱۰ ، ۲۲۳  
 زلبانی : ۱۸۷  
 زهری : ۹۶ ، ۹۷ ، ۲۳۷  
 زبیر بن حرب : ۱۱۸  
 زبیر بن عاصم : ۳۳  
 زید بن ارقم : ۱۱۱  
 زید بن اکین : ۱۵۰  
 زید بن عاصم : ۳۲ ، ۳۳  
 زین بن الیز : دیکبین ابن میسر  
 زین الدین بن رجب : ۷۶ ، ۷۷ ، ۸۵  
 زینب (بهزودی) : ۱۲۳ ، ۱۳۳ ، ۱۳۵

## س

سائب بن یزید : ۱۸۰  
 ساریه : ۵۷  
 ابن ساس : ۷۳  
 سالم الافطس : ۹۶  
 السیرق : ۱۲۶  
 سبکی : ۲۶ ، ۲۱ ، ۱۵۳ ، ۲۱۰ ، ۲۲۳  
 ابن السبکی :  
 سمعون بن سعید : ۸  
 سفادی : ۱۲۱ ، ۱۷۸  
 صدی : ۱۱۰ ، ۲۳۷ ، ۲۳۲  
 سراج الحقیقی : ۱۶۹

دقی : ۷۰

دلیس : ۸۱ ، ۱۶۲

## ذ

ابن ابی ذئب : ۲۳ ، ۲۳۶  
 الذر : ۱۶۵ ، ۲۳۵ ، ۲۳۰  
 الذؤیب البندی : ۱۶۹

## ص

صاحب : ۱۷۵ ، ۲۵۲ ، ۲۶۵ ، ۲۶۶  
 الصراف : ۲۹  
 الصراف جید سعید الحفیری : ۲۳۶  
 صلی بن خراش : ۳۳ ، ۳۵  
 صلیح : ۲۵ ، ۹۶  
 الصالح بن الزهرانی : ۲۳۳  
 ابن ابی الصالح : ۳۳۷  
 ابن رجب : دیکبین حافظ زین الدین ابن رجب رحمت  
 دفتر ابراریم

البرزین : ۷۲

رکانه : ۱۱۲

البرهم المسعی : ۸۰

روبه بنت یحییان : ۳۵

## ض

زادان : ۱۸ ، ۲۱ ، ۲۲ ، ۱۱۸ ، ۲۳۷

ظاهر بن احمد : ۲۳۳

زبیر بن بکام : ۲۳۵

ابن زبیر : ۱۳

ابن الزبیر : ۲۱ ، ۹۶

زرقانی : ۷۱ ، ۱۰۴ ، ۱۰۷ ، ۱۰۸ ، ۱۲۱ ، ۱۲۲

بنی سلمه : ۷۹

ابو سلمه بن عبد الرحمن : ۲۳۵ ، ۲۳۷

ام سلمه : ۱۲۵ ، ۱۴۱

ام سلمه : ۱۱۷ ، ۱۱۸ ، ۱۱۹

سليمان : ۱۰۲ ، ۱۱۸

سليمان بن اشعث : دیکھیں ابوداؤد

سليمان بن بلال : ۲۲

سليمان بن قيس : ۷۳ ، ۲۳۴ ، ۲۳۵ ، ۲۴۰

سليمان بن يحيى : ۲۰۸ ، ۲۲۲ ، ۲۳۷ ، ۲۴۲

سبحودي : ۷۳ ، ۷۴ ، ۱۸۵ ، ۱۸۷ ، ۲۰۸ ، ۲۲۲ ، ۲۲۳

سهروردی : ۶

سهيلى : ۷ ، ۳۸ ، ۳۹ ، ۷۶ ، ۱۰۹ ، ۱۲۵ ، ۱۳۱

۱۴۲

سويد : ۱۸۲

سويد بن سويد : ۲۳۷

سوطي : ۵ ، ۸ ، ۱۸ ، ۲۱ ، ۲۹ ، ۳۰ ، ۳۱ ، ۳۵

۳۶ ، ۴۶ ، ۵۵ ، ۵۸ ، ۷۸ ، ۷۹ ، ۸۱ ، ۸۲

۱۱۱ ، ۱۳۴ ، ۱۳۵ ، ۱۴۸ ، ۱۵۰ ، ۱۵۱ ، ۱۵۲ ، ۱۹۳

۱۶۴ ، ۱۷۰ ، ۱۷۲ ، ۱۷۷ ، ۱۸۰ ، ۱۸۲ ، ۱۹۵ ، ۲۵۵

۲۵۷ ، ۲۶۲

ش

امام شافعي : ۹۴ ، ۱۰۳ ، ۱۹۶

شافعية : ۲۱۱ ، ۲۲۶ ، ۲۴۶ ، ۲۵۸

شاه صاحب : دیکھیں سید احمد شاہ

قاضی شرف الدین باری : ۲۵۸ زیر دیکھیں باری

شعبه : ۱۳ ، ۲۲ ، ۷۵ ، ۷۶

شعبي : ۱۰۲ ، ۱۰۳

شعيب : ۱۱۲ ، ۱۷۱ ، ۲۳۷ ، ۲۶۱

سراقہ بن مالک : ۱۱۳

سعد : ۳۳

سعد بن خادجه : ۳۳

ابن سعد : ۴۰ ، ۷۵ ، ۱۰۱ ، ۱۰۷ ، ۱۲۱ ، ۱۲۷ ، ۱۲۸

۱۳۰ ، ۱۳۵ ، ۱۳۶ ، ۱۴۱ ، ۱۴۷ ، ۲۴۵

ابو اسعود : ۱۹۴ ، ۱۹۵

سعيد القبري : ۲۳۶

سعيد بن جبتر : ۸۲ ، ۹۶

سعيد بن عبدالعزیز : ۲۳۵ ، ۲۵۷

سعيد بن السيب : ۳۲ ، ۸۴ ، ۱۰۲ ، ۱۵۵ ، ۱۶۰

۱۶۱ ، ۲۱۲ ، ۲۲۷ ، ۲۳۳ ، ۲۳۵

۲۳۷ ، ۲۳۹ ، ۲۴۰ ، ۲۴۱ ، ۲۴۵

۲۵۷ ، ۲۵۸

سعيد بن ابی بلال : ۱۵۰

سعيد بن يسار : ۲۳

ابن سعيد : ۲۵۷

ابو سعيد الاشج : ۷

ابو سعيد الخدري : ۲۷ ، ۲۹ ، ۶۸ ، ۹۵ ، ۱۱۲ ، ۱۲۱

۱۲۳ ، ۱۲۴

ابو سعيد الخزاز : ۶۹

سفيان : ۲۷

سفيان بن عيينه : ۱۴۳

سفيان ثوري : ۹۶ ، ۱۴۴ ، ۲۳۹ ، ۲۴۴ ، ۲۵۶

سفيان بن عبد الله بن السائب : ۲۳۷

سليم بن مطلق : ۱۳۴

سلطان : ۲۱

سلطان تاجي : ۸۴ ، ۸۶ ، ۱۲۰

سلم بن شبيب : ۷۶

ابن الـ سعد : ۱۱۰ ، ۲۳۵

مرواب : دیکھیں شمس الدین صواب لعلی

## ض

ضحاک : ۱۸ ، ۲۲ ، ۴۲ ، ۹۶

## ط

طاؤس : ۲۹

طرائی : ۲۸ ، ۲۹ ، ۵۰ ، ۶۸ ، ۷۹ ، ۸۹

۱۰۰ ، ۱۰۳ ، ۱۰۴ ، ۱۲۵ ، ۱۲۵ ، ۱۳۵ ، ۱۴۵

۱۵۲ ، ۱۵۴ ، ۱۶۳ ، ۲۳۵ ، ۲۵۴

طری : ۴ ، ۳۳ ، ۴۲

طریف بن بکلی : ۳۰

طلحہ : ۸۸

طلحہ بن خراش : ۹۶

طلحہ بن عبداللہ : ۱۰۰

طلحہ بن عبداللہ : ۷۷ ، ۷۸

ابوطلمہ : ۵۰

## ع

عائشہ (ام المؤمنین) : ۲۹ ، ۳۵ ، ۳۸ ، ۳۹ ، ۴۲

۴۳ ، ۴۷ ، ۴۸ ، ۴۹ ، ۵۰

۵۶ ، ۵۷ ، ۵۹ ، ۶۰ ، ۶۱

۶۲ ، ۶۳ ، ۶۴ ، ۶۵ ، ۷۱

۷۳ ، ۷۷ ، ۹۶ ، ۱۰۸ ، ۱۲۱

۱۲۴ ، ۱۲۵ ، ۱۲۶ ، ۱۲۷ ، ۱۲۹

۱۳۱ ، ۱۳۱ ، ۱۵۵ ، ۱۵۷ ، ۱۵۸

۱۵۹ ، ۱۸۱ ، ۲۰۱ ، ۲۰۲ ، ۲۰۸

۲۲۲ ، ۲۳۶

عائشہ بنت طلحہ : ۱۰۹

شقران : ۱۳۰

ابن شماسہ : ۵۲

شمس الدین صواب لعلی : ۱۸۸ ، ۱۸۷

شہاب الدین محمود آلوی : ۵۷ ، ۵۹ ، ۶۰ ، ۶۱

شہاب الدین ابن جبرائیل البیہقی : دیکھیں ابن جبرائیل

شہاب الدین خفاجی : دیکھیں خفاجی

شہرستانی : ۲۱۰ ، ۲۲۲

قاسمی شروکانی : ۳۲ ، ۳۳ ، ۵۳ ، ۹۳ ، ۱۲۶

شعبہ : ۳۵

بنی شعبہ : ۶۹

ابو شریح : ۵۱ ، ابو شریح بن خباز : ۱۷۳ ، ۲۶۳

ابو شریح : ۲۵۰

شعیب بن : ۲۷ ، ۲۸ ، ۳۷ ، ۹۶ ، ۱۱۹ ، ۱۲۲ ، ۱۲۵

شیدہ : ۱۰۳

## ص

صافی : دیکھیں بلال بن عزن

صابونی : ۷۲

صالح بن میان : ۷

صالح مری : ۸۱

ابوصالح : ۲۳۷

ابوصالح بن ابی ظاہر العنبری : ۳۲

ابوصخر : ۲۳۷ ، ۲۴۷ ، ۲۶۰

صدوق بن سلیمان جعفری : ۸۱

صدیق اکبر : دیکھیں ابوبکر صدیق

صعب بن جشمہ : ۸۳

حنیفہ بنت شیبہ : ۱۳

صلاح الدین : ۲۱۴ ، ۲۲۹

امام صنعانی : ۸ ، ۲۷ ، ۸۱ ، ۱۱۵ ، ۱۲۹

- عبد الرحمن بن أبي الزناد : ١٣٩  
عبد الرحمن بن سليمان : ٩٤  
(أبو القاسم) عبد الرحمن بن سبل : ديكين بن سبل  
عبد الرحمن بن صعصعة : ٩٩ ، ١٣٦  
(أبو القاسم) عبد الرحمن بن ميمونة الخزقي : ٢٣٤  
عبد الرحمن بن كعب بن مالك : ٩٤ ، ٩٣  
عبد الرحمن بن أبي ليلى : ٢٦  
عبد الرحمن بن الأشعث : ١٧٤  
عبد الرحمن بن يزيد بن جابر : ٢٣٥ ، ٢٣٤  
(أبو سلم) عبد الرحمن بن أنس : ٢٣  
عبد الرحمن : ٢٣٤ ، ديكين بن مروان السدي  
أبو عبد الرحمن سدي : ٦٩  
أبو عبد الرحمن المقرئ : ٢٣٤ ، ٢٣٤ ، ٢٦٠  
(شاه) عبد الرحيم : ١٨٨  
(نزين الاسلام أبو نصر) عبد الرحيم بن عبد الحكيم قفري : ٢٣٩ ، ٢٣٣  
عبد الرزاق حنفي : ١٨٢  
عبد الصمد : ٩٥  
عبد العزيز : ٢٣٥ ، ٢٣٠  
(شاه) عبد العزيز : ٢٦  
عبد العزيز بن أبي سلمة الهاشمي : ديكين بن أبي سلمة  
(شاه) عبد القادر : ٢٦  
عبد القادر بن علي : ١٨٢ ، ١٩٥ ، ١٩٦  
(أبو منصور) عبد القادر بن طاهر البغدادي : ٢٥٩ ، ٢٥٨ ، ٢٣٦  
(شيخ أبو الفضل) عبد القادر بن حسين بن علي شاذلي : ١٩٦  
عبد الكافي سبكي : ١٤٨  
(أبو القاسم) عبد الحكيم بن مروان قفري : ٨٠ ، ٩٩ ، ٤٠  
عبد الله بن عباس : ديكين بن عباس  
عبد الله بن أبي حمزة : ١٩٥  
(أبو بكر) عبد الله بن أبي الدنيا : ديكين بن أبي الدنيا  
عاصم بن قتي : ٤٨  
عاصم بن عمر : ٨٤  
أبو العاصم : ١٣٨ ، ١٣٤  
عاصم بن : ١٣  
عاصم بن الغليل جعفري : ٩٥ ، ٩٣  
عاصم بن عباد : ٣٠  
عبادة بن نسي : ١٥٠  
العبادة : ٩٦  
عباس بن عبد الله بن قتي : ٢٣٤  
أبو العباس بن قتي : ٨٢  
أبو العباس قسطلاني : ١٩٣  
أبو العباس مري : ١٩٣ ، ١٩٥  
أبو العباس مري : ١٦٩  
عبد الله بن عبد الله بن أبي فودة : ١٠٤  
أبو عبد الله : ٢٢ ، ٣٨ ، ٤١ ، ٨٦ ، ٨٤  
٨٩ ، ٩١ ، ١٠٣ ، ١٢٢ ، ٢٠٨ ، ٢٢٢  
عبد الحق : ٤١  
عبد الحق بن شيبلي : ٢٠٨ ، ٢٢٢  
(شيخ عبد الحق) (دولقي) : ٥٩ ، ٤٣ ، ١٤٩ ، ١٨٥ ، ١٩٣  
٢١٤ ، ٢٠٣  
عبد الحكيم بن حمزة : ٣٣  
أبو الفلاح عبد الحق بن حماد  
عبد الرحمن بن أبي بكر : ٥٩ ، ٦٢ ، ١٦٣  
(أبو بكر) عبد الرحمن بن أبي حاتم : ديكين بن أبي حاتم



- عبدالله بن امام احمد : ۸۶ ، ۱۳۲  
عبدالله بن ادريس : ۲۳  
(عفيف الدين) عبدالله بن اسديعي : ديكيس يافعي  
عبدالله بن ابيس (صحابي) : ۸۰ ، ۱۲۴  
عبدالله بن بزيغ : ۷۹  
عبدالله بن ثامر : ۱۰۸ ، ۱۰۹  
عبدالله بن جبير : ۹۹ ، ۱۴۶  
عبدالله بن جعفر : ۹۶  
عبدالله بن حسين حراني : ۸۲  
عبدالله بن حنظل : ۱۵۵  
عبدالله بن رداود : ۳۳ ، ۴۰  
عبدالله بن زبير : ۱۱۹ ، ۱۲۰  
عبدالله بن سلام : ۸۴  
عبدالله بن سلمه : ۸۰  
عبدالله بن سيران : ۵۰  
عبدالله بن عبد الرحمن : ۲۳۸ ، ۲۴۴  
(ابو احمد) عبدالله بن علي الحافظ : ۲۳۲  
عبدالله بن كروين حرام : ۷۷ ، ۸۰ ، ۸۸ ، ۱۰۱ ، ۱۰۸ ، ۱۰۹  
عبدالله بن الفضل الهاشمي : ۲۳۵  
عبدالله بن مبارك : ۱۰۲ ، ۱۰۸ ، ۱۱۱ ، ۱۰۹  
عبدالله بن محمد بن منصور : ۷۷  
عبدالله بن مزي : ۲۷  
عبدالله بن مسعود : ديكيس ان مسعود  
عبدالله بن طبع : ۱۵۵  
عبدالله بن مانع : ۲۲۶  
عبدالله بن وهب : ۱۵۰  
(م) عبدالله يافعي : ديكيس يافعي  
(ابو هريرة) عبدالله بن يحيى بن عبد المجيد الاسكري : ۲۳۴
- عبدالله بن الحافظ : ۲۳۵ ، ۲۳۶ ، ۲۳۷  
عبدالله بن زاذان : ديكيس زاذان  
عبدالله بن الصغار : ۲۳۷  
عبدالله بن القرشي : ۱۹۳  
ام عبدالله بنت ابي باشم : ۲۳  
عبدالمجيد بن ابادي : ۱۴۴  
عبدالسرع شمراني : ۱۳۱  
عبدالحديد بن رواد : ۱۴۳  
(ابو المصالي) عبدالمكعب بن عبدالله بن يحيى : ديكيس امام الحرمين  
عبد الوهاب شمراني : ۱۹۵  
عبيد بن عيسى : ۱۰۱  
عبيد بن مزيق : ۵۱  
عبيدة : ۹۷  
عبيد : ۱۸۸  
عبيدالله بن ابي حميد الهذلي : ۲۳۴  
عبيدة بن ابي جهم : ۲۵  
عقبى : ديكيس محمد بن عبدالله بن عمرو  
حضرت عثمان : ۳۲ ، ۳۳ ، ۳۴ ، ۳۵ ، ۱۲۷ ، ۱۲۸ ، ۱۲۹ ، ۲۲۷  
عثمان بن دينار : ۳۲۶  
عثمان بن عيسى : ۲۱  
عثمان بن محمد بن ابي سفيان : ۱۵۵  
ابو عثمان بن هدي : ۷۳  
عجلى : ۲۲ ، ۷۵  
عدي بن ثابت : ۱۸ ، ۲۱  
عدي بن زيد : ۱۸  
عدي بن مسافر : ۱۸۲  
ابن عدي : ۲۱ ، ۲۸ ، ۲۰۸ ، ۲۲۲  
ابن عربي : ۱۶۹ ، ۱۶۹ ، ۲۰۲  
ابن العربي : ۱۶۹ ، ۱۷۰



فاكهاني : ١٤٢ ، ١٤٨

ابوالفتح : ١٨٤

فخرالدوله : ١٨٣

ابن ابى فكيك : ٢٢

فردوس بن عمر : ١٣١

فضل بن عباس : ١٣٠ ، ١٣٣

فصيل الانصاري : ٩٤

فصيل بن سليمان الشيرازي : ٤٩

قيردوز ابو الوثقه : ١٠٨

## ق

قاسم بن عبدالرحمن : ٣٢

(ابو محمد) القاسم بن عبدالله : ١٣٨ ، ١٣٩

ابن القاسم : ٢٣

ابوالقاسم صفي الله عليه وسلم : ١١١

ابوالقاسم سعدى : ٤٩ ، ٥٠

قناد : ٣٨ ، ٣٩ ، ٤٠ ، ٤١ ، ٤٢ ، ٤٣

٩٢ ، ١٠٠ ، ١٣٥

القيصاد : ٢٩ ، ٨٠ ، ٨١

ابن قتيبه : ١٠٩

قتشم : ١٣٠

قزويني : ١٥٤ ، ١٥٥ ، ٢٣٦ ، ٢٥٨

قسلطين بن عبدالله الرومي : ٢٢٢

قشيري : ديكهي عبد الكريم بن هوازن قشيري

قعتني : ٣٢

الزقلايه : ١١٩

قوزلي : ديكهي علاء الدين قوزلي

قيس : ٨٣

قيس بن قاسم : ٣٣

ابو الحسن الجوفي : ١٣٠

عروين الجورج : ٩٩ ، ١٠٨ ، ١٠٩ ، ١٢٦

عروين الحارث (راوى حديث) : ١٥٠

عروين الحارث بن مفضل جرجسي : ١١٠

عروين دينا : ٢٦ ، ٢٨

عروين سواد المعري : ١٥٠

عروين العاص : ٥٢

عروين يونس : ٩٣

عسيران حبيب :

عشير بن حالي : ٢٣

عشير بن سعيد : ١٢٩

ابو عباد اسقرقني : ١١ ، ٢٢

عوف بن مالك : ٨٣

عوفي : ٤

دقاني (عياض : ١٣٢ ، ١٥٣ ، ١٥٥ ، ١٦٦

حضرت علي عليه السلام : ١٥ ، ١٦١ ، ١٦٢ ، ١٦٣ ، ١٦٤ ، ١٦٥

١٤٥ ، ١٤٦ ، ٢٢٥ ، ٢٢٦ ، ٢٢٧

٢٥٢ ، ٢٦٦

علي بن عبدالله الانصاري : ٩٢

علي بن عبدالله الطيبي : ٢٣٤

علي بن محمد الطيبي :

علي بن سيب : ١٨

علي بن رفس : ٢٣٥

ابن عبيد : ١٢

## غ

غزالي : ١٩٣

## ف

فاطمة الزهراء : ١٢٢ ، ١٩٣ ، ٢٥٠ ، ٢٦٣

مالک بن دینار : ۲۲۶

مالک بن معصود : ۲۳۵ ، ۲۴۰ ، ۱۶۵

ماجون (قلند) : ۷۵

ابن البارک : دیکھیں عبداللہ بن البارک

مثنیٰ : ۹۸

مبارک : ۱۸ ، ۲۰ ، ۲۱ ، ۹۸ ، ۸۷ ، ۹۳ ، ۲۳۷

۲۴۱

مجدد الف ثانی : ۴۱ ، ۴۲ ، ۹۹ ، ۱۰۲ ، ۱۹۶

۱۹۷

مجدد الدین شیرازی : ۲۱۵ ، ۲۳۰

مجدد الدین فروغ آبادی : ۲۱۴ ، ۲۲۹

میں بن قصبہ : ۱۷۳ ، ۲۵۰ ، ۲۶۳

ابن قسیم : ۴ ، ۷ ، ۸ ، ۹ ، ۱۱ ، ۱۴ ، ۱۵ ، ۱۷

۲۱ ، ۲۵ ، ۲۶ ، ۳۱ ، ۳۲ ، ۴۸ ، ۷۱ ، ۷۲

۷۹ ، ۸۱ ، ۸۲ ، ۸۳ ، ۸۵ ، ۸۶ ، ۸۷ ، ۹۰

۱۱۳ ، ۱۴۷ ، ۱۴۸ ، ۱۵۷ ، ۱۵۸

ک

ابن کثیر : ۲۲ ، ۳۴ ، ۳۷ ، ۳۸ ، ۳۹ ، ۴۰ ، ۴۱

۵۰ ، ۵۱ ، ۵۳ ، ۹۳ ، ۹۴ ، ۹۷ ، ۱۰۸

۱۱۰ ، ۱۱۷ ، ۱۱۸ ، ۱۲۵ ، ۱۲۷ ، ۱۳۱ ، ۱۳۷

۱۳۸ ، ۱۴۸ ، ۱۸۳









يزيد بن عبد الله بن قيس : ٢٣٤ ، ٢٣٥ ، ٢٣٦

يزيد بن أبي الكوكب : ١٥٣

يزيد بن مولى : ١٥٥

يزيد بن نعان بن بشر : ٣٣

يزيد بن لردان : ٢٣٣ ، ٤٢

يعقوب بن سفيان : ٣٣

( زين الدين ) يعقوب بن زهير : ١٨٨

يعقوب : ٩٤ ، ٩٥

مولانا يعقوب : ١٩٢

ابو يعقوب بن كز : ٤٠ ، ٩٩

العلوي : ١٣٥ ، ١٣٨ ، ١٥٢ ، ١٥٣ ، ٢٠٩ ، ٢٠٨ ، ٢٢٠

٢٢٣ ، ٢٢٣ ، ٢٢٣ ، ٢٢٥ ، ٢٢٥ ، ٢٥٤

ابو السقان : ٢١

ابو سليمان : ٢٣٤ ، ٢٣٨ ، ٢٣٢

يرسف عليه السلام : ١٣٠

يرسف : ٤٥

يرسف بن بكير : ٥٠

يرسف بن عطية : ٢٢٢ ، ٢٥٢

( ابو احمد ) يرسف الخفائي : ٤٦

( ابو الجراح ) يرسف ( محدث مروي ) : ٤٤

يرفس عليه السلام : ٢١٥ ، ٢١٦ ، ٢١٧ ، ٢٢١ ، ٢٣٢

يرفس : ٩٦ ، ١٣٤

يرفس بن محمد المروبي : ٢٣٥





## ج

الجامع (للثوري) : ٢٣٣ ، ٢٣٩ ، ٢٣٨ ، ٢٥٦

الجامع الصغير : ١٣٨

جنب القلوب : ٢٣ ، ١٥٥ ، ١٦١ ، ١٨٥ ، ٢٠٣

جنگ ( روزنامه ) : ٢٩٨

الجواب الغرر للفقهاء عبادي : ١٣١ ، ١٨٥

## ح

حاشية ( لابن خيرة ) : ١١٣

الحادي في القضاة : ١٩٥

الحلية : ٢٩ ، ١١١ ، ٢٣٣ ، ٢٣٨ ، ٢٥٣

الحكم : ١٦٩

حور القيام ونداد ذوى الياض في رؤية خير العالم

في اليقظة : كتاب المنام : ١٩٣

حياة الانبياء ( بيهقي ) : ١٣٨ ، ١٣٩ ، ١٥١ ، ١٦٣

١٦٦ ، ٢٣٣ ، ٢٣٨ ، ٢٥٣

٢٥٣ ، ٢٥٥ ، ٢٦٤

حيات الحيات : ٢٦ ، ٢٤ ، ٢٢ ، ٣٤ ، ٥١ ، ٥٦

٤١

## خ

خويزة معارف : ٣١ ، ٩٠ ، ١١١

الخصائص الكبرى : ١٣٥ ، ١٣٦ ، ١٣٨ ، ١٦٣

٢٥٥ ، ٢٥٤

## د

درشمن : ١٨٨

نذره ( قلمي ) : ٢٢٦ ، ٢٥٨

ترجمان السنة : ١٢٠ ، ١٦٥ ، ١٩٠ ، ١٩٥

ترغيب وترهيب : ٢٣٨ ، ٢٥٥

تردي : ٢٣ ، ٥٩ ، ٢٢ ، ٤٢ ، ٤٣ ، ٤٦ ، ٨١ ، ١٠٤ ، ١١١

١١٤ ، ١٣١ ، ١٣٢ ، ١٤٢ ، ٢٥٢ ، ٢٦٢

التعرف : ١٩٤

تفسير بنفادي : ٣٢

تفسير ( جديبر ) : ١٨

تفسير ابي حيان : ١٠٣

تفسير روح المعاني : ١٣٦ ، ٥٤

تفسير ابن كثير : ٢٤ ، ٣٨ ، ٣٠ ، ٥٠ ، ٩٣ ، ١٠٨

١١٠ ، ١٦١

تفسير مادرك : ٣٦

تفسير مطهرى : ٩ ، ٣١ ، ٣٥ ، ٩٨ ، ١٠٠ ، ١١٥

١٣٠ ، ١٣٥ ، ١٣٦ ، ١٥١ ، ١٦٠

١٦٢ - ١٦٣ ، ٢٦٥ ، ٢٥١

تكميل : ٢٠٩

تنبيه القبي في رؤية النبي : ١٩٣

التنوير في اسعاد التويز : ١٦٩

تنوير الملك في رؤية النبي والملك : ١٨٢

تنوير الملوك : ١٠٨ ، ١٣٢

تهذيب ( لابن جرير ) : ٣٠

تهذيب الآداب : ٤٩

تهذيب التهذيب : ١٣ ، ٢١ ، ٢٢ ، ٢٤ ، ٣٢ ، ٣٣

٢٣ ، ٤٥ ، ٨٣ ، ١٠٤ ، ١١٢ ، ١٣٢

١٣٣ ، ١٨٢

وثيق عزى الايمان : ٢٠٨ ، ٢٢٢

قورات : ٣

درمشور : ١٦٥

الدرالكريم في فضائل القرآن العظيم : ٢٥٩

الدلائل : ٣٥ ، ٩٦ ، ١٠٩ ، ١٠٤ ، ١٢٩ ، ١٣٥ ، ١٣٦

دلائل النبوة ( للبيهقي ) : ٢٣٥ ، ٢٥٤

دلائل النبوة ( لابن نعيم ) : ٢٣٥ ، ٢٥٥ ، ٢٥٤

✓

رساله ( في تفسيره از طاعن نادى ) : ٥٣

رساله تفسيريه : ٩٩ ، ٤٠

روح الباني : ١٣٦ ، ١٨٥ ، ٢١٦

الوحي الالهي : ٢٤ ، ٣٢ ، ٣٣ ، ١٠١ ، ١٢٥ ، ١٣١ ، ١٣٢

روضة الرايين في حكايات الصالحين : ٢٥٩

الرياض المتعززة في فضائل العشرة : ١٢٦ ، ١٨٤

ن

زاد العباد : ١٥٤ ، ١٥٩

زبدة المناسك : ١٩٢

الزهد ( لعلام احمد ) : ٢٩ ، ٤٥

س

سبل السلام : ٨١ ، ١٠٨ ، ١٢٢ ، ١٥١ ، ١١٥ ، ١٢٩

سراج الزعيمين : ٤٥

سنة الابد : ٢١ ، ١٣٣ ، ٢٣٤ ، ٢٩٠

سيرة انسان العيون : ٣٦

ش

شرح اسرار حسنى : ٥٨

شرح بخارى : ٩٠ ، ٩٣

شرت ترمذى : ٤٥

شرح تعريف : ٢٠٠

شرح شفاء عياض : ذكرين فيم الرياض

شرح الستة : ٢٩

شرح الصدور : ٥ ، ٤ ، ٨ ، ٩ ، ١٨ ، ٢١ ، ٢٦ ، ٢٤

٢٩ ، ٣١ ، ٣٢ ، ٣٥ ، ٣٦ ، ٣٧ ، ٤١ ، ٥١ ، ٦٨

٢٩ ، ٤١ ، ٤٢ ، ٤٣ ، ٤٦ ، ٤٧ ، ٤٨ ، ٤٩ ، ٥٨

٨١ ، ٨٥ ، ٨٩ ، ٩١ ، ٩٢ ، ١٠٠ ، ١٠٥ ، ١٠٩

١٠٤ ، ١٠٨ ، ١١٠ ، ١٣٢ ، ١٥٠ ، ١٥١ ، ١٥٥

٢٥٥

شرح مشکوة : ( از طاعن نادى ) : ٥٦

شرح مشکوة : ( نادى از عبدالحق ) : ٥٩ ، ٤٣ ، ١٩٣

شرح هداية : ٥٩ ، ٦٣

الشريعة ( للآجورى ) : ٢٨ ، ٢٩

شعب الايمان : ٣١ ، ٤٤ ، ٨١ ، ١٦٣ ، ١٦٤ ، ٢٢٣

٢٢٤ ، ٢٥٥ ، ٢٩٠

شفاء عياض : ١٤٨

شفاء الاسقام : ٢١ ، ٢٢٣

ص

صالح : ٢٥٢ ، ٢٦٥

صالح ستة : ٢٦٥

صحيح بخارى : ٣٤ ، ١٥٦ ، ٢٣٨

صحيح ابى حاتم : ٥١

صحيح ابى طراد اسقرائنى : ٢٢

صحيح ابن ماجه : ٨١

صحيح مسلم : ٢٤ ، ٥٢ ، ٨١

صحيحين : ٣٣ ، ٣٣ ، ٩٥١

الصلاوات والبشر : ١٤٨

ط

طبقات الكبرى :





مبدأ الیعلی : ۲۴۲ ، ۲۵۴  
 شلاق الزوار : ۳۰ ، ۱۲۳ ، ۱۳۱ ، ۱۵۶ ، ۱۹۰ ، ۱۹۱  
 ۱۹۲ ، ۱۸۰ ، ۱۸۳ ، ۱۹۳

مشکوة : ۵۶ ، ۷۳ ، ۱۲۰

مصنف بن ابی شیبہ : ۷۵

محافل ( لابن قتیبة ) : ۱۰۹

المعلم الكبير : ۸۳

مطاری ( لابن اسحق ) : ۵۰ ، ۶۴

مکتوبات ( مجدد ) : ۱۹۶

من عاش بعد الموت : ۳۳ ، ۳۵ ، ۱۰۶

المنظلم : ۱۸۳

المتقدم من الضلال : ۱۹۴

مرآة العوائد : ۱۴۶

المواهب اللدنية : ۶۰ ، ۶۳ ، ۶۴ ، ۱۹۴ ، ۱۹۵

موضح القرآن : ۴۶

## ن

نسيم الرّيح : ۱۴۲ ، ۱۴۸ ، ۱۸۰ ، ۱۸۲

النصري في تاريخ دار البصرة : ۱۳۱

نصيرة اولى الابواب في فتح استغفار النصارى : ۱۸۵

نقبات الناس : ۲۵۹

نهاية : ۱۴۵ ، ۲۵۱ ، ۲۶۵

نوادير الاصول : ۸۰

## و

وعدة الشيعه : ۱۹۲

## ز

زناد الوفاة : ۷۳ ، ۱۰۸ ، ۱۸۵

كتاب المنكئين : ۴۵

كتاب المراج : ۱۲۷

كتاب الناسي : ۱۰۹

كتاب الوصايا : ۱۷۳ ، ۲۵۰

نصف الخزن : ۸

الكنز ( للملك ) : ۷۷

اكثر كتب الزراعة في اجتماع الادبيات بيد الدين والافرو : ۱۹۴

## ل

لغات الفرس : ۱۹۹

لوائح الزوار : ۱۹۹ ، ۱۹۵

## م

مواهب نامک : ۹۴ ، ۱۰۵ ، ۱۰۶ ، ۱۰۷ ، ۱۰۸ ، ۱۲۰

۱۳۲ ، ۱۳۶

مبدأ أو معاد : ۱۹۶ ، ۱۹۷

مشير القرام : ۱۶۱

مدارج المير : ۱۸۵ ، ۲۱۷

مرآة الجنان ووجهة اليقين في معرفة حوادث الزمان : ۲۵۹

مرآة شرح مشکوة : ۴۲

مسائل انجاز بين : ۲۴۶ ، ۲۵۸

مساريد : ۲۱۱ ، ۲۲۵

مسندك : ۱۳۵ ، ۲۴۵ ، ۲۵۷

مسند : ۱۰۹

مسند امام : ۱۶۴ ، ۲۴۷ ، ۲۶۰

مسند امام : ۵۱

مسند حارث بن اسامه : ۸۱

مسند داني : ۲۴۵ ، ۲۵۷

مسند كبير : ۲۹

# اَمَكِنْدُ وَقَبَائِلُ

ا

جمن (قبرستان) : ٤٦

جلال پور : ٢٦٨

چناب (دریا) : ٢٦٨

چین : ٥٤

احمد : ١٠٣ / ٤٤ ، ٩٥ ، ٩٦ ، ٩٩ ، ١٠١ ، ١٠٣

احمدیہ : ١٨ ، ١٠٨ ، ١١٥

اسماعیلی (فرقہ) : ١٨٨ ، بنی اسد : ٢٢

اصغیان : ١١٠

انباء : ١٩٥

اندلس : ١٥٤

ح

حجر : ٢٣٥ ، ٢٣٠ ، بنی الماریث بن خورج : ٢٢

حدیبیہ : ١٥٥

حزقہ : ١٥٥ ، ٢١٣ ، ٢٢٤ ، ٢٣٥ ، ٢٥٤

حرمین : ٢٥٩

حلب : ١٨٤

خ

خنزوادہ : ١١٠

بنی خلد : ٣٢

خندق : ١١٦

خیبر : ١٣٣ ، ١٣٥ ، ١٥٥

ب

بشائرین : ٣٢ ، ٣٣

بشیرموند : ٩٣

بارق : ٩٤

بدر : ١٢ ، ١٤ ، ٢٢ ، ٣٨ ، ٣٩ ، ٣٢

٣٢ ، ٣٢ ، ٣٥ ، ٣٦ ، ٣٧ ، ٣٩ ، ٥٩

بغداد : ٣١ ، ٢٣٤

بقیع : ٩٢ ، ١٣٢ ، ١٨٩ ، بقیع الفرقہ : ٩

بلغ : ٤٨

بیت المقدس : ١٢٢ ، ١٩٥ ، ١٩٦ ، ٢٢٥ ، ٢٣٠

د

دجلہ : ١٨٣

دراند : ١٥١ ، ١٩١

س

ساترا : ٤٤

سیدۃ النبی : ١٦٦

شیخ : ١٢٦

سوی : ١٢٦

ت

تشر : ١٣٤ ، ١٣٨

ث

ثور (غار) : ١١٣

ج

جایہ : ٣٢ ، ٣٣

جوہرم : ١١٠

کتاب (نمبر) : ۱۳۶، ۹۹

کتاب : ۱۸۸، ۱۱۰

کتاب : ۱۳

کتاب : ۲۶۸

م

کتاب : ۲۶۸

کتاب : ۳۶

کتاب : ۱۸۱، ۱۵۵، ۱۳۲، ۱۰۸، ۸۳، ۸۲

کتاب : ۲۲۲، ۲۱۳، ۲۰۸، ۱۹۲، ۱۸۴، ۱۸۲

۲۲۹

کتاب : ۱۵۲

کتاب : ۱۹۵

کتاب : ۲۳۶، ۱۳۰، ۶۹

کتاب : ۱۱۲

کتاب : ۱۵۴، ۱۳۳، ۱۳۲

کتاب : ۱۸۱

ن

کتاب : ۱۰۸

کتاب : ۲۲۳

و

کتاب : ۱۹۲، ۱۹۱

ق

کتاب : ۵

کتاب : ۸۳

کتاب : ۱۱۰

ش

کتاب : ۲۵۴، ۱۱۰

کتاب : ۴۱

کتاب : ۴۰

ط

کتاب : ۱۸۱

ع

کتاب : ۱۸۸

کتاب : ۱۹۵، ۱۱۰

غ

کتاب : ۱۰۰، ۴۴

کتاب : ۲۳

ف

کتاب : ۱۲۶

کتاب : ۱۹۵

ق

کتاب : ۱۸۶

کتاب : ۲۳۰، ۱۳۵

ک

کتاب : ۲۶۸، ۱۳۵

کتاب : ۳۸

affect his admission to the Medical College. All of us therefore got worried. My sister Aisha says that the same night she dreamt that we all brothers and sisters were sitting and discussing the case of Naeem. Najeeb was also with us. He smiled and said that this problem would not be solved in this way. You would have to do this for it. Aisha says that she said to Najeeb "I have not understood what you have said". Thereupon Najeeb took a paper and started writing an application on it. When Aisha tried to read what was written on the paper she woke up and faintly remembered that Najeeb had written an application to the GHQ. Accordingly we made an application to the GHQ from where orders were received that the lectures of Naeem be completed and the certificate of NCC be issued to him. Later Naeem was admitted to the King Edward Medical College, Lahore.

Without going into the nature of the dream phenomenon or its interpretation, or what connection dreams have with our life, or how far the information conveyed through a dream is factual, I would only repeat the saying of the Holy Prophet (peace be upon him) that dream is the 46th part of Prophethood which means that dreams do have some substance. The discussion about dreams is intended to unravel the connection between body and soul. During sleep our senses lose contact with the phenomenal world but even so we do all things in sleep-meeting and talking to people and exchanging things with them. Sleep is the sister of death. Just as soul is freed after death, so does it escape the shackles of senses during sleep<sup>1</sup> or meditation and goes on tour during which it meets those souls to whom it is related. On the contrary those souls who are related to us meet our finery body. This is the reason that I being twenty thousand kilometers away from Pakistan, meet Najeeb whenever I wish. Najeeb also frequently meets me. It is really surprising that we do meet each other. Najeeb met me not only in Pakistan but at every place in London, Glasgow, Cairo, New York and Washington. Whenever I go to a park, river or seashore Najeeb meets me, talks to me and gives information. These are the spiritual experiences which were unravelled to me or I traced them out after the death of my brother Najeeb.

God knows best

Dr. Naveed Ahmad Qureshi

Islamic International USA Inc.  
1377 K Street NW 132  
Washington DC 20005 USA

1. Allah receiveth (men's) souls at the time of their death, and that (soul) which dieth not (yet) in its sleep. He keepeth that (soul) for which he hath ordained death and dismisseth the rest till an appointed term. Lo! herein verily are portents for people who take thought". (The Quran 39:42).



Najeeb came to me. He was wearing white clothes. He smiled and consoled me "Nothing will go wrong with Daddy. Whatever was to happen I have taken over to myself. I am very happy here" (These were the exact words spoken by him). I suddenly startled up. My body was very heavy. I felt my legs benumbed. I at once stood up. I had hardly gone a few steps when I felt as if Najeeb passed by me and disappeared in the flowers across the lake. My heart was fully satisfied that nothing would go wrong with Daddy. Almighty had informed me through Najeeb. The disturbed state of mind in which I was before this was gone. I felt a strange sort of joy. I thanked Almighty whose decrees are incomprehensible to us. I returned to the hospital at 9 o'clock. Doctor Bryn Williams informed me that the operation had been a complete success. Simultaneously he also told me that it was rather a complicated operation. The impression on his face intrigued to show how hard he had to struggle to save the life of my father. When there are equal chances of life and death it is only and only Almighty who is in control of everything and his power is absolute.

It was on 25th March 1988 that Najeeb met me in Washington in my apartment. I did not at all realise that he was not among us. I asked him "Najeeb, when have you come" He replied that he was there for the past two months. He was fed up with Pakistan. He then joyfully told me that he had been issued a driving licence also. I asked him as to how he got it. He said he had got it anyway. I told him that if you want to stay here don't do anything illegal. Then we found ourselves in my room and both of us lay down and went to sleep covering ourselves with a red sheet. But in reality I woke up. It was 5 o'clock in the morning. The surprising thing was that I too had arrived in Washington two months back. I had passed the eyesight and driving tests. A few days after I was issued driving licence. I too had determined that I would never do any illegal act. I also had got fed up with Pakistan and gone over to America.

Najeeb died on 7th October 1986. Those were terrible days. My father was seriously ill. According to Angiography report he was suffering from tripple vessel coronary artery disease involving left mainstem. The doctors advised him to hurry with his by-pass operation abroad. Even the lightest shock could prove fatal for him. And then there was another bolt from the blue - a calamity stunning and terrible, which for us at least meant the end of the world. During the perilous condition in which he was, he first brought his injured son in an ambulance from Jhelum to the hospital at Lahore and then brought his dead-body from the hospital to his house. It was an ordeal-nerve raking terrible catastrophic. The whole of the family was all worry all the time for him. During this while, my mother dreamt that it was night time and she was going from the bed-room to the kitchen. The veranda was dark. In order to put on the light she stepped forward towards the switch-board but tottered and was about to fall. Najeeb, who as usual was sitting on the dinning table in the veranda, hastily stood up and caught, smilingly, his mother in his arms. Thereafter she awoke and was convinced that as a result of Najeeb's support, nothing would happen to his father who would survive. Mother says that even now whenever she thinks of the said dream, she feels the touch of the hands of Najeeb on her wrists.

During the days when Najeeb died, my younger brother Naeem was a student of F.Sc. in the Government College, Lahore. One day he told the family that his lectures for NCC had run short. He therefore would not be able to join the passing out parade nor would he be issued a certificate of NCC. This was likely to adversely

of brain haemorrhage. I was surprised at this episode because Najeeb had told me all about it a few days back and it had come about exactly as he had foretold.

It happened in November 1986. We were digging a new the foundations of the grave of Najeeb for its solid construction. As we had to dig deeper, we removed the slab from the grave of Najeeb and saw that although his deadbody was still wrapped in the coffin but it was visibly as fresh as ever and the whole grave was full of fragrance. At that moment my brother Nadeem, my cousin Taukeer and my uncle Zafar Iqbal Qureshi were also present. The mason pointedly said that he had built many graves but had never seen such a sight. Normally, a few days after the burial the grave begins to stink. But in this case the deadbody is fresh and the grave fragrant even after a month and a half. I was reminded of the verse of the Holy Quran where Almighty has made a mention of the Prophets, the truthful, the martyrs and the righteous ones.<sup>1</sup> I was sure of the Prophets and the martyrs being alive after death and that the earth does not consume their dead bodies. Now I had witnessed this phenomenon about the truthful and the righteous. Najeeb was my younger brother. Every moment of his life, from birth to death, is before my eyes. We had lived in the same house rather in the same room and I can say with utmost certainty that he always spoke the truth (*Siddique*) and always shunned evil (*Salih*). The whole of his life was unblemished by falsehood and commission of sins. On seeing the condition of his dead body in the grave I stood already convinced that he was a martyr. Barring Prophethood, he had in the light of the above, attained to the noble stations of the truthful (*Siddique*) martyr (*Shaheed*) and the righteous (*Salih*). And this is the acme of humanity.

I well remember that I was in London where my father had gone for by-pass operation of the heart. This was a very complicated case as he was suffering from severe tripple vessel coronary occlusive disease. I was greatly disturbed at the opinion of the doctors. The risk of by-pass operation was taken because there was no other course open. It was at this stage that it was discovered that the martyrdom of Najeeb was in fact a sacrifice which I had already offered. I mean to say that I had already prayed to Almighty to transfer the cruel disease from my father to me so that my father could have a new lease of life and my mother, brothers and sisters may be saved from any further shock of life. Perhaps Najeeb had offered greater sacrifice than me saying "O Lord take my life and grant life to my father". Before Almighty he really enjoyed that position where Almighty himself asks his servant "What dost thou want", and the divine decree is changed according to the wish of his humble servant. In this connection Najeeb met me in Regent Park London at 8'o clock on 9th July 1987 when I was returning after leaving my father in the operation theater to the loving care of Almighty. I had reached Regent Park from the hospital via Harley and Baker Streets. The park lake was in front of me and beds of flowers were around me. The scenic beauty and neatness of the spot had drawn me thither. I had not had full sleep for many nights. I was in a state of giddiness and meditation. I was lost in fears and apprehensions and was sitting with my head hanging down tossing between hope and despair. My imagination was fixed at the door-step of the Holy Prophet (peace be upon him) because I had always requested for and had been granted everything therefrom. In this state

1. Whoso obeyeth Allah and the messenger, they are with those unto whom Allah hath shown favour, of the Prophets and the truthful and the martyrs and the righteous. The best of company are they! (The Quran 4:69).

4202

AN AUTHORITATIVE BOOK ON THE SOUL, THE LIFE  
AFTER DEATH AND THE ETERNAL LIFE OF THE PROPHETS

# ETERNAL LIFE

Dr. Pir Mohammad Hassan

Islamic Book Foundation